https://ataunnabi.blogspot.com/

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	نماز کی سب سے بڑی کتاب
مصنف	مولوی سید نذیر الحق
تاریخ اشاعت	اکتوبر 2012ء
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
ایڈیشن	گیارہ
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	FQ20
قیمت	=/380 روپے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

ملنے کے پتے

داتا دربار روڈ، لاہور۔37221953 فیکس:۔042-37238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔37247350۔فیکس042-37225085

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔021-32212011-32630411۔فیکس:۔021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Website:- www.ziaulquran.com

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فہرست مضامین

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تمہید

الحمد لله الذی اسس علی قواعد الکتاب والسنة مبادی الدین والاسلام۔ وشید بالبراھین الواضحة و الحجج القاطعة ارکان الشرع والاحکام۔ وبعث الی عبادہٖ رسلا وانبیاء علیهم السلام للھدایة والارشاد۔ واخلفهم علمآء فی اظهار شعائر الملة واطفاء نائرة الزیغ والالحاد۔ یستفرغون مجهودهم فی اعلاء کلمة الحق ورفع منار الدین۔ ویستنفدون سعیهم فی احیاء سنة سید الانبیاء والمرسلین محمد صلی الله علیه وآله وسلم وعلیهم اجمعین وعلی عترتة وخلفائه الراشدین۔ وصحابته و من تابعهم الی یوم الدین وسلم تسلیما کثیرا۔ وبعد۔

پرتو شمس میں ہے نور قمر میں تو ہے
دل میں غنچہ کے ہے بوئے گل تر میں تو ہے
پھر بھی ہیں شعبدے یہ ارض وسما کے جلوے
تجھ پہ ہے میری نظر میری نظر میں تو ہے

مالک ارض وسما تو بڑی عظمت وجبروت اور عزت والا ہے۔ تیری عظمت وکبریائی کے سامنے بڑوں بڑوں کی عظمت واقتدار اور بڑائیاں سربسجود ہیں۔ تو سب حاکموں کا حاکم ہے۔ تو سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ تو عاجز نواز ہے اگر تو چاہے تو ایک ذلیل مچھر کو طاقت دے کر نمرود جیسی ہستی کے سارے کس بل کو خاک میں ملا سکتا ہے تو حقیر سے حقیر اور کمزور سے کمزور ناکارہ ہستی سے بڑے بڑے کام لے سکتا ہے۔ تیری نوازنے والی قوت

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ناقابل میں قابلیت کے جوہر پیدا کر دیتی ہے۔ تیرے حکم کے بغیر کوئی ذرہ اپنی جگہ سے اور پتا اپنی ٹہنی سے نہیں ہل سکتا۔ تو ہمیشہ سے ایک ہے اور ایک ہی رہے گا۔ ذات وصفات میں کوئی شریک و سہیم نہیں۔ تیری مشیت میں کسی کا چارہ نہیں۔ تیرے حکم میں کسی کو جائے دم زدن نہیں کسی کو تیری برابری کا حق نہیں۔

خدائے کارساز! تو نے محض لفظ کن سے یہ اتنی بڑی کارگاہ حیات اور کارخانہ عالم بنا ڈالا اگر چاہے تو اس طرح اس کو ایک لمحہ میں معدوم کر سکتا ہے تو ہمیں عدم سے وجود میں لایا۔ ہماری روحانی و جسمانی نشوونما اور تربیت و تکمیل کے لیے سامان مہیا کیے۔ حواس خمسہ دیے۔ اعضاء و جوارح دیے اور عقل و سمجھ دی، نیکی و بدی کا راستہ سمجھایا لیکن اگر تیری طرف سے رشد و ہدایت نہ ہو اور تیری توفیق و مدد انسان کا ہاتھ نہ پکڑے تو دین کا کوئی کام بن سکتا ہے اور نہ دنیا کا وہ اپنی عاقبت برباد کر لے اور اس کی ساری عقل و سمجھ دھری کی دھری رہ جائے۔

خداوند تو نے جو ہمیں نیکی کا راستہ بتلایا ہے سیدھا راستہ ہے اور اسی پر چل کر ہم دارین کی فائز المرامی اور فلاح ونجات حاصل کرتے ہیں۔ تیرے بتلائے ہوئے راستہ کے سوا تمام راستے ٹیڑھے ہیں اور گمراہی و ہلاکت اور بربادی کی طرف لے جانے والے ہیں۔

اطاعت شعار اور نافرمان بندوں کے معبود، کافر و مومن، متقی و بدکار اور باغی و وفادار کی فریاد سننے والے اور بیکسوں کے سہارے! وہ مسلمان، ہاں ہاں وہ مسلمان جن کو تو نے امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا شرف بخشا جن پر تو نے اپنے انعام و اکرام کی بارش کی جن کی ہر قدم اور ہر مرحلے پر امداد و دستگیری کی اور جن کو خیر الامم بنا کر دنیا میں بھیجا تھا اور کہا تھا کہ تم میرے بن کر ساری دنیا میں میری حکومت و بادشاہت قائم کرو۔ وہ اب اپنی بداعمالیوں اور سیاہ کاریوں کی وجہ سے ارذل الامم بن گئے ہیں اور تجھ کو فراموش کر کے نفس و شیطان کے غلام بن گئے ہیں۔ تیری یاد سے ان کے سینے خالی ہیں۔ تیری محبت و اطاعت سے منہ موڑے ہوئے خواہش عشرت اور تمنائے دولت میں مگن ہیں۔ تجھ سے باغی ہو کر در

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں مگر تیرے آستانہ پر نہیں جھکتے یا تجھ سے وابستہ نہیں ہوتے اور تیرے حبیب کا دامن نہیں تھامتے۔

کارساز حقیقی مسلمان اپنا سب کچھ کھو چکے ہیں لیکن اس پر بھی غفلت و معصیت سے باز نہیں آتے۔ کیا وہ یونہی مٹتے رہیں گے؟ ان کی یہی حالت رہے گی؟ نہیں ہرگز نہیں انہیں توفیق دے کہ وہ پھر تجھ سے اپنا رشتہ استوار کریں۔ ہمیں غفلت و مدہوشی، فسق وعصیاں، وباؤں، بلاؤں، مفلسی، غلامی، خودغرضی، ریاکاری اور جھوٹی عزتوں کی حرص و ہوس سے نجات دے۔ قہر و جبر کی تلوار ہمارے دشمنوں کے ہاتھ میں دے کر ہمیں ہلاک نہ کر۔ اگر ہمیں ہماری بغاوت و سرکشی کی سزا ہی دینی ہے تو خود ہلاک کر دے۔

لاچاروں کے چارہ کار! یہ ہاتھ تیرے آگے پھیلے ہیں۔ رحم کرنے والے خطا پوش! ہم جیسے بھی ہیں تیرے ہیں اگرچہ ہم تجھ سے باغی ہیں لیکن پھر بھی تو ہمارا ہے تجھ سے نہ کہیں تو اور کس سے کہیں اگر تو ہماری نہیں سنے گا تو کون سنے گا تو رحیم و کریم ہے، بندہ نواز ہے۔

مولا! فریاد ہے کہ ہم لٹ گئے، تباہ ہو گئے۔ اپنا بنا لے۔ ہمیں ایک اور نیک کر دے۔ ہمیں نیکی پارسائی سچائی اور بندگی کے سیدھے راستہ پر چلا۔ یہ پیشانی تیرے سرکش و نافرمان بندے کی ہے جو عاجزی سے خاک پر پڑی ہوئی ہے ہمیں ہلاکت و بربادی سے بچا۔ بدی کی راہوں پر چلنے سے روک دے۔ نفس و شیطان کی غلامی کی زنجیروں کو توڑ دے اور جذبہ معصیت کو تباہ کر دے۔

ہم تیرے آگے ہاتھ جوڑتے اور گڑگڑاتے ہیں کہ ہم کو سربلند کر، صراط مستقیم پر ثابت قدمی عنایت فرما۔ ہمارے اندر حجازی آن بان اور شان کا جوش پیدا کر۔ ہمیں دل کی آنکھیں عقل رسا اور مستقیم نظر عطا فرما۔ ہمیں ہمارے مقصد حیات میں کامیاب کر اور ہمیں دین و دنیا کی حقیقی مسرت و کامرانی عطا فرما۔

رحم کرنا ہم گنہگاروں پہ تیرا کام ہے
دونوں عالم ہیں ترے رحمٰن تیرا نام ہے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اے امید بے نوا مشکل کشائے دو جہاں

مبتلائے غم ہیں ہم تو دافع آلام ہے

یا رب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے

جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

پھر وادئ فاراں کے ہر ذرہ کو چمکا دے

پھر شوق تماشا دے پھر ذوق تقاضا دے

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل

اس شہر کے خوگر کو پھر وسعت صحرا دے

اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو

وہ داغ محبت دے جو چاند کو شرما دے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسلام اور مسلمان

اے بادِ صبا کملی والے سے جا کہیو پیغام میرا
قبضہ سے بے چاری امت کا دین بھی گیا دنیا بھی گئی

دو لفظ ایسے ہیں جن سے تمام دنیا کی رونق اور زینت قائم ہے مگر اسلام جس طرح ابتدائے آفرینش سے افق عالم پر ضیا گستر رہا ہے اسی طرح آج بھی ضیا بار ہے اور قیامت تک رہے گا اس کی تابانی، درخشانی میں نہ کوئی فرق آیا ہے اور نہ آئے گا۔ وہ دنیا والوں کو بدستور پیغام فلاح ونجات اور روشنی دے رہا ہے اور یونہی دیتا رہے گا۔ مگر خود اس کے ماننے والوں کا کیا حال ہے! بس یہ نہ پوچھئے وہ پہلے سب کچھ تھے اب کچھ بھی نہیں۔ اسلام تو دنیا میں موجود ہے اور اپنی پوری شان وشوکت، رہنمائی وحقیقت نوازی کے ساتھ۔ مگر وہ پہلے مسلمان کہاں؟

وہ الفت کی دنیا وہ ایمان کی دنیا　　وہ وحدت کی دنیا وہ قرآن کی دنیا
اخوت کی دنیا مسلماں کی دنیا　　کہاں ہے الٰہی وہ اخواں کی دنیا
وہ غیروں کو اپنا بنا لینے والے
وہ روٹھے ہوؤں کو منا لینے والے
کہاں چل دیے وہ دلارے ہمارے　　نظر آج آتے نہیں وہ پیارے
نوید سحر کے تھے گویا ستارے　　جگانے کو نکلے تھے جگا کر سدھارے
چمک کر زمانے میں گم ہوگئے وہ
جگا کر زمانے کو خود سوگئے وہ

آج وہ جانتے بھی نہیں کہ ہم کون ہیں وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور سمجھتے ہیں اور اپنے مذہب کو "اسلام" کے مبارک وحیات آفریں نام سے تعبیر کرتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ مسلمان ہونے کے کیا معنی ہیں اور اسلام کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟ وہ جس چیز کو آج پیارا مذہب کہہ رہے ہے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں اسے مذہب اسلام سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا زمین کو آسمان سے۔ وہ اپنے مذہب کے اصولوں سے بالکل نا آشنا ہیں۔ خدا سے ان کا تعلق محض رسمی اور زبانی باقی رہ گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ زبان سے تو مانتے ہیں اور آپ کے عشق و محبت کا دم بھی بھرتے ہیں مگر آپ کی شریعت کے باغی ہیں۔ مکافات عمل کا انہیں یقین ہی نہیں اور اگر ہے تو غلط معنوں میں ایمانیات اور اعمال و عبادات میں ان کے پاس جو کچھ ہے اس کی حقیقت مفقود ہے۔

ان کے نزدیک عبادت الٰہی صرف نماز روزہ کا نام ہے مگر ان کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اگر ان کے پاس نماز و روزہ بھی اپنے حقیقی رنگ میں باقی ہوتے تو ان کی اخلاقی روحانی اور سیاسی پستی کا یہ عالم نہ ہوتا کہ اسلام کو ہم سے عار ہے۔ مہلک و شرمناک غلط فہمیاں مذہب اور اخروی کامیابیوں میں مخل ہو رہی ہیں۔ وہ مذہبی پابندی کے دھوکے میں باطل توہمات اور لغو اعمال میں مبتلا ہو کر اپنی دنیا و عاقبت کو برباد کر رہے ہیں اور اسلام کے فیوض و برکات سے محروم ہو گئے ہیں۔

حب انسان ذوق حق خوف خدا کچھ بھی نہیں
ان کا ایماں چند وہموں کے سوا کچھ بھی نہیں

علمائے امت کی نگاہ میں مسلمانان ہند کے جملہ اجزائے حیات میں جو اضمحلال و افسردگی موجود اور ناقابل اصلاح نظر آتی ہے اس کا حکیمانہ سبب تعلیمات اسلام اور بصائر قرآنی سے بعد و تجاہل ہی ہے اور ان کی ترقی و حیات کی صرف یہی ایک راہ کھلی ہوئی ہے کہ ان کو اسلام کے حیات افزوں ضابطۂ عمل و قانون کی اطاعت و اتباع کی طرف بلایا جائے۔

لہٰذا پہلے مسلمانوں کو اسلام اور مسلمان کے حقیقی معنوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

اسلام اور مسلمان کے معنی

مذہب دنیا میں خدا کی سب سے بڑی مہربانی، رحمت اور کرم ہے۔ اس کی غرض انسانوں کو پاک بنانا اور نیکی و پاکیزگی کی راہ پر لے چلنا ہے۔ وہ انسان کو عبدیت کے دائرہ میں مقید رکھنا چاہتا ہے اور اس کا مقصد اصلاح نفوس اور بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں۔ وہ دنیا میں اس لیے آیا ہے کہ انسان کی تمام عملی قوتوں کو سیدھے راستہ اور قانون فطرت پر چلائے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تاکہ وہ اپنا مقصد بہ درجہ کمال حاصل کرلیں۔ وہ ہر طرح سے کامل ہو جائیں اور ان کی ہر بات مذہب کی روشنی میں آجائے۔ مذہب چاہتا ہے کہ خدا کے بندوں پر خدا ہی کی حکومت ہو۔ انسان کسی انسان کے سامنے نہ جھکے بلکہ صرف اپنے خدا کے سامنے جھکے اور قوانین الٰہیہ کے مطابق زندگی بسر کرے۔

اسلام سے پہلے یہ مقاصد عظمیٰ الہامی مذاہب نے اپنی اپنی بساط اور دائرہ عمل کے مطابق پورے کئے لیکن اب چونکہ اسلام بصورت قرآن خدا کا آخری مذہب ہے۔ ہر طرح کامل و مکمل اور عقل و فطرت کے مطابق ہے اور تمام پچھلی شریعتوں اور صداقتوں کا جامع ہے۔ اس لئے اب یہ مقاصد صرف اسلام ہی کے ذریعے پورے ہو سکتے ہیں۔ اب بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح اور نجات و کامرانی کا صرف یہی ایک راستہ ہے باقی تمام گمراہی کی طرف لے جانے والے ہیں۔

اسلام کے معنی اطاعت، انقیاد اور تسلیم کے ہیں یعنی اپنے ظاہری و باطنی قویٰ کے ساتھ خدا کے حضور میں جھک جانا اس کے تمام احکام پر عمل کرنا اور اپنے تمام اعمال و افکار کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں لے آنا۔ اس سلسلہ میں وہ ہم پر صرف دو چیزیں عائد کرتا ہے ایمان اور عمل صالح۔ سارا اسلام انہی دو باتوں میں بند ہے جو شخص ایمان و عمل صالح کی حقیقی روح اپنے اندر پیدا کرلے وہ مسلمان ہے۔ مسلمان ہونے کے معنی علماً و عملاً یہ ہیں کہ جو کچھ خدا اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے اس کے سامنے سر تسلیم خم کردے اور اس پر عمل کرے۔

جو شخص احکام الٰہی میں سے کچھ اس کے اغراض کے مطابق ہو اس کو مانے اور جو اغراض کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دے وہ منافق خود غرض ہے۔ یہودیوں کو خدا نے اسی وجہ سے ذلیل و رسوا کیا کہ وہ کتاب اللہ کے بعض حصہ کو مانتے تھے اور بعض کو رد کرتے تھے۔ پس مسلمان وہ ہے جو خدا اور رسول اللہ ﷺ کے تمام احکام کو تسلیم کرے۔

بناء اسلام

جاننا چاہئے کہ اسلام کی بناء پانچ چیزوں پر قائم ہے اگر مسلمان ان پانچوں کی پانچوں پر قائم ہے تو اس کا اسلام بھی قائم ہے اور وہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہے۔ وہ پانچ چیزیں یہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں۔

۱۔ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا زبان سے اقرار کرنا اور دل سے اس پر یقین رکھنا یعنی توحید و رسالت کو سمجھنا اور ماننا۔

۲۔ پانچ وقت کی نمازیں پڑھنا۔

۳۔ زکوٰۃ دینا۔

۴۔ ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

۵۔ حج کرنا۔

مشہور تو یہی پانچ بنائیں ہیں حالانکہ ایک چھٹی بناء بھی ہے جس پر مسلمانوں کی نظر ہی نہیں اور وہ چھٹی بنا جہاد فی سبیل اللہ ہے جس کے مفہوم میں ہر قسم کے ایثار و قربانی سعی و کوشش اور جہد للحیات بھی شامل ہے۔

یہ نہ سمجھئے کہ یہ صرف میرا ذاتی خیال اور تحقیق ہے بلکہ اسلام کا یہ چھٹا رکن قرآن پاک کے ہر صفحہ سے عیاں اور ظاہر و ثابت ہے اور بعض فقہا نے جہاد کو اسلامی ارکان کی فہرست میں رکھا ہے۔ چنانچہ صاحب ردالمحتار لکھتے ہیں۔

وَالْعِبَادَاتُ خَمْسَۃٌ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالزَّکٰوۃُ وَالصَّوْمُ وَالْحَجُّ وَالْجِھَادُ۔

عبادات پانچ ہیں۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور جہاد۔ (1)

الغرض اسلام کے یہ چھ ارکان ہیں جن پر اسلام کی بنیاد قائم ہے جو لوگ ان فرائض دینیہ کی بجا آوری سے قاصر ہونے کے باوجود سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ صرف نماز پڑھ لینے ہی سے کامل مومن ہیں وہ اپنے نفس کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ ان ارکان میں سے اگر ایک بھی رکن ترک کر دیا جائے تو مسلمان کی مسلمانی مخدوش ہے۔ مثلاً ایک نمازی تہجد گزار اور شب بیدار صاحب نصاب ہو کر زکوٰۃ نہیں دیتا تو اس کی ساری عبادت بے سود ہے۔ یا روزے رکھتا ہے مگر استطاعت رکھتے ہوئے حج نہیں کرتا تو اس کی دینداری ناقص ہے یا ارکان خمسہ کی پابندی کرتا ہے مگر جہاد فی سبیل اللہ سے جان چراتا ہے تو سرے سے اس نے ارکان

1۔ ردالمحتار، کتاب الطہارۃ ص ۱۸۳۔ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خمسہ کی روح ہی کو نہیں سمجھا۔ مختصر یہ کہ مسلمان ان ارکان میں سے کسی کا بھی تارک ہے تو وہ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ کا مصداق ہے اور وہ کامل مسلمان نہیں۔

کامل مسلمانی کا فقدان

کروڑوں مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ وہ زبان سے اپنے مسلمان ہونے کا بڑے شدومد سے دعویٰ کرتے ہیں مگر ان کے عمل کی کیفیت یہ ہے کہ کوئی نماز کا پابند ہے روزوں میں سست ہے، کوئی روزے رکھتا ہے تو زکوٰۃ نہیں دیتا۔ کوئی زکوٰۃ دینے کی ہمت رکھتا ہے تو سفر حج کی صعوبتوں سے لرزتا ہے اور گھر میں بیٹھا ہوا طرح طرح کے حیلے بہانے گھڑتا ہے اور اگر کروڑوں میں کوئی اللہ کا بندہ ان ارکان خمسہ کی پابندی کرتا ہے تو جہاد کے نام سے لرزتا ہے حالانکہ جہاد کوئی خوفناک چیز نہیں بلکہ اللہ کی راہ میں محنت و مشقت برداشت کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔ اگر سچ پوچھو تو ارکان خمسہ کی اصلی روح بھی جہاد ہے۔ کیونکہ کسی میں نفس کے ساتھ جہاد کرنا پڑتا ہے اور کسی میں مال کے ساتھ پس بہت کم ہیں ایسے مسلمان جن کو ان پانچوں فرائض کی بجاآوری سے تکمیل مسلمانی کی سند حاصل ہو سکے۔

رہے مسلمانوں کے حب الٰہی اور حب رسول کے دعوے ان کی کیفیت یہ ہے کہ زبان سے ہر مسلمان کہتا ہے کہ ہم کو اللہ و رسول سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ ہمارا تن من دھن سب ان پر قربان اور نثار ہے مگر دعویداروں کی حالت یہ ہے کہ نہ اللہ کے حکم کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی و فرمانبرداری کرتے ہیں بلکہ ان کے برخلاف صورت و شکل میں، لباس و وضع میں، کھانے کمانے میں، اور شادی و غمی میں جتنے کام کرتے ہیں اپنی مرضی کے اور سب اپنے ملک، برادری اور باپ دادا کی رسموں کی پیروی میں۔ لہٰذا یاد رکھیئے جو پورا پابند شریعت ہے وہی سچا مسلمان ہے اللہ تعالیٰ نے اسلام کا معیار بتلا دیا ہے۔

مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (حشر: 7)

"اور جو کچھ تم کو یہ رسول دے اس کو لے اور جس چیز سے تم کو ہٹا دے ہٹ جاؤ"۔

ان آیت مبارکہ کے مطابق یہ مسلمانی دل بہلاؤ اور فریب نفس ہے کہ اسلام کی جو بات آسان دیکھی، جس کو دل چاہا اس پر عمل کر لیا اور جو ذرا مشکل نظر آئی اور جس کو دل نہ چاہا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسکوترک کردیا۔ یہ مسلمانی نہیں بلکہ مطلب پرستی ہے۔ حالانکہ اسلام کا اقرار کر کے ایک مسلمان کو اس قسم کا اختیار ہی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (احزاب)

"کسی مومن اور مومنہ کا یہ کام نہیں ہے کہ جب کسی معاملہ میں اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کردے تو ان کے لئے اپنے اس معاملہ میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار باقی رہے جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا"۔

یعنی جب کسی امر کے متعلق خدا اور اس کے رسول کا حکم آجائے تو مومنوں کو ماننے یا نہ ماننے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ اسلام کہتا ہے کتاب اللہ میں سے کچھ ماننا اور کچھ کو رد کر دینا دنیا و آخرت میں رسوا کن ہے۔

مذہب کا تعلق

یاد رکھیے! اگرچہ ہم اپنے آپ کو زبان سے مذہب اسلام کا پابند کہتے ہیں لیکن پیروی اپنی خواہشات کی کرتے ہیں اور ہمارے اکثر اعمال مذہبی احکام کے خلاف ہیں۔ تو یہ سچی مسلمانی نہیں کیونکہ مذہب زبان کا نہیں بلکہ عمل کا نام ہے۔ اگر آپ مذہب پر عمل نہیں کرتے تو آپ کا مسلمان ہونا عبث و بیکار ہے۔ پھر یہ بھی خوب سمجھ لیجئے کہ مذہب کا تعلق صرف زبان یا صرف نماز روزہ سے نہیں بلکہ دل اور عمل سے ہے۔ ہم ایک سچے مسلمان اس صورت میں ہو سکتے ہیں جبکہ ہماری تمام زندگی ہمارے مذہب کی تفسیر ہو۔ اگرچہ ہم مسلمان ہو کر اسلامی احکام کی خلاف ورزی کریں یا نماز پڑھ کر چوری، زنا اور جھوٹ وغیرہ معاصی کا ارتکاب کریں تو ظاہر ہے کہ ہماری زندگی اسلام کی تفسیر نہیں۔ اس کے معنی یہ بھی نہ سمجھئے کہ مسلمان وہ ہے جس سے کسی گناہ اور خدا کی نافرمانی کا صدور ہی نہ ہو نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسے حتی الامکان زیادہ سے زیادہ احکام خداوندی کی تعمیل کرنی چاہئے اور خدا کی نافرمانی سے بچتے رہنا چاہئے۔ باوجود اس کے اگر بشریت کے تقاضا سے گناہ بھی سرزد ہو جائے تو

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس سے مسلمانی کو کوئی ضعف نہیں پہنچتا بلکہ فوراً توبہ و استغفار سے اس کی تلافی کرنی چاہئے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک مسلمان قطعی طور پر تمام زندگی میں گناہوں سے بالکل محفوظ رہے کیونکہ وہ گناہوں سے معصوم نہیں یہ منصب فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کا ہے کہ ان سے ارتکاب معاصی کا صدور یہ ناممکن ہے باقی رہے عوام الناس، گناہ کرنا اس کی فطرت ہے مگر گناہوں اور روز کی نافرمانیوں اور اصرار کرنا شیطان کا کام ہے اور نیک بننے کی کوشش نہ کرنا اسلام کے خلاف ہے۔

عبادت اور بندگی کا مفہوم

آپ کے سامنے اسلام اور مسلمانی کا صحیح تصور آ گیا ہے اور آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اسلام کا حقیقی مفہوم کیا ہے اور مسلمان کے دینی فرائض کیا ہیں۔ اب عبادت و بندگی کا مفہوم بھی سمجھ لیجئے۔ عبادت اور بندگی صرف نماز و روزہ کا نام نہیں بلکہ ہمارے ان کاموں کا نام ہے جو ہم تمام دن اور رات میں کریں۔ ہماری بندگی کا دعویٰ اس وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ ہم ہر کام خدا کی مرضی اور اس کے حکم کے مطابق کریں۔ ہمارا کھانا، پینا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، شادی و غمی، لباس و وضع غرضیکہ ہر حرکت و سکون عبادت میں داخل ہے بشرطیکہ ہم اسے احکام خداوندی کے مطابق کریں۔

آپ اپنی پانچ وقت کی نمازوں میں اپنے خدا سے یہی اقرار عبودیت کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ اس اقرار عبودیت کے مطابق ہمارے تمام کام مرضی الٰہی کے مطابق ہونے چاہئیں اور ہمیں اپنی زندگی انہی اصولوں پر بسر کرنی چاہئے جو مذہب نے سکھائے ہیں اپنی بہتری اور فلاح کے لئے سچے دل سے کوشش کرنا ہی ہمارا فرض اور خدا کی عبادت و بندگی ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وجہ تصنیف

یہ ایک آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت ہے کہ آج جو مسلمان تعلیم، صنعت وحرفت، تجارت وسیاست ومعیشت، تہذیب ومعاشرت اور اخلاق میں پسماندہ ہیں ہر طرح کی ذلت وخواری میں مبتلا ہیں ان کے قوائے عملی وفکری پر جمود وتعطل کی اوس پڑی ہوئی ہے۔ ہر قوم پر ذہنی غلامی کی لعنت مسلط ہے نہ اس کے پاس اخلاق وروحانیت کی طاقت ہے نہ عزت وشوکت، نہ ان کی زندگی کا کوئی بلند معیار ہے نہ۔ ان کے سامنے کوئی نصب العین، نہ ان میں اتحاد وتنظیم کی روح، ہر جگہ اور ہر مقام میں تنزل وادبار کے ہاتھوں برباد ہیں اور انہیں ہر طرف سے مایوسیوں وناکامیوں نے گھیر رکھا ہے اس کا واحد سبب یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے مذہبی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ان کے تنزل وادبار کا بڑا سبب فرائض دینیہ سے غفلت اور زندگی کی سرگرمیوں سے محرومی اور بے عملی ہے۔ ان کے تنزل وادبار کا ذمہ دار مذہب نہیں بلکہ خود وہ ہیں۔ ان میں وہ صلاحیت اور روح باقی نہیں رہی جس سے وہ دین ودنیا میں ترقی وکامیابی حاصل کر سکتے ہیں اور جس کو حاصل کر کے انہوں نے دنیا میں عروج وارتقاء کی منزلیں طے کی تھیں۔ ان کے اندر وہ صلاحیت ہی باقی نہیں رہی جس کے بعد وہ زمین کی وراثت کے مستحق بنتے تھے۔

اب اس کا کیا علاج ہے؟ صرف یہ کہ ان میں ایمان وعمل کی حقیقی روح پھونکی جائے ان کو اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنا سکھایا جائے۔ فرائض حیات اور فرائض دینیہ کی بجا آوری کی ترغیب وتحریص دلائی جائے اور ان کو حقیقی معنوں میں مسلمان بنایا جائے۔

یہی وہ راز ترقی ہے جس پر عمل پیرا ہو کر مسلمانوں کو مسلمان بنایا جا سکتا ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ارکان خمسہ کے متعلق ایک ایسی جامع کتاب دی جائے جو ان میں عبادت وبندگی کی حقیقی روح پھونک دے۔ یہی ارکان خمسہ ہیں جن کی تفہیم و تعمیل سے مسلمان حقیقی معنوں میں مسلمان بن سکتے ہیں اور دین کی مسرت وکامرانی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حاصل کر سکتے ہیں۔

اسلام کے یہی وہ اصول خمسہ ہیں جن میں ترقی و تقدم کے وہ تمام اصول پنہاں ہیں جن کی پابندی سے مسلمان زندہ ہو سکتے ہیں اور ترقی کر سکتے ہیں۔ ان اسلامی عبادات کا منشاء اگرچہ خدا کے ساتھ تعلق قائم کرنا اور زاد آخرت جمع کرنا ہے اور دنیاوی وجاہت و ثروت اور استیلاؤ غلبہ ان کا مقصود نہیں لیکن چونکہ وہ ساتھ ہی ساتھ جسم کی مادی ضرورتیں بھی پوری کرتی ہیں اس لئے ان فرائض خمسہ اسلامیہ کی پابندی سے مسلمان وہ تمام انفرادی و اجتماعی اور سیاسی و معاشی خوبیاں بھی حاصل کر سکتے ہیں جن کی آج ان کو ضرورت ہے مگر یاد رہے یہ دنیوی فلاح اور غلبہ و استیلاء ان اسلامی احکام کی پابندی کے فرعی اور ضمنی اثمار ہیں اور ان کی اصلی غایت نجات اخروی اور خدا کے ساتھ تعلق قائم کرنا ہے۔

جو نام نہاد روشن خیال حضرات نماز روزہ وغیرہ کے متعلق یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ نماز اس لئے اچھی عبادت ہے کہ اس سے پابندی اور صفائی جسم کی عادت پڑ جاتی ہے ان کی عقل و سمجھ پر مغرب کی مادیت نے پتھر ڈال دیے ہیں وہ اسلامی عبادات کے مقاصد عالیہ سے لاعلم ہیں۔ الغرض اگر مسلمان مادی اور روحانی ترقی حاصل کرنا اور صحیح معنوں میں مسلمان بننا چاہتے ہیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ فرائض خمسہ کی پوری پوری پابندی کریں اور یہ کتاب اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔

اگرچہ نماز کے متعلق کثرت کے ساتھ کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور وہ عوام الناس کے لئے نہایت مفید اور مقبول ثابت ہوئیں ہیں لیکن ان سے علمی طبقہ کے مزاج کی تسکین نہیں ہوتی اور نہ وہ تمام متعلقات پر حاوی ہیں کہ ان کے بعد کسی کتاب کی ضرورت نہ رہے اور وہ عوام و خواص دونوں کے لئے مفید ثابت ہوں لہٰذا اس کتاب کے ذریعے کوشش کی گئی ہے کہ یہ کمی پوری ہو جائے۔

وَمَا تَوْفِيْقِىْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ

نذیر الحق

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب الایمان

اسلام کے اولین اصول

ایمان کے متعلق امام ابو حنیفہ کا مذہب

ایمان کی تعریف

ایمان کے لغوی معنی ہیں گرد یدن و باور کردن یعنی کسی چیز کا حق سمجھ لینا، اس کو مان لینا اور یقین کر لینا ہے۔ اس کے شرعی معنوں میں اختلاف ہے چنانچہ محقق تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں کہ:

''علمائے امت محمدی کی آراء ایمان کے شرعی معنی میں مختلف ہیں کہ آیا وہ صرف نام ہے کسی فعل قلبی کا یا صرف فعل لسانی کا یا مجموعہ فعل قلبی ولسانی کا یا اس میں افعال جوارح یعنی وہ اعمال جو اعضاء سے صادر ہوتے ہیں جس میں نماز، روزہ وغیرہ بھی شامل ہیں''۔

پس یہ چار صورتیں ہیں۔ برتقدیر اول کہ ایمان عبارت ہو صرف فعل قلبی سے اس بارے میں تین قول ہیں:

اول قول وہ ہے جو مشہور و مذہب محققین جمہور ہے یعنی ایمان موضوع ہے بمقابلہ تصدیق یعنی مان لینا اور یقین کر لینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایسے امور میں کہ ان احکام کا پروردگار عالم کی طرف سے لانا بالضرورت معلوم ہو۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ایمان نام ہے تسلیم کا مگر درحقیقت یہ قول، قول اول ہی کی طرف مائل ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ایمان نام ہے ان چیزوں کی معرفت یعنی پہچاننے اور سمجھنے کا۔

برتقدیر ثانی کہ ایمان نام ہے صرف زبانی تسلیم کا یعنی حقیقت احکام نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اقرار کرنا۔ بعض کے نزدیک معرفت قلبی شرط ہے بعض کے نزدیک تصدیق شرط ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

برتقدیر ثالث کہ ایمان نام ہوا مجموعہ افعال لسانی وقلبی کا اور ایمان عبارت ہو تصدیق قلبی و اقرار لسانی سے یعنی مومن وہ ہے جو دل سے تصدیق کرے اور زبان سے اقرار کرے۔ یہی مذہب حضرت امام اعظم کا۔

برتقدیر رابع کہ ایمان عبارت ہو تین چیزوں کے مجموعہ سے اول دل سے یقین کرنا، دوسرے زبان سے اقرار کرنا اور تیسرے اعضاء سے نیک کام کرنا۔

بحث ایمان کی متعلقہ تفصیلات اور اختلافات سے بچتے ہوئے اتنی بات یاد رکھیے کہ ایمان کے باب میں علمائے اہل سنت کے تین قول ہیں۔

اول یہ کہ ایمان نفس تصدیق قلبی کا نام ہے۔

دوسرے یہ کہ ایمان عبارت ہے مجموعہ تصدیق و اقرار سے۔

تیسرے یہ کہ ایمان مجموعہ تصدیق و اقرار اور عمل کا نام ہے۔ مگر عمل ایمان کا عرفی جزو ہے نہ کہ حقیقی یعنی عمل جزو کمال ایمان ہے اصل ایمان کا جزو نہیں۔

ایمان و عمل دو جداگانہ چیزیں ہیں

محقق جلال الدین دوانی شرح عقائد عضدیہ میں لکھتے ہیں کہ اس مقام پر چار احتمالات ہیں۔ ایک یہ کہ اعمال ایمان کی حقیقت و ماہیت کا جزو ہوں کہ اگر اعمال معدوم ہوں تو ایمان بھی معدوم ہو جائے جیسے اجزائے حقیقیہ میں ہوتا ہے کہ جزو کے عدم سے کل کا عدم لازم آتا ہے۔ یہ معتزلہ کا مذہب ہے۔

دوسرے یہ کہ اعمال ایمان کے اجزائے عرفیہ ہوں ان کے عدم سے عدم ذات ایمان لازم نہ آئے بلکہ ایمان کے کمال میں نقص و فتور ہو جائے جیسے ناخن، بال، ہاتھ اور پیر وغیرہ انسان کے جزو ہیں یا جیسے درخت کی شاخیں کہ اجزائے درخت ہیں ان کے فنا سے انسان یا درخت کا فنا لازم نہیں آتا مثلاً اگر کسی انسان کے ہاتھ نہ ہوں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ انسان بھی نہ ہو۔ یہی مذہب سلف محدثین کا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "ایمان کی ستر اور چند شاخیں ہیں ان کا اعلیٰ درجہ کلمہ توحید کا اقرار اور ادنیٰ درجہ راستے میں سے کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا ہے"۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک دوسری حدیث شریف میں آیا ہے کہ

''حیا ایمان کی شاخ ہے''۔(2)

اس بناء پر ان لوگوں کے نزدیک ایمان، نفس تصدیق اور اعمال کے درمیان ایک امر مشترک کے لئے موضوع ہے پس ایمان کا اطلاق تصدیق اور اعمال دونوں پر بطور حقیقت کے ہے نہ بطور مجاز کے ایمان بمنزلہ درخت کے ہے اور اعمال بمنزلہ شاخوں کے لہٰذا اعمال کے فقدان سے کمال ایمان میں فتور ہوگا نہ کہ اصل ایمان میں ایسا ایمان جو اپنے ساتھ اعمال صالحہ کا ذخیرہ رکھتا ہو عذاب دائمی سے نجات دیتا ہے۔

تیسرے یہ کہ اعمال جزو ایمان نہیں ہیں مگر اس کے مشابہ ہیں اور ایمان کا اطلاق ان پر مجازاً ہوتا ہے۔ چوتھا یہ کہ اعمال بالکلیہ ایمان سے خارج ہوں۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ اعمال بالکلیہ ایمان سے خارج نہیں بلکہ ایمان کے اجزائے عرفیہ ہیں جس کی تفصیل اوپر گزری۔ پس اعتقاد رکھنا چاہیے کہ ایمان وعمل دو جداگانہ چیزیں ہیں جیسے درخت اور اس کی شاخیں دو چیزیں ہیں اور ایمان صرف اعتقاد اور یقین کا نام ہے یعنی امام صاحب کے نزدیک عمل اصل کی حقیقت میں داخل نہیں بلکہ ایمان کامل کی شرط ہے۔ صاحب تصدیق واقرار تارک طاعات بوجہ ایمان کے اگرچہ مومن ہے لیکن ناقص الایمان ہے اور ایسے شخص کو مومن فاسق کہتے ہیں۔

سو حقیقت ایمان کیا ہے؟ یہی کہ دل میں توحید ورسالت کا یقین رکھے اور زبان سے اقرار کرے۔ ایمان فعل اعضاء کا نام نہیں ہے نہ نیک اعمال ایمان میں داخل ہیں اور نہ اعمال بد ایمان کو برباد کرنے والے ہیں کیونکہ ایمان مقابل کفر اور نیک عمل مقابل گناہ کے ہیں پس اگر عمل ایمان میں داخل ہو تو چاہئے کہ گناہ کفر ہو جائے حالانکہ تمام اہل سنت اور محدثین کے نزدیک یہ امر مسلمہ ہے کہ عبادت وطاعت نہ کرنے سے بندہ گنہگار ہوتا ہے کافر نہیں ہو جاتا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

2۔ صحیح بخاری کتاب الایمان، باب امور الایمان، دار المعرفۃ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَلْاِیْمَانُ ھُوَ الْاِقْرَارُ وَالتَّصْدِیْقُ (3)۔ ایمان اقرار و تصدیق کا نام ہے۔

حقیقت ایمان

جمہور محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب کا نام ہے۔ اقرار لسانی صرف دنیوی احکام جاری ہونے کی ایک شرط ہے کیونکہ تصدیق قلبی ایک امر باطنی ہے اس لئے لازمی طور پر اس کے لئے علامت ظاہری بھی ہونی چاہئے۔ اسلام ظاہر و باطن دونوں کو دائرہ عبدیت میں لاتا ہے پس جو شخص قلب سے وحدانیت اور رسالت کی تصدیق کرے مگر زبان سے اس کا اقرار نہ کرے وہ عند اللہ مومن ہے۔ خلاصہ یہ کہ حقیقت ایمان فقط تصدیق قلبی کا نام ہے۔

مشکوٰۃ شریف سے ایمان کا بیان

جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم رسول خدا ﷺ کی خدمت میں تھے کہ اچانک ایک شخص حاضر ہوا جس کے کپڑے نہایت سفید تھے اور بال نہایت سیاہ اس پر سفر کا کوئی اثر نہ تھا اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو جانتا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گیا اور اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لئے اور عرض کی یا محمد ﷺ مجھے اسلام کی حقیقت سے آگاہ فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ اس امر کا اعتراف کرے اور شہادت دے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں اور پھر تو نماز ادا کرے، زکوٰۃ دے، رمضان کے روزے رکھے اور خانہ کعبہ کا حج کرے (اگر تجھ کو زاد راہ میسر ہو) اس شخص نے یہ سن کر دوبارہ عرض کی "آپ ﷺ نے سچ فرمایا"۔ ہم لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ شخص دریافت بھی کرتا ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اس نے پوچھا ایمان کی حقیقت بیان فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان تو یہ ہے کہ تو اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں اور رسولوں پر قیامت کے دن پر اور تقدیر کی برائی بھلائی پر ایمان ویقین رکھے۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا "آپ

3۔ شرح الفقہ الاکبر، ص 16۔ مطبوعہ مطبعہ مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ﷺ نے سچ فرمایا''۔(4)

یہ پوچھنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں اس سوال و جواب سے صحابہ کو دین سکھانے آئے تھے۔ اس حدیث میں یہ بات غور طلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسلام کے جواب میں تصدیق و اقرار کے ساتھ اعمال کو بھی رکھا ہے اور ایمان کے جواب میں صرف افعال قلبی یعنی عقائد اسلامیہ کو بیان فرمایا ہے۔ جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ایمان میں اعمال داخل نہیں ورنہ حضور ﷺ ایمانیات کے ساتھ اعمال صالحہ کو بھی بیان فرماتے۔ اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ ایمان اور اعمال دو علیحدہ چیزیں ہیں۔

ایمان اور اعمال صالحہ میں مغائرت کے دلائل

یہ ایک آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت ہے کہ ایمان و عمل دو جداگانہ چیزیں ہیں اس پر عقلی دلائل بھی ہیں اور نقلی دلائل بھی جن کا کچھ اندازہ آپ نے مذکورہ بالا تفصیلات سے کر لیا ہوگا لیکن چونکہ یہ زمانہ کفر والحاد کا ہے اصلاح و فساد پہلو بہ پہلو اپنا کام کر رہے ہیں۔ نام نہاد روشن خیالی خود ساختہ محقق اور مفسر و مبلغ اسلامی حقائق کی صورتوں کو مسخ کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور عقل کے پجاری ایمان و عمل کو ایک ہی چیز سمجھ رہے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ ایمان و عمل کی مغائرت کے دلائل کو ذرا وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے۔

۱۔ قرآن و احادیث میں اول سے آخر تک ''اعمال'' کو ''ایمان'' پر عطف کیا گیا ہے چنانچہ ہمیں قرآن اور حدیث نبوی میں جگہ جگہ اس کا حکم و مطالبہ کی تکرار نظر آتی ہے۔

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (البقرۃ:25)۔ اس قسم کے جملوں میں اعمال کو ایمان پر عطف کیا گیا ہے اور معطوف و معطوف علیہ کی مغائرت ظاہر و باہر ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ معطوف و معطوف علیہ ایک نہیں ہوتے۔

۲۔ اللہ پاک نے اپنے کلام پاک میں ایمان کو صحت اعمال کی شرط قرار دیا ہے کما فی قولہ تعالیٰ

4۔ بخاری و مسلم۔ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، ص 11، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ

''یعنی'' ذکور واناث میں سے جو شخص بھی نیک اعمال بجالائے بشرطیکہ وہ مومن ہو''۔(النساء:124)

اس آیت مبارکہ میں خدائے حکیم نے ایمان کو عمل صالح کی شرط قرار دیا ہے اور سب جانتے ہیں کہ شرط و مشروط ایک چیز نہیں۔ان دو دلائل ہی سے قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ ایمان و اعمال دو علیحدہ چیزیں ہیں۔

۳۔قرآن عزیز میں دو قسم کے احکام آتے ہیں ایک قسم کے احکام تو ایمان و عقائد سے متعلق ہیں اور دوسری قسم کے احکام عبادت وطاعت کے سلسلہ میں ہیں۔چنانچہ ایک حکم تو یہ ہے:

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (النساء:136)''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ''۔

دوسرا حکم یہ ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الانفال:1)''اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو''۔

اگر ایمان و عمل ایک ہی چیز ہوں تو یہ تقسیم ٹوٹ جاتی ہے اور قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت پر زبردست اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس میں بار بار بیکار و لغو جملوں کا تکرار نظر آتا ہے۔لیکن جس شخص کے دماغ میں ذرا سی بھی عقل ہوگی اور جو عربی زبان سے تھوڑی سی بھی واقفیت رکھتا ہوگا وہ تھوڑے سے غور و فکر کے ساتھ اس بات کو جان لے گا کہ یہ دونوں احکام ایک چیز نہیں ایمان اور ہے اور عمل الگ۔

۴۔قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کے سامنے دو مرحلے رکھے ہیں ایک تو اٰمِنُوْا اور دوسرا اَطِيْعُوْا ایمان سے مراد ہے انسانیت کے بلند ترین مقاصد کو سامنے رکھنا اور کسب سعادت کی استعداد و قوت کا اظہار کرنا اور اطاعت سے مقصود ایسے عملی ذرائع اختیار کرنا ہے جو مطلوبہ مقاصد تک پہنچا سکیں۔ظاہر ہے کہ استعداد و قوت اور حرکت و عمل ایک چیز کا نام نہیں یا یوں سمجھو کہ صحیح عمل کے لئے پہلے علم کی ضرورت ہے۔علم و احساس اور ادراک و شعور کے بغیر جو حرکت ہوتی ہے وہ مجنونوں کی حرکت ہوتی ہے اور یہ مسلمہ امر ہے کہ علم اور عمل

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک چیز نہیں۔

۵۔ اسلام میں نجات کا دارومدار دو چیزوں پر ہے ایمان اور عمل صالح۔ پانچ چیزوں خدا، پیغمبروں، خدا کا پیغام پیغمبروں تک لانے والے فرشتوں، احکام الٰہی کی کتابوں اور پیغام محمدی کے مطابق عمل کرنے والوں یا عمل نہ کرنے والوں کی جزا و سزا پر یقین و اعتقاد رکھنا ایمان ہے۔ جس پر عمل کی بنیاد قائم ہوتی ہے اور جس کے بغیر خلوص کے ساتھ کوئی نیک عمل سرزد نہیں ہو سکتا یعنی ایمان کے بغیر درگاہ خداوندی میں کوئی اچھا عمل بھی مقبول نہیں اور اعمال ہمارے اعضاء کے کام میں جن کو صالح یعنی وصیت الٰہی اور احکام الٰہی کے مطابق ہونا چاہئے اس سے بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ دماغ کی روشنی اور اعضاء کے کام ایک چیز نہیں۔

خلاصہ یہ کہ اس قسم کے ہزاروں عقلی اور نقلی دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان و عمل دو جداگانہ چیزیں ہیں اور ہمارے امام صاحب کا مذہب ایمان کے بارے میں قرین حق و صواب ہے۔

اعمال کا تعلق

ایمان اور عمل کے مطابق ہم نے یہاں تک جو کچھ لکھا ہے اس سے اعمال کی اہمیت اور قدر و قیمت کو کوئی ضعف نہیں پہنچتا بلکہ اعمال کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ پس یہ نہ سمجھئے کہ محض توحید کا رسمی و زبانی اقرار نجات کے لیے کافی ہے۔ اس غلط فہمی نے مسلمانوں کو معصیت و سیاہ کاری کے جہنم میں پھینکا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بغیر سوچے سمجھے رسمی طور پر زبان سے توحید کا اقرار کر لینا نجات کے لئے کافی ہے اور غالباً مسلمانوں کی اس کجروی اور گمراہی نے اس فتنہ کو پیدا کیا ہے کہ آج ایمان و عمل کو ایک چیز سمجھا جا رہا ہے۔ سو یاد رکھیے ایمان و عمل اگرچہ ہیں تو دونوں مغائر مگر ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔

اسلام ایمان کے ذریعے قلب و روح پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اور جسم سے پہلے روح کو اپنے قانون کا پابند و مطیع بنانا چاہتا ہے اور عمل صالح کے ذریعے جسم کو قانون الٰہی کا پابند بناتا ہے اب یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص کی روح تو خدا کی فرمانبردار ہو اور جسم نافرمان۔ یعنی ایک شخص صحیح معنوں میں مومن ہو اور اس سے اعمال صالح کا صدور نہ ہو ایسے شخص کو بھی ایمان

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی تکمیل کا سرٹیفکیٹ نہیں مل سکتا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا قلب توحید کا قائل ہو لیکن اگر روزمرہ کی زندگی اور اس کے اکثر اعمال و افکار احکام الہیہ کے مطابق نہیں تو کہا جاسکتا ہے کہ اس کو سرے سے خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان نہیں۔ پس سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا ایمان، اقرار فضول بے معنی اور منافقت پر مبنی ہے۔

یادرکھیے اعمال کا تعلق قلب سے ہے جن اعمال کا تعلق قلب سے نہ ہو وہ نقش برآب ہوا کرتے ہیں ان کا اخلاقی اور روحانی زندگی پر کچھ اثر نہیں ہوتا اس لئے ان کا وجود وعدم دونوں برابر ہیں۔ اسلام کے نزدیک اعمال وہی صالح اور قابل قبول ہیں جو مسلمانوں کی طرز زندگی کا مستقل حصہ ہوں۔ اس کی سیرت کا عکس ہوں اور اس کی روح سے پیدا ہوئے ہوں جو اعمال اس معیار پر پورے نہ اترتے ہوں وہ یا تو اضطراری افعال ہوتے ہیں یا محض دوسروں کو دکھانے کے لئے کیے جاتے ہیں۔ اور آخرت میں ان کی جزا کی امید رکھنا کسب موہوم اور بے سود ہے اور جن اعمال کا تعلق قلب سے ہو وہی صالح مثمر بثمرات آخرت ہوا کرتے ہیں۔ قلب میں عمل کا تخم ایمان کے پانی سے پرورش پاتا ہے۔ ایمان کیا ہے؟ دماغ کی روشنی روح کا خدا کے ساتھ تعلق اور نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کا حوصلہ وارادہ، ایمان سے دل کی طہارت و پاکیزگی حاصل ہوتی ہے عمل کی استعداد و قوت پیدا ہوتی ہے اور ایماندار و پاک اور صحیح الخیال دل سے اعمال بھی نیک و پاکیزہ پیدا ہوتے ہیں۔ اعمال کی پاکیزگی سے پہلے دل کی صفائی ضروری ہے اور اسی بنیاد پر اسلامی تصوف کی عمارت تعمیر ہوئی ہے۔ لہٰذا خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ ناپاک دل سے ہمیشہ ناپاک اعمال ہی پیدا ہوتے ہیں اور پاک دل سے پاک اعمال اور اعمال سے پہلے ایمان صحیح اور پختہ ہونا چاہئے۔

اعمال کی اہمیت

آج ایمان وعمل کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں کسی نے ایمان کو اتنی اہمیت دی ہے کہ بے عملی و جمود کی حالت پیدا ہوگئی ہے اور کوئی اعمال کو اتنی اہمیت دے رہا ہے کہ نجات کے لئے توحید و رسالت کا اقرار بھی ضروری نہیں۔ بلکہ جس کا عمل بھی اسلام کے مطابق ہو اس کی بخشش ہوگی۔ یہ دونوں افراط و تفریط اور گمراہی کے راستے ہیں جو اسلام

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے دور لے جاتے ہیں اور الحادو بے عملی کے اندھے کنویں میں پھینک دیتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اسلام ہی مسلمانوں کے موجودہ تنزل کا سبب ہے۔ یہ تو کہنے والوں کی جہالت وحماقت ہے کیونکہ اسلام نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ مسلمانوں کو آخرت کے تصور میں دنیا ترک کر دینی چاہئے اور ایمان کے بھروسہ پر عمل چھوڑ دینا چاہئے۔ اس کے خلاف اسلام نے رہبانیت اور ترک دنیا کی مذمت کی ہے۔ بے عملی جمود اور غفلت کی زندگی کو مذموم اور لعنتی زندگی ٹھہرایا ہے۔ یقین وعمل پر اسلام وایمان کی بنیاد رکھی ہے اور عملی سرگرمیوں پر موت وزندگی کا انحصار بتلایا ہے۔

ہاں یہ بالکل صحیح ہے کہ مسلمانوں نے ایمان کے مقابلہ میں عمل کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔ اسی پر پھولے رہے کہ بس کلمہ پڑھ کر ہم نے جنت کو خرید لیا ہے۔ ہمیں طاعت وعبادت کی کیا ضرورت ہے اللہ غفور ورحیم ہے وہ ہمارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ بھی نہ بخشیں گے تو پھر پیغمبر اللہ تعالیٰ سے سفارش کر کے بخشوا لیں گے اگر یہ دونوں صورتیں بھی میسر نہ آئیں گی تو اپنے کئے کی سزا بھگت کر بالآخر جنت میں چلے جائیں گے۔ بتلایئے اس قسم کے قاطع اعمال عقائد رکھنے والے اعمال کی اہمیت کو کیا خاک سمجھیں گے۔ اگر سچ پوچھو تو اس قسم کے احمق مسلمانوں نے لوگوں کو یہ کہنے کی جرأت دلائی ہے کہ اسلام ہی نے مسلمانوں کو تباہ کیا ہے۔ مگر یہ ان کی نادانی اور ناسمجھی ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو ایک ہی چیز سمجھے بیٹھے ہیں ان کو یہ معلوم نہیں کہ مذہب اپنے متبعین کے غلط اور غیر مذہبی اعمال وافکار کا ذمہ دار نہیں ہوا کرتا۔

ہمیں یہ مان لینا چاہئے کہ مسلمانوں کے تنزل وادبار کا بڑا سبب دینی فرائض سے غفلت اور زندگی کی سرگرمیوں سے محرومی وبے عملی ہے۔ پس مسلمانوں کو اعمال کی اہمیت اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (العصر)

"زمانہ اس بات پر شاہد ہے کہ انسان عموماً خسارہ اور نقصان میں رہتا ہے سوائے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان لوگوں کے جو ایمان و عمل کی دولت سے مالا مال ہیں"۔

یعنی نقصان و خسارہ سے وہی لوگ بچ سکتے ہیں جو اپنے پاس یقین و عمل کی دولت رکھتے ہیں اور زندگی کی سرگرمیوں میں جان توڑ کر حصہ لیتے ہیں

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے
یقین افراد کا سرمایۂ تعمیر ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گر تقدیر ملت ہے
غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

اعمال کو برباد نہ کرو

مذکورہ بالا آیت مقدسہ کو پیش کرنے کے بعد ضرورت نہیں رہتی کہ اعمال کی اہمیت کے سلسلہ میں کچھ اور آیتیں پیش کریں مگر مسلمان ایسے سعادت مند کہاں کہ ایک دو آیتوں سے متاثر ہو جائیں اور ان میں کوئی چیز عمل و حرکت پیدا کر دے۔ اس لئے چند آیتیں پیش کی جاتی ہیں۔ ارشاد ہے

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ (توبہ:105)

"کہہ دو کہ عمل کئے جاؤ ابھی تو اللہ اور اس کا رسول تمہارے عملوں کو دیکھے گا"۔

یعنی اے حبیب! اپنی امت کے بے عمل اور رسمی و زبانی مومنوں سے کہہ دیجئے کہ محض اقرار توحید و رسالت پر ہی نہ پھولے رہو بلکہ ابھی تو اللہ اور اس کا رسول تمہارے عملوں کو دیکھے گا کہ تمہارا یہ اقرار دل سے ہے یا محض زبان سے سو ایمان والوں کو چاہئے کہ وہ عمل سے غافل نہ رہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ (محمد)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرو"۔

پھر ارشاد ہے

وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴿۳۵﴾ (محمد)

"اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں کوئی کمی نہیں کرے گا"۔

وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا

اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو تمہارے اعمال میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔(حجرات:14)

ذرا دیکھئے تو سہی قرآن عزیز اعمال کی اہمیت اور کوشش کی قدر و قیمت کو کس عنوان اور طرز سے بیان کر رہا ہے اور مسلمانوں کو کامیابی و ترقی کا راستہ بتلا رہا ہے اگر اب بھی مسلمان اعمال کی اہمیت کو نہ سمجھیں تو جہنم میں جائیں۔

اپنے اپنے عمل کے مطابق درجات بنائے گئے ہیں

پندرھویں پارہ میں خدائے کریم کی طرف سے اعلان کر دیا گیا ہے "جو شخص نیک اعمال کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت ہم اس کو پاک زندگی عطا کریں گے اور اس کو عملوں کے مطابق اچھے سے اچھا بدلہ دیں گے"۔ پھر چھبیسویں پارہ میں کہہ دیا گیا:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴿۱۹﴾ (احقاف)

"اپنے اپنے عمل کے مطابق درجات بنائے گئے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے عملوں کا پورا پورا بدلہ دے اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہ ہو"۔

غور کرو! جس مذہب اور جس کتاب حکیم نے دینی و دنیاوی ترقی و فلاح کے لئے عملی نظام کو اس قدر ضروری و ناگزیر قرار دیا ہو اس کو موجودہ مسلمانوں کی بے حسی و بے عملی کا سبب کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے اور وہ قوم کیونکر ایمان کے بھروسہ پر عملی سرگرمیوں سے محروم رہ سکتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام نے اعمال کی اہمیت کو جس انداز میں واضح کیا ہے اس سے بڑھ کر انسانی تصور اس کے ادراک سے قاصر ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایمان و اسلام دونوں ایک ہیں

اس واسطے کہ لغت میں اسلام کے معنی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کے ہیں اور عرف شرع میں بھی احکام الٰہی کی فرمانبرداری کرنے اور ان پر یقین لانے کو اسلام کہتے ہیں۔ یہ مفہوم تصدیق کی حقیقت ہے اور تصدیق ہی ایمان ہے۔ چنانچہ عقائد نسفی میں ہے

والایمان والاسلام واحد۔ ایمان اور اسلام دونوں ایک ہیں۔ (5)

یہی احناف کا مسلک قدیم ہے شعبہ ایمان واسلام میں غیریت ثابت کر کے اپنے آپ کو مومن اور باقی اہل اسلام کو مسلمان کہتے ہیں اور اس میں فرق یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مومن وہ ہے جو حقائق اسلام کو تاویل ودلائل کے ساتھ جانتا ہو اور مسلمان وہ ہے جو ان کو بغیر تاویل وتفسیر کے جانے۔ یہ شیعوں کی من گھڑت باتیں ہیں جن کی قرآن وحدیث سے تائید نہیں ہوتی۔

معتزلہ کی رائے اس باب میں یہ ہے کہ ایمان باطن سے تعلق رکھتا ہے اور اسلام ظاہر سے۔ چنانچہ ان کے نزدیک فاسق مسلم ہے نہ مومن۔ جو فرقے ایمان واسلام میں غیریت ثابت کرتے ہیں ان کے دلائل میں سے ایک قرآنی دلیل یہ آیت ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (حجرات:14)

"بدوی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے تو کہہ دے کہ تم ایمان نہیں لائے مگر کہو ہم مسلمان ہوئے اور نہیں داخل ہوا ایمان تمہارے دلوں میں"۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور چیز ہے اور ایمان اور چیز ہے۔ اس لئے کہ اس میں اعراب کا اسلام ثابت کیا ہے اور ایمان کی ان سے نفی کی ہے۔

اس دلیل کا جواب علمائے احناف کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ جو اسلام شرع میں معتبر ہے وہ یہ ہے کہ اطاعت ظاہری کے ساتھ اطاعت باطنی بھی ہو اور ایسا اسلام بغیر ایمان کے پایا جانا ممکن نہیں اور ایسا ہی اسلام دوزخ میں ہمیشہ رہنے سے نجات بخشتا ہے۔ اور اعراب کی نسبت جو اسلام ثابت کیا گیا ہے وہ صرف انقیاد ظاہری ہے جس میں انقیاد باطنی کو

5۔ عقائد نسفی صفحہ 129 مکتبہ امدادیہ ملتان۔ پاکستان

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دخل نہیں اس اسلام کی نظیر یہ ہے کہ کوئی آدمی زبان سے تو کلمہ شہادت ادا کرے اور دل میں اس کی تصدیق نہ کرے۔

ایمان اور اسلام کے ایک ہونے کی دوسری دلیل وہ مشکوۃ شریف کی حدیث ہے جو پیچھے کہیں بیان ہوئی اس میں حضور ﷺ نے اعمال باطنی اور اعمال ظاہری دونوں کو اسلام کی تعریف میں بیان فرمایا ہے پس اسلام فقط اعمال ظاہری کا نام نہیں بلکہ وہ بھی مثل ایمان کے تصدیق قلبی سے تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ مشہور بین الناس ہے کہ

اَلْاِسْلَامُ ھُوَ الْخُضُوْعُ ظَاھِراً وَ بَاطِناً۔

اسلام ظاہری و باطنی طور پر خدا کے سامنے جھکنا ہے۔

اہل قبلہ سب مومن ہیں

اسلام ایک سیدھا سادھا اور فطری مذہب ہے جس کی بنیاد یقین و اعتماد اور فطری ذوق پر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں اپنے متقین بندوں کی پہلی خصوصیت یہ بیان فرماتے ہیں: اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (بقرۃ:3) یعنی ارباب تقویٰ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عالیہ پر ہر اس چیز کو ماننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں جس کو انہوں نے کسی طور پر بھی محسوس نہ کیا ہو۔ مسلمانوں میں یہ خصوصیت اور ایمان و ایقان کی صفت اس وقت تک باقی رہی جب تک عرب کے ساتھ عجم کی آویزش نہیں ہوئی۔ جب عجمی اسلام کی آغوش میں آئے تو ان کی تفرقہ اندازانہ ذہنیت اور تخیلانہ زندگی نے اسلام کو فرقوں میں منقسم کر دیا اور پھر تو اسلام میں وہ تفریق اور فرقہ بندی ہوئی کہ الامان والحفیظ۔ ہر فرقہ نے دوسرے فرقہ کو کافر جانا جہاں کہیں کسی سے عقائد میں اختلاف ہوا فوراً کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ کفر کے فتووں کی مسلمانوں میں اس قدر کثرت اور بھرمار ہوئی کہ ان کی زبانوں پر سوائے کفر کے اسلام کا نام بھی باقی نہیں رہا۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے دنیا میں بھیجا تھا کہ وہ ایک اور نیک بن کر رہیں، خود خدا کے بنیں پھر دوسروں کو خدا کا بنائیں اور دنیا میں خدا کی حکومت اور بادشاہت قائم کریں مگر کم بخت مکفروں اور تفرقہ اندازوں نے خدا کی حکومت کی بنیادیں ہی اکھاڑنا شروع کر دیں اور بجائے مسلمان بنانے کے لوگوں کو

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کافر ومشرک بنانے لگے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے کتاب وسنت کے بتلائے ہوئے معیار کفر واسلام کو نظر انداز کر کے خود اپنی طرف سے کفر وایمان کے معیار قائم کر لئے تھے اور دنیائے اسلام میں حرب عقائد کی ایک قیامت برپا کر رکھی تھی۔ حرب عقائد اور تکفیر بازی ومشرک سازی کی یہ لعنت کچھ اس طرح مسلمانوں پر مسلط ہوئی کہ آج بھی اس سے پیچھا چھوٹنے میں نہیں آتا۔

خدا جزائے خیر دے امت مسلمہ کے سب سے بڑے فقیہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو جنہوں نے اس سیلاب کفر کو روکنے کے لئے اس کے آگے دریا دلی اور وسیع القلبی کا زبردست بند لگا دیا اور کم از کم حنفی مسلمانوں کی زبانوں کو تو یہ کہہ کر لَا نُكَفِّرُ اَحَدً مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ "یعنی ہم کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے" تکفیر سے روک دیا اور اپنے متبعین کو مصالحت رواداری اور علماء کو نہایت حزم واحتیاط کی تعلیم دے کر ملت واحدہ کو فرقہ بندی و تفریق کے تباہ کن اثرات سے بچا لیا مگر اس کا کیا علاج کہ چودھویں صدی کے علماء سوء اور قرآنی بصیرت سے محروم مفتی خود ہی امام بن بیٹھے اور حضرت امام صاحب کی تحقیق واجتہاد کو پس پشت ڈال دیا لیکن جو حقیقی مجتہد فقہائے اسلام میں گزرے ہیں ذرا ان کی دریا دلی بھی دیکھ لیجئے اور پھر اس صدی کے علماء سوء کی ذہنیتوں کا ماتم کیجئے۔ درمختار میں ہے:

واعلم انه لا يفتي بكفر مسلم ان امكن حمل كلامه علىٰ محمل حسن۔ (6)

"جاننا چاہئے کہ کسی مسلمان کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ اگر اس کے کلام کو کسی نیک احتمال پر محمول کیا جا سکتا ہو"۔

یعنی اگر اس کے کلام میں سے کوئی نیک پہلو نکل سکتا ہو تو کسی مفتی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ آنکھیں بند کر کے زبردستی کسی مسلمان کو کافر بنا ڈالے۔ نیز اسی درمختار میں ہے

اذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر و واحد يمنعه فعلى المفتي الميل لما يمنعه۔ (7)

"اگر کسی مسئلہ میں متعدد وجوہ موجب کفر ہوں اور ایک وجہ مانع تو مفتی کا فرض ہے کہ

6۔ درمختار کتاب الجہاد باب المرتد جلد 6 صفحہ 367 دار الکتب العلمیہ۔ 7۔ ایضاً صفحہ 368۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وہ وجہ مانع کا خیال رکھے''۔

دیکھئے فقہائے اسلام نے کس قدر حزم واحتیاط اور مصالحت ورواداری کے ساتھ تکفیر سے علماء کو روکا ہے اور ان کی زبانوں پر تالے ڈالے ہیں مگر افسوس ہے کہ حنفی علماء پر کہ وہ تقلید کی زنجیروں کو توڑ کر اور اپنے امام سے منہ موڑ کر خدائی فوجدار بن بیٹھے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بہت بڑا کارنامہ اور وسیع القلبی ہے کہ آپ کسی مسلمان کی تکفیر نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ اہل قبلہ سب مومن ہیں۔ ملت مسلمہ پر آپ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے علمائے اسلام کے ذہنوں کو اس اصول کی طرف متوجہ کیا اور ان کو مرکز اتحاد کی طرف بلایا ممکن ہے کہ کوئی آپ کے قول لَا نُكَفِّرُ اَحَدًا مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ کا یہ مطلب سمجھے کہ اس سے تکفیر کا دروازہ قطعی طور پر مسدود ہوگیا اور اس رو سے تو کسی ایسے مسلمان کی بھی تکفیر نہیں ہوسکتی جو ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے۔ کیونکہ بہرحال اسلام کے تمام فرقے اہل قبلہ ہیں اس غلط فہمی کا ازالہ خود متکلمین نے یہ کہہ کر کر دیا ہے کہ

من اهل القبلة هم الذين اتفقوا علىٰ ما هو من ضروريات الدين۔

''اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین پر اتفاق رکھتے ہوں''۔

یعنی جو ضروریات دین مبین میں سے کسی امر دینی کا منکر ہو وہ اہل قبلہ نہیں اس بارے میں تکفیر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ضروریات دین مثلاً نماز، روزہ، اور حج وزکوٰۃ وغیرہ میں سے کسی امر کا انکار موجب کفر ہے مگر فروعی عقائد اور مسائل اجتہادیہ میں تکفیر کی مطلق گنجائش نہیں کیونکہ اسلام آزادیٔ فکر واجتہاد کا حامی ہے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ اصولی اختلاف کے مقابل میں بھی مصالحت ورواداری کا ثبوت دینا چاہئے۔ اصولی اختلاف کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ کسی ایسے امر دین میں اختلاف کیا جائے جو اصول میں سے ہے اور کفر و اسلام کے درجہ میں ہے۔ مثلاً ختم نبوت کا انکار، خلفائے راشدین کی خلافت کا انکار اور یا فرائض پنجگانہ میں سے کسی کا انکار۔ اس قسم کا اختلاف ہی امت مسلمہ کی تباہی اور فرقہ بندی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی بنیاد ہے اس کو روکنا اور اختلاف کرنے والوں کی مذمت کرنا تحفظ دین کے لئے ضروری اور لازمی ہے مگر ساتھ ہی اخلاق کی رعایت رکھنا اور تلخ کلامی و گرم گفتاری سے بچنا بھی شرط ہے۔ پس لَا نُكَفِّرُ اَحَدًا مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ کے معنی یہ نہیں کہ کسی ملحد اور بے دین کی کسی حالت میں بھی تکفیر نہ کی جائے اہل قبلہ وہ ہے جو قطعیات اور ضروریات دین کا منکر نہ ہو۔

ایمان کم وبیش نہیں ہوتا

جن لوگوں کے نزدیک اعمال ایمان کے اجزائے حقیقیہ ہیں جیسے معتزلہ وخوارج ان کے نزدیک ایمان اعمال کی زیادتی ونقصان کی مناسبت سے کم وبیش ہوتا ہے کیونکہ جزو کے نقصان سے کل کا نقصان ضروری ہے اور زیادتی جزو سے زیادتی مجموع بھی بدیہی ہے اور جن کے نزدیک اعمال ایمان کے اجزائے عرفیہ ہیں ان کے نزدیک اعمال کی زیادتی ونقصان سے اصل ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی یہی مذہب ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جس کی تائید کتاب وسنت اور عقل سے ہوتی ہے۔ چنانچہ امام صاحب فقہ اکبر میں تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْاِيْمَانُ هُوَ الْاِقْرَارُ وَالتَّصْدِيْقُ وَاِيْمَانُ اَهْلِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ۔

ایمان تصدیق واقرار کا نام ہے اور اہل آسمان وزمین کا ایمان کم وبیش نہیں ہوتا۔

ہاں کامل ایمان میں یہ صفت ضروری ہے کہ بتفاوت اعمال کمال ایمان میں فتور ہوگا اصل ایمان میں کچھ نقصان نہ ہوگا۔

ایمان میں کمی بیشی کی حقیقت

ایمان کی کمی بیشی بہ سبب زیادت ونقصان اعمال کے متعلق جتنا اختلاف ہے وہ صرف لفظی نزاع واختلاف ہے اور وہ مبنی ہے اختلاف تفسیر ایمان پر۔ چنانچہ نووی شرح صحیح مسلم میں ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل اصفہانی شارح صحیح مسلم سے نقل کرتے ہیں۔

ایمان لغت میں عبارت ہے تصدیق سے پس اگر یہ معنی مراد لئے جائیں تو اس میں نقصان نہیں ہوتا کیونکہ نفس تصدیق کوئی قابل تجزی چیز نہیں ہے کہ اس میں کمال ونقصان نہ ہو اور عرف اہل شرع میں ایمان عبارت ہے۔ تصدیق اور اعمال سے اگر یہ تفسیر اختیار کی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جائے تو اس میں زیادتی ونقصان ہوگا (8)۔ یعنی لغوی اعتبار سے تو ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے ظاہراً قرآن وحدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایمان زائد وناقص ہوتا ہے اور یہی مذہب ہے اشاعرہ، معتزلہ اور حضرت امام شافعی وغیرہ کا۔ لیکن حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایمان زائد وناقص نہیں ہوتا اور یہی مذہب ہے امام الحرمین کا جو علماء شافعیہ میں سے ہیں ان کے نزدیک ایمان نام ہے اس تصدیق کا جو مرتبہ یقین تک پہنچے اور یقین میں زیادتی ونقصان ممکن نہیں۔ تصدیق کرنے والا خواہ اطاعت کرے یا ارتکاب معاصی، دونوں حالتوں میں اس کی تصدیق بعینہٖ ویسی کی ویسی باقی رہتی ہے اور اگر ایمان میں اعمال کو بھی داخل سمجھا جائے تو اس میں کمی بیشی ہوسکتی ہے۔ پس یہ اختلاف فرع ہے تفسیر ایمان کی۔ اہل سنت کو اس اختلاف میں نہیں پڑنا چاہیے اور یقین واعتقاد رکھنا چاہیے کہ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

کامل ایمان میں عمل بھی شریک ہے

اسلام نے عقائد کے تحت نو حقائق کو تسلیم کر لینے کی تلقین کی ہے وہ نو حقائق یہ ہیں۔

۱۔ وجود باری تعالیٰ کا اقرار واعتراف۔

۲۔ ملائکہ کے وجود کا اعتراف۔

۳۔ کتب الٰہیہ کا اقرار۔

۴۔ تمام رسولوں کی تصدیق۔

۵۔ قیامت یعنی روز جزا کا یقین۔

۶۔ خدا کی طرف سے نیکی وبدی کا اندازہ کرنے کا یقین جس کو مسئلہ تقدیر کہتے ہیں یعنی اس بات کو ماننا کہ خیر وشر دونوں خدا کی طرف سے ہیں۔

۷۔ مرنے کے بعد زندہ اٹھنے کا اقرار ویقین۔ یہ فرع ہے اعتقاد قیامت کی۔

۸۔ جنت کا یقین اور دوزخ کا اعتقاد۔ یعنی اس بات کو تسلیم کرنا کہ ان کا وجود خارج میں موجود ہے۔

1۔ شرح صحیح مسلم للنووی، کتاب الایمان 130/1۔ دار الکتب العلمیہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان حقائق ایمانیہ کا خواہ تفصیلی طور پر یقین و اقرار کیا جائے یا مجمل طور پر مسلمان کو اختیار ہے۔ ان حقائق و عقائد میں سے دو عقیدے توحید و رسالت اصولی اور اہم عقائد ہیں ان دونوں حقائق کی تصدیق و اقرار سے بالطبع اور لازمی طور پر تمام حقائق آجاتے ہیں۔ چنانچہ ایمان کے دو رکن ہیں توحید اور رسالت۔ یہ دونوں رکن کلمہ شہادتین میں بیان کردیے گئے ہیں۔ شہادتین کے کلمے یہ ہیں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

یعنی میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ اس کے بندے اور سچے رسول ہیں۔

ان دونوں عقائد کے سلسلہ میں لازمی طور پر ان باتوں کو ماننا چاہئے کہ خدا اپنی ذات و صفات میں ایک ہے۔ وہی سب کا خالق، مالک، رازق اور مشکل کشا ہے۔ موت و حیات اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہی سب کا حاجت روا ہے۔ ہر حالت میں اس کو پکارنا چاہئے اور صرف اسی کی عبادت اور پرستش کرنی چاہئے۔ عقیدۂ رسالت میں یہ امور بھی شامل ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل اور خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد قیامت تک کسی کو نبوت نہ ملے گی۔

ایمان مفصل: ایمان مفصل یہ ہے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔

یعنی میں اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر آخرت کے دن پر نیکی و بدی کے اندازہ کرنے پر اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان لایا۔ یعنی دل سے ان حقائق ایمانیہ کو تسلیم کرتا ہوں۔

ان سات عقائد میں وہ تمام عقیدے داخل ہیں جو کتاب و سنت سے بالصراحت ثابت ہیں۔ ان کا ماننا بھی ضروری و لازمی ہے۔

ایمان مجمل: ایمان مجمل یہ ہے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَآئِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَ قَبِلْتُ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ

یعنی میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ اپنی ذات وصفات میں ہے اور میں نے اس کے تمام احکام قبول کیے۔

اگرچہ ایمان مجمل نجات اور اسلام کے فرض سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کافی ہے مگر ایمان مفصل اس سے افضل واعلیٰ ہے۔

ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام ان عقائد کو صرف تسلیم ہی کرا لینے پر اکتفا نہیں کرتا وہ کہتا ہے کہ ان حقائق کو صرف تسلیم کر لینا نجات کے لئے تو کافی ہے مگر ان کا مقصود، اثر، فائدہ اور کمال یہ ہے کہ ان حقائق کی مثالوں کو سامنے رکھ کر ان صفات کی تقلید کی جائے یعنی صفات الٰہیہ کو اپنے اندر عملی طور پر پیدا کرنا چاہئے۔ جس کے معنی ہی ہیں کہ ایمان کامل میں عمل بھی شریک ہے جیسا کہ ایمان مجمل سے ثابت ہوتا ہے۔ اس میں یہ عہد واقرار شامل ہے کہ میں نے اس کے تمام احکام کو قبول کیا اس کا مفہوم صرف یہ نہیں کہ میں نے احکام الٰہیہ کو زبانی طور پر قبول کیا بلکہ عملی طور پر قبول کرنا بھی مراد ہے۔

سچا اور کامل مومن کون ہے؟

وہ جو اپنے تمام ظاہری و باطنی اعضاء کے ساتھ خدا کے حضور میں جھک جائے اس کے تمام احکام پر دل و جان سے عمل کرے اور اپنی تمام زندگی کو شریعت اسلامیہ کے ماتحت کر دے۔ اسلام کی حقیقت اس وقت ہی کسی شخص میں متحقق ہو سکتی ہے جب کہ ایک مسلمان کا وجود محض خدا تعالیٰ کے لئے وقف ہو جائے اس کے ظاہری و باطنی قویٰ خدا کی راہ میں قانون اسلامی کے مطابق خرچ ہوں۔ ایک مومن اور مدعی اسلام کو نہ صرف زبانی اور اعتقادی طور پر بلکہ اپنے عمل سے بھی ثابت کرنا چاہئے کہ وہ خدا کو مانتا ہے اور اس کی زندگی اسلام کی عملی تفسیر ہے۔

اسلام چیز کیا ہے؟ خدا کے لئے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ارکان اسلام میں نماز رکن اعظم ہے

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے۔

۱۔اول اس بات کی شہادت دینا اور اقرار و یقین کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبو نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

۲۔پانچ وقت کی نماز پڑھنا۔

۳۔زکوٰۃ دینا۔

۴۔حج کرنا۔

۵۔رمضان کے روزے رکھنا۔

ان چاروں ارکان میں سے نماز رکن اعظم ہے۔

اسلام نے عقائد کے بعد عبادات میں سب سے زیادہ اہم نماز کو ٹھہرایا ہے اور اسکی فرضیت و اہمیت کو بار بار قرآن شریف میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں نماز کی ادائیگی کی تاکید سات سو جگہ آئی ہے۔اسلام نے اور بھی مختلف عبادتوں کا حکم دیا ہے لیکن ان تمام عبادتوں میں سب سے افضل اور اہم عبادت نماز ہے کیونکہ اس میں عبودیت کی پوری شان بدرجہ اتم و اکمل پائی جاتی ہے۔یعنی جس میں ہمارا دل، ہماری زبان، ہماری آنکھ، ہمارے کان اور ہمارے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء جسمانی اپنے اپنے طبعی فرائض کو پورے اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ بجا لائیں اور ہمارے تمام ظاہری و باطنی اعضاء شریک عبادت ہوں چونکہ یہ شان عبودیت چاروں ارکان میں سے صرف نماز میں پائی جاتی ہے اس لئے نماز رکن اعظم ہے۔

دوسری دلیل

عبادت کا منشاء جسم و دل کی صفائی اور خدا تعالیٰ کا قرب اور حضوری ہے اور اس منشا کو نماز ہی بدرجہ احسن و اکمل پورا کرتی ہے اس سے قلبی تسکین اور روحانی تقویت تو حاصل ہوتی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہی ہے علاوہ ازیں اس سے صفائی قلب، روح کی روشنی اور حواس کی یک سوئی بھی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے سامنے عبادت کے تمام طریقے ہیچ ہیں۔ نماز کا کوئی حصہ اور کوئی رکن دینی و دنیوی اور مادی و روحانی منافع سے خالی نہیں۔ چنانچہ پاکیزگی اخلاق، صفائی قلب، روشنی روح، تعمیل حکم الٰہی، درستگی افعال، خلوص و نیک نیتی، پابندی اوقات، صحت جسمانی، اطاعت امیر اور قومی زندگی وغیرہ تمام مادی و روحانی منافع نماز کے اندر مضمر ہیں۔ نماز میں ایک مسلمان خالص توحیدی رنگ میں اپنے معبود حقیقی کی پرستش کرتا اور فرائض عبدیت بجا لاتا ہے۔ وہ اس کی عبادت میں محو ہو جاتا ہے اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو کر اس کی حمد و ثنا اور عرض و معروض بھی کرتا ہے۔ جھکتا بھی ہے، جبہ سائی بھی کرتا ہے، ادب و تہذیب سے اس کے سامنے بیٹھ بھی جاتا ہے۔ الغرض عبادت و حضوری اور عجز و نیاز کی کونسی ایسی صورت ہے جو نماز میں نہیں پائی جاتی۔

دیکھئے اظہار تذلل اور عبادت کی صرف چار ہی صورتیں ہیں:

۱۔ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا۔

۲۔ گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر جھک جانا۔

۳۔ سجدے میں سر رکھ دینا۔

۴۔ دوزانوں بیٹھنا۔

اور یہی چار صورتیں نماز کے ارکان ہیں۔

تیسری دلیل: نماز کو اولیت کا درجہ حاصل ہے

نماز کے رکن اعظم ہونے کے دلائل میں تیسری دلیل یہ ہے کہ اسلامی عبادتوں میں نماز کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ چنانچہ نماز شب معراج میں فرض ہوئی تھی اور معراج کی نسبت طبری کا قول ہے کہ ابتدائے وحی یعنی نبوت کے پہلے سال ہوا اور جب ہی سے نماز بھی فرض ہوئی۔ نماز کے بعد مالی عبادات میں زکوٰۃ کو اہمیت حاصل ہے۔ زکوٰۃ مدینہ منورہ میں ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی۔ رمضان کے روزے ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوئے اور حج بھی اس کے بعد۔ الغرض عبادات اسلامیہ میں نماز کو اولیت کا درجہ حاصل

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔ چنانچہ ردالمحتار کے حاشیہ پر ہے۔

هِيَ فَرْضُ عَيْنٍ عَلٰى مُكَلَّفٍ بِالْإِجْمَاعِ فُرِضَتْ فِي الْإِسْرَاءِ۔(9)

"نماز ہر مکلف پر فرض عین ہے بالا جماع اور یہ فرض ہوئی ہے شب معراج میں"۔

چوتھی دلیل: نماز کے حقائق ثلاثہ

نماز تین حقائق کا مجموعہ ہے۔ حقیقت قرآن، حقیقت کعبہ اور حقیقت صلوٰۃ یعنی تلاوت قرآن جہت کعبہ اور نماز کے ظاہری و باطنی اعمال و ارکان۔ نماز کے یہ تینوں اجزاء اپنی جگہ اہم ہیں۔ تلاوت قرآن کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ اَرَادَ اَنْ يُّحَدِّثَ رَبَّهٗ فَلْيَقْرَءِ الْقُرْاٰنَ۔

"جو کوئی اپنے رب سے بات کرنا چاہے اس کو چاہئے کہ قرآن شریف پڑھے"۔

گویا تلاوت قرآن خدائے قدوس کے ساتھ ہم کلام ہونا ہے۔ تلاوت قرآن بجائے خود ایک اعلیٰ و افضل عبادت ہے۔ مگر جو تلاوت نماز میں ہوتی ہے وہ نور علی نور ہے اس کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز کی حالت میں تلاوت قرآن زیادہ بہتر ہے بہ نسبت خارج نماز کے پھر نماز میں سورہ فاتحہ کی تلاوت ضروری ہے اور سورہ فاتحہ مفتاح قرآن اور اسلامی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ گویا ایک نمازی اپنی نمازوں میں دن رات میں ۴۴ مرتبہ تمام قرآن کی تلاوت کرتا اور اسلامی تعلیمات پر عبور حاصل کرتا ہے۔

حقیقت کعبہ کی شرف و فضیلت اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ کعبۃ اللہ خدا کا گھر اور عاشقان الٰہی کا مرکز عشق ہے۔ باقی رہی حقیقت صلوٰۃ اسکے متعلق حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِي الصَّلٰوةِ۔

"بندہ کو اپنے رب کا سب سے زیادہ تقرب نماز کی حالت میں حاصل ہوتا ہے"۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ نماز کی حالت میں خدا اور بندہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہتا۔ یعنی مصلی کی چشم بصیرت محبوب حقیقی کے جمال جہاں آراء کا بے حجاب مشاہدہ کرتی ہے۔

9۔ ردالمحتار جز ثانی کتاب الصلوٰۃ صفحہ 4 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پانچویں دلیل: نماز حج اکبر ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اپنے مومن بندوں کی ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے محبوب حقیقی کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ عزیز و محبوب رکھتے ہیں۔ یعنی خدا کا عشق و محبت ان کی پہچان و علامت ہے۔ ویسے بھی اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی عبادات کا منشاء یہ ہے کہ عبد و معبود کا تعلق استوار ہو جائے اور عشق الٰہی کا جذبہ سینوں میں موجزن ہو جائے۔ سب جانتے ہیں کہ عاشق صادق کے لئے تین چیزیں اظہار عشق اور جوش فدا کاری میں ممد و معاون ہوتی ہیں جو عاشقان الٰہی کو مست و بے خود بنا دیتی ہیں۔

اول معشوق کا بے پردہ دیدار ہونا۔ دوسرا محبوب سے ہم کلام ہونے کا موقع میسر آنا اور تیسرا محبوب کا توجہ خصوصی و قرب حضوری سے سرفراز کرنا۔

یہی تین چیزیں نمازی کو حاصل ہوتی ہیں گویا نماز عشق حقیقی کے جذبات برانگیختہ کرنے حسن حقیقی کی بہار لوٹنے، شاہد مقصود سے ہمکنار ہونے اور دینی و دنیوی فوز و فلاح حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز مومن کی معراج ہے یعنی مراتب قرب و شہود نماز کی حالت میں بدرجہ اتم و اکمل حاصل ہوتے ہیں اور گویا نمازی مادی دنیا سے عروج کر کے نشاۃ اخروی میں پہنچ جاتا ہے اور اس طرح اس کو دن میں پانچ مرتبہ معراج ہوتی ہے۔

چونکہ عبادت صلوٰۃ کا طریقہ جامع کمالات صوری و معنوی ہے اس میں شان عبودیت باقی عبادتوں سے زیادہ پائی جاتی ہے اور اس میں مراتب قرب و حضور بدرجہ اتم و اکمل حاصل ہوتے ہیں اس لئے اسلام کے چاروں ارکان میں نماز رکن اعظم ہے جس کی تائید قرآن و حدیث اقوال صحابہ و ائمہ مجتہدین اور عقل و فطرت سے بھی ہوتی ہے۔

نماز کی ادائیگی سے چاروں ارکان کی ادائیگی ہو جاتی ہے

جاننا چاہیے کہ نماز اصل جمیع عبادات بدنی سے ہے اس لئے کہ وہ طہارت، استقبال، قبلہ، ذکر و تسبیح و تہلیل و شہادتین اور درود و دعا پر مشتمل ہے اور یہی اصول عبادات زماں ہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وہ عبادت صوم کی حقیقت بھی اپنے اندر رکھتی ہے اس طرح کہ صوم سے مراد ہے خواہشات نفسانی کو روک لینا اور یہ بات بہ نسبت صوم نماز میں زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ نماز کی روح یہ ہے کہ قلب و روح اور تمام اعضاء کو مشتبہات سے روک کر خدا کی طرف متوجہ کر دیا جائے۔ اگر سچ پوچھو تو عبادت صوم میں یہ معنی محقق نہیں ہوئے اور نماز میں کسی نہ کسی حد تک ضرور محقق ہو جاتے ہیں۔ نیز زکوٰۃ کے معنوں میں بھی مشتمل ہے کیونکہ برائے ستر عورت و تحصیل آلات طہارت مال کا خرچ کرنا اس میں واجب ہے پھر نماز کے وقت کو اپنے منافع سے خالی رکھنا ایسا ہے جیسے مال کو مصارف الٰہی میں خرچ کرنا۔ اسی طرح نماز حج کے معنوں میں بھی مشتمل ہے کیونکہ اس میں ارکان حج کی شان نمایاں ہے۔ چنانچہ تکبیر تحریمہ بجائے احرام، استقبال قبلہ مانند طواف، قیام بصورت وقوف عرفات اور رکوع سجود و دیگر حرکات و سکنات مثل سعی صفا و مروہ ہیں۔

الغرض چونکہ نماز ایک ایسی جامع عبادت ہے جو اپنے اندر چاروں ارکان کی کسی نہ کسی حد تک ظاہری و باطنی شان رکھتی ہے۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ نماز کی ادائیگی سے چاروں ارکان کی ادائیگی ہو جاتی ہے اور ایک نمازی اس مہتم بالشان عبادت کے ذریعہ روزہ و حج اور زکوٰۃ کا بھی ثواب حاصل کر لیتا ہے۔

شب معراج میں نماز کی مشروعیت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ نے ہرقل کی حدیث بیان کی ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز صدقہ اور پرہیز گاری کا حکم دیا۔(10)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ ابوذر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت پھٹ گئی اور میں مکہ میں تھا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام اترے اور انہوں نے میرے سینہ کو چاک کیا پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا پھر ایک سونے کا طشت حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا لائے اور اسے میرے سینہ میں ڈال دیا پھر

10۔ صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ ج 1 صفحہ 73۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان۔ 11۔ ایضاً

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سینہ کو بند کر دیا اس کے بعد میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے آسمان پر لے گئے۔ جب میں پہلے آسمان پر پہنچا تو جبرائیل نے آسمان اول کے داروغہ سے کہا کہ دروازہ کھول دے اس نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا میں جبرائیل ہوں اور میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں پھر داروغہ نے پوچھا کہ کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ حضرت جبرائیل نے کہا کہ ہاں۔ پس اس نے دروازہ کھول دیا یکا یک ہم آسمان دنیا پر پہنچے وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے دائیں طرف اور بائیں طرف لوگ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا اے نبی صالح مرحبا۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آدم ہیں اور ان کے دائیں بائیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ داہنی طرف والے بہشتی ہیں اور بائیں طرف والے دوزخی۔ جب وہ اپنی داہنی طرف نظر کرتے ہیں تو ہنستے ہیں اور بائیں طرف نظر کرتے ہیں تو رو دیتے ہیں اس طرح تمام آسمانوں کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ (11)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا پھر اللہ نے میری امت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں اور آپ بسواری براق واپس ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ پر اور آپ کی امت پر کون سی عبادت فرض ہوئی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں ہیں اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پچاس وقت کی نماز آپ کی امت ادا نہ کر سکے گی۔ خدا کی قسم میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو آزمایا ہے اور بنی اسرائیل سے میرا سابقہ پڑا ہے اس لئے آپ اپنے پروردگار کے پاس واپس جا کر اپنی امت کے لئے تخفیف عبادت کی درخواست کیجئے۔ حضور ﷺ نے ایسا ہی کیا اور دس وقت کی نمازیں معاف ہو گئیں اور واپسی میں دوبارہ موسیٰ علیہ السلام نے تخفیف کرانے کے لئے واپس جانے کی درخواست کی۔ اس طرح حضور ﷺ کئی مرتبہ تخفیف کرانے کے لئے جناب الٰہی میں پہنچے حتیٰ کہ صرف پانچ وقت کی نمازیں باقی رہ گئیں۔ اس پر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہی کہا کہ آپ کی امت روزانہ پانچ وقت کی نماز بھی ادا نہ کر سکے گی۔ حضور

11۔ ایضاً

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب مجھے بار بار جاتے اور تخفیف کراتے شرم آتی ہے اب میں اپنے رب کے حکم پر راضی ہوں اور اس کو تسلیم کرتا ہوں۔(12)

اس کے بعد آپ وہاں سے رخصت ہو کر چلے تو بحکم خدا کسی پکارنے والے نے خدا کی طرف سے پکار کر کہا کہ ہم نے اپنا فرض اپنے بندوں پر جاری کیا اور اپنے بندوں سے نماز میں تخفیف کی لیکن ہر ایک وقت کی نماز کا ثواب بموجب قول مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا کے دس وقت کی نماز کے برابر اللہ پاک نے مقرر فرما دیا ہے۔ اس طرح پچاس وقت کی نماز کا ثواب پانچ وقت کی نماز میں ہو گیا ہے۔ چونکہ نماز شب معراج میں فرض ہوئی جو خدائے تعالیٰ اور اس کے حبیب کے درمیان ایک رسم نیاز تھی اس لئے حکیم الشعراء حضرت امجد حیدر آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔

فرزندان توحید کی معراج

دلبر کے لئے ادائے نماز اچھی ہے
عاشق کے لئے رسم نیاز اچھی ہے
موقعہ ہے یہی تو اک قدم لینے کا
ہر ایک عبادت سے نماز اچھی ہے
تخلیق کا راز عبدیت میں ڈھونڈو
ناز اپنا نیاز کی صفت میں ڈھونڈو
اسرار عبودیت کا مظہر ہے نماز
آئینہ اسلام کا جوہر ہے نماز
اسلام ہے گر لفظ تو معنی ہے نماز
ہاں قربت مولیٰ کا وسیلہ ہے نماز

یہ محض شاعرانہ تخیل ہی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ نماز فرزندان توحید کی معراج ہے اور عروج و ارتقاء کی پہلی منزل ہے۔ فرزندان توحید کو غور کرنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

12۔ صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ ج1 صفحہ 74۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

صرف دو مرتبہ معراج ہوئی تھی لیکن آپ کے طفیل و تصدق سے آپ کی امت کے نمازی دن میں پانچ مرتبہ معراج حاصل کرتے ہیں اور پچاس وقت کی نمازوں کا ثواب پا لیتے ہیں۔ اگر اب بھی کوئی مسلمان اس عبادت کی پابندی نہ کرے تو وہ بہت نادان اور بدقسمت ہے۔

اب نماز کے ظاہری ارکان و افعال کی فضیلت و حکمت ملاحظہ فرمایئے اور دیکھئے کہ اسلام نے نماز میں کیسے کیسے مادی و روحانی منافع رکھے ہیں۔ ہم نماز کے فضائل، مصالح عقلیہ و نقلیہ اور اس کے متعلقات کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔

نماز کے متعلقات

اذان

اذان کیا ہے؟ لوگوں کو عبادت الٰہی اور فرائض عبدیت بجالانے کے لئے بلانے کا ایک طریقہ تمام مذاہب نے اپنے پیروؤں کو اپنے معبود کی عبادت و پرستش کے لئے بلانے اور جمع کرنے کا کوئی نہ کوئی طریقہ رکھا ہے مگر اس سلسلہ میں وہ ناقوس اور گھنٹہ وغیرہ بجانے سے زیادہ بہتر طریقہ وضع نہ کرسکے۔ ناقوس اور گھنٹہ کی لغویت اور غیر افادی حیثیت ہر شخص بادنیٰ تامل معلوم کرسکتا ہے۔ پس ہم دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ اسلام نے پرستش و عبادت کے لئے جمع کرنے کا جو طریقہ مقرر کیا ہے وہی روحانیت خیز، معقول اور بہتر و مناسب ہے۔ اسلام کا کس قدر کمال اور روح پروری ہے کہ اس نے اس منادی کو بجائے خود ایک عبادت بنا دیا ہے اور اس کے وہ پیارے اور دلکش سماعت نواز اور محبوب ترنم الفاظ مقرر کئے ہیں کہ اس کے ایک لفظ کا مقابلہ دنیا کے تمام مذاہب بھی نہیں کرسکتے۔

اصلی نماز شروع ہونے اور فرزندان توحید کو سر نیاز جھکانے سے پہلے ایک اللہ کا منادی جس کو مؤذن کہتے ہیں مسجد کے کسی بلند مقام پر کھڑا ہو کر نہایت بلند آواز سے کہتا ہے اللہ اکبر یعنی اللہ سب سے بڑا ہے اور بزرگ ہے۔ وہ دو مرتبہ اس کی تکرار کرتا اور خالق کون و مکان شہنشاہ ارض و سما اور سلطان دو جہاں کی عظمت و کبریائی کی شہادت دیتا ہے جس کی عبادت کے لئے وہ لوگوں کو بلا رہا ہے اس کے بعد کہتا ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تکرار سے بتا کید اعلان کرتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی اور معبود نہیں جس کے سامنے انسان کو سر افگندہ ہونا پڑے۔ وہ خدائے واحد و یکتا جس کے سامنے ہم سب کو سر عبودیت جھکانا ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک و سہیم اور ہمسر نہیں اور اس کی کوئی نظیر و مثال نہیں وہ تمام صفات حسنہ سے متصف اور ہر طرح کی خیر و برکت کا مظہر و مصدر ہے اور سب کا خالق و معبود ہے۔ پھر دو مرتبہ کہتا ہے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ محمد اس کے رسول ہیں یعنی میں اپنے ہادی صادق اور روحانی دنیا کے پیشوائے اعظم محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرتا ہوں جس کی ہدایت و رہنمائی سے ہم سب کو راہ ہدایت ملی اور بھٹکی ہوئی انسانیت آباد ہوئی۔

یہاں تک مؤذن خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا اس کی عظمت و کبریائی اور اس کی تمحید و تقدیس اور اس کے رسول کی تعریف و توصیف بلند آواز سے بیان کرتا اور فضائے آسمانی میں توحید و رسالت کی منادی کرتا ہے کیونکہ یہی منادی اسلام و عبادات اسلامیہ کا عنوان اور ہدایت و سعادت کا آغاز ہے۔

اس کے بعد وہ دائیں طرف متوجہ ہو کر فرزندان توحید کو صلائے عام دیتا ہے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ۔ لوگو! نماز کی طرف آؤ جس خدائے قدوس کی میں نے حمد و ثناء بیان کی ہے اس کے سامنے اپنا اپنا سر عبودیت جھکاؤ تا کہ وہ تمہیں دین و دنیا میں سر بلند و کامران فرمائے۔ اس کار خیر اور اس فرض عبدیت کی مزید ترغیب و تحریص دلانے اور روحانی جذبات کو ابھارنے کے لئے کہتا ہے حَیَّ عَلَی الْفَلَاح۔ اللہ والو! اپنی بہتری اور فلاح کی طرف آؤ۔ یعنی یہ نماز جس کی طرف میں ان کو بلا رہا ہوں وہ انہیں کی فلاح و بہبود کا باعث ہے۔ اس میں خود انہیں کا بھلا ہے۔ اس لئے نماز کی ادائیگی میں مسلمانوں کو غفلت و تساہل نہیں کرنا چاہئے۔ عبد و معبود کا تعلق اور خالق و مخلوق کے باہمی راز و نیاز اس قابل نہیں کہ ان کو ایک منٹ کے لئے بھی فراموش کیا جائے جو شخص اپنے فرض عبدیت سے غافل رہا وہ روحانی موت مرا۔

آخر میں پھر وہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہہ کر اپنے خالق حقیقی اور

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حاکم تحقیق کی وحدت و کبریائی کا اعلان کرتا ہے اور اس بلند جگہ سے اتر آتا ہے اور اس دعوت و منادی سے فارغ ہو کر یوں دعا کرتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَرْزُقْنَا شَفَاعَتَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔

''اے اللہ اے اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے مالک حضور پرنور ﷺ کو مقام وسیلہ پر فائز فرما اور آپ کو منصب عظیم اور فضیلت سے نواز۔ نیز آپ کو مقام محمود پر مبعوث فرما جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے۔ قیامت کے روز ہمیں آپ کی شفاعت نصیب فرمایا بے شک تو وعدہ خلافی نہیں فرماتا''۔

انصاف شرط ہے کہ کیا اس سے بہتر بھی کسی مذہب میں عبادت کے لئے بلانے کا طریقہ اذان کا مقابلہ کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں دنیا کا کوئی مذہب بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

اذان کی ایک مادی حکمت

اذان کا روحانی فائدہ اور اس کی روح پرور حکمت کا آپ نے کسی قدر اندازہ کرلیا ہوگا۔ اب اس کا ایک مادی پہلو بھی دیکھ لیجئے۔ اس دعوت و منادی میں لوگوں کو اس بات کا اشتہار دیا جاتا ہے کہ لوگو! اپنی بہتری و فلاح کی طرف آؤ۔ یعنی عبادت کرنا معبود کو نہیں بلکہ عابد ہی کو نفع پہنچاتا ہے۔ اور اس سے ساجد ہی مستفید ہوتا ہے۔ وہ بہتری و فلاح کیا ہے جس سے استفادہ کرنے کے لئے مسلمانوں کو دعوت دیجاتی ہے۔ یہ منافع جات تو بیشمار ہیں ہم یہاں صرف ایک مادی نفع بیان کرنا چاہتے ہیں۔

اس دعوت و منادی میں اعلائے کلمۃ الحق، طاعت و عبادت اور قومی نظم و اتحاد کے مقصد عظیم کے لئے لوگوں کو اپنا سب کام چھوڑ کر جمع ہوجانے کی عادت ڈالی جاتی ہے۔ ان کو اس بات کا عادی بنایا جاتا ہے کہ وہ ہر مذہبی اور قومی آواز پر لبیک کہنے کے لئے تیار رہا کریں۔ چنانچہ اذان کے متعلق ان کو باری تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ملا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

إِلَىٰ ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

"اے مسلمانو جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو خدا کے ذکر کیلئے لپکو اور خرید و فروخت چھوڑ دو تمہارے حق میں یہی بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو"۔ (جمعہ)

کون نہیں جانتا کہ ہماری فلاح و بہتری اسی میں ہے کہ ہم اپنے تھوڑے سے ذاتی و مادی فائدہ کو اجتماعی و روحانی فائدہ پر قربان کرنا دعوت قومی پر لبیک کہنا سیکھیں۔ قومی و مذہبی مقصد پر اپنا سب کچھ قربان کر دیں اور حق و حریت کی راہ میں جانی و مالی قربانی کا ثبوت دیں۔ دنیا میں وہی قوم زندہ کہی جاسکتی ہے جو ہر معاملہ میں ذاتی فائدہ پر قومی فائدہ کو ترجیح دے اور مذہبی احکام کی بجا آوری میں سرگرم عمل رہے اور مردہ قوم وہی ہے جو مذہبی احکام اور قومی مفاد کی پرواہ نہ کرے۔ الغرض مسلمان چونکہ اللہ کے سپاہی اور مجاہد فی سبیل اللہ ہیں وہ دنیا میں آئے ہی اس لئے ہیں کہ خدا کی حکومت و بادشاہی قائم کریں اس لئے اذان ان کے لئے بگل کے قائم مقام ہے۔ دن کی پانچ وقت کی اذان مسلمانوں کو سکھاتی ہے کہ وہ اپنا دنیاوی کاروبار چھوڑ کر ایک مقررہ مقام پر جمع ہو جائیں اور اپنے خالق و معبود کے سامنے سر نیاز جھکائیں۔

تکبیر

جب اذان کے بعد لوگ مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں اور سنتوں سے لوگ فارغ ہو جاتے ہیں تو نماز باجماعت شروع کرنے سے پہلے تکبیر کہی جاتی ہے۔ اذان اس لئے ہوتی ہے کہ باہر اور آس پاس کے تمام لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں اور تکبیر اس لئے کہی جاتی ہے کہ جس غرض سے وہ جمع ہوئے ہیں اس خاص کام کی طرف متوجہ ہو جائیں اور دربار خداوندی میں بخلوص قلب حاضری دیں۔ تکبیر کے ہوتے ہی لوگ صف باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تکبیر کے الفاظ وہی ہوتے ہیں جو اذان کے ہیں۔ اس میں صرف یہ الفاظ زائد ہوتے ہیں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ یعنی لوگو! نماز قائم ہو گئی ہے۔ یہ قرآنی الفاظ کی تعمیل ہے۔ قرآن پاک میں بار بار کہا گیا ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ یعنی نماز قائم کرو گویا مکبر کہتا ہے کہ مسلمانو! اس حکم خداوندی کی تعمیل کا وقت آگیا ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (بقرۃ) "جھکو جھکنے والوں کے ساتھ"۔

صفوں کی درستی اور ترتیب

صفوں کی درستی اور ترتیب کے لئے رسول اللہ ﷺ نے سختی کے ساتھ احکام دیے ہیں اور مسلمانوں کو تاکید کی ہے کہ وہ صفوں کو سیدھا رکھیں مل کر کھڑے ہوں۔

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلٰوةِ يَقُوْلُ اِسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ لِيَلِيَنِيْ مِنْكُمْ اُوْلُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔ مسلم، ابوداؤد (13)

جماعت کی نماز کے وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے کہ سیدھے ہو جاؤ اور آگے پیچھے نہ رہو تاکہ تمہارے دلوں کا اختلاف جاتا رہے میرے قریب وہ لوگ کھڑے ہوں جو بہت سمجھ دار ہیں پھر وہ جو ان سے قریب ہوں اور پھر وہ جو ان سے قریب ہوں۔

ایک اور حدیث اس باب میں آئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ خدا کے بندو! صفیں سیدھی اور برابر کرو ورنہ خدا تمہارے دلوں میں اختلاف ڈال دے گا۔(14)

اس سے زیادہ صفوں کی درستی و ترتیب کی اور کیا تاکید ہوگی۔ صفوں کی درستی و ترتیب پر جو حضور ﷺ نے اتنا زور دیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کو فوجی قواعد سکھانا چاہتے ہیں تاکہ ان اللہ والوں کی ظاہری اور باطنی اختلال اور اختلاف دور کرنے کے بعد پوری یکجہتی و یک رنگی حاصل ہو جائے اور دیکھنے والوں پر اس یکرنگی اور نظم وضبط کی ہیبت طاری ہو جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ سپاہیانہ اسپرٹ زندگی کا جوہر ہے جس کے فنا ہونے کے بعد مسلمان

13۔ مسلم شریف بشرح نووی کتاب الصلوٰۃ جلد 4 صفحہ 129 دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

14۔ مسلم شریف بشرح نووی کتاب الصلوٰۃ جلد 4 صفحہ 131 دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خاک کے ذروں اور جھاڑو کے تنکوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان صحیح معنوں میں مجاہد اور سپاہی بن جائیں ان کی ہر بات میں یکجہتی ہو اور ان میں پورا پورا نظم وضبط ہو۔ اس جوہر کی وہ اپنی عبادت میں رعایت رکھتا ہے۔ تکبیر اور صفوں کی درستی ہمیں سبق دیتی ہے کہ ہم مذہبی اور قومی ضرورتوں اور اسلام کے تحفظ واشاعت کے وقت حکم ملتے ہی ایک آواز پر سب کے سب ایک تربیت یافتہ فوج کی طرح صف بستہ ہو جایا کریں اور دینی مقصد کے حصول کے لئے سیسہ کی دیوار بن جایا کریں۔

امامت وجماعت

امامت اور اطاعت امیر

اسلام کی فطرت نظام اجتماع ہے یعنی اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان ایک جسم اور ایک جان بن کر رہیں اور نظم واتحاد کا لازمی نتیجہ قوت وغلبہ ہوتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو دنیا میں غالب وحکمران بنا کر رکھنا چاہتا ہے اس لئے نہیں کہ مسلمان اپنے غلبہ واستیلا سے دنیا کی کمزور قوموں کے حقوق پر ڈاکے ڈالے، ان کی جائیداد واملاک پر قبضہ کرلیں، ان کو اپنا محکوم وغلام بنالیں اور ساری دنیا کی دولت سمیٹ کر اپنے خزانوں میں بھرلیں بلکہ اس لئے کہ وہ دنیا میں سچائی وحقیقت کے گواہ بنا کر بھیجے گئے ہیں اس کے اعلان واظہار کے لئے اسلام مسلمانوں کو مضبوط وبے باک بنانا چاہتا ہے اور مسلمانوں کا یہ فرض قرار دیتا ہے کہ وہ دنیا میں سچائی وحقیقت کا اعلان کرتے ہیں اسی لئے وہ مسلمانوں کے لئے قوت وغلبہ چاہتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ (حج:41)

”اگر ہم ان کو زمین پر حکمران کریں تو اقامت صلوٰۃ کریں“۔

گویا اسلام اپنی حکومت وخلافت اور مسلمانوں کا قوت وغلبہ فخر ومباہات کے لئے کمزوروں اور بے کسوں کے حقوق غصب کرنے، کسی پر ظلم وستم توڑنے اور کسی کو جبراً مسلمان بنانے کے لئے نہیں بلکہ دنیا سے ظلم وستم اور فسق وفجور دور کرنے کے لئے چاہتا ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کون نہیں جانتا کہ بقائے قوم کا راز اجتماع و اتحاد میں مضمر ہے۔ یہی قوموں کی ترقی و کامیابی کا باعث ہے۔ اسلام نے اس چیز کو عقائد میں "توحید" سے عبادات میں نماز باجماعت سے معاشرت میں کھانے پینے کے آداب سے مضبوط اور مستحکم کرنا چاہا ہے وہ کہتا ہے کہ تمہاری بقا نظام اجتماع ہے سب متحد اور متفق ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔

اسلام نے عبادات میں بھی اجتماعیت کو پیدا کرنا چاہا ہے اور مسلمانوں کے ہر معاملہ میں اتحاد عمل چاہتا ہے وہ اجتماعی زندگی کو حیات اور انفرادی زندگی کو موت بتلاتا ہے اور یہ ہے بھی حقیقت کہ جس قوم میں اجتماعی زندگی نہ ہو وہ قوم مردوں سے بھی بدتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو یہاں تک حکم دیا گیا ہے کہ اگر تین آدمی بھی ساتھ ساتھ سفر کر رہے ہوں تو انہیں چاہئے کہ اپنے میں سے ایک کو اپنا امیر قافلہ بنالیں اور باقی دو اسے اپنا سردار سمجھ کر اس کی اطاعت کریں۔ یعنی اسلام کو یہ بھی گوارا نہیں کہ صرف تین مسلمان حالت سفر میں بھی امام کے بغیر رہیں۔ مگر ہماری حالت زار پر افسوس کہ ہم احکام اسلامی سے اس قدر بے بہرہ اور روگرداں ہیں کہ آج ساری دنیا کے مسلمان بغیر امام کے زندگی بسر کر رہے ہیں اور وہ اگرچہ نمازیں پڑھتے ہیں اور دن رات ایک امام کی متابعت کرتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ ہمیں امامت سے کیا سبق ملتا ہے۔

امامت کیا ہے؟

یہ کہ اپنے میں سے ایک بہترین اور قابل آدمی کو منتخب کر کے اپنا مذہبی پیشوا بنا لیا جائے اور پھر سچے دل سے اس کی پیروی و تقلید کی جائے یہ مذہبی و قومی زندگی کی روح ہے۔ حالت نماز میں امام کے احکام و حرکات کی پابندی و پیروی سے در حقیقت مسلمانوں کو اتحاد عمل، اتحاد خیال اور اطاعت امیر کا عادی بنایا جاتا ہے۔ امام گویا اس اللہ والی جماعت کا کمان دار افسر ہوتا ہے اور یہ امارت و امامت مسلمانوں کی ترقی و کامیابی کی بنیادی اینٹ ہے۔

چونکہ امام مسلمانوں کا سردار و پیشوا ہوتا ہے اس لئے امام کے انتخاب و تقرر کے لئے یہ شرائط قرار دی گئی ہیں کہ وہ سب سے بہتر صحیح طور پر قرآن پڑھنے والا، دینی معاملات و مسائل کو سب سے زیادہ سمجھنے والا اور جاننے والا، شریف النسب اور زاہد و متقی ہو۔ اسلام کہتا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے کہ امامت کے لئے بہترین شخص کا انتخاب ہو اور پھر سچے دل سے اور پورے طور پر اس کے احکام کی تعمیل کی جائے۔ اور جماعتی زندگی کی کامیابی و ترقی کا راز اسی انتخاب امیر اور اتحادِ عمل میں پوشیدہ ہے۔

اسلام تو چاہتا ہے کہ مسلمان نمازی جماعت کے لئے بہترین شخص کا انتخاب کریں مگر مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ وہ مذکورہ بالا شرائط کی سرے سے پابندی ہی نہیں کرتے اپنی مرضی سے جس کو چاہتے ہیں اپنا امام بنا لیتے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کی مسجدوں میں ساری دنیا کے اپاہج، عہدی، جاہل اور کندہ ناتراش بھرے پڑے ہیں جو نہ دین کو جانتے ہیں اور نہ دنیا کو

او خویشتن گم است کرا رھبری کند

یہی تو وجہ ہے کہ ہماری نمازیں بے جان و بے اثر اور ہماری مسجدیں ہدایت و رہبری سے محروم ہیں۔

اطاعت امیر اور مسلمانوں کا عروج وزوال

دنیا آج تک حیران و ششدر ہے اور اس چیز کو اسلام کا ایک محیر العقول کارنامہ و معجزہ سمجھ رہی ہے کہ اسلام نے عرب جیسی وحشی اور بکھری ہوئی قوم کو ایک اقل قلیل مدت میں خاک سے اٹھا کر افلاک پر پہنچا دیا اور اونٹوں کی نکیل کی جگہ زمام سلطنت ان کے ہاتھ میں دے دی۔ غیروں نے تو خیر اس پر حیران ہونا ہی تھا کہ وہ اسلام کی فطرت و تاثیر کا اندازہ نہیں لگا سکتے مگر ہمیں حیرت تو مسلمانوں پر ہے کہ انہوں نے آج تک اس بات کا کھوج نہیں لگایا کہ آخر یہ کیا بات تھی کہ مسلمان کچھ سے کچھ بن گئے اور عرب کی خاک نشین قوم کو صاحب تخت و نگین کس چیز نے بنایا۔

مسلمانوں کو بگوش ہوش سن لینا چاہئے کہ عہد اول کے مسلمانوں کی ترقی کا راز صرف دو باتوں میں مضمر تھا ان میں صرف دو وصف تھے۔

ایک تو رسول اللہ ﷺ سے محبت و شیفتگی۔

دوسرا نظم و اتحاد اور اطاعت امیر۔

اگر ان میں یہ دو باتیں نہ ہوتیں تو وہ عرب سے ایک انچ بھی آگے نہ بڑھتے۔ آج ہم

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کیوں ذلیل و پسماندہ اور غلام ومحکوم ہیں؟ اس لئے کہ ہم میں یہ دو باتیں نہیں حالانکہ یہی سبق ہمیں پانچ وقت کی نماز باجماعت سے ملتا ہے۔

جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کفر کی حالت میں مسلمانوں کو باجماعت نماز پڑھتے اور ایک امام کی حرکت پر متحرک ہوتے ہوئے دیکھا تو بے اختیار بول اٹھے تھے "خدا کی قسم یہ قوم دنیا میں کچھ کر کے رہے گی"۔ ان کی نگاہ حقیقت نے دیکھ لیا تھا کہ جس قوم کو آج اس طرح مذہبی عبادت کے ضمن میں یوں نظم واتحاد، محبت و یکجہتی اور اطاعت امیر کا سبق دیا جارہا ہے وہ اپنی قوت وغلبہ سے ایک نہ ایک دن ضرور شیاطین کے تخت اوندھے اور قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کو تہہ وبالا کر دے گی۔ چنانچہ یہی ہوا کہ انہی مقدس نمازیوں نے مسجدوں سے نکل کر ساری دنیا پر قبضہ کرلیا۔ کونے کونے میں پیغام حق پہنچا دیا اور دنیا میں خدا کی حکومت قائم کر دی۔

جماعت کی تاکید

سپاہیانہ قواعد کی مشق اور ایک افسر کے حکم پر بیک وقت سینکڑوں آدمیوں کی اپنے جسم کو یکساں طور پر حرکت دینے کی عادت قومی اور جماعتی زندگی کے لئے بے حد ضروری چیزیں ہیں اگرچہ عبادت الٰہی سے مقصود ذکر الٰہی، قلبی سکون اور روحانی تقویت ہے لیکن جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی تاکید سے مقصود ایک حد تک سپاہیانہ قواعد اور قومی زندگی بھی ہے۔ قومی زندگی کی اہمیت اور سپاہیانہ قواعد کی مشق ایک مسلمان کو عبادت الٰہی کے ضمن میں روزانہ پانچ مرتبہ ہو جاتی ہے ورنہ نماز تو ہم اپنے گھر میں یا گھر سے باہر ہر جگہ اکیلے وتنہا پڑھ سکتے ہیں لیکن ہمیں جو مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی سختی سے تاکید کی گئی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارے اندر جماعتی احساس اور اخوت اسلامیہ کے جذبات پیدا ہو جائیں اور ہم منظم ومتحد ہو کر رہیں۔ دیکھئے اسلام نے جماعت کی کس قدر تاکید کی ہے۔

پہلا حکم تو یہ ہے

وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۝ (بقرہ)

"رکوع کرو ساتھ رکوع کرنے والوں کے"۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بخاری شریف میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلٰوۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً۔(15)

''ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا با جماعت نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ثواب میں ستائیس درجے زیادہ بڑھی ہوئی ہے''۔

بخاری شریف کی ایک اور حدیث ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں چاہتا ہوں کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں جب لکڑیاں جمع ہو جائیں تو نماز کا حکم دوں اور اس کے لیے اذان کہی جائے پھر ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوئے اور ان کے گھروں میں آگ لگا دوں۔(16)

غور کیجیے حضور ﷺ نے جماعت بندی کی اس قدر تاکید کی ہے کہ آپ جماعت میں شریک نہ ہونے والوں کے گھروں میں آگ لگا دینے کو پسند فرماتے تھے۔ یہ اسلام کی قوت اتحاد اور اجتماعیت کی کتنی زبردست دلیل ہے۔ یہ اخوت و اتحاد نماز با جماعت کی خصوصیات میں سے ہے جس کو روحانی اثر نے اس قدر قوی اور مؤثر کیا ہے کہ نصف صدی ہی میں اس شیرازہ بندی اور اخوت و اتحاد کو اسلام نے تمام دنیا میں پھیلا دیا۔

اتحاد و اجتماع کا سب سے بڑا فائدہ

یہ نہ سمجھیے کہ نماز با جماعت سے مقصود محض اخوت و اتحاد ہی ہے بلکہ اس کے علاوہ سب سے بڑا فائدہ یہ بھی مدنظر ہے کہ اس طرح نمازی مسجد میں بالکل یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ یاد خدا میں مشغول ہو سکتے ہیں اور اگر یہ صورت حال ہو کہ مسجد میں تمام لوگ جمع ہو کر الگ الگ اپنی نمازیں پڑھیں تو کبھی وہ یکسوئی و دلجمعی حاصل نہیں ہو سکتی جو جماعت کی حالت میں

15۔صحیح بخاری کتاب الصلوۃ جلد 1 صفحہ 119 دار المعرفہ بیروت لبنان۔ 16۔ایضاً

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوتی ہے۔ خاموشی اور اطمینان گھر میں بھی میسر آ سکتا ہے لیکن جو اطمینان و سکون مسجد میں حاصل ہوتا ہے وہ کہیں اور حاصل ہونا ناممکن ہے کیونکہ مسجد میں یہ مرکز خیال ہوتا ہے کہ یہ خدا کا گھر ہے۔

نظام عالم پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دنیا میں ہر چیز اور ہر فعل کا وجود بغیر توسط و اعتدال کے نہیں ہو سکتا۔ اشیاء عالم میں اگر اعتدال و توسط نہ ہو تو نظام درہم برہم ہو جائے اور کوئی چیز بھی وجہ پذیر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ اعتدال ہر چیز میں منظور ہے اور اشیاء میں اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے کہ ان میں اتحاد و وحدت کا رابطہ قائم ہو۔ اس وحدت و اتحاد کو خدا تعالیٰ نے عبادت نماز میں جماعت و امامت کی شکل میں نمودار کیا ہے تاکہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق قائم رہے اور ان کا قومی شیرازہ منتشر نہ ہو پس اگر مسلمان نماز باجماعت سے اتحاد و یکجہتی اور شیرازہ بندی کا سبق نہ لیں تو کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے جماعت امامت کے مقصد کو ہی نہیں سمجھا اور ان کی نمازیں محض رسمی نمازیں ہیں۔

مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ نماز کی اصلی اور حقیقی غرض اس وقت حاصل ہوتی ہے کہ جب وہ جماعت کے ساتھ ادا کی جائے اور نماز باجمات کی اصلی غرض یہی ہے کہ مسلمان قومی و جماعتی زندگی بسر کریں اور باہم منظم و متحد رہیں۔ اللہ تعالیٰ جہاں اپنی عبادت کے ذریعہ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں خدا تعالیٰ کی عظمت پیدا ہو اور ہماری ظاہری و باطنی قوتیں للٰہی رنگ اختیار کریں وہاں وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں خدا کے بندوں کی محبت و ہمدردی پیدا ہو جائے۔

نماز باجماعت ہمیں یہ نکتہ سمجھاتی ہے کہ کسی قوم کی ترقی اور عروج اس کی تہذیب نفس اور تنظیم میں مضمر ہے۔ مسجد میں آنے اور باجماعت نماز پڑھنے سے مسلمانوں کے اندر اجتماعی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح ان میں ایک مرکز پر جمع ہونے کی صلاحیت و استعداد بڑھتی ہے اور امام کے پیچھے نماز ادا کرنے سے ان میں اطاعت و اتباع کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ کاش مسلمان ان اجتماعی اور روحانی نکتوں کو سمجھیں اور اپنی نمازوں میں ان حقائق کو مدنظر رکھا کریں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قیام

نماز انسان کو بے حیائی اور بری باتوں اور خدا کی نافرمانی سے روکتی ہے اور اس کے اندر ایک روحانی انقلاب پیدا کرتی ہے۔ لہٰذا خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ (بقرہ) یعنی عاجزی اور فروتنی کے ساتھ خدا کے لئے نماز میں کھڑے ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ اپنے حواس خمسہ ظاہری و باطنی کو اپنی فطری حالت پر قائم کرو۔ تمہارے جسم کے تمام اعضاء اپنے فرائض طبعی کو بجا لائیں اور سب ہی عبادت الٰہی سے اثر لیں۔ یہ نہ ہو کہ صرف زبان رٹے ہوئے الفاظ ادا کرتی رہے اور اعضاء حرکت کرتے رہیں مگر دل کو کچھ خبر نہ ہو کہ کیا ہو رہا ہے وہ کہیں اور ہی اڑا اڑا پھرتا رہے۔ بلکہ دل کو بھی خدا کے حضور میں جھکاؤ اور اس طرح خداوند حقیقی کے سامنے ہاتھ باندھ کر پورے عجز و نیاز اور کامل احتیاج کے ساتھ کھڑے ہو اور اس کے حضور و شہود کے غلبہ میں محو ہو جاؤ۔

قیام کے معنی قائم رکھنے کے ہیں یعنی اے میرے بندو تمہیں میرے حضور و شہود سے شیطان مردود اور نفسانی خیالات روکیں گے اور تم حضور قلب کے ساتھ نماز ادا نہ کر سکو گے۔ اس لئے اس قیام کا حقیقی فاعل اپنی طاقت و قوت کو نہ سمجھو بلکہ اس کی توفیق خدا ہی کی طرف سے خیال کرو اپنے خیالات و خواہشات کو نماز کی حالت میں قابو پاؤ اور یہ سمجھ لو کہ ہم خدا کو دیکھ رہے ہیں یا کم از کم خدا تم کو ضرور ہی دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ مرتبہ قرب اور حالت مشاہدہ حاصل نہ ہو تو پھر نفس کے ساتھ جہاد کرو نفسانی خیالات کو روکو۔ قیام میں دیر کرو تا کہ نفس کی مخالفت ہو۔ توفیق عبادت اسی کی طرف سے سمجھو۔

یہ ہے قیام کا حقیقی مطلب اسی کے لئے کہا گیا ہے کہ عاجزی اور فروتنی کے ساتھ خدا کے لئے نماز میں کھڑے ہو جاؤ۔

رکوع و سجود

حکم دیا گیا ہے کہ رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ یعنی حکم الٰہی کی تعمیل میں اپنی پیٹھ جھکا دو، اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی عظمت و جبروت کے سامنے پست کر دو۔ باقی دنیا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی تمام طاقتوں کو ہیچ سمجھو۔ نفس سرکش کے منہ میں تقویٰ کی لگام لگا دو تا کہ وہ خدا کی نافرمانی کی طرف جانے نہ پائے۔ وہ تمہارا مطیع و فرمانبردار ہو جائے اور پھر دل کی زبان سے کہو سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم یعنی میرا پروردگار بزرگ و برتر تمام عیوب سے پاک ہے۔ یہ رکوع کی حقیقت اور اثر و فائدہ جو خارج از نماز بھی حاصل ہونا چاہیے یعنی نماز سے باہر بھی عاجزی و فروتنی کی ہی حالت ہونی چاہیے جو اوپر بیان ہوئی۔

سجدہ نماز کا سب سے بڑا اور اہم رکن ہے اور سجود عاجزی و انکساری کی انتہائی صورت ہے نمازی اپنی پیشانی زمین پر رکھ کر خدا کی عظمت و کبریائی کو تسلیم کرتا ہے۔ نمازی سجدہ کر کے اپنے محبوب حقیقی اور معشوق ازلی کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ زمین پر اپنی نخوت بھری پیشانی اور تکبر آلود ناک رگڑتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نمازیو! تم خدائی عظمت و جبروت کے سامنے اپنے تن من کو عاجزی کی زمین پر بچھا دو۔ خدا کی طاقت و اقتدار کے سامنے اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھو اور زبان سے کہو سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی یعنی میرا رب تمام دنیا کی بڑی سے بڑی چیز سے بھی بزرگ ہے اور تمام عیوب سے پاک ہے۔

سجدہ اگر حقیقت میں سجدہ ہو اور سر کو خاک پر رکھتے ہوئے دل میں یہ حقائق موجود ہوں تو نماز کی تمام خوبیاں طبیعت میں جم جائیں تو اخلاقی اصلاح و روحانی ترقی کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ یہی تمام عبادتوں کی علت غائی اور نتیجہ ہے اس چیز کو کلام پاک نے ایک نہایت ہی مختصر اور جامع فقرہ میں بیان فرما دیا ہے۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝۱۹ (علق:19)

''اور تو سجدہ کر اور نزدیک ہو''۔

یعنی سجدہ قرب الٰہی کا واحد ذریعہ ہے۔ اس سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے۔ غرور و انانیت خاک میں مل جاتی ہے اور انسانیت کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ (یہ آیت سجدہ ہے قاری و سامع پر سجدہ تلاوت واجب ہے)

قعود

قعدہ نماز کا آخری جزو ہے اس سے نمازی کے دل میں سکون و تمکین اور وقار کا جذبہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پیدا ہوتا ہے۔ نمازی خدا کے حضور و شہود سے روحانی تسکین و تقویت حاصل کر کے مؤدب بیٹھ کر خدائے جل وعلا کا شکر بجالاتا ہے کہ اس نے نماز صحیح طور پر پوری کرا دی۔ نیز اس سے ایک فائدہ اور مقصود یہ بھی ہے کہ نمازی کے نفس میں وقار و تمکنت اور حلم بردباری کی صفت پیدا ہو اور دنیا کی تمام ہوا پرستیوں، ہولناکیوں اور حرص و طمع سے اس کا دل بیٹھ جائے۔ ہاتھ مال حرام اور لوگوں کی ایذا رسانی سے رک جائیں۔ پیر گناہ کی چال اور خدا کی نافرمانیوں سے بندھ جائیں۔ آنکھیں نظر بد سے رک جائیں اسی طرح تمام اعضاء گناہوں سے رک کر طاعت و عبادت سے راحت و سکون پائیں اور دوزخ کی آگ سے نجات پائیں۔

تخصیص اوقات کا فلسفہ

اسلام ایک عقلی اور فطری مذہب ہے۔ وہ جسم و دل دونوں کی پرورش کا فکر و اہتمام کرتا ہے وہ کہتا ہے ایک مسلمان کی زندگی جو احکام الٰہیہ کے مطابق بسر ہو وہ مسلسل عبادت ہے وہ انسان کی زندگی کے جملہ شعبوں میں شان وحدت و عبدیت پیدا کرتا ہے۔ روح و مادہ، جسم و جان، دین و دنیا، عقل و مذہب اور شریعت و سیاست کی تفریق اسلام میں موجود نہیں۔ مسلمان کی تمام زندگی کے مختلف مشاغل مثلاً مظاہر فطرت میں غور و فکر، اختلاف لیل و نہار کا مشاہدہ، تحقیق و اجتہاد، طلب علم، جہاد فی سبیل اللہ، خدمت خلق، تعلقات زن و شوہر، پرورش اولاد، اطاعت والدین، درس و تدریس، اعلائے کلمۃ الحق، سیر فی الارض، اکتساب فنون اور تجارت وغیرہ عبادت میں داخل ہیں۔ حیات مستعار کے ہر لمحہ میں اس کا مطلوب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہونا چاہیے اور اس کی کل زندگی خدا تعالیٰ کی رضا جوئی میں بسر ہونی چاہیے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾

"اے رسول ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور موت سب کچھ اسی خدا کے لئے ہے جو دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے"۔ (انعام)

الغرض مسلمان کی کل زندگی عبادت ہے اور اسلامی نقطہ نگاہ سے عبادت کی یہ صورت

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عام ہے اور دوسری صورت اسلام نے عبادت کی یہ قرار دی ہے کہ مسلمان کو دن رات میں پانچ مرتبہ ایک مخصوص طریق پر مقررہ الفاظ میں جماعت کے ساتھ ایک امام کے پیچھے خدا کی عبادت و بندگی کرنی پڑتی ہے۔ اسے قرآنی اصطلاح میں ''صلوٰۃ'' کہتے ہیں۔ پہلی صورت میں ہر مسلمان کو اختیار ہے کہ دن رات میں جتنی مرتبہ چاہے اپنے خالق و مالک کی یاد کرے۔ ہر حاجت ہر تکلیف اور ہر مصیبت کے وقت اسی کارساز حقیقی سے امداد کا طالب ہو لیکن انفرادی و اجتماعی فوائد و منافع کی غرض سے اس پر نماز پنجگانہ فرض کی گئی ہے جن کو میں میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکا ہوں۔

تخصیص اوقات اور نماز پنجگانہ کی سب سے بڑی حکمت حواس ظاہری اور اعضاء جسمانی کو الٰہی رنگ میں رنگنا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جسم انسانی میں دل و دماغ بادشاہ کی مانند ہیں اور دیگر اعضاء جسمانی درباریوں کی طرح ہیں جس طرح رفتہ رفتہ بادشاہ اپنے مصاحبوں اور درباریوں کی خو بو اختیار کر لیتا ہے ویسے ہی دل و دماغ بھی آہستہ آہستہ حواس ظاہری اور حرکات جسمانی سے متاثر ہو کر انہی کے ہم رنگ ہو جاتے ہیں۔ دل کا اثر اعضاء پر ہوتا ہے اور اعضاء کا اثر دل پر۔ اسلام نے اس راز فطرت کو سمجھ کر نماز ظاہری کو فرض کیا ہے اور دن رات میں پانچ بار اس کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ طبیعت انسانی کا مقتضاء ہے کہ جو کام دن میں اتنی بار کیا جائے رفتہ رفتہ طبیعت اس سے مانوس ہو جاتی ہے اور بالآخر اخلاقی اصلاح اور روحانی ترقی ظاہر ہونے لگتی ہے۔

اسلام نے ان اوقات کے تقرر میں بھی بڑی بڑی حکمتیں رکھیں ہیں اور ایسے اوقات مقرر کئے ہیں جو دنیا کی ہماہمی اور مشاغل کی کلفتوں کو دور کر کے روحانی تسکین میں مدد و معاون ہوتے ہیں۔ نماز پانچ وقت کی پابندی سے پابندی اوقات اور ادائے فرض کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ روزانہ پانچ مرتبہ ذرا سی دیر کے لئے ٹھیک وقت پر دنیاوی کاروبار چھوڑ کر اپنا فرض عبودیت ادا کرنے کے لئے دربار خداوندی مین حاضری دینا ایک ایسی عادت ہے جو مسلمانوں کو اس بات کا سبق دیتی ہے کہ تمام دینی و دنیاوی کاموں میں وقت کی پابندی اور ادائے فرض کا احساس کریں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تغیرِ اوقات کا اثر

یہ ایک ظاہری امر ہے کہ جس طرح تغیر اوقات کا اثر انسان کے جسم پر پڑتا ہے ایسا ہی اس کی روحانیت پر بھی ایک مخصوص اثر پڑتا ہے۔ ہم دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ جو پانچ وقت ہماری نماز کے لئے اسلام نے مقرر کئے ہیں ان سے بہتر روحانیت پر اثر ڈالنے کے لئے دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی وقت نہیں۔ دیکھئے صبح کے وقت جب تمام فضا میں سکوت طاری ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز بزبان حال اپنے خالق و مالک کی حمد وثنا کے گیت گاتی ہے اور پرندے اپنے میٹھے اور سریلے راگ الاپنا شروع کر دیتے ہیں۔ انسان کی روح خود بخود اپنے پیدا کرنے والے کی طرف کھنچتی ہے اور اس میں ایک عجیب کیفیت و سرور پیدا ہو جاتا ہے۔ چونکہ اس وقت ایک نورانی منظر سے روح پر وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے اس لئے خالق کائنات نے حکم دیا کہ انسان اس وقت ذکر الٰہی میں مصروف ہو اور روحانی غذا حاصل کرے۔

نور کے تڑکے خدا کی یاد سے فارغ ہو کر نمازی اپنے دنیاوی کاروبار میں لگ جاتا ہے اور بارہ ایک بجے تک اس طرح مشغول رہتا ہے اور اسے ضرورت ہوتی ہے کہ تھوڑی سی دیر کے لئے اپنا کام چھوڑ کر آرام کر لے تاکہ آدھے دن کی کلفت دور ہو جائے۔ اس موقع پر اسلام ظہر کے وقت پھر حکم دیتا ہے کہ اس آرام سے پہلے وہ صرف دس پندرہ منٹ کے لئے اپنے معبود حقیقی کا شکریہ ادا کر لے اور چونکہ وہ صبح سے دنیاوی کاروبار میں مشغول ہے اس لئے اپنی روحانی غذا و ضرورت سے بھی غافل نہ رہے۔ اسی طرح عصر کے وقت دنیاوی کاروبار کے بعد روحانی غذا دی جاتی ہے تاکہ اس کے دن بھر کے مشاغل کی ابتداء وانتہا ذکر الٰہی پر ہو اور اس میں سرمایہ داری و مادہ پرستی کے جراثیم پیدا نہ ہونے پائیں۔

عصر کے بعد مغرب کے وقت بھی روحانی غذا دی جاتی ہے تاکہ مادی غذا کی اصلاح و شکریہ ہو اور سونے سے پہلے عشاء کے وقت یاد خداوندی کرنی پڑتی ہے کہ رات بھر روحانیت کا اثر رہے اور اس طرح دن رات کی تمام زندگی دائرہ عبدیت میں آجائے۔ یہ پانچ وقت کی روحانی غذا مسلمانوں میں مادہ پرستی کو نہ پیدا ہونے دے اور وہ ہمہ وقت یاد الٰہی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں مصروف شمار کیے جائیں۔ الغرض ان اوقات خمسہ کا ہماری روحانیت پر ایک مخصوص اثر پڑتا ہے جو اور اوقات میں ممکن نہیں اس لئے اسلام نے ان اوقات کو مقرر کیا ہے اگر ہم اس روحانی اثر کو سمجھیں تو ہم میں بہت سی خوبیاں پیدا ہوسکتی ہیں اور ہم با اخلاق انسان اور سچے خدا پرست بن سکتے ہیں۔

پنجگانہ اوقات کے تعین کی وجہ

اس بات سے کون انکار کرسکتا ہے کہ وقت کی پابندی انفرادی وقومی زندگی کے لئے بیحد اہم اور ضروری چیز ہے اور ادائے فرض کا احساس اس سے بھی زیادہ ضروری چیز ہے۔ ان اوقات میں اس بات کی طرف بھی لطیف اشارہ ہے کہ انسان کو نیک اور ضروری کام میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ خدائے حکیم وبصیر اوقات خمسہ کے اوصاف مؤثر کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِیًّا وَّ حِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝ (روم)

"یعنی صبح، شام، دوپہر کو اللہ کی تنزیہ وتقدیس کیا کرو کہ زمین وآسمان میں اس وقت خدا کی خوبیاں اور تعریف کی جاتی ہے"۔

یہ آیت نماز پنجگانہ کی فرضیت اور اس کی فوقیت کے باب میں نص صریح ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ان اوقات میں آسمان وزمین کے اندر تغیرات عظیمہ رونما ہوتے ہیں جن کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کا موقع آتا ہے اور ان تغیرات کا اثر انسان کے جسم وروح دونوں پر واقع ہوتا ہے اس لئے یہ اوقات مقرر کیے گئے ہیں۔ پھر نماز کے اوقات مقرر کرنا اس لئے بھی ضروری تھا کہ وقت کی تعیین سے انسانوں کے دلوں کو خدا کی طرف توجہ رہتی ہے اور جمعیت خاطر حاصل ہوتی ہے۔

وجہ تعیین قبلہ

اسلام دنیا میں اس لئے آیا ہے کہ بنی نوع انسان کو ہر قسم کی گندگیوں، شرک آمیزیوں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور مخلوق پرستیوں سے پاک کر کے ان میں خالص خدا پرستی کی روح پھونک دے۔ ان کے دلوں کو خدا کی طرف اور ان کے رخوں کو ایک سمت میں پھیر دے جس میں روحانی قوتوں کو جوش ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے کعبہ شریف کو خدا پرستوں کا قبلہ قرار دیا۔ مگر یاد رہے کعبہ شریف کی طرف جو سجدہ کیا جاتا ہے اس سے یہ مقصود ہرگز نہیں تھا اور نہ ہے کہ کعبہ کے کل مکانات یا اس کا کوئی حصہ یا ان کی کوئی اینٹ، پتھر قابل تعظیم اور لائق پرستش ہے اور نہ یہ مطلب ہے کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ اس مکان میں سمایا ہوا ہے ان میں سے کوئی بات بھی نہیں۔ یہ کفر و شرک کی باتیں ہیں جن کی اسلام نے اچھی طرح بیخ کنی کر دی ہے اور شریعت محمدیہ نے خالص خدا کی عبادت قائم کر دی ہے پھر خانۂ خدا کو سمت قبلہ قرار دینے کی کیا وجہ ہے؟ سنئے مگر پہلے اس امر کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ تعیین قبلہ محض راہ عبادت دکھانے کے لیے ہے دراصل عبادت میں داخل نہیں۔

ا۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو دو قوتیں مرحمت فرمائی ہیں۔ ایک قوت عقلیہ اور دوسری قوت خیالیہ۔ قوت عقلیہ کا کام یہ ہے کہ ان چیزوں کا علم و ادراک حاصل کرے جو مجرد اور غیر مادی ہیں۔ جسم اور جسمانیت سے بری ہیں جیسے فرشتوں کا علم اور دیگر عام قوانین کا ادراک، قوت خیالیہ کا کام صرف محسوسات و مادیات کا سمجھنا اور ادراک کرنا ہے۔ یہ قوت قوت عقلیہ کو مدد پہنچاتی ہے۔ مثلاً ایک انجینئر کو شکل مثلث کی تعریف سمجھانی ہو تو وہ کوئی معین چیز لے کر شکل مثلث کو سمجھائے گا کہ شکل مثلث کے تین زاویے ایسے ہوتے ہیں اسی طرح بندہ خدا تعالیٰ کے حضور میں بوقت عبادت حاضر ہوتا ہے تو اس ذات مقدس کے لئے جو جسم اور عوارض سے پاک اور احاطۂ حس و ادراک سے باہر ہے۔ تو اس ذات مقدس کے لئے کوئی محسوس چیز ہونی چاہیے جو اس کی تجلیات کا مظہر اور اس کے جمال کا آئینہ ہو یہی وجہ ہے کہ خانہ کعبہ کو سمت قبلہ قرار دیا گیا ہے جس میں نہ کسی قسم کی صنمیت و بت پرستی ہے اور نہ اس کی پرستش کی جاتی ہے بلکہ وہ محض ذریعہ عبادت ہے۔

۲۔ اسلام نے جو نماز کی اس قدر تاکید کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز انسان کو مرتبۂ انسانیت پر فائز المرام کرتی ہے۔ یعنی نماز تکمیل نفس، تادیب نفس اور کسب سعادت کا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بہترین ذریعہ ہے اور انسان کے کامل ہونے کے لئے طہارت ظاہری و باطنی اور عبادت جسمانی و روحانی دونوں کا ہونا لازمی ہے ورنہ تکمیل انسانیت میں نقص رہے گا اس نقص کو دور کرنے اور اس غرض کو پورا کرنے کے لئے یعنی عبادت میں توجہ باطنی اور جوش قلبی کے برانگیختہ کرنے کو شریعت محمدی نے سمت قبلہ مقرر کی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اس مقدس مکان کو اپنا گھر فرماتے ہیں۔ اس اعتبار سے ایک سچے مسلمان اور خدا پرست موحد کو اس خیال سے کہ میں اس مکان کی طرف متوجہ ہوں جس کو خالق کون و مکان نے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اپنا گھر فرمایا ہے۔ کیسا کیف و سرور، ذوق و شوق، توجہ باطنی اور جوش قلبی حاصل ہوگا اور عبادت الٰہی میں کیسا کچھ لطف آئے گا جو بیان نہیں ہو سکتا۔ پس سمت قبلہ مقرر کرنے سے مقصود یہی ہے کہ عابد کا دل خالق کون و مکان کی طرف متوجہ ہو۔ چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جس مقام پر سمت قبلہ معلوم نہ ہو وہاں شریعت کا یہ حکم ہے کہ نمازی اپنے دل میں غور کرے اور جس طرف اس کا دل شہادت دے اسی طرف نماز پڑھ لے اس سے قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ عبادت کے لئے خانہ کعبہ مقصود بالذات نہیں بلکہ قبلہ محض توجہ الی اللہ کا ایک ذریعہ محسوس ہے۔

۳۔ اسلام ملت ابراہیمی ہے اس لئے اس کے بنائے ہوئے بیت اللہ کی طرف اس کے ماننے والوں کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تاکہ دنیا والوں کو معلوم ہو جائے کہ ان خدا پرستوں کو اس ہادی، موحد اور خلیل خدا سے رابطہ و تعلق ہے جس کو خدا تعالیٰ نے تمام عالم کے لئے ہدایت کا سرچشمہ اور رہنمائی کا مرکز بنایا تھا۔

پھر اسلام کی نظر اتفاق باہمی اور قوت اتحاد پر بھی ہے اس فرض کو نماز کی حالت میں بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا اور اتحاد باہمی کو یہاں بھی ملحوظ رکھا تاکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی یکجہتی سے اس امر کی طرف اشارہ ہو کہ یہ سب یک دل ہو کر معبود یکتا کی عبادت کر رہے ہیں اور ان کا جس طرح خدا ایک ہے قبلہ بھی ایک ہے۔

ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے

تعیین قبلہ کی ان وجوہات کو مؤکد اور اس کی وجہ خصوصی توجہ الی اللہ کو واضح و مبرہن

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرنے کے لئے اسلام نے صاف صاف اعلان کر دیا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (بقرہ:115)

''مشرق ومغرب سب اللہ کا ہے جدھر تم پھرو اسی طرف اللہ کی ذات ہے''۔

وہ کسی خاص مکان یا کسی خاص جہت میں سمایا ہوا نہیں ہے وہ جہت و مکان سے منزہ و پاک ہے۔ کعبہ شریف کو صرف اتنی خصوصیت حاصل ہے کہ وہ تجلی گاہ ربانی اور مورد انوار یزدانی ہے نسبت حق تعالیٰ پر جمیع مکانات برابر ہیں اس کی عبادت ہر جہت اور ہر مکان میں مقبول ہے اور تصحیح عبادت کے لئے ہر سمت کفایت کرتی ہے۔ استقبال کعبہ محض عوام کے ذہنوں کی توجہ اور توقیت و تحدید کے لئے ہے چنانچہ ترمذی میں بروایت عبداللہ بن عامرۃ بن ربیعہ وارد ہے کہ'' ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے رات کا وقت تھا اور رات بھی اتنی تاریک کہ ستارے بھی نمودار نہ ہوئے تھے اس وجہ سے لوگوں کو سمت قبلہ معلوم نہ ہو سکی اور انہوں نے اپنے تخمین وقیاس سے ایک سمت نماز ادا کر لی اور اس طرف ایک نشان لگا دیا کہ صبح کو ہم معلوم کر سکیں کہ سمت ٹھیک تھی یا غلط؟ جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ سمت جہت قبلہ کے خلاف تھی اس ماجرے کو لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اور افسوس ظاہر کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں سے بڑی غلطی ہوئی کہ یہ سمت غیر قبلہ نماز ادا کی اس وقت مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری نماز درست اور مقبول ہوئی۔ (17)

الغرض نسبت ظہور الٰہی ہر جگہ سے ہے مگر یہ ظہور عام چونکہ توجہ عبادت کا صحیح مرکز نہیں بن سکتا اس لئے ایک جہت خاص کو مقرر کیا گیا۔ علاوہ ازیں عبادت کی روح خشوع و خضوع ہے اور وہ بغیر سکون و ترک التفات، چپ و راست حاصل نہیں ہو سکتا اور سکون و ترک التفات اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ عابد حالت عبادت میں جہت معینہ کا التزام نہ کرے۔ کیونکہ ظاہر کا تعلق باطن کے ساتھ ہے۔ اس بناء پر توجہ ظاہری توجہ باطنی کا موجب ہوتی ہے۔

17۔ جامع ترمذی، کتاب الصلوۃ 176/2 (345)، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وجہ تخصیص خانہ کعبہ

تعین قبلہ کی جس قدر وجوہات لکھی گئی ہیں ان سے یہ بات تو اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے اور اس امر کا یقین ہو جاتا ہے کہ عبادات کے لئے تعین قبلہ کی سخت ضرورت تھی لیکن وجہ تخصیص خانہ کعبہ کے متعلق میں نے ابھی تک کچھ نہیں لکھا۔ اس لئے اب اس تخصیص کی وجہ لکھی جاتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ نوع انسانی کی اصل خاک سے ہے اور اصل کرۂ خاک یہی نقطہ ہے جہاں خانہ کعبہ موجود ہے۔ زمین کی پیدائش سے پہلے اس مکان کو پانی پر کیف جرمی کی مانند پیدا کیا گیا تھا اس کے بعد پھر تمام زمین اسی کیف سے وسیع و فراغ ہوئی۔ پس چونکہ اصل جسم انسانی اس نقطہ کی طرف راجع ہے تو اس کو چاہئے کہ جب اپنے جسم کو عبادت میں مشغول کرنے لگے تو اس اصل ترابی کی طرف رجوع کرے۔ چنانچہ اس بناء پر اصل قریب پر جو کہ ہر جگہ میسر ہے سجدہ کیا جا سکتا ہے اور بسوئے اصل بعید اپنے جسم کو متوجہ کیا جاتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان عبادت کے وقت ملائکہ کا خلیفہ ہوتا ہے یہ شغل شریف انہیں کا کام ہے۔ غصہ و غضب کی حالت میں درندوں کا خلیفہ ہوتا ہے، شہوت کے وقت بہائم کا خلیفہ ہوتا ہے، مکر و کید کے وقت شیطان کا خلیفہ ہوتا ہے۔ چونکہ انسان عبادت کے وقت ملائکہ کا خلیفہ ہوتا ہے اور عبادت گاہ ملائکہ بیت المعمور ہے اور یہ مقام بیت المعمور کے محاذ میں ہے اس لئے خانہ کعبہ کو خاص کیا گیا۔ چنانچہ ارزقی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر تابعین سے روایت کرتے ہیں کہ

البیت بحذاء البیت المعمور وما بینهما بحذائه الی السماء السابعة وما اسفل منه بحذائه الی الارض السابعة۔

"خانہ کعبہ ملائکہ کے قبلہ بیت المعمور کے مقابلہ میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ ساتویں آسمان کے مقابلہ میں ہے اور جو اس سے نیچے ہے وہ ساتویں زمین کے محاذ میں ہے"۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس مکان مقدس میں ربوبیت الٰہی کا عظیم الشان ظہور ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت اسماعیل علیہ السلام اولاد حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے ان کے لئے عجیب قدرت خداوندی کا ظہور ہوا یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں کی رگڑ سے آب غیب یعنی چاہ زمزم نمودار ہوا۔ پس جبکہ اولاد حضرات ابراہیم واسماعیل علیہم السلام اور ان کے تابعدار حضرات رب العزت کی طرف متوجہ ہونا چاہتے ہیں تو اس مکان مقدس کی سمت کو اختیار کرتے ہیں چونکہ یہ مکان ظہور تجلی الٰہی ہے اور معبد خلائق قبلہ عبادات مرجع عاشقان صادق اور مطاف خالص ہے اس لئے خانہ کعبہ کی تخصیص کی گئی۔

مکہ معظمہ کی فضیلت وتقدیس

مکہ معظمہ کے اطراف و جوانب کی تمام زمین گوناگوں تجلیات الٰہی کا مظہر ہے۔ یہاں کوہ طور اور فاران جیسے تجلی گاہ ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی دکھائی۔ نور حق تجلیات خاصۂ الٰہیہ کا اس مقام سے بڑھ کر دنیا کا کوئی خطۂ زمین نہیں۔ دنیا والوں کو یہیں سے ہمیشہ نور ہدایت اور آب رحمت ملتا رہا ہے اور سب سے آخر میں یہیں ہدایت کا وہ چشمہ ابلا جس سے پیاسی روحیں سیراب ہوئیں۔ ان ہی خصوصیات کی بناء پر خانہ کعبہ کو مسجودیت کا رتبہ ملا ہے۔ چنانچہ بیہقی شعب الایمان میں عطاء ابن یسار سے روایت کرتے ہیں۔

اَلنَّظُرُ اِلَی الْبَیْتِ عِبَادَةٌ (18) وَالنَّاظِرُ اِلَی الْبَیْتِ بِمَنْزِلَةِ الْقَائِمِ الصَّائِمِ الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔

"خانہ کعبہ پر نظر کرنا بھی عبادت ہے اور اس کی طرف نظر کرنے والا شخص اس شخص کی مانند ہے جو اللہ کے راستہ میں ہمیشہ قائم، صائم اور جہاد میں رہے"۔

ابن ابی شیبہ بیان کرتے ہیں کہ بیت اللہ کی طرف نظر کرنا اس عابد کی عبادت سے افضل ہے جو اللہ کی راہ میں ہمیشہ قائم، صائم اور جہاد میں رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ دن رات میں اللہ تعالیٰ ایک سو بیس رحمتیں اس مکان مقدس پر نازل کرتے ہیں۔ ستر اس کا طواف کرنے والوں کے لئے، چالیس اس میں نماز پڑھنے والوں کے لئے اور دس اس کی طرف دیکھنے والوں کے لئے۔

18۔ شعب ایمان جلد 3 صفحہ 455۔ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ارزقی مجاہد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حج کعبہ کے لئے آئے ہوئے تھے ایک شتر سرخ پر سوار تھے اور آپ نے مقام روحاء سے احرام باندھا غیب سے ان کے کان میں آواز پہنچی "لبیک عبدی انا معک"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس آواز کو سن کر بے اختیار زمین پر سجدہ میں گر پڑے۔

ابن مردویہ واسبہانی رحمۃ اللہ علیہما ترغیب وترہیب میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز فرشتے خانہ کعبہ کو دلہن کی طرح آراستہ و پیراستہ کر کے میدان حشر میں لائیں گے۔ اثنائے راہ میری قبر پر سے بھی گزریں گے کعبہ بزبان فصیح کہے گا السلام علیک یا محمد میں جواب میں کہوں گا وعلیک السلام یا بیت اللہ تیرے ساتھ میری امت نے کیا سلوک کیا اور تو اس کے ساتھ آج کے دن کیا سلوک کرے گا۔ وہ کہے گا اے خدا کے پیارے حبیب ﷺ! آپ کی امت میں سے جو شخص میری زیارت کو آیا میں اس کے لئے کافی ہوں اور اس کی شفاعت کروں گا اور جو میری زیارت کو نہیں آیا آپ اس کی شفاعت کریں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مکہ معظمہ کا ایک روزہ لاکھ روزوں کے برابر ہے اور وہاں کا ایک درم لاکھ درم کے برابر ہے۔ حاکم مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل ہے۔

حَسَنَاتُ الْحَرَمِ كُلُّ حَسَنَةٍ بِمِائَةِ اَلْفِ حَسَنَةٍ۔

"وہ ہر نیکی جو حرم میں کی جاتی ہے لاکھ نیکی کے برابر ہے"۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔

مَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

"جو مکہ میں مرا اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن امن والوں میں اٹھائیں گے"۔

مکہ کو اولیت وافضلیت کا شرف حاصل ہے

دنیا میں عبادت الٰہی کا یہ پہلا گھر ہے۔ یہاں حضرت آدم علیہ السلام نے ایک عمارت بیت المعمور نامی تعمیر کی تھی اور بعض کا قول ہے کہ بیت المعمور ملائکہ کی مسجد ہے جو ساتویں آسمان

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پر واقع ہے اور حضرت آدم علیہ السلام نے جو عمارت زمین پر بنائی تھی وہ بیت المعمور کے بالمقابل تھی یعنی خانہ کعبہ عالم ملکوت میں بیت المعمور کا نمونہ اور عالم ناسوت میں رئیس الموحدین حضرت آدم علیہ السلام کی عبادت گاہ اور جلوہ الٰہی کی کرسی ہے۔ لیکن مسلمان بیت اللہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے جانتے ہیں کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی عمارت کو طوفان نوح نے منہدم کر دیا تھا اس کو دوبارہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بنایا۔

پھر یہ پاک مقدس مکان خدا کا ایسا پیارا اور مقبول ہوا کہ کسی وقت کسی کے ہاتھ سے اس کی بربادی خدا نے پسند نہیں کی۔ یہاں تک کہ ابرہہ بادشاہ جب اس کو مسمار کرنے کے لئے آیا تو خدا تعالیٰ نے اسے غیبی طاقت سے ہلاک کر دیا۔

تاریخ عالم میں اس واقعہ کی نظیر ملنا مشکل اور ناممکن ہے کہ اگرچہ وہاں بت پرستوں کے عہد میں بت رکھے ہوئے تھے مگر وہ نجاست ایک عارضی امر تھا جیسے برگزیدہ شخص کے بدن پر کوئی نجاست لگ جائے تو اس سے برگزیدہ شخص کی ذات پر کوئی نقص وارد نہیں ہو سکتا۔

ایک شبہہ اور اس کا ازالہ

اللہ تعالیٰ خانہ کعبہ کی نسبت فرماتے ہیں اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ (بقرۃ:125)۔ اس پر ایک شبہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو اپنی طرف منسوب کیوں کیا ہے؟ اگر اس اضافت کی وجہ نسبت خالقیت ہے تو یہی نسبت خالقیت ہر بقعۂ زمین رکھتا ہے۔ اگر نسبت سکونت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا گھر کہا ہے تو اللہ تعالیٰ جہت و مکان سے منزہ ہے اور اگر تیسری وجہ یہ ہو کہ اس مکان کی طرف عبادت کی جاتی ہے اور وہ شان معبودیت کا مظہر ہے تو اس صورت میں خانہ کعبہ مثل ہر دوار یکساں ہے۔ خصوصیت کی کیا وجہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں صرف یہی ایک مکان ایسا ہے جو برائے عبادت اور شوق طلب کی خاطر بنایا گیا اور کسی طرح بھی مخلوق سے کسی طرح کا علاقہ نہیں رکھتا۔ اس کے مقابلہ میں کفار کے معابد یہ شان و خصوصیت نہیں رکھتے نہ وہ برائے عبادت الٰہی بنائے گئے ہیں اور وہ کسی نہ کسی طرح مخلوقات سے علاقہ رکھتے ہیں۔ مثلاً کوئی رام چندر جی کی طرف منسوب ہے اور کوئی کشن کی طرف۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نماز کے ظاہری و باطنی ارکان

ظاہری پہلو

نماز کے دو پہلو ہیں ظاہری اور باطنی۔ یہاں میں پہلے ظاہری پہلو کو بیان کرتا ہوں مگر پہلے ان دونوں پہلوؤں کے متعلق اسلام کے اس نقطہ نگاہ کو سامنے رکھ لیجئے کہ نماز باطنی اور ظاہری دونوں اعمال و افعال سے مرکب ہے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نماز صرف زبان سے چند کلمے دہرانے اور بعض معینہ حرکتیں کرنے کا نام ہے وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ حقیقت نماز سے نابلد اور نادان ہیں۔ نماز اسلام کی بہترین عبادت ہے اور نماز کیا ہے اللہ بزرگ و برتر کی بزرگی، کبریائی اور پاکی کا بیان اور اپنی بندگی بے چارگی اور کم مائیگی کا زبان و دل اور اعضائے جسمانی سے اقرار و اعتراف۔ اس میں کیا کہا جاتا ہے؟ اللہ سے صراط مستقیم مانگی جاتی ہے اور اس کے رحم و کرم اور لطف و عطاء کی التجا کی جاتی ہے۔

نماز کا باطن کیا ہے؟ تکبیر و تہلیل اور خدا کی تسبیح و تقدیس اور اپنے جرم و خطا کا اقرار اور گناہوں پر استغفار۔ باقی رہے ظاہری ارکان اور جسمانی حرکات و سکنات وہ صرف اپنی عبودیت اور خدا کی خالقیت کے علانیہ اعتراف اور خشوع و خضوع کے اظہار کے لئے ہیں۔

یاد رکھئے کہ عبادات اسلامی کا بالعموم اور نماز کا بالخصوص تمام تر تعلق ہمارے دل سے ہے۔ خدا کی نظر ہمارے دلوں پر ہے اس کی نگاہ کرم خلوص قلب کو ڈھونڈھتی ہے۔ جہاں ہمارے دل میں خدا کی عظمت و کبریائی اور درگاہ الٰہی میں سر جھکانے کا خیال آیا اور عبادت مقبول بارگاہ ہوئی۔ اب خواہ ہماری زبان ہلے یا نہ ہلے جسم حرکت کرے یا نہ کرے عبادت کے لئے صرف اس کی تسبیح و تقدیس کی نیت اور ارادہ کافی ہے۔ خدا کے سامنے اپنی عبدیت کا اقرار کرنے اور عجز و نیاز ظاہر کرنے کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ہمارے دل میں اس کا خیال پیدا ہو جائے۔ اگر کوئی آدمی ارکان مقررہ کی بجا آوری سے معذور رہے تو اس کی نماز بغیر معینہ الفاظ اور حرکتوں کے بھی ہو جاتی ہے۔

لیکن باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نے نماز کے لئے کچھ الفاظ مقرر کر دیے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں جن کو ہم زبان سے ادا کرتے ہیں اور کچھ حرکتیں بھی مقرر کردی ہیں جن کے بغیر عبادت مکمل اور درست نہیں ہوتی اور عبادت ظاہری کی پابندی کو بھی اسلام نے لازمی قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر لینا اگرچہ کافی تو ہے مگر اس کا کوئی اثر ہمارے اعضاء و جوارح پر مرتب نہیں ہو سکتا اور نہ قلبی عبادت کسی نظام کے ماتحت آسکتی ہے۔ جو لوگ دل ہی دل میں خدا کی یاد کر لینے کا دعویٰ کرتے ہیں یہ ان کی گمراہی ہے۔ جب ظاہر و باطن میں زبردست علاقہ ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمارے باطن میں تو خدا کی یاد ہو مگر ظاہر سے اس کا ثبوت نہ ملے۔ اسلام ظاہر و باطن دونوں کو جناب الٰہی میں جھکانا چاہتا ہے لہٰذا عابد کے لئے عبادت ظاہری کی قید سے رہائی ناممکن ہے۔

عبادت ظاہری کی پابندی کا فائدہ

یہ ہے کہ جب ہماری روح خدا سے پیوستہ ہوئی اور ہمارے دل میں خدا کی عظمت و کبریائی کا خیال آتا ہے اور ہم دن میں پانچ بار دل میں اس کی یاد کرتے ہیں تو ظاہری ارکان کی پابندی سے آہستہ آہستہ ہمارے حواس ظاہری حرکات جسمانی سے تمام اعضاء و جوارح متاثر ہو کر الٰہی رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ اسلام نے مسلمانوں کے اندر صفات الٰہیہ پیدا کرنے کے اور اپنے آپ کو خدائی رنگ میں رنگنے کے لئے نماز پنجگانہ کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ۝

"اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کون سا اچھا رنگ ہوگا اس لئے ہم ربانی رنگ میں رنگین ہونے کے لئے خدا کی ہی عبادت کرتے ہیں"۔ (بقرہ)

پس نماز کی ہیئت کذائی اگرچہ نماز کا جزو لاینفک تو ہے مگر اس سے حقیقت نماز متحقق نہیں ہوتی۔ حقیقت صلوٰۃ یہ ہے کہ ہم اپنے اندر صفات الٰہیہ پیدا کریں اور خدائے قدوس کی صفات کو اپنے سامنے رکھیں۔

پھر یہ بھی یاد رکھیے کہ نماز کی ہیئت کذائی اور معینہ حرکتوں سے معبود کو نہیں بلکہ عابد ہی کو نفع پہنچتا ہے۔ ظاہری ارکان کی پابندی میں اللہ پاک نے ہمارے لئے بیشمار انفرادی،

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اجتماعی، جسمانی، روحانی، دینی اور دنیاوی فوائد ومنافع رکھے ہیں جن کا بیان گزشتہ اوراق میں کسی قدر کیا گیا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان روحانی نفع کے ساتھ جسمانی و مادی نفع بھی حاصل کریں اور وہ دارین میں ہر طرح فائز المرام وشادکام ہوں۔

تاریخ گواہ ہے کہ جس زمانہ میں مسلمانوں نے نماز کو نماز سمجھ کر پڑھا اور اپنے اندر صفات الٰہیہ کو پیدا کیا تو انہوں نے اخلاق وروحانیت میں وہ بلند مرتبہ حاصل کیا جس پر فرشتوں کو بھی رشک تھا۔ اخلاق اور روحانی اعتبار سے وہ دنیا کی تمام قوموں میں سربلند تھے۔ حکومت ان کے قدم چومتی تھی، دولت ان کی ادنیٰ لونڈی تھی۔ فتح ونصرت ان کے آگے آگے چلتی تھی اور ان کے طاقت واقتدار سے دنیا کی تمام طاقتیں لرزہ براندام تھیں۔ نماز نے ان کو نفس اور نفسانی خواہشات پر غالب کر دیا تھا اور وہ نجات وفلاح کے صحیح معنوں میں مستحق ہو گئے تھے۔ وہ دن کو فوجوں کی کمان کرتے تھے اور رات کو تسبیح وتہلیل اور ذکر و عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ نماز باجماعت نے ان کے اندر ہم آہنگی، یک رنگی، اتحاد، اتفاق، تنظیم، رواداری، انصاف پسندی، رعایا پروری، ایفائے عہد، رحم دلی، راست بازی اور ربط ونظم کی اعلیٰ صفات اور خوبیاں پیدا کر دی تھیں۔

لیکن جب سے ہماری نمازیں محض رسمی نمازیں بن گئی ہیں ان کی روح وحقیقت جاتی رہی ہے اور مسلمان محض اس لئے نماز پڑھتے ہیں کہ اس کی عادت پڑ گئی ہے۔ اس وقت نماز کے ان مادی وروحانی فوائد کا حصول وظہور بھی زائل ہوتا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ زمانہ سلف کے مسلمانوں نے جو ملکی فتوحات کیں وہ ان خصائص کی بناء پر وقوع پذیر ہوئیں جن کا میں نے ذکر کیا اور یہ خصائص ان کے اندر نماز باجماعت نے پیدا کئے تھے مگر اب ایسے نمازی مسلمان کہاں جن کے اندر یہ خصائص ہوں۔

نماز کے روحانی تاثرات

نماز ایک ایسی اہم عبادت ہے جو انسان اور خدا کے درمیان ایک روحانی رابطہ پیدا کرتی ہے اور اس رابطہ سے روح کو حقیقی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ یہ ایک ظاہری حقیقت ہے کہ دنیا میں جس قدر عالم وجاہل، سفیہ وعاقل اور شاہ وگدا ہیں سب مسرت وراحت کے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جویاں اور اطمینان قلب کے متلاشی ہیں اور اس کے حصول کا ذریعہ یاد الٰہی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ (رعد)

"تحقیق اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان نصیب ہو سکتا ہے"۔

اور نماز یاد الٰہی کی بہترین شکل ہے۔ جب ایک مسلمان بذریعہ نماز اطمینان خاطر حاصل کرے تو پھر وہ یقیناً دین و دنیا کے ہر کام میں کامیاب و بامراد ہو گا۔ جس کام میں ہاتھ ڈالے گا وہ بدرجہ احسن و اکمل پورا ہو گا کیونکہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اگر طمانیت قلب حاصل نہ ہو تو انسان کسی کام کو مرتبہ تکمیل تک پہنچا نہیں سکتا۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ (اعلیٰ)

"تحقیق بامراد ہوا وہ شخص جس نے تزکیہ نفس کیا اور اپنے خدا کو یاد کیا اور نماز پڑھی"۔

سورۂ مومنون میں فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾ (مومنون)

"بے شک ان مومنوں نے چھٹکارا پایا جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں"۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ اطمینان قلب اور فلاح و نجات کا لازمی نتیجہ اور پہلا فیض و اثر ہے اب میں ذکر الٰہی اور فلاح کے مفہوم کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتا ہوں تاکہ آپ پر نماز کے کمال کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے۔

فلاح کے معنی کامیاب و بامراد ہونا ہے۔ اس مفہوم میں حسب ذیل امور داخل ہیں۔ انسان اخلاق و روحانیت کی منزلیں طے کرے۔ صدق معاملات کی ضرورت و اہمیت کا احساس کرنے لگے۔ اس میں پاکیزگی، سیرت کی سچی طلب پیدا ہو جائے۔ عقائد و عبادات اور اخلاق و معاملات کے تعلق کو سمجھ لے۔ امراض قلبی سے اس کی زندگی پاک و صاف ہو جائے اور انسان اپنی زندگی "حسن عمل" کی ایک زندہ مثال بنا لے۔ اس بناء پر معنی یہ ہوئے کہ نمازی نماز کے ذریعہ اپنے مقصد حیات کو بدرجہ کمال حاصل کر لیتے ہیں اور پاکیزگی حیات کے نور سے ان کی زندگیاں جگمگا اٹھتی ہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ذکر الٰہی کی تشریح

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاذْكُرُونِىْٓ (بقرہ:152) پس یاد کرو مجھے جس رنگ میں بھی ہو۔ مثلاً تلاوت کلام الٰہی اور یاد الٰہی کے ذریعہ ذکر الٰہی کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً حلقہائے ذکر و حمد میں تسبیح و تہلیل بیان کرنا، ہر فعل محمود پر بسم اللہ پڑھنا اور دلائل نبوت و معارف ذات و صفات میں غور و فکر کرنا وغیرہ۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"غافلوں کے جمگھٹے میں ذکر الٰہی کرنے والا ایسا ہے جیسا سرسبز و شاداب درخت سوکھے ہوئے درختوں کے جھنڈ میں"۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا۔

"غافلوں کی جماعت میں ذکر الٰہی کرنے والا ایسا ہے جیسا کوئی شخص معرکہ قتال سے بھاگنے والوں کے پیچھے دشمنوں کی صف میں گھس کر جہاد کرنے اور اپنے قیمتی خون کو پانی کی طرح بہا دینے پر تیار ہو جاتا ہے"۔

اہل تصوف کہتے ہیں ذکر کی ایک ابتدا ہے یعنی سچی توبہ اور یقین رجوع۔ اس کے لئے بیچ کا درجہ ہے اور حقیقی نورانیت و چمک ہے جو ذکر کرنے والوں پر طاری ہوا کرتی ہے اور اس کے لئے ایک انتہائی درجہ ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے جلالی ناموں کی حرارت ہے جو ماسوا کو جلا کر نیست و نابود کر دیتی ہے۔ ذکر کی اصل دل کی صفائی ہے اس کی شرط حضور قلبی ہے اور اس کا اثر نیک و شائستہ عمل ہیں۔

چونکہ نماز ذکر الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے اس لئے اندازہ لگایئے کہ نمازی کی زندگی میں کیا روحانی کیف و سرور پیدا ہوتا ہے۔ نماز سے ہمیں روحانی غذا ذکر الٰہی حاصل ہوتی ہے جس سے دلوں کو فرحت اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

نماز کا دوسرا اثر

نماز کا دوسرا اثر اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (العنکبوت:45)

"یعنی نماز انسان کو بے حیائی کے کاموں سے اور بری باتوں سے روکتی ہے"۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حقیقت بھی یہی ہے کہ جو شخص دن میں پانچ مرتبہ خدا کے دربار میں حاضری دیتا ہے اس کی صفات کو بیان کرتا اور اس سے طلب ہدایت کرتا ہے وہ ہرگز اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ لامحالہ اس کے دل میں کبھی نہ کبھی یہ خیال ضرور آئے گا کہ مجھے نیک بننا چاہیے ورنہ میری درخواست ایک مضحکہ ہوگی اور مجھے کوئی ایسا کام نہ کرنا چاہیے جس کی وجہ سے مجھے خدا کے حضور میں جاتے شرم آئے۔

فرض کیجئے ایک شخص شراب پیتا ہے اب اگر وہ نماز شروع کر دے گا تو اسے دن میں پانچ مرتبہ نیکوں کی صحبت سے مستفید ہونے کا موقعہ ملے گا جس کا اثر اس کے دل پر ضرور پڑے گا۔ دوسرے اس کے دل میں خیال آئے گا کہ میں جس خدا کے سامنے اس کی عظمت و بزرگی اور اپنی عبدیت کا اقرار کرتا ہوں اس نے شراب کو حرام ٹھہرایا ہے اور افسوس میں اس کا بندہ ہو کر اور اس کی عبادت کرتے ہوئے اس کی نافرمانی کرتا ہوں۔ بالآخر نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ کسی نہ کسی دن ضرور شراب پینا چھوڑ دے گا۔

الغرض نماز ایک رُوحانی انقلاب پیدا کرتی ہے۔ نفس امارہ پر غالب آنا اور نفسانی خواہشات پر قابو حاصل کرنا سکھاتی ہے اور یہی مذہب کا مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا وہ نجات وفلاح کا مستحق ہوگیا"۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ نماز دینی و دنیاوی کامیابیوں کی ضامن ہے۔

نماز کے لطائف باطنی کی تشریح

جب نمازی نماز کے ظاہری ارکان و شرائط پورے کر لیتا ہے اور طہارت جسمانی حاصل کر لیتا ہے تو قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر اور عبادت کی نیت کر کے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتا ہے اس سے وہ اشارہ کرتا ہے کہ میں نے دونوں عالم سے ہاتھ اٹھایا اور حق جل وعلیٰ شانہ کو سب سے اعظم واکبر جانتا ہوں اور اس اعتقاد وخیال کا موید دعائے استفتاح کو زبان پر جاری کرنا ہوتا ہے۔ اس کا قیام استقامت دین پر دلالت کرتا ہے۔

تلاوت سورہ فاتحہ جو ثنائے ربانی ہے اور زبان و دل کی ترجمان ہے۔ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میں نے اپنے دل کو خدا کی طرف متوجہ کیا اس میں سورہ مقدسہ کے الفاظ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خطاب مثل ایاک نعبدوایاک نستعین اس میں تخصیص بعبادت واستعانت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اس کے سبب سے کمال توجہ اور میل رتبہ ومشاہدہ حاصل ہو۔ اور اس پر کہ یہ عبادت واستعانت بنی آدم کے دو شغل ہیں میں نے اغیار سے اعراض کلی کیا۔ سوال ہدایت اور فرار راہ عمل غضب وضلالت اس امر پر دال ہے کہ میرے جذبات حسد وبغض اور میل و نفرت سب کے سب جناب الٰہی کے تابع ہوئے۔ رکوع دلالت کرتا ہے مشاہدۂ عظمت خداوندی کی وجہ سے میری پشت خم ہوگئی۔ قومہ دلالت کرتا ہے کہ اس انکسار کے سبب مجھے استقامت حاصل ہوتی ہے۔ پھر سجود جو کہ کمال تذلل وانکسار کی صورت ہے۔ کمال تقرب پر دلالت کرتا ہے۔ انسان کی استطاعت میں جو تقرب ہے وہ بس اتنا ہی ہے کہ اس کے بدن کا جو اشرف واکرم حصہ ہے اس کو اپنی اصل خاک پر رکھ دے۔

دوسرا سجدہ رفع تکبر پر دلالت کرتا ہے جو حصول قرب کے خیال سے عابد کے دماغ میں پیدا ہوتا ہے اور قعود اس اعزاز واکرام پر دلالت کرتا ہے جو جناب باری تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوا اور اس کے مجرے کو قبول فرما کر بیٹھنے کا حکم فرمایا اور اسلام اس سفر باطنی سے رجوع پر دلالت کرتا ہے۔

یہاں تک جو کچھ بیان ہوا وہ نماز کی صورت اور قالب کے متعلق تھا۔ اس کے علاوہ نماز کی ایک حقیقت وروح بھی ہے۔ صرف نماز کی ہی نہیں بلکہ اس کے ہر ہر رکن کی ایک علیحدہ علیحدہ روح وحقیقت ہے۔ اگر نمازی نماز اور اس کے ارکان کی روح کو سامنے رکھے تو یقیناً نماز کے وہ اخلاقی وروحانی اثرات ونتائج مرتب ہوتے ہیں جن کو اوپر بیان کیا گیا ہے۔

نماز کے ارکان کی روح

نماز کے لئے ہمیں جس طریقہ پر تیاری کرنے کا حکم دیا گیا ہے مثلاً غسل یا وضو اور کپڑوں اور جسم کی طہارت۔ اس کا مقصد اور مقصود یہ ہے کہ ہم پاک وصاف طریقہ سے رہیں اور گندگی وغلاظت سے نفرت کریں اور اس میں ہماری تندرستی کا راز پوشیدہ ہے۔ اگر ہم اس ظاہری طہارت وپاکیزگی کی پابندی کریں تو بہت سی بیماریوں سے چھٹکارا پا سکتے ہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قاعدہ ہے کہ جب کسی بادشاہ یا افسر کے دربار میں حاضر ہونا ہوتا ہے تو پہلے اس امر کی تیاری کی جاتی ہے کہ حسب استطاعت اچھے اور صاف کپڑے ہوں۔ صفائی اور پاکیزگی کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا ہے اسی طرح اسلام نے حکم دیا ہے کہ نماز سے پہلے یہ طہارت و پاکیزگی بدرجہ اتم حاصل کرو تا کہ اس کے قرب و حضوری کے قابل بن سکو۔

اذان سن کر کیا کہنا چاہیۓ

پہلی صدا جو ایک مسلمان کے کان میں پڑتی ہے وہ بانگ نماز ہے۔ اس میں اللہ والوں کو عبادت الٰہی اور فلاح و نجات کی طرف بلایا جاتا ہے جس وقت ایک مسلمان اس بانگ فلاح کو سنے تو چاہیۓ کہ اسے دل کے کانوں سے سنے۔ جس کام میں مشغول ہو اسے چھوڑ دے۔ امور دنیا سے منہ موڑ لے اور خانہ خدا میں عبادت الٰہی کے لئے آجائے۔ ان ظاہری آداب کے علاوہ اس کی روح یہ ہے کہ اس صدا سے ندائے قیامت کو یاد کرے اور یہ سمجھ کر اپنے دل کو شاد کرے کہ جو کوئی دنیا میں ندائے اذان پر اپنے دنیاوی امور چھوڑ کر لبیک کہے گا وہ قیامت کے روز ندائے قیامت سے بشارت پائے گا اور عذاب الٰہی سے نجات و رستگاری حاصل کرے گا۔

یاد رہے طہارت سے مقصود صرف بدن اور کپڑوں کا پاک کرنا نہیں بلکہ اس میں دل کی صفائی بھی شامل ہے یعنی برے اخلاق اور خدا کی نافرمانی سے اپنے دل کو پاک کرے۔ یہ طہارت باطنی طہارت ظاہری کی روح ہے۔ اگر یہ حاصل نہ ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ نمازی کا غسل و وضو محض رسمی اور بے جان ہے۔ خدا کی نگاہ دل پر ہے اس کا پاک صاف ہونا اصل مقصد ہے۔ بدن صورت نماز کی جگہ ہے اور دل کی حقیقت نماز کی منزل ہے۔

ستر عورت

ستر عورت کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اپنے اعضائے تہائی کو چھپایا جائے۔ اس سے مقصود صرف یہی نہیں کہ اعضائے زشت و زبوں کو خلق کی نگاہ سے چھپایا جائے بلکہ اس کی روح یہ ہے کہ جو امر باطن میں برا اور ناجائز ہے اسے ترک کر دیا جائے اور یہ جان لے کہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حق تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ باطنی طہارت کی صورت یہ ہے کہ گزشتہ گناہوں پر نادم و پشیمان ہو اور یہ عزم بالجزم کرلے کہ آئندہ پھر گناہ نہ کروں گا۔ تو یہ گناہوں کو برباد کر دیتی ہے۔ اگر ایسا نہیں کر سکتا تو ان گناہوں پر اپنے آپ کو اس قدر ذلیل و شرمسار کرے اور اس طرح اپنے پروردگار کے سامنے نماز کے لئے کھڑا ہو جیسے غلام کوئی جرم و خطا کر کے بھاگ گیا ہو اور پھر ڈرتا ڈرتا اپنے مالک کے سامنے آئے اور ذلت و رسوائی سے سر نہ اٹھائے۔ گویا اس طرح اپنے بدن پر ندامت و پشیمانی کی حالت طاری کر دے۔

استقبال قبلہ

اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ ہر طرف سے اپنا منہ پھیر کر قبلہ رو ہو جائے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ اپنے دل کو خدا کی طرف متوجہ کرے تا کہ ظاہر و باطن دونوں میں مطابقت ہو جائے اور دل و زبان میں یکسانیت پیدا ہو جائے جس طرح ظاہری قبلہ ایک ہے اسی طرح قبلۂ دل بھی ایک ہے یعنی حق تعالیٰ۔ خیالات پریشان میں دل کو مشغول رکھنا ایسا ہے جیسا منہ کو ادھر ادھر پھیرنا۔ جس طرح منہ پھیرنے سے نماز کی صورت باقی نہیں رہتی اسی طرح دل بھٹکنے سے نماز کی روح و حقیقت باقی نہیں رہتی۔

رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں:

"جو شخص نماز کے لئے کھڑا ہو اور اس کا منہ، دل اور خواہش خدا کی طرف متوجہ ہوں تو وہ نماز سے اس طرح باہر آتا ہے گویا اپنی ماں کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہوا ہے یعنی وہ تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے"۔

اچھی طرح سمجھ لو کہ جس طرح قبلہ سے منہ پھیر لینا نماز کی صورت کو باطل کر دیتا ہے اسی طرح دل کا خدا تعالیٰ کی طرف سے پھیر لینا اور خیالات دنیوی میں مشغول رہنا نماز کی روح و حقیقت کو زائل کر دیتا ہے۔ پس نماز میں اپنے دل کو خدا کی طرف متوجہ رکھنا چاہئے۔ اس مقصود کو حاصل کرنے اور دل کو مرکز اطمینان کی طرف لانے کے لئے قبلہ رو ہوتے وقت یہ قرآنی آیت تلاوت کی جاتی ہے:

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹﴾ (انعام)

یعنی میں نے اپنے چہرے کو خالق ارض و سما کی طرف متوجہ کیا خالص طور پر اور میں مشرکین میں سے نہیں۔ یہ قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے جس کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ ہو۔

دعائے استقبال کی تشریح

آج سے غالباً پانچ ہزار سال پیشتر جب کہ ظلمت کدۂ عالم میں ہر طرف کفر و شرک کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ خلاق عالم اور مسجود حقیقی کی عبادت تو کجا نام تک سے کوئی واقف نہ تھا۔ ایسے تیرہ و تار زمانہ میں ایک عظیم الشان و جلیل القدر ہستی عالم قدس سے عالم ناسوت میں جلوہ فرما ہوئی جس کا پیارا نام ابراہیم علیہ السلام ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَ خَلِیْلِہٖ۔

آپ ایک ایسے زمانہ میں آئے جب ہر طرف کفر و شرک، انسان پرستی، بت پرستی اور ستارہ پرستی کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ہدایت و رہنمائی کی ایک ادنیٰ سے کرن بھی موجود نہ تھی مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام مصنوعی و فرضی خدائیوں کو ٹھکراتے ہوئے اور فریب نظر و کید تخیل کے پردوں کو تار تار کرتے اپنے معبود حقیقی تک جا پہنچے اور حضرت حق جل شانہ کی درگاہ میں سر بسجود ہو کر فرمایا: اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ (انعام:80) یعنی میں اس فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ پر ایمان لایا جس نے باغ عالم کو آراستہ و مزین کیا جس کے دست قدرت نے ہر طرح کی گلکاریوں سے عقل انسانی کو مبہوت بنا رکھا ہے۔ میں نے اپنے دل اور دماغ کو ماسوی اللہ اور اوہام باطلہ سے پاک و صاف کر لیا اور میں مشرکین میں سے نہیں۔ نمازی کو استقبال قبلہ کے وقت اس تاریخی منظر کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔

قیام

اس کا ظاہر یہ ہے کہ اپنا سر جھکا کر اپنے خالق و مالک کے سامنے عاجزی کے ساتھ کھڑا رہے اور اس کی روح و حقیقت یہ ہے کہ دل سب حرکتوں سے ٹھہر جائے یعنی تمام خیالات سے باز رہے۔ حق تعالیٰ کے سامنے قائم و حاضر ہونا اور اپنے اعمال و افعال ناشائستہ کا ظاہر ہونا یاد کرے اور سمجھے کہ اس وقت بھی حق تعالیٰ پر سب کچھ ظاہر و عیاں ہے۔ میرے دل میں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جو کچھ ہے خدا اس کا عالم و ناظر ہے۔ میرے ظاہر و باطن دونوں پر اس کی نگاہ ہے اور زبان سے جو کچھ کہے اس کو سمجھتا جائے اور اپنے اعمال پر نظر کرے کہ وہ کہاں تک ان الفاظ فاتحہ سے مطابقت رکھتے ہیں مثلاً نمازی سورہ فاتحہ میں اپنے خدا سے یہ وعدہ اقرار کرتا ہے کہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۝ (فاتحہ) یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد بھی مانگتے ہیں۔ تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے اس کی توفیق بھی مانگتے ہیں کہ ہم راہ عبودیت پر قائم رہیں اب دیکھئے کہ میرے اعمال کہاں تک اس عقیدہ کے مطابق ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ نماز مغرب میں امامت کر رہے تھے۔ جب مذکورہ بالا آیت پر پہنچے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے پوچھا اے شیخ کیا وجہ تھی کہ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے فرمایا کہ جب میں نے اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۝ (فاتحہ) کہا تو میں ڈرا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ اے دروغ گو تو مجھ سے مدد مانگتا ہے تو پھر بیماری کی حالت میں طبیب کی طرف کیوں متوجہ ہوتا ہے۔

یہ ہے قیام کا حقیقی مفہوم اور اس کا باطن جو حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعہ سے ظاہر ہے مگر یاد رہے یہ مقام انہی بزرگان دین کے لئے خاص تھا اور یہ غلبہ حال کا نتیجہ تھا۔ یہاں مقصود صرف یہ دکھانا ہے کہ نمازی کو قیام کی حالت میں اسی طرح اپنے اعمال واقوال پر نظر رکھنی چاہیۓ۔

رکوع وسجود

رکوع وسجود کی ظاہری صورت عاجزی وفروتنی ہے اور دل کی فروتنی اس کا اصلی مقصود ہے۔ رکوع وسجود اس لئے مقرر کیئے گئے ہیں کہ نمازی اپنے شریف و بہترین اعضاء کو خاک پر رکھ کر اپنے آپ کو کمزور ثابت کرے اور خدا کی عظمت و کبریائی کا عملی اظہار کرے۔ وہ جان لے کہ خاک میری اصل ہے اور خاک ہی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ رکوع وسجود سے نمازی کا تکبر وغرور خاک میں ملتا ہے اور عاجزی وانکساری کا پاکیزہ جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

قراءت واذکار نماز

نماز میں جتنے کلمے زبان سے ادا کیئے جاتے ہیں نماز میں صرف ان کا دہرانا مقصود نہیں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بلکہ ان کی اصلی غرض یہ ہے کہ ان کی حقیقت اور ان کے مطالب کو بھی سمجھیں اور ان کے مطابق اپنے اعمال کریں۔ یعنی قائل کا دل اور جسم ان کلموں کے مطابق ہونا چاہیے۔ مثلاً اللہ اکبر کے یہ معنی ہیں کہ خدا سب سے بڑا ہے۔ اس بڑائی کا اعتراف صرف زبان سے نہیں بلکہ عمل سے بھی کرنا چاہیے۔ اس طرح کہ صرف اللہ ہی کی عبادت کرے اسی کو اپنا خالق و مالک اور حاجت روا سمجھے۔ اس سے محبت کرے اور صرف اسی سے ڈرے۔ اگر نمازی کے دل میں خدا سے زیادہ اور کوئی چیز بھی بڑی اور محبوب و عزیز ہو تو وہ اللہ اکبر کہنے میں جھوٹا ہے کیونکہ جب اس کے نزدیک خدا سے زیادہ کوئی چیز عزیز ہوگی اور وہ خدا اور رسول کے مقابلے میں کسی اور چیز کا بھی مطیع و فرمانبردار ہوگا تو اس کے نزدیک وہی چیز خدا سے بزرگ ہوئی اور اس کا معبود وہی ہے جس کا وہ مطیع ہے۔ اس چیز کو اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (الجاثیہ:23)

”کیا دیکھا تو نے اسے جس نے ٹھہرالیا اپنی خواہش کو اپنا معبود“۔

پس ہمارا اللہ اکبر کہنا اس وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ ہم خدا سے زیادہ کسی کو بزرگ نہ سمجھیں اور کسی کی ناجائز اطاعت و فرمانبرداری نہ کریں۔

جب اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (فاتحہ:1) زبان سے کہے تو چاہیے کہ اپنے خدا کے بے پایاں الطاف و اکرام یاد کرے اس کی بے انتہا نعمتوں پر نظر رکھے، اپنے دل کو شکر گزار بنائے۔ جب اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (فاتحہ:4) کہے تو چاہیے کہ اخلاص کی حقیقت اپنے دل میں پیدا کرے۔ جب اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (فاتحہ:5) کہے تو چاہیے کہ اس کا دل تضرع و زاری کرے اس لئے کہ وہ خدا سے ہدایت مانگتا ہے۔ اسی طرح تسبیح و تہلیل اور قراءت کے وقت ہر ہر کلمے میں یہی چاہیے کہ کلمہ کی ہر صفت سے اپنے دل کو متصف کرنے کی کوشش کرے تاکہ حقیقت نماز متحقق ہو۔

نماز کی روح

اوپر جو کچھ بیان ہوا وہ نماز کے ہر ہر رکن کے متعلق تھا اب اصل نماز کی روح اور حقیقت بھی معلوم کر لیجئے۔ ہر عبادت اور ہر ذکر کی ایک روح خاص ہوتی ہے۔ اسی طرح

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نماز کی بھی ایک روح ہے اگر نماز میں وہ روح نہ ہو تو وہ نماز مردہ اور بے جان ہے۔ نماز کی اصل روح یہ ہے کہ اول سے آخر تک خشوع و خضوع قلب رہے۔ اس واسطے کہ نماز سے مقصود دل کو خدا تعالیٰ کے ساتھ راست و درست رکھنا اور یاد الٰہی کو کمال تعظیم و تکریم کے ساتھ تازہ کرنا ہے۔ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو اور ظاہر اعمال و ارکان کی پوری پوری پابندی کی جائے تو اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص کی آنکھ تو ہو مگر اس میں بصارت نہ ہو ایسی ہی نماز کے متعلق رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ بہت سے نمازی ایسے ہیں جن کو نماز سے بجز رنج و درماندگی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور یہ امر اس سبب سے ہوتا ہے کہ فقط بدن سے نماز پڑھتے ہیں اور دل غافل رہتا ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ نماز اس طرح پڑھنی چاہیے جس طرح کوئی کسی کو رخصت کرتا ہے یعنی نماز میں ماسوا اللہ کو اپنے دل سے رخصت کر دینا چاہیے اور اپنے آپ کو بالکل نماز میں مصروف کر دینا چاہیے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم اور رسول مقبول ﷺ باتیں کرتے ہوتے تھے لیکن جب نماز کا وقت آ جاتا تو نہ آپ ﷺ مجھے پہچانتے تھے اور نہ میں آپ کو یعنی نماز کا وقت آتے ہی معبود برحق کی عظمت و ہیبت آپ کے ظاہر و باطن پر طاری ہو جاتی تھی۔

رسول اللہ فرماتے ہیں جس نماز میں دل حاضر نہ ہو حق تعالیٰ اس کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔ ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ اپنی نماز میں ہوتا ہے تو جب تک وہ التفات نہیں کرتا خدا اس کی طرف متوجہ رہتا ہے پھر جب وہ التفات کرتا ہے تو خدا اس کی طرف سے اپنی توجہ ہٹا لیتا ہے۔ (19)

مطلب یہ کہ جب بندہ خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ بھی اس کی طرف شفقت و رحمت فرماتا ہے۔ بخشش کا دروازہ اس کے لئے کھول دیتا ہے اور جب بندہ اعراض کرتا ہے تو عذاب الٰہی کا مستحق بن جاتا ہے۔

19۔ سنن ابی داؤد، باب الالتفات فی الصلوٰۃ، جلد 4 صفحہ 133، مکتبۃ الرشد الریاض۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسی سلسلہ میں یہ بات عرض کرنا ضروری ہے کہ نماز دراصل توجہ الی اللہ اور خشوع و خضوع کا نام ہے۔ صرف اوضاع ظاہری کو نماز نہیں کہتے۔ اگر کوئی شخص نماز سے حقیقی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے لازم ہے کہ نماز کی مذکورہ بالا روح اور حقیقت کو مدنظر رکھے اور اس طرح پڑھے جس طرح شارع علیہ السلام کا منشاء ہے۔ اگر جسم نماز میں مشغول رہے اور روح دنیا میں منہمک ہو تو ظاہر ہے کہ ایسی نماز کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ کسی طبیب کے نسخہ سے پورا پورا فائدہ حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ اس طبیب کی ہدایات پر عمل کیا جائے ورنہ وہ نسخہ کوئی فائدہ نہ دے گا۔

آج کل ہماری نمازوں سے وہ فوائد و نتائج کیوں مرتب نہیں ہوتے جو خیر القرون میں ہوتے تھے؟ یہ نماز کا قصور نہیں بلکہ خود ہمارا قصور ہے۔ نماز بے شک دل و دماغ کو روشن کرتی ہے مگر ان کی جو اس کی حقیقت کو سمجھیں اور نماز کو نماز سمجھ کر پڑھیں اور نماز بلاشبہ بے حیائی سے روکتی ہے بشرطیکہ اسے حقیقی معنوں میں ادا کیا جائے۔

نماز میں حضور قلب کیونکر حاصل ہو سکتا ہے

نماز میں دو سبب سے غفلت ہوتی ہے ایک ظاہری سبب سے اور دوسرے باطنی سبب سے۔ ظاہری سبب مانع حضور قلب یہ ہے مثلاً ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں کوئی شور و غل ہو یا کچھ دکھائی سنائی دیتا ہو اور دل کے ادھر متوجہ ہو جانے کا احتمال ہو۔ احتمال ہی نہیں بلکہ ایسا ہونا بظاہر یقینی ہے کیونکہ دل آنکھ کا تابع ہے ظاہر ہے کہ اس کا علاج یہی ہے کہ ایسی جگہ نماز پڑھی ہی نہ جائے جہاں یہ جاذب توجہ چیزیں ہوں۔ خالی جگہ میں نماز پڑھیے۔ یہ بھی جائز ہے کہ کسی تاریک جگہ میں نماز پڑھے یا آنکھ بند کر لے تو بہتر ہے۔ اکثر عابدوں نے عبادت کے لئے خلوت گزینی اختیار کی ہے اور چھوٹا سا ایک مکان بنوایا ہے اس لئے کہ کشادہ مکان میں دل پراگندہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا دستور تھا کہ نماز پڑھتے وقت قرآن، تلوار اور ہر چیز جدا کر دیتے تھے تاکہ ان کی طرف دل متوجہ نہ ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے مکان میں اور ایسی جگہ نماز نہیں ہوتی جس پر تصویریں ہوں یا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور کوئی جاذب نظر چیز موجود ہو۔

دوسرا باطنی سبب یہ ہے کہ پریشان اور پراگندہ خیالات دل میں آ جائیں۔ خیالات پر قابو پانا بہت مشکل اور دشوار امر ہے اور یہ انسان کے اختیار میں ہے بھی نہیں مگر یہ یاد رکھئے کہ خیالات کی دو قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ کسی دنیوی کام میں دل لگا ہوا ہے اس کے سبب خیالات آتے ہیں۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ پہلے اس کام سے فارغ ہو لے اور پھر اطمینان خاطر کے ساتھ نماز پڑھے۔ سچی عبدیت اور کمال تو یہ ہے کہ اپنے دل کو کوشش کر کے اس کام کی طرف سے ہٹا لے اور خیالات پر قابو پانے کی کوشش کرے۔ یہاں تک کہ بعض فقہاء اجازت دیتے ہیں کہ اگر کھانا سامنے ہو اور اشتہاء نفس بڑی تیز ہو تو پہلے کھانا کھا لے تا کہ نماز میں حضور قلب حاصل رہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کو وطیرہ بنا لیا جائے۔ صرف انتہائی شدید بھوک کے عالم میں اس مسئلہ پر عمل کیا جائے کیونکہ کمال عبدیت یہی تو ہے کہ اپنے خیالات اور خواہشات پر قابو حاصل کر کے نماز پڑھے۔ الغرض یہ بہت کمزوری کی بات ہے کہ پہلے دنیاوی کاموں اور خواہشات کی پیروی سے فارغ ہو لے اور پھر نماز پڑھے۔ اس سلسلہ میں یہ اصول یاد رکھنا چاہئے کہ اگر دنیاوی کام اور نفسانی خواہش کے پورا کرنے کا وقت ہے اور اس سے نماز کے افضل وقت میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا تو پہلے ان سب سے فارغ ہو لے اور اگر افضل وقت میں تاخیر ہو تو پہلے نماز پڑھے اور خیالات پر زبردستی قابو پائے۔ بہر حال حکم الٰہی کو اپنے کام پر مقدم رکھنا اور سچا خدا پرست بننا چاہئے۔

دوسری قسم ان خیالات کی ہے جو ایک ساعت میں تمام نہ ہوں۔ واہیات عادت کے خیالات خود بخود دل پر غالب آ جائیں۔ ان کو دور کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ نماز میں جو کچھ زبان سے پڑھتا ہے اس کے معنوں کو سمجھے اور ان میں اپنا دل لگائے۔ اگر عربی زبان سے واقفیت نہیں تو کم از کم اتنا ہی دھیان رکھے کہ میں کون کون سے الفاظ اپنی زبان سے ادا کر رہا ہوں ان کی حرکات پر نظر رکھے بغیر ان دونوں باتوں کے کسی طرح بھی حضور قلب حاصل نہیں کر سکتا۔

حضور قلب کا ایک قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نماز میں اپنی طرف سے کچھ نہ سوچے کہ میں نماز

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پڑھ کر یہ کروں گا وہ کروں گا اور جو خیالات دل میں بغیر مقصد کے آئیں ان سے حضور قلب میں کوئی نقصان واقع نہیں ہوتا۔ ایسے خیالات تو صحابہ کو بھی آتے تھے اور ان کا روکنا ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کوئی ایسی تکلیف نہیں دی جس کی وہ استطاعت نہ رکھتے ہوں۔ ہمارا خدا جس نے ہمیں مذہبی قوانین دیے ہیں وہ ہماری تمام ضرورتوں اور ہماری تمام کمزوریوں سے واقف تھا اور اس نے ہر معاملہ میں ہماری آسانی کو مقدم رکھا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (بقرہ:185)

"اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانیاں چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا"۔

چاروں ارکان کا تقابل

آنحضرت ﷺ نے نماز کو دین اسلام کا ستون قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں جس نے نماز ترک کی گویا اس نے اپنے دین کے ستون کو گرا دیا۔ اس سے نماز کی اہمیت واضح ہے۔ یہ اہمیت بقیہ تین ارکان میں سے کسی رکن کو بھی حاصل نہیں۔ نفس امارہ پر غالب آنا اور نفسانی خواہشات پر قابو حاصل کرنا یہی مذہب کا مقصود ہے اور اس مقصود کو حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ اگرچہ یہ غرض صیام رمضان سے بھی پوری ہوتی ہے مگر روزوں کے ذریعہ ضبط نفس کی مشق صرف سال میں ایک دفعہ ماہ رمضان میں ہوتی ہے اور نماز کے ذریعہ یہ مشق اپنے قوی مؤثرات کے ساتھ دن میں پانچ مرتبہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ بقرہ کے شروع میں جہاں علامات تقویٰ کو بیان کیا گیا ہے وہاں باری تعالیٰ نے علامات تقویٰ کو صرف اقامت صلوٰۃ پر منحصر کر دیا ہے اور اسی کے بیان پر اکتفا فرمایا ہے۔

ارشاد ہے۔

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ (بقرہ:3)

"یعنی متقی وہ ہیں جو غیب پر ایمان لائے اور نماز قائم کرتے ہیں"۔

اس میں ایمان بالغیب کے بعد عبادات اسلامیہ میں سے نماز کو مقدم بیان کیا ہے اور دوسری صفت متقین کی یہ بتلائی ہے کہ وہ نماز کو قائم کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حصول

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تقویٰ میں نماز کو بہت بڑا دخل ہے جیسا کہ گزشتہ تفصیلات سے بھی ظاہر ہے کہ نماز بے حیائی کے کاموں سے روکنے کا قوی تر ذریعہ ہے۔ نماز خیالات معصیت کو فنا کرتی ہے اور ہر طرح انسانیت کی تکمیل کرتی ہے۔

اسلام کے بقیہ تین ارکان سے کوئی نہ کوئی وصف خصوصی حاصل ہوتا ہے مگر نماز تکمیل انسانیت کے اعتبار سے تمام اوصاف وخصائص پر حاوی ہے۔

نماز جامع جمیع عبادات بدنی و نفسی ہے

نماز ہمہ عبادات پر مشتمل ہے۔ چنانچہ جناب رسالت مآب ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ اعمال اسلامی میں کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ معلوم ہوا کہ عبادات اسلامیہ میں سے نماز کو سب پر فضیلت حاصل ہے۔ پھر دیکھئے عبادات جمادات بیٹھنا ہے۔ چرنے والے جانوروں کی عبادت رکوع ہے۔ پرندوں کی عبادت ذکر و تلاوت اسمائے الٰہیہ ہے۔ عبادات حشرات سجود ہے۔ عبادات اشجار و نباتات قیام ہے اور عبادت ملائکہ میں سے بھی ہر ایک کی یہی عبادتیں ہیں۔ نماز ان اقسام پر مشتمل ہے۔ بقیہ تینوں ارکان میں یہ بات نہیں۔

نماز کی فرضیت اس قدر قوی اور ہمہ گیر ہے کہ اس عبادت کی فرضیت کسی وقت بھی ساقط نہیں ہوتی۔ عابد و معبود کا یہ تعلق کسی حالت میں بھی منقطع نہیں ہوتا اور ہو بھی کیونکر۔ بندہ ہونے کا تعلق تو جان نکلنے پر بھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ دیکھئے اگر کسی وجہ سے کوئی آدمی ارکان مقررہ کی ادائیگی سے معذور ہے تو ان کے بغیر ہی نماز ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی کھڑا نہیں ہو سکتا تو بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔ بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا تو لیٹے لیٹے ادا کر سکتا ہے اور اگر زبان بھی ساتھ نہیں دیتی تو اس کی ادائیگی صرف اشارہ ہی سے کافی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت نماز میں جو تعلق بندہ کو خدا کے ساتھ حاصل ہوتا ہے وہ کسی صورت اور کسی حالت میں بھی نہیں ٹوٹتا۔ برخلاف بقیہ ارکان ثلاثہ کے کہ ان کے ارکان مقررہ کی معذوری اور فقدان سے وہ عبادتیں ہی نہیں ہوتیں۔ مثلاً حد سے زیادہ ناتوان بوڑھا شخص روزہ کا فدیہ دے سکتا ہے۔ ارکان حج میں سے اگر کوئی رکن اور کوئی شرط مفقود ہو گی تو سرے سے حج ہی فرض نہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوگا اور اگر کوئی صاحب نصاب نہ ہوگا تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔ یعنی ان عبادات کو وہ جامعیت، ہمہ گیری اور آسانی حاصل نہیں جو نماز کو حاصل ہے۔

روزہ، زکوٰۃ اور حج میں اخلاقی، روحانی، سیاسی اور مادی فائدے کچھ نہ کچھ ضرور ہیں اور ان کی فضیلت واہمیت اپنی جگہ ہے لیکن لفظ عبادت بتلا رہا ہے کہ سب سے اچھی اور جامع عبادت وہی ہوسکتی ہے جس میں عبودیت کی سب سے زیادہ مثال پائی جائے یعنی جس میں ہمارا دل، زبان، آنکھ اور کان وغیرہ جملہ اعضائے ظاہری و باطنی شریک عبادت ہوں۔ ارکان ثلاثہ میں یہ بات صرف نماز کو حاصل ہے۔

حج و زکوٰۃ صرف مالداروں کے لئے مخصوص ہیں اور روزے سال میں ایک ماہ کے رکھنے پڑتے ہیں۔ مگر نماز سب کے لئے عام ہے اس کے روحانی، مادی فوائد ہر شخص ہر حالت میں اور دن میں پانچ بار حاصل کرسکتا ہے اور اس اعتبار سے نماز دینی و دنیاوی دونوں کامیابیوں کی ضامن و کفیل ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

زکوٰۃ کا بیان

اسلام کی حقیقت کسی شخص میں اس وقت متحقق ہوسکتی ہے جب کہ اس کا وجود محض خدا تعالیٰ کے لئے وقف ہوجائے۔ اس کے تمام ظاہری و باطنی قوئی خدا کی راہ میں خرچ ہوں اور وہ کلی طور پر خدا کا ہوجائے۔ نہ صرف اعتقادی اور زبانی طور پر بلکہ عملاً اور حقیقتاً خدا کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والی دو چیزیں ہیں جان اور مال اور انہیں دونوں چیزوں کو خدا تعالیٰ نے خرید کر اپنا قبضہ کرلیا ہے تاکہ اس کے بندوں میں حقیقت اسلام متحقق ہوسکے اور بندہ و خدا کے درمیان رکاوٹ ڈالنے والی چیزیں راہ اطاعت سے ہٹ جائیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں جس کے عوض ان کو جنت ملے گی سو حقیقی مومن خدا کی راہ میں جنگ کرتے ہیں دوسروں کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہوتے ہیں یہ وعدہ اللہ نے اپنے اوپر ٹھہرایا ہے بڑا پکا اور سچا ہے۔ اللہ سے بڑھ کر کون اپنے وعدہ کا پورا کرنے والا ہے۔ پس اے مسلمانوں! خوش ہوجاؤ اس سودے پر جو تم نے کیا اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے"۔ (توبہ: 111)

اس آیت مبارکہ میں باری تعالیٰ عز اسمہ نے مسلمانوں کو دینی و دنیاوی ترقی و کامیابی کا ایک گر بتلایا ہے اور وہ یہ کہ دین و دنیا کا ہر کام پوری توجہ یا پوری طاقت اور پورے دل کے ساتھ سرانجام دینا چاہئے۔ اگر کوئی کام ادھورے دل اور لاپرواہی سے کیا جائے گا تو اس میں کبھی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوگی۔ اس آیت میں ہمیں ترقی و کامیابی کا یہ اصول بتلایا گیا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی جانیں اور دل گویا خدا کی ہیں انہیں ان کو اپنی ملکیت نہیں سمجھنا چاہئے کہ جس طرح اور جہاں چاہیں خرچ کریں بلکہ ان چیزوں کے متعلق ان کی ذہنیت یہ ہونی چاہئے کہ یہ چیزیں خدا کی ہیں اور مسلمان ان کے امین ہیں۔ جب کبھی خدا تعالیٰ ان کو مانگے تو بلاچون و چرا اس کے سپرد کردینا چاہئے۔ پس معلوم ہوا کہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسلام نے ترقی وکامیابی کا گر جانی اور مالی قربانی کو بتلایا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ صدر اول کے مسلمانوں کے تمام کارناموں، فتح مندیوں اور کامرانیوں کی روح رواں یہی جانی ومالی قربانیاں تھیں۔ انہوں نے اسلام کی پہلی آواز پر ہی اپنا جان ومال سب کچھ قربان کر دیا تھا اور جانی ومالی قربانیوں نے ہی ہر طرح فائز المرام و شادکام کیا۔

نماز اور زکوٰۃ کو پہلو بہ پہلو رکھنے کی حکمت عملی

اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ اور جہد للحیات اسلام کی روح اعظم ہے اور جانی ومالی قربانی ترقی کا پہلا قدم۔ اس روح قربانی کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ کو پہلو بہ پہلو رکھا ہے۔ سارے قرآن شریف میں نماز وزکوٰۃ کا ساتھ ساتھ حکم دیا گیا ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (بقرہ:43) کی تکرار اور تلازم نظر آتا ہے۔ اس کی حکمت عملی یہ ہے کہ نماز جانی قربانی سکھاتی ہے اور زکوٰۃ مالی قربانی۔ ان کے تلازم سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ نہ تنہا جانی قربانی کافی ہے اور نہ تنہا مالی قربانی بلکہ دین ودنیا میں فائز المرام وشادکام ہونے کے لئے دونوں ہی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ صرف ایک قسم کی قربانی سے کام نہیں چلتا۔ حق وحریت کی راہ میں دونوں چیزیں قربانی کرنی چاہئیں۔

تاریخ زکوٰۃ

نماز کے بعد افضل العبادت زکوٰۃ ہے۔ ایمان کے بعد نماز کا درجہ ہے اور نماز کے بعد زکوٰۃ کا۔ اللہ تعالیٰ نے ۲۸ مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو بیان کیا ہے۔ جاننا چاہئے کہ ہر آزاد بالغ، عاقل، مسلمان پر جب کہ وہ نصاب کا مالک ہو زکوٰۃ فرض ہے۔ زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور نہ دینے والا فاسق۔ اسلام کے عملی احکام دو حصوں پر منقسم ہیں۔ ایک حصہ حقوق اللہ کے متعلق اور ایک حقوق العباد کے متعلق ہے۔ اسلام کے ان عملی احکام میں سے جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے ایک رکن اعظم زکوٰۃ ہے۔ محدثین کے نزدیک

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مشہور یہ ہے کہ زکوٰۃ ماہ شوال ۲ھ میں زکوٰۃ فطر کے بعد فرض ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ دو ماہ بعد شعبان ۲ھ میں زکوٰۃ فطر کے ساتھ فرض ہوئی۔

وجوب زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کے اس قول وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (بقرہ:43) اور رسول اللہ ﷺ کے قول ادوا زکوۃ اموالکم سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کے وجوب قطعی یعنی فرض ہونے پر اجماع امت ہے۔

زکوٰۃ کی تعریف

لفظ زکوٰۃ تزکیہ سے نکلا ہے جس کے معنی پاک کرنے کے ہیں چونکہ زکوٰۃ انسان کے دل کو بخل اور خود غرضی کی نجاست سے پاک و صاف کرتی ہے اس لئے اصطلاح شرع میں اس کا نام زکوٰۃ رکھا گیا ہے۔ قرآن پاک میں وارد ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ (توبہ:103)

"اے نبی لوگوں کے مال سے صدقہ وصول کرو یہ صدقہ ان کے مال کو طاہر اور پاکیزہ بنادے گا"۔

یہی وجہ ہے کہ زکوٰۃ انبیاء علیہم السلام پر واجب نہیں اس لئے کہ زکوٰۃ بخل وخود غرضی کی نجاست سے پاک کرنے کے لئے فرض ہوئی ہے اور انبیاء علیہم السلام تمام گناہوں سے پاک و معصوم ہوتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت قرآن پاک میں جو یہ آیا ہے۔

وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ (مریم:31)

"یعنی مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کی گئی جب تک میں زندہ ہوں"۔

اس زکوٰۃ سے مراد زکوٰۃ نفس ہے ان رذائل سے جو مقامات انبیاء کے منافی ہیں یا اس سے مراد تبلیغ زکوٰۃ ہے۔

نماز اخلاقی مصلح ہے اور زکوٰۃ مالی مصلح۔ نماز شخصی اخلاق کو بالذات درست کرتی ہے اور زکوٰۃ قومی و اجتماعی امراض کی خاص دوا ہے۔

ترک زکوٰۃ کی سزا

ترک زکوٰۃ کی سزا، ترک نماز کی سزا سے بڑھ کر ہے۔ اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوۃ سے قتال کیا۔ کیونکہ وہ اس کی فرضیت ہی کے منکر ہو گئے تھے حالانکہ بقیہ ارکان کی ادائیگی کا ان کو اقرار و اعتراف تھا۔ اللہ تعالیٰ ترک زکوۃ کی سزا یوں بیان فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (توبہ)

"جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں صرف نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خبر سنا دو"۔

یَّوْمَ یُحْمٰى عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (توبہ)

"چاندی، سونا قیامت کے دن آتش دوزخ میں لال کیا جائے گا اور پھر اس سے تمہاری پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغ لگائے جائیں گے یہ تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا اس کے جمع کرنے کا مزہ چکھو"۔

وجوب زکوۃ کی شرائط

زکوۃ کی دو قسمیں ہیں۔ فرض اور واجب۔ فرض زکوۃ مال ہے اور واجب صدقہ فطر۔ زکوۃ مال کی دو قسمیں ہیں چاندی سونے کی اور اموال تجارت کی زکوۃ۔ دوسرے زروع و اثمار یعنی غلہ اور پھلوں کی زکوۃ۔ احناف کے نزدیک وجوب زکوۃ کی آٹھ شرطیں ہیں جن کو میں علیحدہ علیحدہ تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔

۱۔ اسلام، کافر اور مرتد پر زکوۃ واجب نہیں۔

۲۔ بلوغ، لڑکے پر واجب نہیں۔

۳۔ عقل، مجنون پر واجب نہیں۔

۴۔ حریت یعنی آزاد ہونا، غلام اور مکاتب پر زکوۃ نہیں۔

۵۔ قرض دار نہ ہو مثلاً اگر کسی کے پاس پانچ سو روپے ہیں اور وہ اتنے ہی کا قرض دار

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔(20)

۶۔ مال نصاب پر پورا ایک سال گزر جائے۔ سال سے پہلے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

۷۔ مال نصاب کا مالک ہو، مال وقف پر اور نصاب سے کم مال پر زکوٰۃ نہیں۔

۸۔ مال بڑھنے والا یا تجارت کے لئے ہو۔

سونے چاندی کا نصاب

جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو اور ایک سال تک باقی رہے۔ روپے کے حساب سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ جس کے پاس چون روپے تیرہ آنے ۲ رتی بھر چاندی ہو یا سات روپے بارہ آنے ۵ رتی بھر سونا ہو(21) اور سال بھر تک باقی رہے تو سال گزرنے پر اس کی زکوٰۃ دینی واجب ہے اگر اس سے کم ہو تو واجب نہیں۔

اونٹ، گائے، بکری، بھیڑ، دنبا، گدھے اور گھوڑے پر بھی زکوٰۃ ہے مگر اس میں چار شرطیں ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ یہ جانور گھر میں نہ پلتے ہوں بلکہ چراگاہ میں پلتے ہوں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ ایک سال ملک میں رہیں اگر سال گزرنے سے پہلے ملکیت سے نکل جائیں تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

تیسری شرط یہ ہے کہ اس مال سے تونگر ہو اور اس کی تصرف میں رہا ہو۔ اگر کم ہو گئے ہوں یا کوئی ظالم لے لے تو زکوٰۃ نہیں۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ اس کے پاس مال نصاب اتنا جمع ہو جس سے وہ تونگر ہو۔

جانوروں کا نصاب

اونٹ جب تک پانچ نہ ہوں ان کی زکوٰۃ واجب نہیں اور پانچ اونٹ میں ایک بکری بطور زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور بکری ایک سال سے کم کی نہیں۔ بیل گائے جب تک تیس نہ

20۔ پانچ سو روپے کوئی معین تعداد نہیں حالات کے مطابق اس میں تبدیلی ہو گی۔

21۔ روپوں کی تعداد بھی حالات کے مطابق بدل جائے گی۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوں ان پر زکوٰۃ نہیں۔ جب تیس ہو جائیں تو ان کی زکوٰۃ ایک سال کا بچھڑا واجب ہے اور چالیس ہوں تو دو سال کا بچھڑا۔ چالیس بکریوں تک زکوٰۃ نہیں اگر چالیس ہو جائیں تو ایک بکری زکوٰۃ دینی پڑے گی۔

غلہ اور میوہ پر بھی زکوٰۃ ہے جس کے پاس آٹھ سو من گیہوں ہوں یا اتنی ہی جو، خرما اور منقی وغیرہ قوت حاصل کرنے والی چیزیں ہوں جیسے مونگ چنے اور چاول وغیرہ تو اس پر عشر واجب ہوگا۔ یعنی دسواں حصہ اگر پیداوار کو تالاب کے پانی سے بھی سیراب کیا گیا ہو تب بھی عشر واجب ہوگا۔

چند ضروری مسائل

اگر سال کے اول و آخر میں مالک رہا مگر درمیان میں دو تین ماہ نصاب کا مال نہ رہا ہو تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ مثلاً کسی کے پاس چھ مہینے تک دس تولے سونا رہا درمیان میں آٹھ تولے جاتا رہا صرف دو تولے رہ گیا مگر پھر آخر سہ ماہی میں پورا دس تولے ہو گیا ہو تو اس کی زکوٰۃ دینی لازم ہے ہاں اگر سال کے درمیان میں سارا ہی مال جاتا رہے اور آخر سال اتنا ہی آ جائے تو جس وقت سے دوبارہ مال حاصل ہوا ہے تو سال کی ابتدا اسی وقت سے ہوگی۔

اگر کسی کے پاس نہ تو پوری مقدار چاندی کی ہو اور نہ پوری سونے کی بلکہ کچھ چاندی اور کچھ سونا اور دونوں کی قیمت ملا کر ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے اگر دونوں چیزیں اتنی تھوڑی ہیں کہ دونوں کی قیمت ملا کر بھی چاندی یا سونے کا نصاب پورا نہیں ہوتا تو پھر واجب نہیں۔

سونا چاندی کے برتن و زیور اور سچے گوٹہ وغیرہ سب پر واجب ہے چاہے یہ اشیاء استعمال کے لئے رکھی ہوں یا ویسے یہ غیر مستعمل۔ مطلب یہ ہے کہ سونے چاندی کی ہر چیز پر زکوٰۃ ہے۔ سونے چاندی کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں جیسے لوہا، تانبہ، پیتل اور کانسی وغیرہ اور ان چیزوں کے بنے ہوئے برتن نیز کپڑا، جوتا اور دیگر سامان اگر یہ سب چیزیں بھی تجارت کے لئے ہوں اور ان کی قیمت سونے چاندی کے نصاب کے برابر ہو جاتی ہو تو زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

گھر کے اسباب پتیلی، دیگچہ، سینی، لگن، صندوق، کھانے کے برتن اور رہائش کے مکانات، پہننے والے کپڑے، موتیوں کے ہار، جواہر کا زیور، چارپائیاں اور پلنگ وغیرہ پر زکوٰۃ واجب نہیں چاہے یہ چیزیں مستعمل ہوں یا غیر مستعمل۔ دونوں صورتوں میں زکوٰۃ واجب نہیں بشرطیکہ یہ گھریلو اشیاء تجارت کے لئے نہ ہوں اور اگر یہ چیزیں تجارت کے لئے ہوں تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

سوداگری کا مال شرع میں وہ سمجھا جاتا ہے جو سوداگری کی نیت سے خریدا جائے۔ اب خواہ اس کو فروخت کرے یا نہ کرے زکوٰۃ دینی ہوگی اور جو مال سوداگری کے لئے نہ خریدا گیا ہو اور بعد میں اس کو فروخت کیا جائے تو وہ سوداگری کا مال نہ سمجھا جائے گا اور نہ اس پر زکوٰۃ ہوگی۔

زکوٰۃ نہ دینے کی سزا

حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص مالک نصاب ہو کر زکوٰۃ نہ دے گا اس کا مال قیامت کے روز سانپ بن کر اس کے گلے میں طوق ہوگا اس کے گالوں پر کاٹے گا اور کہے گا میں تیرا وہ مال ہوں جس کی تو نے زکوٰۃ نہ دی تھی۔ نیز حدیث میں آیا ہے کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے زکوٰۃ نہ دینے والا مجھ میں داخل نہ ہو۔

مستحق زکوٰۃ کون ہیں؟

ہر مومن کا دعویٰ ہے کہ وہ سب چیزوں سے زیادہ خدا کو دوست رکھتا ہے اور دعوے کے لئے دلیل وثبوت کی ضرورت ہوا کرتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس دعویٰ کے جواب میں فرماتا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:92)

"یعنی تم ہرگز ہرگز حقیقی نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک تم اپنی محبوب چیز کو خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو"۔

سب جانتے ہیں کہ انسان کو دنیا میں سب سے پیاری چیز مال ہے۔ انسان اس کی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

محبت میں اندھا ہو کر بڑے بڑے جرائم کرتا اور اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مال کی محبت اور بخل و خود غرضی سے دلوں کو پاک وصاف کرنے کے لئے زکوٰۃ کا حکم دیا ہے کہ اپنے مال کا چالیسواں حصہ لازمی طور پر زکوٰۃ نکالا کرو اور اس میں سے زیادہ بھی اگر ممکن ہو تو خیرات کیا کرو تا کہ تمہارا دعویٰ محبت سچا ثابت ہو۔

اسلام نے جو عبادت کے طریقے ہمارے لئے مقرر کیے ہیں وہ ہمارے ایمان کی آزمائش کا ذریعہ ہیں ان سے خود ہم کو تمام بنی نوع انسان کو اپنی قوم کو ہی فائدہ پہنچتا ہے۔ ان کے ذریعے ہمارے اخلاق و عادت کی درستی و اصلاح ہے۔ ہماری دنیاوی حالت بہتر ہوتی ہے اور ہماری حیات انفرادی و اجتماعی میں توحید و انضمام پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ زکوٰۃ و خیرات کا مقصد یہ قرار دیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے ہم بخل و خود غرضی کی خبیث عادت سے پاک ہوں دوسرا قوم کے امراء و غرباء میں توازن و ہمدردی قائم ہو اور تیسرا قومی جذبات کی تکمیل ہو۔ قوم کے دولت مند غریبوں و ناداروں کی امداد و دست گیری کریں اور قوم میں کوئی بھوکا ننگا نہ رہے۔

اسلام نے مال کو قوام زندگی بتلایا ہے اور زکوٰۃ کے ذریعہ ایک قومی بیت المال قائم کرنا چاہا ہے جس سے قومی مصارف پورے ہوں اور مسلمان مالی، معاشی اور سیاسی اعتبار سے دنیا کی کسی قوم سے پیچھے نہ رہیں ان میں گداگری کی لعنت نہ پیدا ہو اور وہ اغیار و اجانب کے غلام و محکوم و دست نگر نہ رہیں۔ ان اغراض کی تکمیل کے لئے اسلام نے زکوٰۃ و خیرات کا نظام قائم کیا ہے۔ ابتدائے اسلام میں زکوٰۃ حکومت کے ٹیکس کی طرح وصول کی جاتی تھی اور اس طرح جو روپیہ جمع ہوتا تھا اسے بہترین قومی مصارف پر صرف کیا جاتا تھا۔

اسلام نے جہاں زکوٰۃ کی ادائیگی پر حد سے زیادہ زور دیا ہے وہاں سختی کے ساتھ اس امر کی بھی تاکید کی ہے کہ زکوٰۃ کا روپیہ برمحل یعنی قوم کی حقیقی ضروریات پر خرچ ہو نہ کوئی انفرادی طور پر دے اور نہ لے بلکہ سب روپیہ ایک جگہ جمع ہو اور بہترین قومی مصارف پر صرف کیا جائے۔ اس لئے اسلام نے مصارف زکوٰۃ بھی کھول کر بیان کر دیے ہیں۔

جب تک مسلمان زکوٰۃ و خیرات ادا کرتے رہے اور صحیح طور پر خرچ کرتے رہے ان کی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مالی حالت بہتر رہی اوران میں گداگری کی لعنت پیدا نہ ہونے پائی مگر جب انہوں نے اس نظام کو چھوڑ دیا تو ان پر غربت وافلاس نے قبضہ کرلیا اور لاکھوں کی تعداد میں بھیک منگے و گداگر پیدا ہو گئے۔ زکوٰۃ وخیرات کے بے محل خرچ نے اگر سچ پوچھو تو مسلمانوں کی مالی حالت اور غیرت وخودداری کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا ہے اس لئے زکوٰۃ دینے والوں کو چاہئے کہ وہ زکوٰۃ دیتے وقت مستحق وغیر مستحق کا لازمی طور پر خیال رکھیں تا کہ زکوٰۃ کے قومی وتمدنی فوائد ونتائج پیدا ہوں اور زکوٰۃ کے بے محل استعمال سے قوم تباہ نہ ہو۔

مسکین اور فقیر

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں جہاں مصارف زکوٰۃ کو بیان فرمایا ہے وہاں سب سے پہلے فقیروں اور مسکینوں کو رکھا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾ (توبہ)

یعنی زکوٰۃ وخیرات کے مذکورہ ذیل مصارف ہیں اول یہ کہ زکوٰۃ وخیرات کا مال فقیروں اور مسکینوں کو دیا جائے۔

اس آیت مقدسہ میں فقر کو مقدم کیا ہے کیوں کہ وہ سوائے عامل ومکاتب اور ابن سبیل کے جملہ مصارف زکوٰۃ کی شرط اول ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔

ان المسکین من لا شیء له اصلا والفقیر من یملک شیئا۔(22)

"مسکین وہ ہے جو اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھتا ہو اور فقیر وہ ہے جو کسی قدر کا مالک ہو"۔

بعض کہتے ہیں کہ مسکینوں سے مراد وہ نیکوکار اور حاجت مند لوگ ہیں جو کسب معاش سے واقعی معذور ہوں یعنی کمانے کھانے کی طاقت نہ رکھتے ہوں یعنی مسکین وہ شخص ہے جو باوجود حاجت مند ہونے کے شرم وحیا کی وجہ سے کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔ باقی

22۔ ردالمحتار، باب المصرف 284/30، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اصطلاح فقہاء میں فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس خود بھی کچھ مال ہو لیکن قدرِ نصاب سے کم ہو اور مسکین وہ شخص ہے جو ایک دن کی خوراک اور بقدر پوشش لباس کا بھی مالک ہو اور بغیر سوال کئے ایک دن بھی بسر نہ کر سکتا ہو۔

عاملین

مصارف زکوٰۃ میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے درجہ پر عاملوں کو رکھا ہے یعنی وہ لوگ جو زکوٰۃ و خیرات وصول کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ہوں ان کی تنخواہیں بھی زکوٰۃ کے مال سے دی جاتی ہیں اگرچہ عامل غنی ہی ہو۔

زکوٰۃ کا تیسرا مصرف وہ لوگ ہیں جن کو اسلام کی طرف مائل کرنا مقصود ہو جیسے نو مسلم ایسے لوگوں کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

چوتھا مصرف غلاموں کی گردنوں کو قید غلامی سے آزاد کرانا ہے یعنی زکوٰۃ کے روپے سے غلاموں کو بھی آزاد کرایا جاسکتا ہے خواہ ان کو خرید کر آزاد کر دیا جائے یا اور کسی صورت سے مال صرف کر کے انہیں آزاد کرایا جائے۔

پانچواں مصرف قرض دار ہیں یعنی قرض داروں کا قرضہ ادا کرنے میں زکوٰۃ کے مال سے مدد دی جائے تاکہ ایک مسلمان بھائی قرضہ کی مصیبت سے نجات پائے۔

چھٹا مصرف مجاہدوں کی امداد ہے جو لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں ان کے لئے ساز و سامان، ہتھیار اور ضروری مصارف زکوٰۃ کے مال سے مہیا کئے جائیں اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو کسی نہ کسی طرح دین الٰہی کی خدمت کرتے ہیں مثلاً دینی مدارس، اسلامی انجمنیں، مبلغین اسلام اور مصنفین وغیرہ۔ اسی میں طلباء بھی داخل ہیں جو دینی علم حاصل کرتے ہوں۔

ساتواں مصرف مسافروں کی امداد ہے یعنی زکوٰۃ کے مال میں سے مسافروں کا زادِ راہ اور ضروری سامان خورد و نوش دیا جاسکتا ہے اگرچہ مسافر اپنے وطن میں مالدار ہی ہو مثلاً اگر کوئی مال دار شخص سفر میں بے خرچ ہو جائے تو زکوٰۃ کے روپے سے اس کی مدد کی جاسکتی ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وہ لوگ جن کو زکوٰۃ دینا منع ہے

ا۔سادات کرام کو زکوٰۃ دینا منع ہے اس کا سبب ان کی شرافت نفس اور خاندانی اعزاز ہے۔رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔

اِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا هِیَ مِنْ اَوْسَاخِ النَّاسِ وَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

"یعنی یہ صدقات لوگوں کا میل ہوتا ہے اس لئے یہ نہ محمد ﷺ کے لئے حلال ہیں اور نہ آل محمد ﷺ کے لئے"۔

۲۔جو شخص مالدار یعنی صاحب نصاب ہو اس کو بھی زکوٰۃ دینا منع ہے کیونکہ ایسا شخص شرعاً غنی اور مالدار ہے ایسے شخص کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں۔

۳۔مالدار شخص کے مفلس نابالغ بچہ کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

۴۔شوہر کا بیوی کو اور بیوی کا شوہر کو زکوٰۃ دینا منع ہے۔

۵۔کافر کو بھی زکوٰۃ دینا منع ہے۔

۶۔اپنی اصلی دادی، دادا، پردادا، نانا، نانی، والدین اور وہ تمام رشتہ دار جن کی اولاد میں زکوٰۃ دینے والے داخل ہوں ان سب کو زکوٰۃ دینا منع ہے اور جو لوگ اس کی اولاد میں داخل ہیں مثلاً پوتا، پوتی، پرپوتی، نواسا، نواسی اور بیٹا، بیٹی وغیرہ کو بھی زکوٰۃ دینا ناجائز ہے یعنی اپنی اصل وفرع میں سے کسی کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔

۷۔زکوٰۃ کے روپے سے پل، کنواں اور مسجد نہیں بنوائی جا سکتی نہ لاوارث مردہ کا گور و کفن کرنا جائز ہے اور نہ مردے کی طرف سے اس کا قرض ادا کیا جا سکتا ہے۔

نیز جو گداگری کو اپنا پیشہ بنالے اس کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

کس کس کو زکوٰۃ دینا افضل ہے؟

اسلام نے سب سے پہلے زکوٰۃ و خیرات کا مستحق ذوی القربیٰ یعنی اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو قرار دیا ہے۔اس لئے رشتہ داروں کی مدد کرنی سب سے مقدم ہے اس سے دو

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ثواب حاصل ہوتے ہیں ایک تو صلہ رحمی یعنی رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنے کا اور دوسرا زکوٰۃ کا۔ بس عزیز و اقربا کو زکوٰۃ دینا افضل ہے۔ ثواب زیادہ ہونے کے علاوہ اس میں اور بھی بہت سے معاشرتی فائدے ہیں اس سے کنبہ میں باہمی محبت اور رواداری پیدا ہوتی ہے اور فتنہ وفساد کی جڑ کٹتی ہے اسلام کی تعلیم ہے کہ ذوی القربیٰ کا ہر حال میں خیال رکھو۔

ذوی القربیٰ سے مراد باشندے بھی ہیں یعنی اپنی بستی، اپنے گاؤں، اپنے شہر کے مسلمانوں کی اصلاح وفلاح پر زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کرنا بھی افضل ہے۔ پہلے اپنے شہر والوں کی ضرورتوں کو پورا کرو پھر دوسری جگہ کے باشندوں کا خیال رکھو یہ نہ ہو کہ تمہارے شہر کے دینی کام تو ادھورے پڑے رہیں اور تم دوسرے شہر والوں کی امداد کرتے رہو۔

فقراء اور مساکین میں یتامیٰ بھی داخل ہیں اور فقراء ومساکین میں سب سے پہلے امداد کے مستحق یتیم ہیں۔ یتیم اس نابالغ بچہ کو کہتے ہیں جو ہنوز تعلیم وتربیت کا محتاج ہے اور کسب معاش پر قادر نہ ہو جو سن رشد کو بھی پہنچ گیا ہو مگر اپنا نفع ونقصان سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور اس کا باپ چھوڑ کر مر جائے تو وہ بھی یتیم ہے۔ اگر باپ کا سایہ سن بلوغ کے بعد سر سے اٹھا ہے تو وہ یتیم نہ کہلائے گا۔ باقی ماں کا زندہ رہنا یا نہ رہنا دونوں برابر ہیں۔ ایسے یتیم بچے سلوک وامداد کے زیادہ مستحق ہیں اور ان کو زکوٰۃ دینا بہت ہی افضل ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ضمناً روزوں کا بیان

نماز کے علاوہ اسلام نے اپنے معتقدین کے لئے اور بھی چند عبادتیں مقرر کی ہیں جن میں نماز کی سی جامعیت تو نہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کسی خاص صفت کے حصول کے لئے فرض کی گئی اور یوں بالواسطہ اس کا اثر بہ ہیئت مجموعی انسان کے اخلاق اور طرز معیشت معاشرت پر پڑتا ہے۔ ان میں سے زکوٰۃ کا بیان ضمناً ختم ہوا اب روزوں کا بیان شروع کیا جاتا ہے۔

روزہ کی تاریخ

روزہ کی ابتداء نہ معلوم کب ہوئی۔ جہاں تک پتہ لگ سکا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود نصاریٰ بھی روزہ رکھا کرتے تھے اس سے زیادہ یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم علیہ التحیۃ والتسلیم تک کوئی آسمانی یا غیر آسمانی مذہب اور کوئی مذہب اور کوئی قوم ایسی نہیں جس میں روزہ کا مفہوم نہ پایا جاتا ہو اور تزکیۂ نفس کا کوئی نہ کوئی ذریعہ نہ مقرر کیا گیا ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں ایام بیض یعنی ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخوں کے روزے فرض تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت پر ہماری طرح رمضان کے روزے فرض تھے۔ ہندو دھرم اور بدھ مت میں بھی برت مذہب کا رکن ہے اور پارسیوں کے ہاں بھی روزے کو بہترین عبادت سمجھا گیا ہے۔ الغرض دنیا کے تمام مذاہب میں روزے کی فضیلت و اہمیت پائی جاتی ہے۔

اسلام کا پہلا رکن نماز ہے۔ دوسرا زکوٰۃ اور تیسرا روزہ۔ یہ اعظم ارکان اسلام میں سے ہے۔ روزہ کی تکلیف چونکہ نفوس پر شاق گزرتی ہے اس لئے اس کو فرضیت میں تیسرا درجہ دیا گیا۔ اسلام نے احکام اسلامیہ کی فرضیت میں یہ روش اختیار کی کہ پہلے نماز جو ذرا ہلکی عبادت ہے اس کو فرض کیا اس کے بعد زکوٰۃ کو اور زکوٰۃ کے بعد روزوں کو۔ حدیث شریف میں بھی یہی ترتیب نظر آتی ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رمضان کے روزے ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوئے ابتدائے اسلام میں جو چاہتا تھا روزہ کے بدلہ دونوں وقت ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا تھا مگر جب آیہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ (بقرۃ:185) نازل ہوئی اور اس میں حکم دیا گیا کہ جو تم میں سے یہ مہینہ پائے وہ روزہ رکھے۔ تو روزہ کے بدلہ مسکین کو کھانا کھلانا موقوف ہوا اور روزہ رکھنا فرض ہو گیا اس سے پہلے کوئی روزہ فرض نہ تھا لیکن بعض علماء کہتے ہیں کہ عاشورہ کا روزہ فرض تھا۔

روزہ کی فرضیت

روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے اور فرض ہے۔ رمضان کے روزے فرض عین ہیں جو کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ (بقرۃ)

”اے ایمان والو! حکم ہوا تم پر روزوں کا جیسا حکم ہوا تھا تم سے پہلوں پر شاید تم متقی اور پرہیز گار ہو جاؤ“۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا تھا ”اے لوگو! رمضان کا بابرکت مہینہ آ پہنچا۔ اس میں روزے رکھنے اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیے ہیں چونکہ روزہ کی فرضیت کتاب و سنت اور اجماع امت سے قطعی طور پر ثابت ہے اس لئے اس کا منکر کافر ہے۔

روزہ کی تعریف

روزہ کے لغوی معنی تو صرف رک جانے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں روزہ کے معنی یہ ہیں کہ انسان صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک عبادت کی نیت سے کھانے پینے اور جماع کرنے سے رکا رہے۔ روزے کی تین قسمیں ہیں۔ فرض، واجب اور نفل۔ رمضان کے روزے اور کفارہ کے روزے فرض ہیں۔ نذر معین یا غیر معین کے روزے واجب ہیں ان کے علاوہ جتنے روزے ہیں سب نفل ہیں۔

روزہ کا وقت صبح صادق کے نکلنے کے وقت سے غروب آفتاب تک ہے۔ روزے کی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نیت فرض ہے زبان سے کچھ کہنا ضروری نہیں بلکہ دل میں صرف یہ نیت کر لینا کافی ہے آج میرا روزہ ہے اگر کوئی شخص زبان سے بھی کہہ دے کہ میں آج کے روزہ کی نیت کرتا ہوں تو مستحب ہے۔

روزہ کی فرضیت کی شرطیں تین ہیں۔ اسلام، بلوغ اور درستی ہوش و حواس، نابالغ اور مجنون پر روزے فرض نہیں اور فرضیت ادا کی دو شرطیں ہیں۔ تندرستی اور اقامہ۔ بیمار کو حالت بیماری میں اور مسافر کو حالت سفر میں افطار کر لینا جائز ہے مگر پھر قضا دینی لازم ہے۔ روزہ صحیح ادا ہونے کے وقت عورت کے واسطے حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے جو عورت حائضہ ہو یا نفساء ہو یا روزہ کی حالت میں حیض و نفاس آ جائے تو اس کا روزہ نہ ہوگا۔ قضا لازم ہے۔

فلسفہ صیام

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات اور اس کی رفعت و عظمت اور تسلط و اقتدار کے آگے تمام کائنات سرنگوں اور انگشت بدنداں و حیراں ہے۔ لیکن یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ انسان کے اس شرف و اعزاز اور عظمت و اقتدار کا معیار اور سبب کیا ہے۔ سو جاننا چاہئے کہ انسان کا شرف اور اعزاز اس بات میں ہے کہ وہ نفس سرکش کو قابو میں لا کر اور اپنی خواہشات پر غالب آ کر فرائض عبدیت بجا لائے اور اپنا منشائے تخلیق پورا کرے۔ تقرب الٰہی و رضائے خداوندی کی تلاش و جستجو اس کا مقدم و اہم فرض ہے۔ اگر ایک انسان اپنے اس فرض عبدیت سے غافل اور نابلد ہے تو وہ ارذل المخلوقات ہے اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ (الشمس)

"جس نے اپنے نفس کو پاکیزہ کر لیا اس نے فلاح پائی اور جس نے ایسا نہ کیا اس نے اپنے آپ کو تباہ کیا"۔

اس سے معلوم ہوا کہ شریف و معزز اور سعادت مند انسان وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو حاصل کرے اور اسے پاکیزہ بنائے۔

نفس کو رام کرنے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ اول یہ کہ نفس کو تمام شہوتوں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور لذتوں سے روک رکھا جائے۔ کیونکہ جب سرکش گھوڑے کو دانہ گھاس نہ ملے تو وہ تابع ہو جاتا ہے اسی طرح نفس کی سرکشی بھی دور ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ اس پر عبادت کا بہت سا بوجھ لاد دیا جائے۔ جس جانور کو دانہ گھاس کم ملے اور اس پر بوجھ بہت سالا د دیا جائے تو نرم ہو جاتا ہے۔ یہی حال نفس کا ہے۔ تیسرا یہ کہ ہر وقت خدا تعالیٰ سے مدد چاہے۔ یہی تین باتیں روزہ میں بدرجہ اتم و اکمل رکھی گئی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ نفس کی قوت توڑنے کے لئے اور اپنی تمام قوتوں کو اعتدال پر لانے کے لئے ہمیں روزہ رکھنے کا حکم ہوا۔ چونکہ روزہ مکسر شہوت و مقلل لغویات ہے اس لئے روزہ سے صفت تقویٰ حاصل ہو جاتی ہے۔

روزہ کے جسمانی و روحانی فوائد

اگر دنیوی اور جسمانی اعتقاد سے دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ روزے مسلمانوں کو چست و چالاک صابر و شاکر، ایک دوسرے کے ہمدرد و غمگسار اور ایک مضبوط و باضابطہ قوم بنانے کا بہترین ذریعہ اور آلہ ہیں۔ اگر وہ حقیقت صوم کو مدنظر رکھ کر پابندی اور خلوص دل کے ساتھ روزے رکھیں تو حریص و طامع اور بندہ شکم ہونے کا مادہ ان میں سے بالکل جاتا رہتا ہے اور وہ انسانی لباس میں فرشتے نظر آئیں اور وہ جسمانی ضبط و قوت حاصل کریں کہ دنیا کی تمام قوتیں و شوکتیں ان کے سامنے سرنگوں ہو جائیں۔

اصول طب کی رو سے روزہ صحت جسمانی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ وہ اس طرح کہ گیارہ مہینے تک جو ردی اور فاسد رطوبتیں بدن میں پیدا ہوتی ہیں اور جمع ہوتی رہتی ہیں وہ ایک ماہ کے روزوں سے سب خشک ہو جاتی ہیں۔ صحت و توانائی میں نمایاں ترقی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں روزوں کے اور بہت سے روحانی، جسمانی و مادی فوائد ہیں۔ یہاں نمونہ کے طور پر صرف چند فوائد و منافع کو بیان کر دیا گیا ہے اب روحانی فوائد بھی سنیئے۔

فرشتے کھانے پینے اور جماع کرنے سے پاک و منزہ ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان خواہشات سے پاک و منزہ ہے۔ اس لئے روزے رکھنے سے انسان ملکی صفات سے متصف اور متخلق باخلاق اللہ ہو جاتا ہے۔ اخلاق و روحانیت کی قوتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور دل و دماغ روشن ہو جاتے ہیں۔ بھوک پیاس کی تکلیف گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے اور انسان ضبط نفس

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے اعتبار سے مکمل انسان بن جاتا ہے۔

روزہ سے مزاج میں عجز وانکساری آجاتی ہے۔ بھوکوں کی مصیبت و تکلیف کا اندازہ ہو جاتا ہے اور اس اندازہ کی وجہ سے بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی اور غربا کی امداد کا تقاضا پیدا ہوتا ہے۔ الغرض روزہ ایک اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ ایک اہل حقیقت کا قول ہے روزہ مرض گناہ کی دوا ہے اور اس سے دل زندہ ہوتے ہیں۔ ایک اور اہل ریاضت نے کہا ہے روزہ بداعمالی کے لئے ڈھال ہے اور نیک اعمالی کے لئے باغ ہے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اس کو محض ایک فاقہ کشی سمجھ رکھا ہے اور اس کی حقیقت پر نظر نہیں۔ جبھی تو یہ اخلاقی روحانی اور مادی فوائد و نتائج حاصل نہیں ہوتے اور وہ بغیر بھوک و پیاس کی تکلیف کے روزوں سے اور کچھ حاصل نہیں کرتے۔

روزہ کی فضیلت و ثواب

رمضان رمض سے مشتق ہے جس کے معنی جلانے کے ہیں یعنی رمضان گناہوں کو جلا دیتا ہے۔ نفس کی سوختگی و تکلیف سے۔ بخاری کی حدیث میں آیا ہے۔

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔(23)

”جس شخص نے رمضان کے روزے ثواب کی نیت سے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے رکھے تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے“۔

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایک دن بھی خدا کے واسطے روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ایسی خندق بنا دے گا جیسا کہ زمین و آسمان کا فاصلہ ہے۔(24)

مصابیح کی حدیث ہے کہ جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور

23۔ صحیح بخاری کتاب الصوم جلد 1 صفحہ 325، دار المعرفۃ للطباعۃ وزارت تعلیم والنشر بیروت لبنان۔

24۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصوم صفحہ 173۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، تمام شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں۔ یعنی بندہ کو وہ تمام اسباب حاصل ہوجاتے ہیں جن سے رحمت الٰہی ان کے شامل حال ہوجاتی ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ رَبَّکُمْ یَقُوْلُ کُلُّ حَسَنَۃٍ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا اِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ وَالصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ۔(25)

"خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر نیکی پر دس گنا سے سات سو گنا تک ثواب ملتا ہے اور روزہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کا ثواب بے حساب ہے کیونکہ روزہ بغیر صبر کامل کے ادا نہیں ہوسکتا اور قرآن شریف میں صاف طور پر آیا ہے کہ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔

روزہ دار صرف خوشنودی باری تعالیٰ حاصل کرنے کے لئے خواہشات نفسانی پر قابو حاصل کرتا ہے۔ ممنوعات الٰہی سے باز رہتا ہے، بھوک و پیاس کی تکلیف و سختی پر صبر کرتا ہے اور مادیات کو ترک کرتا ہے اس لئے وہ صفات الٰہی کا نمونہ بن جاتا ہے۔ اس وجہ سے فرمایا کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزہ رکھنے سے بندہ کو خدائے تعالیٰ کے ساتھ خصوصیت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ صبر سے کام لیتا ہے اس کا تقاضا ہے کہ خدا تعالیٰ ہی اس کے ثواب کے متکفل ہوں اور بے حساب اجر عطا فرمائے۔

ترمذی میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہوتی ہیں ایک خوشی تو روزہ افطار کے وقت اور دوسری خوشی دیدار الٰہی کے وقت۔(26)

نیز صحیحین میں ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک دروازہ

25۔ترمذی شریف، کتاب الصوم، جلد 3 صفحہ 136، حدیث 764، دار الکتب علمیہ

26۔ترمذی شریف، کتاب الصوم، جلد 3 صفحہ 138، حدیث 764، دار الکتب علمیہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے جس کا نام ریان ہے اس میں صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔(27)

روزہ کے مختصر مسائل

مسائل رویت ہلال

شعبان کی ۲۹ تاریخ کو رمضان کا چاند دیکھنا مسلمانوں پر واجب کفایہ ہے۔ اگر کسی بستی کے ایک مسلمان نے بھی چاند دیکھنے کی کوشش کی تو چاند دیکھنے کا حکم سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے۔ اگر ۲۹ تاریخ کو گرد و غبار کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو دوسرے دن شک کی حالت میں روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شک کے روز نفل کی نیت سے روزہ رکھنا جائز ہے مگر رمضان کی نیت سے رکھنا ناجائز ہے۔

آسمان پر گرد و غبار کی وجہ سے صرف ایک دیندار اور عادل مسلمان کی گواہی مقبول ہے اور اگر آسمان غبار آلود نہ ہوا اور مطلع صاف ہو تو رمضان اور شوال دونوں میں ایک بڑی جماعت کی شہادت معتبر سمجھی جائے۔ اس کے لئے کم از کم پچاس آدمیوں کی تعداد مقرر ہے۔

روزہ کی نیت

روزہ کی آٹھ قسمیں ہیں۔ فرض، واجب، سنت، نفل، مکروہ، حرام، فرض معین اور فرض غیر معین۔ رمضان شریف کے روزے فرض معین کہلاتے ہیں اور اگر یہ کسی عذر شرعی کی بناء پر چھوٹ جائیں تو اس کی قضا یعنی ایک روزے کے بدلہ میں ایک روزہ رکھنے کو فرض غیر معین کہتے ہیں۔ کسی کام کے پورا ہو جانے پر خاص دن یا خاص تاریخ میں روزہ رکھنے کو واجب معین یا نذر معین کہتے ہیں اور بلا تعین تاریخ اور بلا تخصیص دن کسی منت پر روزہ رکھنا واجب غیر معین ہے۔ جو روزے خود رسول اللہ ﷺ نے رکھے ہیں یا جن کی بابت آپ نے اپنی امت کو ترغیب و تحریص دلائی ہے ان روزوں کو مسنون یا سنت کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً ایام بیض کے روزے اور عاشورہ و عرفہ کا روزہ ان کے علاوہ جتنے روزے ہیں مثلاً دوشنبہ کا روزہ، پنج شنبہ کا روزہ اور شوال کے چھ روزے یہ سب نفل روزے کہلاتے ہیں۔ شوہر کی بلا اجازت

27۔ صحیح بخاری کتاب الصوم جلد 1 صفحہ 324، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت لبنان۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

روزہ رکھنا یا بلا افطار دو دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے اور ایام تشریق کے تین روزے حرام ہیں۔

ان روزوں میں سے فرض، واجب اور نفل روزوں کے لئے رات سے لے کر دوپہر تک اگر نیت کرے تو درست ہوں گے ان تینوں قسموں کے سوا اور روزوں کے لئے رات ہی سے نیت کرنا لازمی ہے ورنہ درست نہ ہوں گے۔

رمضان کے روزوں کی نیت عربی میں یہ ہے:

وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ۔

"یعنی میں نے ماہ رمضان کے روزے کی نیت کی"۔

مسئلہ: اگر کسی نے دن بھر نہ کچھ کھایا اور نہ پیا اور نہ کوئی خلاف روزہ فعل کیا لیکن روزہ کی نیت نہ تھی تو اس طرح روزہ نہ ہوگا کیونکہ بغیر نیت وقصد کے روزہ نہیں ہوتا۔ رمضان کے روزہ کی نیت رات ہی سے کرنا افضل ومسنون ہے اگر رات سے نیت نہ کی بلکہ صبح ہوگئی اور صبح کو روزہ کا ارادہ کرلیا تب بھی روزہ صحیح ہوگا۔ اسی طرح دوپہر سے قبل ایک گھنٹہ نیت کرنا درست ہے بعد دوپہر کے صحیح نہیں۔ رمضان کے روزہ میں بس اتنا ہی کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یا رات کو اتنا سوچ لے کہ کل میرا روزہ ہوگا۔

سحری کھانا

سحری کھانا مسنون ہے۔ حدیث شریف میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں "یہود ونصاریٰ کے اور ہمارے روزوں میں صرف سحری کا فرق ہے" یعنی وہ سحری نہیں کھاتے اور ہم کھاتے ہیں اور بھوک نہ ہو اور کھانے کی خواہش نہ ہو تو اس سنت پر عمل کرنے کے لئے دو ایک چھوہارے کھالے یا صرف پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لے تاکہ سنت پر عمل ہوجائے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں سحری کھانے میں برکت ہے یعنی بدن میں چستی اور نشاط وقوت قائم رہتی ہے۔

سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ حضرت ابن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی اور پھر صبح کی نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ سحری کھانے میں تاخیر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک صبح صادق کا یقین نہ ہو اس وقت تک

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کھاتے پیتے رہنا چاہیے۔ اور جب صبح صادق نمودار ہو جائے تو پھر کھانا پینا ترک کر دینا چاہیے۔ صبح صادق کی پہچان یہ ہے کہ جب صبح صادق نمودار ہوتی ہے تو مشرق میں سیاہی اور روشنی کی دو دھاریاں نمایاں ہوتی ہیں اور پھر روشنی غالب آ کر تاریکی مٹا دیتی ہے یہی صبح صادق ہے۔

کسی نے اس خیال سے کہ ابھی رات باقی ہے کچھ کھا پی لیا بعد میں معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی یا اسی طرح سورج غروب ہو جانے کے بعد گمان سے روزہ افطار کر لیا بعد میں معلوم ہوا کہ دن ابھی باقی تھا تو ان دونوں صورتوں میں روزہ نہ ہوگا۔ قضا دینی پڑے گی مگر دن بھر کھانے پینے سے بوجہ حرمت رمضان رکے رہنا چاہیے۔

افطار کے مسائل

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنی چاہیے اور افطار میں جلد کرنے والے بندے خدا کو بہت پیارے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تک مسلمان روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے دین کو غلبہ رہے گا۔ افطار میں جلدی کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ آپ آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے ہی روزہ کھول لیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب کا غروب ہونا محقق اور یقینی ہو جائے تو پھر افطار میں محض شبہ اور وہم کی بناء پر افطار میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”میرے بندوں میں زیادہ محبوب بندہ وہ ہے جو افطاری میں جلدی کرے“ روزہ کھولنے کی دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔

”الٰہی میں نے تیرے لئے روزہ رکھا تجھی پر میرا یقین ہے اور تیرے رزق ہی سے میں نے روزہ کھولا“۔

افطار کرنے میں حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچنا چاہیے یعنی صرف اپنی کمائی کی حلال

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شے سے روزے کو افطار کرے۔ چھوہارے یا کھجور سے روزہ افطار کرنا سنت ہے اور باعث ثواب ہے اگر یہ میسر نہ آئیں تو پھر پانی ہی سے افطار کر لے اور اگر دودھ شربت یا اور کسی چیز سے بھی افطار کرے تو کوئی حرج نہیں اور نہ ہی روزہ کا ثواب کم ہوتا ہے۔

جہلاء میں مشہور ہے کہ نمک کی کنکری سے روزہ کھولنے کا بہت ثواب ہے یہ بالکل غلط اور خود ساختہ عقیدہ ہے اسی طرح بعض جہلاء کا خیال ہے کہ اگر کسی دوسرے کی دی ہوئی چیز سے روزہ کھولا جائے تو ثواب کم ہو جاتا ہے۔ بعض تو یہاں تک کہہ دیا کرتے ہیں کہ روزہ کھلوانے والے کو ثواب مل جاتا ہے۔ یہ خیال بھی بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔

روزہ کھلوانے کا ثواب

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کوئی روزہ دار کا روزہ افطار کرا دے تو اس کے صغیرہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملتی ہے اور اس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا روزہ دار کو روزہ رکھنے کا۔ اس پر مزید لطف اور خدا تعالیٰ کا احسان یہ ہے کہ روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا حضور! اگر کسی میں روزہ کھلوانے کی گنجائش نہ ہو تو وہ کیسے ثواب حاصل کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص دودھ کے گھونٹ یا چھوارے کے ایک ٹکڑے یا پانی کے ایک گھونٹ سے بھی کسی کا روزہ کھلوائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی وہی ثواب عطا فرمائے گا اور اگر کوئی ہمت و گنجائش والا پیٹ بھر کر روزہ دار کو کھانا کھلا دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو خاص میرے حوض سے پانی پلائیں گے۔ جس کی ادنیٰ تاثیر یہ ہوگی کہ پھر اس کو کبھی پیاس نہ لگے گی یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو۔

مفسدات صوم

جن باتوں سے قضا و کفارہ دونوں لازم آتے ہیں وہ یہ ہیں۔ قبل یا دبر میں عمداً جماع کرنا، فاعل اور مفعول دونوں پر، جان بوجھ کر کچھ کھا پی لینا۔ مختصراً یہ کہ جو شخص عمداً کچھ کھا پی لے یا جماع کرے تو قضا و کفارہ دونوں لازم آتے ہیں۔(28)

28۔ نور الایضاح، کتاب الصوم، صفحہ 142، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جن باتوں سے صرف قضا دینی پڑتی ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ زبردستی روزہ دار کے منہ میں کوئی چیز ڈالی گئی اور وہ حلق سے اتر گئی۔

۲۔ روزہ یاد تھا مگر کلی کرتے وقت بلا قصد وارادہ حلق میں پانی چلا گیا۔

۳۔ آئی ہوئی قے قصداً حلق میں لوٹا دی۔

۴۔ قصداً منہ بھر کے قے کر ڈالی۔

۵۔ کنکری یا پتھر یا مٹی یا کاغذ نگل گیا۔

۶۔ دانتوں میں اٹکی ہوئی چنے کے برابر کوئی چیز نگل گیا۔

۷۔ کان میں تیل ڈالنے یا عمل پچکاری سے دوا پیٹ میں پہنچ گئی۔

۸۔ نسوار سونگھ لی۔

۹۔ دانتوں سے نکلے ہوئے خون کو نگل گیا۔

۱۰۔ بھولے سے کچھ کھا پی لیا اور یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا قصداً کچھ کھا پی لیا۔

۱۱۔ یہ سمجھ کر کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی سحری کھالی اور پھر معلوم ہوا کہ صبح صادق ہو چکی تھی۔

۱۲۔ ابر و غبار کی وجہ سے یہ سمجھ کر کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے روزہ افطار کر لیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ ابھی دن باقی تھا تو ان سب صورتوں میں قضا دینی پڑے گی۔ (تعلیم الاسلام)

وہ باتیں جن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا

بھول کر کچھ کھا پی لینا یا جماع کر لینا، خواب میں احتلام ہو جانا، شہوت سے دیکھنے کے سبب منی کا نکل آنا۔ تیل ملنا، پچھنے لگوانا، سرمہ لگانا، بوسہ لینا بشرطیکہ جماع کر بیٹھنے اور انزال ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ روزہ نہ رکھنے کی نیت کر کے پھر رکھ لینا۔ حلق میں دھوئیں غبار یا آٹے کا چلا جانا۔ حلق میں دوا کا اثر محسوس ہونا۔ بحالت جنب صبح ہو جانا، خواہ سورج ہی نکل آئے، مکھی کا منہ میں چلا جانا، سوراخ ذکر میں پانی ڈالنا یا دوا کا ڈالنا، نہر یا حوض میں غوطہ مارنے کے سبب ناک یا کان میں پانی چلا جانا، کان کھجانے یا لکڑی کرنے سے پیپ نکل آنا۔ ناک میں بتی ڈال کر چھینک لینا یا قے کا ہو جانا بشرطیکہ منہ بھر کر نہ ہو۔ دانت کی اٹکی ہوئی چیز کا نگل لینا بشرطیکہ وہ گیہوں کے دانہ سے کم ہو۔ ان سب باتوں سے روزہ فاسد نہیں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوتا۔(29)

قضا اور کفارہ کی تعریف

جس شخص کا روزہ مجبوری یا غلطی یا کسی کی زبردستی کی وجہ سے رہ گیا یا ٹوٹ گیا تو اسے صرف ایک روزہ رکھنا۔ اگر کسی کے کئی روزے قضا ہو جائیں تو اسے اختیار ہے کہ جب چاہے اور جس طرح چاہے رکھے۔ پے در پے اور لگا تار رکھنا شرط نہیں۔

روزہ کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے۔ اگر اتنی استطاعت نہ ہو تو دو مہینے کے لگا تار روزے رکھے اگر درمیان میں ایک بھی ترک ہو جائے گا تو پھر نئے سرے سے رکھنے پڑیں گے اگر دو مہینے کے روزے رکھنے کی بھی قوت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلا دینا چاہیے یا ہر فقیر کو نصف صاع گیہوں کا آٹا یا ستو دے دے۔

مکروہات صوم

ان باتوں سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ کسی چیز کا چکھنا، مصطگی وغیرہ کا بلا ضرورت چبانا۔ جس کا نفس پر قابو نہ ہو اس کا بوسہ لینا اور اختلاط کرنا۔ تھوک کا منہ میں جمع کر کے نگل جانا۔ روزہ دار کو ان باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے تاکہ روزہ مکروہ نہ ہو۔

ان باتوں سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا۔ نفس پر قابو ہونے کی صورت میں بوسہ لینا اور اختلاط کرنا۔ تیل ملنا۔ سرمہ لگانا۔ پچھنے لگوانا۔ ظہر کے بعد مسواک کرنا خواہ تر ہو یا خشک۔ وضو کے علاوہ کلی کرنا۔ نہانا اور بدن پر بھیگا ہوا کپڑا اڈالنا۔

آداب روزہ

روزہ کا مطلب محض بھوکا مرنا نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بلا وجہ اور بلا نتیجہ کھانے پینے اور جماع کرنے سے روکا ہے بلکہ یہ ایک بہترین عبادت ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے نفس کو پاکیزہ بنائیں اور اپنی خواہشات پر اپنا نظم وضبط قائم رکھیں۔ پس اصلی روزہ یہ ہے کہ ہم اپنی خواہشات نفسانی اور تمام اعضاء جسمانی کو گناہوں سے روک کر ہمہ تن خدا

29۔ نور الایضاح، کتاب الصوم، صفحہ 140، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

اہل معرفت نے روزہ کے تین درجے قائم کئے ہیں ایک عام لوگوں کا روزہ اور دوسرا خاص لوگوں کا روزہ اور تیسرا خاص الخاص حضرات کا روزہ۔ عوام کا روزہ صرف کھانا پینا اور جماع ترک کرنا ہے۔ خواص کا روزہ یہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی ان پر زیادتی کرے تو اس کو معاف کر دیں اور اپنی زبان کو روک لیں اور خاص الخاص حضرات کا روزہ یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف لو لگائے رکھیں اور سب چیزوں کو ترک کر دیں۔

روزہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی بداخلاقیوں اور لغویات وفضولیات سے کلی طور پر احتراز کیا جائے کیونکہ روزہ کا مقصد اعظم تادیب نفس ہے۔ اگر نفس کھانے پینے اور جماع کرنے کے علاوہ اور دنیاوی جھگڑوں اور برائیوں و بداخلاقیوں میں بدستور پڑا رہے تو روزہ کا کچھ فائدہ نہیں۔ لڑائی جھگڑے، غیظ وغضب، سب وشتم اور غیبت و چغلی سے روزہ دار کو بچے رہنا چاہئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بہت سے روزہ داروں کو روزہ سے سوائے بھوکے پیاسے رہنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ترمذی میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل نہ کرنا چھوڑے تو خدا تعالیٰ کو اس کی کچھ حاجت نہیں کہ وہ اپنے کھانے پینے کو ترک کر دے (30)۔

یہی مضمون ایک دوسری حدیث میں یوں آیا ہے کہ بہت سے روزہ داروں کو سوائے بھوک پیاس کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ پس جان لینا چاہئے کہ روزہ سے مقصود صرف بھوکا پیاسا رہنا نہیں ہے بلکہ شہوت کو توڑنا اور نفس امارہ کو مغلوب کرنا ہے۔ جب یہ مقصود حاصل نہ ہو تو پھر کھانا پینا چھوڑنے سے کیا فائدہ۔

30۔ جامع ترمذی، کتاب الصوم، 87/3 (707)، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ضمناً حج کا بیان

حج چونکہ مرکب ہے مالی اور بدنی عبادت سے، تمام عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے اور اس کا سب سے بڑا منشاء یہ ہے کہ دلوں میں اسلام کی عظمت اور بانی اسلام کی محبت پیدا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو تمام عبادات میں سب سے مؤخر اور مشروط رکھا ہے تا کہ جب مسلمان دیگر فرائض بجالا کر تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن کے مختلف مدارج طے کر لیں تو پھر ان سب باتوں کے اثر سے ان کے دلوں میں اسلام کی محبت و عظمت پیدا ہو اور تمام دنیا کے مسلمانوں میں باہمی رشتہ اخوت و اتحاد مضبوط و مستحکم ہو۔

تاریخ حج

بانی اسلام ﷺ نے بھی ارکان اسلامی میں حج کو مؤخر بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ بنی الاسلام علی خمس (31)۔ اس میں حج کو آخر میں بیان فرمایا ہے۔ تمام عمر میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض عین ہے جو کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا

"جو شخص استطاعت رکھتا ہے اس پر اللہ کے لئے حج کرنا فرض ہے"۔

(آل عمران: 97)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ہم پر حج کرنا ہر سال فرض ہے یا تمام عمر میں ایک مرتبہ؟ آپ نے فرمایا صرف ایک مرتبہ۔

حج غالباً ۷ھ میں فرض ہوا۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے حج محض ایک رسمی اور خیالی فریضہ نہیں بلکہ ایک ایسا عمل اور ایسا فعل ہے جو سراسر عملی اور نتیجہ خیز ہے چونکہ حج تمام ارکان کے بعد

31۔ صحیح المسلم شرح نووی، کتاب الایمان جلد 1 صفحہ 158، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فرض ہوا ہے اس لئے اس کے اندر عملیت اور حقیقی رنگ سب سے زیادہ غالب ہونا چاہئے۔

حج کیا ہے؟

لفظ حج کے لغوی معنوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حج ایک ایسا عمل اور ایک ایسا فعل ہے جو اپنے اندر عملی رنگ رکھتا ہو اور یہ اس وقت صحیح طور پر ادا ہوتا ہے کہ مسلمان صحیح عزم اور صحیح رنگ میں اس کو ادا کریں۔ اس کے اندر تمام روحانی، اخلاقی، تمدنی، سیاسی اور فطری فرائض کی ادائیگی مضمر ہے اور اس کے اندر بیشمار مادی و روحانی فوائد و منافع پنہاں ہیں۔ سو حج صرف مذہبی فریضہ ہی نہیں بلکہ تمدنی بھی ہے، اخلاقی بھی، مذہبی بھی ہے، سیاسی بھی اور مادی بھی ہے، معاشی بھی۔ حج کیا ہے؟ مجمل طور پر اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ حج سنت ابراہیمی ہے۔ روحوں میں جولانی اور جذبات میں ہیجان پیدا کرنے والا مذہبی فریضہ ہے۔ ایک فرزند توحید کی عملی یادگار قائم کرنا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام بالخصوص مخصوص ہے۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ فرزندان توحید دنیا کے مختلف حصوں سے ایک وقت مقررہ پر اسلام کے ابتدائی وطن اور مرکز توحید پر جمع ہو کر شعائر اللہ اور ہدایت کے سرچشمہ کی زیارت کریں۔ ان کی زیارت سے اپنے دل و دماغ کو منور کریں اور ان مذہبی رسوم کو بجالائیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے اہل ایمان ادا کرتے رہے ہیں اس طرح ہدایت و معرفت اور رحمت و رافت کے چشمہ کو دیکھ کر ان کے دلوں میں عشق الٰہی کی آگ بھڑکے، دلوں میں صداقت کی روشنی چمکے، روحیں بیدار ہوں، طبیعتوں میں نیکی اور نیکوکاری کی امنگ پیدا ہو اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح صحیح طور پر اپنے پروردگار کے ساتھ تعلق قائم کریں۔

حج کے دینی و مذہبی فرائض

حج کے دو پہلو ہیں۔ دینی و دنیاوی۔ ان دونوں اعتبار سے حج میں بیشمار اسرار و فوائد مضمر ہیں۔ اس کا دینی و مذہبی فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے دلوں میں اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی محبت و عقیدت پیدا ہوتی ہے اور یہی چیز اسلام کی روح اور عبدیت کا خلاصہ ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس کے ضمن میں اور بھی بہت سے فوائد ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

اللہ کے گھر میں پہنچ کر ہیبت و جلال ربانی اور رحمت و رافت الٰہی کا جو گہرا نقش دل پر قائم ہوتا ہے اس کی قدر و قیمت کسی دل محبت آئین سے پوچھیے۔ اس کی کیفیت و سرور کا جواب کچھ وہی خوش قسمت انسان دے سکتے ہیں جو مادۂ الفت سے مخمور اور نشۂ محبت میں چور ہو کر سر و پا برہنہ مستانہ وار وادی بطحا میں یہ کہتے ہوئے دوڑتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔

"حاضر، حاضر، اے اللہ میں حاضر ہوں، اے کہ تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں"۔

صحرائے حجاز کی ایک ایک چیز اور حج کے ایک ایک فعل سے محسن حقیقی کے احسان کا صحیح احساس پیدا ہوتا ہے۔ خشوع و خضوع کی روح پیدا ہوتی ہے۔ مذہب کی عظمت دل کی گہرائیوں میں پنہاں ہو جاتی ہے۔ عبادت کا شوق بڑھتا ہے۔ بے ثباتی عالم کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ اخروی ثواب و عذاب کی اہمیت نظروں کے سامنے آ جاتی ہے۔ معاصی و مناہی سے دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اپنی عجز و بیچارگی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اخلاقی عیوب سے قدرتاً تنفر پیدا ہوتا ہے اور ابراہیمی یادگار کو دیکھ کر اسلام کے حقیقی معنی سمجھ میں آ جاتے ہیں۔ اسلام میں ایمان و ایقان کی قوت بڑھانے کا اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں۔

دنیوی فوائد

اب اگر حج کو دنیاوی نقطہ نگاہ سے دیکھئے تو اس اعتبار سے بھی اس میں بے شمار فوائد و مصالح نظر آتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ سال میں ایک مرتبہ وسیع پیمانہ پر اور بالکل صحیح طور پر عالم اسلام کی ایک بین الاقوامی کانفرنس ہوتی ہے اور ایسے قومی اجتماعات کی افادی حیثیت آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور کانفرسوں کے اس دور میں تو یہ امر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ تہذیب و ترقی کا تمام تر دارومدار اسی بات پر ہے کہ مختلف خیالات کے لوگ ہر گوشہ دنیا سے آ آ کر کسی ایک جگہ پر جمع ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے کو اپنی رائے اور خیالات سے مطلع کریں اور قومی فلاح و بہبود اور دینی و دنیاوی ترقی کی نئی نئی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

راہیں نکالیں اور بہترین تدبیریں سوچیں۔

ذرا غور کیجئے روئے زمین کے تمام مسلمانوں کا وقت مقررہ پر ایک ہی جگہ، ایک ہی شہر، ایک ہی لباس، ایک جذبہ، ایک ہی خیال، ایک ہی رنگ اور ایک ہی حالات میں اور ایک ہی مقصد کے لئے باہم جمع ہونا اخلاقی، ملی، معاشرتی، معاشی، تاریخی، اقتصادی، تجارتی، مذہبی، دینی، دنیوی، بین الاقوامی اور سیاسی اعتبار سے کتنا اہم اور نتیجہ خیز امر ہے اور کیسی کیسی سودمند فائز المرامیوں و کامرانیوں کا باعث ہوسکتا ہے۔ ہر بالغ نظر اس کی اہمیت و فائدہ مندی کو بیک نظر محسوس کرسکتا ہے۔

حج کے موقع پر تجارت کرنے اور اس سے نفع اٹھانے کی خدا تعالیٰ نے حاجیوں کو خاص طور پر اجازت دی ہے کیونکہ تجارت کرنے کا بہترین موقع ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ .(بقرہ:198)

"پروردگار کے فضل و کرم سے تجارت وغیرہ کرنا چاہو تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر تجارت کی اجازت دے کر اپنے بندوں کے یہ امر اچھی طرح ذہن نشین کر دینا چاہا ہے کہ اتنے بڑے اجتماع سے حتی الامکان خاطر خواہ فائدہ اٹھایا جائے۔

حج سے دنیا کے تمام مسلمانوں میں باہمی ربط و ضبط پیدا ہوتا ہے اور محبت و اخوت میں ترقی ہوتی ہے اور یہی چیز تمام ترقیات کی بنیاد و اصل ہے۔ تجارتی و کاروباری اغراض پوری ہوتی ہیں۔ سفر اور قدرتی مناظر کے مشاہدے سے عقل بڑھتی اور تجربہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ جو فکری ترقی کی اساس ہے۔ صعوبت سفر سے نفس کشی و جفاکشی کی عادت پختہ ہوتی ہے اور تمام اخلاقی جوہر پیدا ہوتے ہیں۔ الغرض حج بیشمار تمدنی، اخلاقی اور مذہبی و سیاسی منافع پر مشتمل ہے۔

عبادات کی دو قسمیں

اسلام نے ہمیں جتنی عبادات کا حکم دیا ہے انہیں ہم دو قسموں پر منقسم کرسکتے ہیں۔ ایک عاجزانہ اور دوسری عاشقانہ۔ ان میں سے حج عاشقانہ عبادت ہے یعنی ایک مسلمان حج کے ذریعہ اپنے معبود و محبوب کے عشق و محبت کا عملی ثبوت دیتا ہے اور اس پر خمار عشق و مدہوشی کا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عالم طاری ہوتا ہے۔

جس وقت حرم پر نظر پڑتی ہے اس وقت قلب و روح دونوں پروانہ بن جاتے ہیں۔ بَرق شوق ہر رگ و پے میں دوڑتی پھرتی ہے۔ تمام مطائف نہ صرف یہ کہ بیدار ہو جاتے ہیں بلکہ وہ روشنی و حرارت کے تنور بن جاتے ہیں۔ ہر طرف روشنی، ہر طرف انوار، اور ہر طرف بہار ہی بہار ہوتی ہے۔ انوار الٰہی کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے۔ ایک بے خودانہ کیف طاری ہوتا ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ عارف وہاں کیا پاتے ہیں، کیا حاصل کرتے ہیں اور وہاں سے کیا لے کر آتے ہیں۔

دیار محبوب کے قریب عبادت عاشقانہ کے مظاہر ہوتے ہیں۔ جسمانی افعال کا اثر روح پر مرتب ہوتا ہے۔ روح محبوب حقیقی پر قربان ہونے کے لئے بیقرار ہوتی ہے۔ اللہ والوں میں دربار الٰہی کی درباری شان پیدا ہوتی ہے اور جانی و مالی قربانی کی وہ روح تازہ ہو جاتی ہے جو دارین کی فائز المرامی و کامرانی کی ضامن و کفیل ہے۔

احکامات حج

جاننا چاہیے کہ جو شخص وقت پر حج کرے گا اسی کا حج درست ہوگا۔ یہ وقت تمام ماہ شوال و ذیقعدو ذی الحجہ کے نو دن ہیں۔ جب عید الفطر کی صبح طلوع ہو اس وقت سے حج کے لئے احرام باندھنا چاہیے۔ اگر اس سے پہلے احرام باندھ کر حج کیا تو وہ حج نہیں بلکہ عمرہ ہوگا۔ حج کی درستگی کی تین شرائط ہیں۔ اول حج کا وقت ہو یعنی وہ زمانہ جس میں احرام باندھنا بغیر کراہت کے صحیح ہے یہ وقت یکم شوال سے ۱۰ ذی الحجہ تک ہے۔ شوال سے قبل احرام باندھنا مکروہ ہے۔ دوم مقام حج ہو یعنی مکہ معظمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر حج نہیں ہو سکتا۔ سوم احرام باندھا ہوا ہو بغیر احرام کے حج صحیح نہیں ہے۔

شرائط وجوب

حج واجب ہونے کی چھ شرطیں ہیں:

۱۔ مسلمان ہونا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۲۔بالغ ہونا۔

۳۔عاقل ہونا۔

۴۔آزاد ہونا۔

۵۔بدنی تندرستی اور صحت جسمانی کا ہونا۔

۶۔استطاعت ہونا۔

بچہ پر، دیوانہ پر، غلام پر اور اپاہج یعنی لنگڑے لولے اور بیمار پر حج فرض نہیں۔ اسی طرح اس شخص پر فرض نہیں جو اتنی مالی استطاعت نہ رکھتا ہو کہ سفر خرچ اور اپنے پیچھے اہل وعیال کے اخراجات پورے کر سکے۔ چھٹی شرط کا مطلب یہ ہے کہ اتنا مال ہو کہ راستہ کی آمدورفت اور زمانہ حج میں مکہ میں قیام بسہولت ہو سکے۔ ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ پسماندگان کے خورد ونوش کا انتظام بھی کر جائے۔

استطاعت کی دو قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ تندرست وتوانا ہو اور یہ استطاعت تین چیزوں میں کسی قسم کا جانی ومالی خطرہ نہ ہو اور تیسرے مالدار ہونے سے تاکہ مصارف حج برداشت کیے جاسکیں۔ دوسری قسم استطاعت کی یہ ہے کہ خود حج نہ کر سکے۔ مثلاً فالج پڑ گیا ہے اور یا ایسا صاحب فراش ہے کہ چلنے پھرنے سے بھی معذور ہے ایسے شخص کی استطاعت یہ ہے کہ اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو مصارف حج دے کر حج کرائے۔

جب ان تفصیلات کے مطابق حج کی استطاعت ہو تو چاہئے کہ حج کرنے میں تاخیر نہ کرے کیونکہ اگر حج کرنے سے پہلے مر گیا تو گناہ گار مرے گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک حدیث کے راوی ہیں اس میں فرماتے ہیں کہ جو شخص حج کی قدرت واستطاعت رکھتے ہوئے حج نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔(32)

حج کے ارکان وشرائط

حج کے یہ ارکان ہیں:

ا۔احرام باندھنا شرط ہے۔

32۔ترمذی شریف، کتاب الحج، جلد 3 صفحہ 176 حدیث نمبر 812، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۲۔طوائف زیارت یعنی درمیانی طوائف کرنا۔

۳۔ٹھہرنا، نویں کے زوال سے لے کر دسویں کی فجر صادق کے طلوع ہونے کے درمیان۔

۴۔بال مونڈنا۔

ان میں سے اگر کوئی رکن فوت ہو جائے گا تو حج باطل ہو جائے گا اور آئندہ سال قضا کرنا واجب ہوگی۔

وہ واجبات جن کے ترک کرنے سے حج باطل نہیں ہوتا صرف ایک بکرا ذبح کرنا لازم آتا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔میقات سے احرام باندھنا۔ اگر وہاں سے بغیر احرام کے گزرے گا تو ایک بکری واجب ہوگی۔

۲۔غروب آفتاب تک کنکریاں پھینکنا۔

۳۔عرفات میں شام تک ٹھہرنا۔

۴۔رات کو مزدلفہ میں قیام کرنا۔

۵۔منیٰ میں قیام کرنا۔

۶۔طواف زیارت ایام حج میں کرنا۔

۷۔بال نہ مونڈنا حتیٰ کہ ایام نحر گزر جائیں۔

۸۔صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

حج میں یہ چیزیں منع ہیں

پہلا، سلا ہوا لباس پہننا، کیونکہ احرام میں پیراہن شلوار، دستار اور موزہ وغیرہ پہننا جائز نہیں بلکہ بے سلا ایک ہی کپڑا باندھے وہی اوڑھے اور نعلین پہنے۔ اگر نعلین میسر نہ ہو تو کفش درست ہے۔ سر کھلا رہے اور عورت کو چاہئے کہ عادت کے موافق لباس پہنے لیکن منہ نہ چھپائے۔ اگر عورتیں محمل یعنی عماری میں رہیں تو درست ہے دوسرا یہ کہ خوشبو نہ لگائے۔ اگر عطر میں بسا ہوا کپڑا پہنا تو ایک بکری یا بھیڑ واجب ہوگی۔ تیسرا یہ کہ بال نہ مونڈے اور نہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ناخن تراشے۔ اگر بال مونڈے یا ناخن تراشے تو ایک بکری واجب ہوگی۔ سرمہ لگانا، حمام میں جانا، حجامت کرنا اور بالوں میں کنگھی کرنا جائز ہے تاکہ جوئیں نہ پڑیں اور بدن و کپڑے صاف رہیں۔ چوتھا جماع کرنا منع ہے اگر وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد ہو جائے گا وہ ایک بکری ذبح کرے گا اور حج کے باقی افعال کرتا رہے گا اور اگلے سال قضا بھی کرے گا اور اگر وقوف عرفہ کے بعد اور طواف زیارت اور حلق کرانے سے پہلے جماع کیا تو ایک اونٹ یا ایک گائے دے گا اور اگر حلق کے بعد اور طواف زیارت سے پہلے جماع کیا تو ایک بکری دے گا۔ آخری دو صورتوں میں حج فاسد نہ ہوگا یعنی قضا لازم نہ ہوگی۔ پانچواں عورت کو چھونا اور اس کا بوسہ لینا بھی منع ہے۔ یہ جماع کرنے کی پیش بندی کی وجہ سے ہے۔ اگر بغیر جماع عورت سے کسی طرح لطف و سرور حاصل کرے گا تو ایک بکرا واجب ہوگا۔ چھٹے یہ کہ کسی جانور کو نہ مارے۔ شکار کھانا تو درست ہے مگر شکار کا مارنا جائز نہیں اگر مارے گا تو اس مانند واجب ہوگا۔

ممنوعات احرام

احرام کے دو رکن ہیں۔ نیت کرنا اور لبیک پڑھنا۔ احرام باندھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وضو یا غسل کرے۔ سیئے ہوئے کپڑے اتار ڈالے صرف چادر اور تہ بند دو کپڑے پہن لے۔ یہ دونوں نئے ہوں تو بہتر ہے اگر نئے نہ ہوں تو دھلے ہوئے ہی کافی ہیں۔ مونچھیں کتروا ڈالے، ناخن بھی ترشوائے اور اصلاح بھی کرائے۔ جب ان امور سے فارغ ہولے تو دو رکعت نماز پڑھے۔ سلام پھیرنے کے بعد کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُرِیۡدُ الۡحَجَّ فَیَسِّرۡہُ لِیۡ وَتَقَبَّلۡہُ مِنِّیۡ۔

"یا اللہ میں حج کرنا چاہتا ہوں تو مجھ پر حج آسان کر دے اور اس کو قبول فرمایا"۔

اس کے بعد یہ کلمات کہے:

لَبَّیۡکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیۡکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ لَبَّیۡکَ اِنَّ الۡحَمۡدَ
وَالنِّعۡمَۃَ لَکَ وَالۡمُلۡکَ لَکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ۔

اس عبارت میں سے کچھ کم کر دینا ناجائز ہے ہاں اگر اس میں کچھ دعائیہ الفاظ اور بڑھا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دیئے جائیں تو کچھ حرج نہیں۔

لبیک کہنے کے بعد احرام مکمل ہو جاتا ہے اس کے بعد حسب ذیل امور سے اجتناب کرنا لازم ہے۔ فحش کلامی، بدکاری کا ارتکاب، لڑائی جھگڑا اور فساد و قتل کرنا، خود شکار کرنا، شکار کو چھیڑنا، کسی شکار کی طرف اشارہ کر کے بتانا یا زبان سے شکار کا پتہ بتانا یا شکار کرنے میں مدد کرنی، سلا ہوا کپڑا پہننا، بال کٹوانا یا منڈوانا، ناخن تراشنا، خوشبو لگانی، کھٹمل، پسو اور جوں وغیرہ مارنا یا سرمہ لگانا۔ یہ تمام آداب احرام کے خلاف ہیں ان امور کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے۔

حج کا مقصد طبیعتوں میں نیکی اور نیکوکاری کی امنگ پیدا کرنا ہے اس لئے ان امور سے منع کیا گیا ہے۔ جنگ وجدال اور فسق و فجور سے تو حاجیوں کو خصوصیت کے ساتھ روکا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ (بقرہ:197)

”حج میں نفسانی خواہش گناہ اور جھگڑے کی کوئی بات نہیں ہونی چاہئے“۔

حج مبرور

حج مبرور اس حج کو کہتے ہیں جو خلوص نیت کے ساتھ تمام آداب وارکان ظاہری و باطنی کو ملحوظ رکھ کر کیا جائے اور اس میں حتی الامکان کسی قسم کا نقص و کمی نہ رہے۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے محض خدا کے لئے حج کیا وہ ایسا پاک ہو کر واپس آئے گا جس طرح پیدائش کے دن تھا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص دوران حج فحش و بدکاری، جنگ وجدل تمام قولی و فعلی گناہوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھے تو اس کے تمام صغیرہ کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ حج گناہوں سے ایسے پاک کر دیتا ہے کہ گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جس نے تمام لوازم حج ادا کئے اور تمام مسلمان اس کی زبان و ہاتھ سے محفوظ رہے تو اس کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ بخاری و مسلم میں تو یہاں تک آیا ہے کہ حج مبرور کی جزا صرف جنت ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ کعبہ شریف کے گرد ستر ہزار فرشتے ہیں جو طواف کرنے والوں کے لئے مغفرت چاہتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص مکہ کے راستہ میں آتے جاتے ہوئے مرجائے تو اللہ تعالیٰ ہر سال اس کے لئے ستر حج اور ستر عمرہ کے ثواب لکھتا رہے گا۔

حج کو جانے سے پہلے کیا کرنا چاہیے

جو شخص حج مبرور کرنا چاہے اور مذکورہ بالا ثواب حاصل کرنا چاہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ حج کا ارادہ کرنے سے پہلے ہی گناہوں اور خدا کی نافرمانیوں سے حتی الامکان اجتناب کرے، بری عادتوں کو چھوڑ دے اور نیکی و پاکبازی اختیار کرے۔ حج کے فرائض واجبات اور سنن سے واقفیت بہم پہنچائے اور بوقت حج ان سب امور کا خیال رکھے۔ حالت احرام میں تمام ممنوعات سے بچارہے۔

حج کرنے سے قبل گناہوں سے توبہ کرلے اور درود و استغفار کی کثرت کرے۔ حقوق العباد کی اچھی طرح حفاظت و نگہداشت کرے یعنی جن لوگوں کے حقوق واجب الادا ہوں ان کو ادا کرے تاکہ اگر راستہ میں موت آجائے تو کسی بندہ کا حق واجب الادا نہ رہے۔

حج کے لئے جتنا خرچ لے وہ اپنی حلال کمائی کا ہو۔ حرام یا مشتبہ مال نہ ہو ورنہ حج قبول نہ ہوگا۔ اپنے ساتھ اتنا زادراہ بھی رکھے کہ فقیروں اور محتاجوں کی بقدر گنجائش امداد و دستگیری کرسکے۔ اپنے ساتھ ایسے رفیق صالح کو لے جو راستہ کے امور سے اچھی طرح واقف ہو اور حقیقی غم خوار اور دردمند ہو۔

حج کی کیفیت

جب گھر سے نکلے تو دو رکعت نفل پڑھے۔ پہلی رکعت میں بعد فاتحہ کے قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ۝ (الکافرون) اور دوسری میں بعد فاتحہ کے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ (اخلاص:1) پڑھے۔ سلام پھیرنے کے بعد یوں دعا مانگے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَاَنْتَ الْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وَالْمَالِ اِحْفَظْنَا وَاِيَّاهُمْ مِنْ كُلِّ اٰفَةٍ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ فِیْ مَسِيْرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی۔

اس کے بعد حج کو روانہ ہو۔ جس وقت ملک حجاز میں قدم رکھے اور بطحا کی مقدس زمین پر پہنچے تو حاجی کو لازم ہے کہ کسی ٹیلہ پر چڑھتے اور اترتے وقت لبیک بلند آواز سے پڑھے۔ اگر راستہ میں کوئی شخص ملے تو تب بھی لبیک پڑھے۔ صبح و شام بھی لبیک کہے۔ الغرض لبیک کی کثرت رکھے۔ جب مکہ میں داخل ہو تو اول مسجد حرام میں جائے اور جس وقت بیت اللہ پر نظر پڑے اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہے پھر یہی کلمات کہتا ہوا دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے حجر اسود کو بوسہ دے۔ حجر اسود کو بوسہ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر حجر اسود تک پہنچنا ممکن ہو اور کسی کو اذیت و تکلیف نہ پہنچے تو اس پر دونوں ہتھیلیاں ٹیک کر بوسہ دے اور اگر وہاں تک پہنچنا ناممکن ہے، دوسروں کو دھکے لگتے ہیں اور ایذا پہنچنے کا احتمال ہو تو کسی لاٹھی یا لکڑی کو سنگ اسود پر لگا کر اس کو چوم لے۔ خود لوگوں کو دھکے دے کر اور ہٹا کر چومنے کی کوشش نہ کرے۔ حجر اسود کو چومنا سنت ہے اور کسی کو ایذا نہ دینی واجب ہے اس لئے واجب کا خیال مقدم رکھنا چاہیے۔ یعنی لوگوں کو ایذا دے کر حجر اسود چومنے کی کوشش نہ کرنی چاہیے۔ اگر حجر اسود کی سیدھ میں کھڑا ہو جائے اس کی طرف منہ کر کے شانوں تک دونوں ہتھیلیاں اٹھا لے اور حجر اسود کی طرف اشارہ کرتا ہوا اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے۔

طواف کا طریقہ

جب حجر اسود کو بوسہ دینے کی سنت ادا کر چکے تو اپنی چادر دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اس کے کنارے بائیں مونڈھے پر ڈال لے اور طواف شروع کرے۔ طواف کرتے وقت حطیم کعبہ کو اندر لینا بھی ضروری ہے کیونکہ حطیم بھی کعبہ کا ایک حصہ ہے۔ طواف کی ابتداء دروازہ کی دائیں جانب حجر اسود کے پاس سے کرے اور سات چکر لگائے۔ پہلی تین گردشوں میں اکڑ کر چلے اور باقی چار معمولی رفتار سے پوری کرے۔ ہر چکر کے اختتام پر رکن یمانی کا بوسہ دے۔ جب اس طرح ساتواں چکر ختم کر چکے تو حجر اسود کو بوسہ دے کر

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مقام ابراہیم میں جائے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھے اور اگر اژدھام زیادہ ہو تو وہاں نماز پڑھنی ضروری نہیں مسجد کے کسی گوشہ میں پڑھ لے یہ نماز ساتویں چکر کے بعد پڑھنی واجب ہے۔ اس کے بعد مسجد سے نکل کر صفا پہاڑی پر چڑھتے اور بیت اللہ کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہے اور درود شریف پڑھے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر جو کچھ چاہے دعا مانگے اس کے بعد صفا سے مروہ کی طرف معمولی چال سے چلے۔ جب "وادی بطن" میں پہنچ جائے "میلین اخضرین" کے درمیان دوڑ کر چلے یہاں تک کہ وادی کے درمیان سے گزر جائے۔ اس کے بعد مروہ تک معمولی رفتار سے پہنچے۔ مروہ پر چڑھ کر وہی عمل کرے جو صفا پر کیا تھا یعنی کعبہ کی طرف منہ کر کے تکبیر و تہلیل اور حمد و صلوٰۃ پڑھے۔ اس کے بعد مروہ سے اتر کر صفا پر آئے اور اسی طرح صفا سے مروہ کی طرف جائے اور سات چکر لگائے۔

قیام مکہ

جب ان امور سے فارغ ہو لے تو حالت احرام میں یہ مکہ میں قیام پذیر ہو اور جب بیت اللہ کی طرف گزر ہوا کرے تو طواف کر لیا کرے کیونکہ یہ مسنون ہے۔ ۸ ذی الحجہ کو بعد نماز صبح منیٰ میں جا کر قیام کرے یوم عرفہ یعنی ۹ ذی الحجہ کی فجر تک منیٰ میں ٹھہرا رہے پھر قیام عرفات میں جا کر سوائے مقام بطن عرنہ کے جس جگہ چاہے قیام کرے۔ عرفات میں اس تاریخ کو نماز ظہر اور عصر ملا کر یکے بعد دیگرے پڑھے۔ نماز کے بعد غسل کر کے موقف میں چلا جائے اور وہاں غروب آفتاب تک رہے۔ جب آفتاب غروب ہو جائے تو مزدلفہ میں جا کر قیام پذیر ہو۔ یہاں سوائے وادی محسر کے جس جگہ چاہے ٹھہرے۔ جبل قزح کے پاس ٹھہرنا مسنون ہے۔ یہاں مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر پڑھے۔ ان نمازوں کے لئے اذان اور تکبیر بھی کہنی چاہئے۔

۱۰ ذی الحجہ کو صبح کو اندھیرے اندھیرے ہی نماز فجر پڑھ کر تکبیر و تہلیل اور حمد و صلوٰۃ پڑھے اور جو چاہے دعا مانگے۔ جب صبح خوب روشن ہو جائے تو منیٰ میں آ کر بطن وادی سے نیچے نکل کر جمرۃ العقبیٰ پر سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری مارتے وقت زبان سے یہ کلمات ادا کرے۔ بسم اللہ واللہ اکبر دل میں یہ نیت کرے کہ میں شیطان اور اس کے گروہ کو سنگسار

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرنے کے لئے یہ کنکریاں مارتا ہوں اور دعا مانگے الٰہی! تو میرا حج مبرور میری کوشش مشکور اور میرے گناہ معاف فرما۔ اس کے بعد اگر قربانی کرنا چاہے تو اس سے فارغ ہو کر سر کے بال کتروا ڈالے لیکن منڈوانا افضل ہے۔

ان امور سے فارغ ہونے کے بعد تمام ممنوعات احرام جائز ہو جاتے ہیں۔ سوائے عورتوں کے اس کے بعد اسی تاریخ کو یا ۱۱ یا ۱۲ ذی الحجہ کو طواف زیارت کرے لیکن درمیانی رفتار سے اکڑ کر نہ چلے اور نہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے۔ ۱۱ ذی الحجہ کو دوپہر ڈھلنے کے بعد منیٰ میں آجائے اور کنکریاں پھینکنی شروع کرے۔ اول اس جمرہ پر سات کنکریاں مارے جو مسجد خیف کے برابر ہے پھر درمیانی جمرہ پر اور آخر میں جمرہ عقبہ پر۔ کنکریاں مارنے میں یہ ضروری ہے کہ پہلے اور دوسرے جمرہ پر کنکریاں مارنے کے بعد کچھ دیر توقف کرے اور دعا مانگے مگر جمرہ عقبہ پر کنکریاں مارنے کے بعد نہ ٹھہرے۔ ہر دفعہ کنکری پھینکتے وقت اللہ اکبر کہے اس کے بعد اگر مکہ میں قیام رہے تو اس طرح دوسرے اور تیسرے دن بھی کنکریاں پھینکتا رہے اور منیٰ میں رات کو قیام کرے۔ ان امور کے ادا کرنے کے بعد حج مکمل ہو جاتا ہے۔

واپسی کے آداب

ان امور سے فارغ ہونے کے بعد اگر واپسی کا ارادہ ہو تو سات مرتبہ پھر طواف کرے لیکن حسب معمول چال سے نہ اکڑ کر چلے اور نہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے۔ طواف سے فارغ ہو کر دو رکعت نماز پڑھے پھر چاہ زمزم کا پانی پی کر کعبہ معظمہ کے پاس آئے۔ کعبہ کی چوکھٹ کو بوسہ دے اپنا سینا اور منہ مقام ملتزم پر رکھے اور کعبہ کا پردہ پکڑ کر انتہائی عاجزی اور تضرع کے ساتھ دعا مانگے پھر الٹے پاؤں مسجد سے نکل جائے۔

عورتوں کے چند مخصوص مسائل

حج کی جو کیفیت اوپر بیان کی گئی ہے اس میں عورت کی حالت بھی مرد کی طرح ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ عورت سیا ہوا کپڑا پہنے اور سر نہ کھولے صرف منہ کھولے رکھے۔ آہستہ اور پست آواز سے لبیک کہے۔ حجر اسود کے پاس اس وقت جائے جب وہاں مجمع نہ ہو۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

طواف کے وقت اکڑ کر نہ چلے۔ میلین اخضرین کے درمیان نہ دوڑے۔ معمولی رفتار سے چلے سر نہ منڈوائے صرف ایک لٹ کٹوا دینی چاہیئے۔ اگر احرام سے قبل حائض ہو جائے تو غسل کر کے احرام باندھ لے اور صرف طواف نہ کرے باقی تمام امور بدستور ادا کرتی رہے اور اگر طواف زیارت کے بعد حائض ہو تو طواف صدر نہ کرے۔

تمتع اور قران

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے وہ حج مفرد کا بیان ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ایک سال میں صرف حج کرے عمرہ نہ کرے اگر عمرہ بھی کرے تو ایام حج یعنی شوال سے قبل یا ۱۰ ذی الحجہ کے بعد۔ الغرض ایام حج میں صرف حج کرنے کو حج مفرد کہتے ہیں۔

تمتع کے معنی یہ ہیں کہ ایام حج میں اول عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھول کر یا بغیر احرام کھولے حج کے امور کی تعمیل و تکمیل شروع کر دے، اور قران کے معنی یہ ہیں کہ حج اور عمرہ کا ایک ساتھ ہی احرام باندھ لیا جائے اور میقات سے دونوں کے لئے ساتھ ساتھ کہے۔ جب کوئی حاجی حج کے ساتھ عمرہ بھی ادا کرنا چاہے تو چاہیئے کہ غسل کر کے حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھے۔ مکہ سے نکل کر میقات عمرہ تک چلا جائے جو تنعیم جعرانہ اور حدیبیہ ہے یہاں آ کر عمرہ کی نیت کرے اور کہے لبیک بعمرۃ پھر مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا میں جائے اور دو رکعت نماز ادا کرے۔ واپسی میں مکہ کو آئے تو راہ میں لبیک کہے اور مسجد میں پہنچنے کے بعد سر منڈوا دے۔ بس عمرہ تمام ہو جائے گا۔ اس کا نام عمرہ ہے۔

عمرہ ہر سال کر سکتے ہیں اور جو لوگ وہاں کے باشندے ہیں وہ جتنی بار چاہے عمرہ بجا لا سکتے ہیں۔

تمتع اور قران کا فرق

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ تمتع کرنے والا عمرہ سے فارغ ہو کر حج سے قبل ممنوعات احرام سے بہرہ مند ہو سکتا ہے اس کے لئے جائز ہے کہ عمرہ کے بعد احرام کھول کر حلال ہو جائے اور ہر اس شے سے نفع پذیر ہو سکے جس کی حالت احرام میں ممانعت تھی البتہ اگر تمتع

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرنے والے کے ساتھ قربانی ہو تو حج سے قبل حلال ہونا جائز نہیں اور قران کرنے والا اگر حج سے قبل کوئی قصور یا جنایت کرے گا تو قربانی لازم ہوگی تاکہ ارتکاب ممنوع کا کفارہ ہو جائے۔ حنفیہ کے نزدیک قران سب سے اعلیٰ ہے اس کے بعد تمتع کا درجہ ہے اور آخر میں مفرد کا۔

قران کا طریقہ

جو شخص حج قران کرنا چاہے اس کے لئے لازم ہے کہ احرام کا ارادہ کرتے وقت دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد یہ نیت کرے۔

إِنِّيْ أُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَيَسِّرْ هُمَا لِيْ وَ تَقَبَّلْهُمَا مِنِّيْ۔

"یعنی اے اللہ میں حج اور عمرہ دونوں کا ارادہ کرتا ہوں پس میرے لئے دونوں کو آسان کر اور میری طرف سے دونوں کو قبول فرما"۔

اس کے بعد جب مکہ پہنچے تو عمرہ کے لئے سات طواف کرلے۔ طواف کا طریقہ وہی ہے جو کیفیت حج کے بیان میں مذکور ہوا۔ اس کے بعد سر منڈائے حج کرنا شروع کر دے۔ اس کے بعد نحر کے دن یعنی ۱۰ ذی الحجہ کو جب رمی سے فارغ ہو جائے تو قربانی کرنی لازم ہے۔ اگر قربانی کرنے کی توفیق نہ ہو تو دس روزے رکھنے واجب ہیں۔ تین ۷ ذی الحجہ سے ۹ ذی الحجہ تک اور سات روزے ایام تشریق کے بعد اگر شروع کے تین روزے فوت ہو جائیں تو لامحالہ قربانی کرنی ہوگی۔

ایک ضروری مسئلہ

اگر قران کرنے والا مکہ میں نہ گیا اور عرفات میں جا کر پہلے ہی سے قیام پذیر ہو گیا تو اس کا عمرہ باطل ہو گیا اور بطور کفارہ قربانی کرنی لازم ہے اور پھر آئندہ سال عمرہ ہی صحیح نہیں ہوا تو قران کس طرح صحیح ہو سکتا ہے اور قران کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے قران کی قربانی بھی ساقط ہوگی۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

زیارت النبی ﷺ

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کی زیارت کرنا ہر وقت مستحب ہے اوا گر سچ پوچھئے تو عاشق رسول کریم ﷺ کے لئے تو یہ عاشقانہ فرض ہے۔ جناب رسالت مآب ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص میری وفات کے بعد میری زیارت کرے گا اس نے گویا میری حیات میں میری زیارت کی۔ نیز فرمایا جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی اور جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی بے شک اس نے مجھ پر جفا کی۔ نیز فرمایا کہ جو کوئی مدینہ میں آئے اور سوائے زیارت کے اس کی اور کوئی غرض نہ ہو تو حق تعالیٰ کے نزدیک اس کا حق ثابت ہو جاتا ہے کہ مجھے اس کا شفیع کر دے۔

مذکورہ بالا احادیث سے صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ اگر خلوص قلب کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کی جائے تو حصول جنت یقینی ہے کیونکہ علمائے امت کا اس عقیدہ پر اتفاق ہے کہ جو شخص دلی ایمان اور قلبی اخلاص کے ساتھ حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ کے دیدار پر انوار سے فیض یاب ہو اس کے لئے جنت یقینی ہے اور حضور ﷺ نے یہ فرما ہی دیا ہے کہ جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو اس نے گویا میری حیات میں زیارت کی۔

ایک حکایت

ایک بزرگ حضرت شیخ صالح سید احمد رفائی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دستور تھا کہ عشق نبوی میں تڑپتے اور ہر سال حاجیوں کی معرفت نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام بھیجتے اور فرماتے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر شریف کے سامنے کھڑے ہو کر میرا اسلام عرض کرنا۔ جب تک آپ میں حج کرنے کی قدرت نہیں تھی یہی دستور رکھا اور اپنے بے قرار دل کو یونہی تسکین دیتے رہے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج کی توفیق و قدرت دی اور آپ مدینہ منورہ پہنچے تو حضور ﷺ کے روضہ اطہر کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کی۔

فِیْ حَالَۃِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ کُنْتُ اُرْسِلُھَا تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّیْ وَھِیَ نَائِبَتِیْ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب میں آپ سے دور تھا تو اپنی روح کو بھیجتا تھا کہ وہ میری قائم مقام ہو کر میری طرف سے اس زمین کو بوسہ دیتی تھی۔

وَھٰذَا دَوْلَۃُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ فَامْدُدْ بِیَمِیْنِکَ کَیْ تَحْظٰی بِھَا شَفَتِیْ

اب چونکہ حضوری کی دولت میسر ہوئی تو آپ اپنا داہنا ہاتھ پھیلایئے تا کہ میرے ہونٹ اسے بوسہ دے کر تسکین حاصل کر لیں۔

جونہی ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے فوراً جناب رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک قبر شریف سے ظاہر ہوا اور شیخ نے پروانہ وار آگے بڑھ کر چوم لیا۔

جاننا چاہیے کہ دست مبارک کا قبر شریف سے ظاہر ہونا کوئی مستبعد بات نہیں مگر ان کے لیے جو یقین و ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں اور جو اولیائے کاملین سے حسن عقیدت رکھتے ہیں کیونکہ عقل و نقل کی رو سے اولیاء اللہ کی کرامت برحق ہے اور حضور سرور کائنات ﷺ قبر شریف میں زندہ ہیں۔

قبر شریف کے پاس درود شریف پڑھنے کی فضیلت

اکثر علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کے روضہ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ (احزاب:56) پڑھے تو ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اے شخص خدا نے تجھ پر اپنی رحمت نازل کی اور اس شخص کی کوئی حاجت نہیں رہتی جو بر نہ آئے۔

یہ تو آپ نے معلوم کر لیا ہے کہ روضہ پاک حضور اکرم ﷺ کی زیارت افضل مستحبات سے ہے اور اگر خلوص قلب کے ساتھ روضہ پاک کی زیارت کی جائے تو حصول جنت یقینی ہے۔ اب اس کا طریقہ معلوم کر لیجئے اگر حج کرنا ہو تو اولیٰ یہ ہے کہ پہلے فریضہ حج کی ادائیگی سے بطریق احسن واکمل فارغ ہو اور اس کے بعد روضہ پاک کی زیارت کی جائے اور اگر حج نفل کرنا مقصود ہو تو حاجی کو اختیار ہے کہ خواہ پہلے حج کرے یا زیارت۔

مدینہ میں داخل ہونے کے آداب

جس وقت روضہ پاک کا ارادہ ہو تو گھر سے نکلتے ہی روضہ پاک کی زیارت کی خالص نیت کرے اور راستے میں ہر وقت درود شریف کا ورد رکھے۔ حتی الامکان کوئی بات سنت

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نبوی کے خلاف نہ کرے۔ جب مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو روضہ مبارک میں داخل ہونے سے قبل غسل کر کے اپنے کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے اور انتہائی ادب واحترام کے ساتھ داخل ہوتا کہ تعظیم نبوی کا جسم وروح دونوں سے کامل مظاہرہ ہو۔ جب مدینہ میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَارْزُقْنِیْ مِنْ زِیَارَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَارَزَقْتَ اَوْلِیَاءَ کَ وَاَهْلَ طَاعَتِکَ وَاغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ یَا خَیْرَ مَسْئُوْلٍ۔

جب مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہو تو باب جبرائیل علیہ السلام سے داخل ہو اول داہنا پاؤں مسجد میں رکھے اور اس وقت یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَفْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ الْیَوْمَ مِنْ اَوْجِهِ مَنْ تَوَجَّهَ اِلَیْکَ وَاَقْرِبُ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیْکَ وَابْتَغِیْ مَرْضَاتِکَ۔

اس کے بعد مستحب ہے کہ قبر شریف اور ممبر کے درمیان محراب کے سامنے کھڑا ہو کر دوگانہ تحیۃ المسجد ادا کرے۔ کیونکہ یہ مقام جنت کے باغوں میں سے ایک تروتازہ اور شاداب باغ ہے۔ علماء کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ مقام جنت کے سبز باغ ہونے کا استحقاق رکھتا ہے۔ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ بیت الحرام کی مسجد میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب لاکھ نماز پڑھنے کے برابر ہے اور میری مسجد میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار نماز کے برابر ہے۔ الغرض یہ مقام روضہ اطہر میں داخل اور رسول اکرم ﷺ کا موقف ہے۔ یہاں سجدہ شکر ادا کرنا چاہئے۔ خدائے قدوس نے یہ دولت عظمیٰ نصیب کی کہ مہبط قرآن و وحی اور احکام اسلامیہ کے سرچشمہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر مزار مبارک کے پاس آئے، قبلہ کی طرف پشت کرے اور دیوار مزار کی طرف منہ کر کے یہ دعا پڑھے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ خَیْرَہُ اللّٰہُ مِنْ جَمِیْعِ خَلْقِہٖ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ وُلْدَ اٰدَمَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّکَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔ اَشْھَدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَّکَ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّۃَ وَکَشَفْتَ الْغُمَّۃَ فَجَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا جَزَاکَ اللّٰہُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَازٰی الْاَنْبِیَاءَ عَنْ اُمَّتِھِمْ۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدَکَ وَرَسُوْلَکَ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالشَّرَفَ وَالدَّرَجَۃَ الْعَالِیَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَاَنْزِلْہُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ سُبْحَانَکَ اِنَّکَ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

یہ دعا پڑھ کر بوسیلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے اپنی دینی و دنیوی حاجات کے لئے دعا مانگے۔ یہ نیت اور خیال کر کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ موجود ہیں اور میرے کلام کو سنتے ہیں۔ انشاء اللہ دعا قبول ہوگی۔ جب اپنے اور متعلقین کے لئے دعا کرنے سے فارغ ہو چکے تو جن لوگوں نے سلام بھیجا ہو ان کی طرف سے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام عرض کر دے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس آ کر یہ الفاظ کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَثَانِیَہٗ فِی الْغَارِ اَبَابَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ جَزَاکَ اللّٰہُ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرًا۔

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس جا کر یوں خطاب کرے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَااَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عُمَرُ الْفَارُوْقُ الَّذِیْ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَعَزَّکَ اللّٰہ بِکَ الْاِسْلَامَ جَزَاکَ اللّٰہُ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرًا۔

پھر ممبر اور روضہ پاک کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے کھڑے ہو کر دعا مانگے
اپنے اور اپنے والدین کے لئے شفاعت کا طلب گار ہوں اور دعا ختم کرنے کے بعد آمین
کہے اور بکثرت درود سلام بھیجے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بیان نماز

ترغیب وترہیب

چونکہ ہماری یہ کتاب ان لوگوں کے لئے ہے جو ایماندار ہیں اس لئے انہی کے مسلمات پر ہمارا یہ مضمون ہے۔ قرآن مجید وفرقان حمید نے صاف طور پر اعلان کر دیا ہے کہ انسان کا مقصد حیات عبادت ہے اور عبادت کے معنی کسی بالاتر ہستی کی عظمت وکبریائی تسلیم کر کے اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے اور اس کے سامنے سرنیاز جھکانے کے ہیں۔

انسانی فطرت اور اس کی بناوٹ صاف طور پر بتلاتی ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ ساری دنیا اس کے لئے ہے اور وہ خود خدا کی عبادت و پرستش کے لئے۔ جہاں کائنات ارضی وسماوی کا ذرہ ذرہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگا ہوا اپنے منشائے تخلیق کو پورا کر رہا ہے۔ وہاں انسان کے شرف ومجد کا زبردست اور بدرجہ اولیٰ تقاضا ہے کہ وہ اپنے مالک وخالق کی عبادت و پرستش کر کے اپنے اشرف المخلوقات ہونے کا ثبوت دے۔

ساتھ ہی یہ بھی ایک ظاہر بات ہے کہ انسان ایک نفع پسند ہستی ہے۔ یہ بات اس کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ نفع بخش چیزوں کو حاصل کرتا ہے اور ضرر رساں چیزوں سے بھاگتا ہے۔ اس بناء پر اس کی فطرت کا زبردست تقاضا ہے کہ وہ اپنے خالق ومعبود کی عبادت سے ابدی راحت پائے۔ کیونکہ اس دنیا میں سب سے زیادہ نفع بخش چیز عبادت الٰہی ہے۔ اس فطرت انسانی کو ملحوظ رکھ کر قرآن حکیم ہمیں یہ حکم دیتا ہے۔

يَآيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ (بقرہ)

"اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔ وہ رب جس نے تم کو اور تمہارے آباؤ اجداد کو جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں پیدا کیا تا کہ تم متقی بن جاؤ"۔

یعنی عبادت الٰہی سے تم متقی بن جاؤ گے جس کے معنی یہ ہیں کہ تمہاری تمام حرکات و

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سکنات اور خواہشات احکام اسلامیہ کی روشنی میں ایک ضبط و نظام کے ماتحت آ جائیں گی۔
جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اس دنیا میں بھی راحت و اطمینان پاؤ گے اور آخرت میں بھی۔ پھر دوسری جگہ انسانی خلقت کی علت غائی بھی عبادت بتلائی۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ (الذاریات)

''میں نے جن و انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں''۔

تو چونکہ انسانی فطرت کا زبردست اقتضاء عبادت الٰہی ہے اس لئے اس کے قویٰ کی اندرونی ساخت زبردستی اس کے منہ سے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ (فاتحہ:4) کہلوا دیتی ہے اور انسان اپنی روحانی پیاس بجھانے کے لئے مجبور ہے کہ خدا کی عبادت کرے۔ اس فطرت انسانی کا اعلان قرآنی زبان میں یوں ہوا ہے۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (روم:30)

''یعنی ان تمام عقائد و اعمال پر اپنے آپ کو اور اپنے تمام اعضاء و جوارح کو قائم کرو۔ اس طرح کہ ہر پہلو سے اسی کی طرف جھک جاؤ کیونکہ یہ فطرتی دین ہے جس پر نیک سرشت انسان پیدا کیے گئے ہیں سو تم ایسی چیز کو مت بدلو جو بوجہ فطرتی ہونے کے غیر متبدل ہے''۔

انسانی فطرت عبادت کے لئے بنائی گئی ہے

مذکورہ بالا امور سے بخوبی روشن و مبرہن ہو گیا ہے کہ فطرت انسانی عبادت کے لئے بنائی گئی ہے اور اس لئے اس کو اس قسم کے قویٰ اور سامان بھی مولائے کریم نے دیے ہیں۔
مگر یاد رہے کہ عبادت کا مفہوم صرف یہ نہیں کہ رسمی طور پر چند رٹے رٹائے الفاظ دن میں پانچ بار دہرا لئے جائیں اور سمجھ لیا جائے کہ ہم نے اپنے منشائے فطرت کو پورا کر لیا۔ ایسا سمجھنا عبادت کی توہین ہے۔ سنئے عبادت سے مراد توحید ہے جس کی تین اقسام ہیں۔ توحید الذات، توحید الاسماء والصفات اور توحید الافعال۔ عبادت کے مفہوم میں توحید کی یہ تینوں اقسام داخل ہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عبادت کی حقیقت لفظ ''عبد'' سے صاف طور پر معلوم ہو جاتی ہے جس کے معنی پامال زمین کے ہیں۔ سو عبادت کی حقیقی غرض یہ ہے کہ انسان الوہیت کے مقابلہ میں اپنے آپ کو حقیر و ناچیز اور لاشے سمجھے۔ جو اس طرح مسلک عبادت پر قدم رکھتا ہے وہ خدا کا عبد کہلاتا ہے۔

قرآن شریف میں عبادت کے مختلف مدارج

قرآن حکیم نے عبدیت کی تکمیل و ترفیع کے لئے مختلف احکامات و ہدایات دی ہیں اور عبادات کے مختلف مدارج و اصول بیان کئے ہیں جو اپنی اپنی جگہ نہایت مہتم بالشان اور اہم ہیں لیکن ان سب سے مقدم و اہم اور ان سب کی روح رواں نماز ہے جس کو قرآن پاک میں لفظ ''صلوٰۃ'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

نماز کیا ہے؟ نماز ایک دعا ہے جو انسان کی جمیع مشکلات کی کلید ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مغز نماز دعا ہے۔

نماز کا سب سے بڑا فائدہ

نماز کو عموماً ایک بوجھ اور محض رسمی طور پر ادا کیا جاتا ہے۔ اس طرح نماز کی پابندی کرنے والے نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ اس غنی و حمید اور غنی العالمین خدائے کریم کو اس بات کی کیا حاجت کہ انسان دعا تسبیح و تہلیل اور عبادت و ریاضت میں مصروف ہو یا نہ ہو۔ اس کو انسان کی عبادت کی مطلق ضرورت نہیں وہ تو بے نیاز ہے اگر اس نے ہمیں عبادت کا تاکیدی اور بار بار حکم دیا ہے تو اس میں سراسر انسان ہی کا فائدہ مدنظر ہے۔ وہ صحیح معنوں میں عبادت کر کے متقی یعنی سچا عامل کامل مومن بن جاتا ہے۔ جو عبد مومن بن گیا وہ دارین میں فائز المرام و شادکام بن گیا۔

چونکہ نماز انسانی خلق کی غایت اور مقصد اعظم ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت جاریہ کے مطابق نماز میں ایک لذت و سرور اور اطمینان قلب رکھ دیا ہے جیسا کہ فرمایا۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ (الرعد)

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

''جان لو کہ اطمینان قلب ذکر الٰہی میں ہے''۔

اس دنیا میں انسان کی ساری تگ و دو جدو جہد اور سعی و کوشش اس لئے ہے کہ اسے اطمینان قلب میسر آ جائے مگر یہ چیز سوائے ذکر الٰہی کے کسی طرح بھی میسر نہیں آ سکتی خواہ انسان ہفت اقلیم کا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ سچ پوچھو تو اطمینان کامل ہی حقیقی راحت اور لذت کا حقیقی مفہوم ہے۔

چونکہ زمانہ کی رسم پرستی آداب نماز اور حقیقت صلوٰۃ سے ناواقفی کی وجہ سے لوگوں کو نماز میں لطف و سرور نہیں آتا اور اطمینان قلب حاصل نہیں ہوتا اس لئے وہ اپنی ناسمجھی سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ نماز میں کوئی لذت و سرور نہیں مگر اس قسم کے لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مریض ایک عمدہ سے عمدہ اور خوش ذائقہ چیز کا مزہ نہیں اٹھا سکتا اور اسے بالکل تلخ یا پھیکا سمجھتا ہے حالانکہ نفس الامر میں وہ چیز مزہ سے خالی نہیں ہوتی حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ حقیقت نماز سے نا آشنا ہوتے ہیں اور نماز کو محض رسمی طور پر ادا کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اپنی اس بیماری کا علاج کرنا چاہئے۔

نماز کا حظ و سرور

خالق ارض و سما نے دنیا میں جس قدر اشیاء انسان کے لئے بنائی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے کسی نہ کسی قسم کی لذت بھی رکھ دی ہے جو انسان کی توجہ کو اپنی طرف جذب کرتی ہے مثلاً دیکھئے خالق کائنات نے اناج اور تمام خوردنی و نوشیدنی اشیاء انسان کے لئے پیدا کی ہیں۔ ظاہر ہے وہ ان سے لذت و حظ پاتا ہے اور ان کے لئے حریص ہے۔ ان مادی چیزوں کے مزہ اور ذائقہ کے احساس کے لئے قدرت نے اس کے منہ میں زبان دی ہے وہ خوبصورت اشیاء کو دیکھ کر خواہ وہ نباتات ہوں یا جمادات اور حیوانات حظ و سرور پاتا ہے۔ دلکش اور سریلی آوازوں سے اس کے کان محظوظ ہوتے ہیں اسی طرح عورت و مرد کے تعلقات میں ایک خاص حظ و سرور رکھا گیا ہے جس کا لطف سب چیزوں سے زیادہ سمجھا جاتا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس چونکہ انسان عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس لئے اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک قسم کا حظ و سرور رکھا ہے۔ اگر اس کا احساس ہو جائے تو انسان پھر دنیا و مافیہا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ غایت انسانی ہستی کی لازوال اور دائمی ہے اس بناء پر دنیا کی تمام چیزوں کی لذتیں فانی، عارضی اور لاشے ہیں اور عبادت کا سرور وراحت مستقل اور ابدی ہے لیکن اس کے حاصل کرنے کے لئے بڑی کوشش اور مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ عبادت کا لطف و سرور عبودیت اور ربوبیت کے رشتہ پر موقوف ہے۔ اس رشتہ و تعلق میں جس قدر صلاحیت، استواری اور عمدگی ہوگی اسی قدر عبادت میں حظ و سرور حاصل ہوگا لیکن جب اس میں کسی قسم کا بگاڑ پیدا ہو جائے تو پھر نظام عبدیت بگڑ جاتا ہے اور تمام عبادتیں ایک بوجھ معلوم ہونے لگتیں ہیں۔

خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ جب تک عبودیت الوہیت کے ساتھ سچا اور مستحکم رشتہ رکھتی ہے اس وقت تک وہ ان فیضانوں اور برکات وانوار سے بہرہ ور ہوتی رہتی ہے جو الوہیت کے چشمہ سے نازل ہوئے ہیں۔ صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ جو حظ اس تعلق میں موجود ہے اگر ساری عمر میں ایک بار بھی مل جائے تو وہ اس میں فنا ہو جائے لیکن ایک عالم اس لذت سے ناآشنا اور بے خبر ہے یہی وجہ ہے کہ نمازوں میں عام طور پر بے دلی اور بے رغبتی پیدا ہو رہی ہے۔

ذوق نماز کے حصول کا طریق

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب نماز سے بے دلی اور بے رغبتی پیدا ہو رہی ہے اور مسلمانوں میں عبودیت والوہیت کا سچا و مضبوط رشتہ قائم نہیں رہا تو یہ غفلت وسستی و بے ذوقی کیسے دور ہو؟ اور ذوق نماز کے حصول کا طریق کیا ہے؟ اس سوال کے جواب میں مسلمان دل سے توجہ کریں کیونکہ اس کتاب کی اصل روح اور مقصد اعظم بھی یہی چیز ہے۔

اس سوال کا جواب کچھ بھی مشکل نہیں۔ اس کا مختصر جواب تو صرف اتنا ہے کہ عبودیت اور الوہیت کے ٹوٹے ہوئے رشتہ کو از سر نو قائم کرنے کی ضرورت ہے اور یہ رشتہ مضبوط اور استوار ہوتا ہے یقین و ایمان سے۔ ایمان باللہ ہی عبادت کی جان اور عبدیت کی روح ہے۔ اس کے بعد تفصیلی جواب بھی ذہن نشین کر لیجئے۔ قاعدہ ہے کہ جب کسی چیز میں بے ذوقی و بے لطفی ہو تو اس کا بار بار اعادہ کیا جاتا ہے یعنی اس میں دوام کیا جاتا ہے۔ مثلاً دیکھئے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک نشہ باز اور شرابی کو جب شراب میں سرور نہیں آتا تو وہ پے در پے ساغر کے ساغر چڑھائے جاتا ہے یہاں تک کہ وہ سرور نشہ میں آجاتا ہے۔ یہاں سے فائدہ یہ حاصل ہوا کہ نماز میں بے ذوقی کا علاج بھی نماز پر دوام ہے اگر نمازی دل سے نماز پر دوام کرے تو اسی بے ذوقی سے ذوق پیدا ہو جانا یقینی ہے۔ اپنے ذہن کا رجحان خدا کی طرف اور ذوق نماز کے حصول کی طرف رکھو پھر دیکھو ذوق نماز حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔ لیکن اس میں شرط خلوص اور جوش واستقامت ہے۔

حضوری حاصل کرنے کا طریق

نماز میں حضور قلب حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نماز مین اپنے لئے دعا کرتے رہو۔ سرسری رسمی اور بے حضوری وخیالی نماز کو کافی نہ سمجھو۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو نماز کو دلی توجہ سے ادا کرو اگر دلی توجہ باوجود کوشش اور خیالی کش مکش کے پیدا نہ ہوتی ہو تو پنج وقتہ نمازوں کے بعد سجدہ میں یا کھڑے ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور میں تضرع وزاری کے ساتھ یوں دعا کرو کہ اے خدائے قادر ذوالجلال! بندوں کی فلاح وکامرانی صرف تیرے ہاتھ میں ہے۔ میں گناہ گار ہوں سراپا غریق بحر معصیت ہوں۔ گناہوں نے مجھے اپنا بنالیا ہے میں معصیت وسیہ کاری کے سیلاب میں ڈوبا جارہا ہوں۔ گناہوں کے زہر نے میرے دل اور رگ وریشہ میں ایسا اثر کیا ہے کہ مجھے نماز میں حضوری حاصل نہیں ہوتی۔ عاجز نواز خدائے قدوس! مجھے محض تیرے فضل وکرم کا سہارا ہے، تیری رحمت وبخشش پر نظر ہے۔ میرے گناہوں کو بخش دے میری تقصیرات اور نافرمانیوں کو معاف فرمادے، میرے دل کو نرم کردے، مجھ میں ایسی صلاحیت واستعداد پیدا کر کہ میں عبودیت کے رشتہ کو قائم رکھ سکوں اور میرے دل میں اپنی عظمت اپنا خوف اور اپنی محبت پیدا کردے تا کہ میری سخت دلی بے رغبتی اور کور ذوقی دور ہو اور نماز میں حضوری اور لطف وسرور حاصل ہو۔

اگر اس طرح پورے صبر اور استقامت کے ساتھ دعا کی جائے خصوصاً تہجد کی نماز کے بعد ان شاء اللہ یقیناً حضوری حاصل ہو جائے گی۔ الغرض حضوری حاصل کرنے کے لئے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے۔ ہر وقت توبہ واستغفار کرتے رہیں۔ موت کو یاد رکھیں۔ دنیا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی زندگی کو آخرت کی کھیتی سمجھیں اور موت کو بالکل قریب سمجھیں۔ حضوری حاصل کرنے کا یہی طریق ہے۔ یاد رکھو گناہوں کے باعث دل سخت ہو جاتا ہے اگر اس سختی کو دور کرنا ہو تو توبہ واستغفار کرو۔ اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت نماز یہیں بیان کر دی جائے۔

حقیقت نماز

یہ زمانہ دہریت وزندقہ کا زمانہ ہے۔ انسان کی نظر صرف ظواہر تک محدود ہو کر رہ گئی ہے اور وہ سرے سے خدا ہی کے وجود کا منکر ہے۔ مگر دہری انسان کی یہ حماقت و نادانی انسانی فطرت پر پردہ ڈال کر آقائے حقیقی کے تصور کو مٹا نہیں سکتی خواہ ساری دنیا زبان سے خدا کی ہستی کا انکار کر دے۔ لیکن اس کی روح برابر خدا کا اقرار و اعتراف کرتی رہے گی۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا کہنا یہ ہے کہ دنیا کے مذہب پر غور کرنے، کل اقوام عالم کو ایک مرکزی قوت کے سامنے سربسجود دیکھنے، قانون قدرت کے مطالعہ کرنے، فطرت سلیم، قوت ایمانی اور نور فراست کے اتفاق سے یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن و مبرہن ہو جاتی ہے کہ ہمارا ایک خالق و مالک اور معبود ضرور ہے خواہ اس کا وجود ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور ہم اس کو مانیں یا نہ مانیں ہمیں خود اپنے وجود میں شبہ ہو سکتا ہے لیکن ایک خالق و مالک ہستی کے وجود میں ہرگز ہرگز شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔

کائنات کا ذرہ ذرہ بزبان حال اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ خالق ارض وسما کی قدرت کاملہ کل عالم پر محیط اور تمام اشیاء میں جاری وساری ہے۔ الغرض ایک ہمہ قدرت فوق الکل وجود کا خیال واعتقاد کل اقوام دنیا میں پایا جاتا ہے اور یہ فطرت کا اشتراک اور قوائے باطنی کی اضطراری توجہ ایک اعلیٰ و برتر ہستی کے وجود کی ایک عجیب دل نشین دلیل ہے۔

قلبی شکر گزاری کا مرکزی نقطہ

جب ہم عالم اسباب پر غور و نظر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم کون ومکان کے انقلابات میں انسان ہمیشہ مجبور و معذور رہتا ہے اگرچہ وہ اشرف المخلوقات ہے لیکن تمام اختیارات کے مواد اور مقدورات کے اسباب اس کی قدرت سے باہر ہیں۔ دوسری طرف

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے قوائے طبعی مثلاً سورج، چاند، ستارے، ہوا، بادل وغیرہ اسی مجبور و معذور اور بے مقدور انسان کے بے مزہ خدمت گار اور مطیع ہیں۔ تیسری طرف جب ہم اپنے اسباب قریبہ یعنی جسم کو دیکھتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ ہمیں قدرت نے نہایت ہی مناسب اعضاء و جوارح اور آلات و ادوات دیئے ہیں اگر ان آلات میں سے ایک بھی مفقود ہو جائے تو اس کے مثل بے نقص ایک آلہ کا موجود کرنا اس کے امکان سے خارج ہے۔

یہ تصورات انسان کے دل میں یقیناً نور ایمان پیدا کرتے ہیں ساتھ ہی عجیب لگن سخت جوش اور پاکیزہ جذباتِ بھی پیدا کرتے ہیں اور دلی نیاز و شکر گزاری کے ساتھ انسان کو منعم و محسن حقیقی کی حمد و ستائش کی طرف خود بخود دل کو مائل کرتے ہیں۔ انسان کو جس قدر زیادہ اپنی احتیاج و اقتصاد کا علم اور فوق القدرت سامانوں کے بآسانی بہم پہنچ جانے کا یقین ہو جاتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کا دل منعم کے احسانات کی شکر گزاری کی طرف مائل ہوتا جاتا ہے۔ یہی علم یا یہی یقین دلی نیاز اور قلبی شکر گزاری جو نور فراست صحیح علم، سچی محبت اور باطنی اخلاص سے پیدا ہوتی ہے عبادت کی اصل اور حقیقت نماز ہے۔

اچھا بیج اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے یعنی جو کچھ ہمارے قلب میں ہے وہی ظاہری اقوال و افعال اور حرکات سے بھی ظاہر ہوتا ہے اسی طرح ہماری ظاہری حرکات و سکنات کا بھی اثر قلب پر پڑتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ تمام واردات اور عوارض مثلاً انبساط و انقباض، یاس و رجا، فرحت و غم اور محبت و عداوت اعضائے ظاہری کو باطنی اعضا سمیت یکساں متغیر و متاثر کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے دلی نیاز اور قلبی شکر گزاری کے ساتھ ظاہری اقوال و افعال اور حرکات و سکنات کو بھی نماز میں ملحوظ رکھا ہے۔

یہ ناممکن ہے کہ ایک خالق، مالک، رازق اور منعم کا تصور انسان کے قلب میں گزرے اور اس کے انعامات و عطیات کی تصدیق دل و جان سے ہو مگر ظاہری اعضاء متحرک نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر قوم میں جوش، قلبی تحریک اور حمد و ستائش کی آگ بھڑکانے کے لئے ظاہری اعمال کا التزام بھی پایا جاتا ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تقسیم احکام

مذہب کیا ہے؟ عبد ومعبود کا رشتہ۔ وہ دنیا میں کیوں آیا ہے؟ اس لئے کہ عبد و معبود کے رشتہ کو قائم و برقرار رکھے اور انسان کو حقیقی نجات و کامرانی اور ابدی راحت و آرام کا راستہ بتلائے۔ اس کی غرض بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ خالق ومخلوق کا رشتہ استوار ومحکم رہے اور بندے اپنے خود ساختہ قانون کی بجائے قانون الٰہیہ کے ماتحت زندگی بسر کریں۔ اسلام نے اس تعلق کو باقی رکھنے اور یہ مقصود حاصل کرنے کے لئے پانچ نمازوں کا حکم دیا ہے۔

یہاں اس بات کو سمجھ لیجئے کہ اسلامی احکام دو قسم کے ہیں۔ ایک تو احکام اصلی اور دوسرے تابع یا محافظ اصلی۔ مقصود بالذات اصلی احکام ہیں اور احکام تابع صرف اس لئے دئے گئے ہیں کہ احکام اصلی باقی رہیں اور ان کی حفاظت۔ نماز کے ارکان ظاہری احکام تابع یا محافظ ہیں اس امر کا روشن ثبوت یہ ہے کہ یہ ارکان عذر کی حالت میں انسان کے ذمہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ مثلاً نماز میں بحالت مرض علی اختلاف الاحوال قومہ، قعدہ، سجدہ، جلسہ اور قیام وغیرہ سب معاف ہو جاتے ہیں لیکن وہ اصلی حکم اور حقیقی فرض یعنی قلبی خشوع و خضوع جو مقصود بالذات چیز ہے بہرحال انسان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا جب تک کہ انسان کے سانس کی آمد ورفت کا سلسلہ باقی رہے یہ فرض کبھی نہیں ٹلتا۔ صرف یہی نماز ہے جو خدا کے نزدیک لائق اعتبار اور مستحق ثواب ہے۔

نماز کی علت غائی اور قرآن

نماز تمام دینی و دنیوی کامرانیوں و فائز المرامیوں کی کفیل، تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کی ضامن اور شادابی روح وپختگی ایمان کا یقینی ذریعہ ہے اس کی علت غائی خدا کے ساتھ وابستگی پیدا کرنا اور عبدیت کا کامل مظاہرہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ۝ (اعراف)

"اور یاد کر واپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ڈرتے اور

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

زبان سے بھی چلائے بغیر (یوں یاد کرو) صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی اور نہ ہو جاؤ (یاد الٰہی سے) غافل رہنے والوں سے"۔

یعنی اپنے رب کی یاد سے کبھی غافل نہ ہو۔ خدا کی یاد سے غافل ہونا روحانی موت ہے۔ اللہ تعالیٰ روحانی موت سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ دوسری جگہ فرمایا ہے۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ۝ (عنکبوت)

"آپ تلاوت کیجئے اس کتاب کی جو وحی کی گئی ہے آپ کی طرف اور نماز صحیح ادا کیجئے بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور گناہ سے اور واقعی اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑا ہے"۔

ان آیات سے نماز کی علت غائی بخوبی ظاہر ہوتی ہے یعنی نماز منکرات و فواحش سے محفوظ رہنے کے لئے فرض کی گئی ہے یعنی نماز کی اقامت و مداومت سے صفت پرہیز گاری اور تصفیہ باطن حاصل ہوتا ہے۔ اگر نماز کی پابندی سے روحانی ترقی حاصل نہ ہو اور اخلاقی خوبیاں پیدا نہ ہوں تو سمجھ لینا چاہئے کہ ایسی نماز رسمی اور بے جان ہے۔

نماز اور قرآن وحدیث

نماز کے معانی

نماز کو عربی زبان میں "صلوٰۃ" کہتے ہیں اور یہ لفظ صلی سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں کسی لکڑی کو گرم کر کے سیدھا کرنا۔ چونکہ نماز انسان کی تمام علمی و عملی کجیوں اور کمزوریوں کو دور کر کے اسے منشائے فطرت کے مطابق مقصد حیات کے لئے تیار کرتی ہے اس لئے نماز کو "صلوٰۃ" کہا گیا ہے یعنی نماز میں نفس کی ٹیڑھی لکڑی کو طاعت و عبادت کی آگ پر سینک سینک کر سیدھا کیا جاتا ہے اور اس سے دل میں سوز و گداز پیدا ہوتا ہے اور عشق الٰہی کی آگ ماسوئی اللہ کی خس و خاشاک کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب ایک نمازی دنیا کی تمام چیزوں سے کنارہ کش اور دست بردار ہو کر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کرتا ہے اور اپنی عبودیت کا کامل اور شاندار مظاہرہ کرتا ہے تو دل کی کجی دور ہوتی ہے اور اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے راستی اور استقامت عطا ہوتی ہے۔ جس کو وہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہہ کر مانگتا ہے پھر اس استقامت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایمان کے دونوں شعبے:

ا۔ شفقت علی خلق اللہ۔

۲۔ تعظیم لامر اللہ۔

نشو ونما پانے لگتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ نماز وہ طریق مستقیم ہے جو عبودیت اور الوہیت کے درمیان واقع ہے جب انسان اس پر چلنے لگتا ہے تو اسے الوہیت کا فیضان پانے کے لئے ایک صعود ہوتا ہے پھر رحمت الٰہی جوش میں آتی ہے اور الوہیت کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہادی کامل نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "نماز مومن کی معراج ہے"۔

میں ببانگ دہل بڑی جرأت اور قوی ایمان کے ساتھ کہتا ہوں کہ اسلامی عبادت نماز کی مثال یا اس سے بڑھ کر مقبول ومطبوع صورت نہ تو کسی مذہب میں رائج ہے اور نہ اور کوئی صورت عقل میں آسکتی ہے۔ یہ جامع و مانع طریق ان تمام عمدہ اصولوں اور مسلمہ خوبیوں پر حاوی ہے جو دنیا کے اور مذاہب میں فرداً فرداً موجود ہیں اور دلی نیاز مندی وشکر گزاری کے ان تمام آداب کو شامل ہے جو معبود حقیقی کے سامنے قوائے انسانی میں پیدا ہونے ممکن ہیں۔ اس سے بہتر عبادت کی عاجزانہ صورت نہ وجود میں آئی اور نہ تصور میں، عجز وخشیت الٰہی کی پوری شان صرف اسلامی عبادت میں پائی جاتی ہے۔

سات سو مقامات پر فریضہ نماز کی تاکید

آپ نے گزشتہ تفصیلات سے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا کہ نماز ایک نہایت ہی مہتم بالشان عبادت ہے یہی تو وجہ ہے کہ قرآن پاک میں پورے سات سو مقامات پر باری تعالیٰ نے اس فریضہ مہمہ کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔ لیکن یہاں ہم چند جامع آیات کو پیش کرتے ہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ۝

(بقرہ)

"نماز ادا کرو اور زکوۃ دیتے رہو اور رکوع کرو ساتھ رکوع کرنے والوں کے"۔

قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خِلٰلٌ۝

"اے میرے رسول! میرے جو بندے مجھ پر ایمان لے آئے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ وہ نماز برابر ادا کرتے رہیں اور ہم نے جو دولت انہیں عطا کی ہے اس سے ہماری راہ میں بھی خرچ کریں ایسا نہ ہو وہ غفلت میں ہی پڑے رہیں اور وہ دن آپہنچے جس دن نہ بیع و شرا ہوگی اور نہ وہ دوستیاں قائم رہیں گی"۔ (ابراہیم)

الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ۝ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (الانفال)

"سچے اور حقیقی ایماندار وہ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں وہی پکے مومن ہیں"۔

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ۝

"نماز کی پوری حفاظت و پابندی کرو خصوصاً نماز عصر کی اور اپنے اللہ کے احکام ماننے اور ان پر عمل کرنے کے لئے مستعد رہو"۔ (بقرہ)

نماز کا اجر و ثواب

نماز کی پابندی کرنے والوں کی تعریف سے قرآن و حدیث بھرے پڑے ہیں اور نماز پر جو اجر و ثواب ملنے کا خدائے کریم نے وعدہ کیا ہے ان کا جگہ جگہ ذکر آیا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا سے ڈرنے والے اور نیکوکار بندے وہی ہیں جو ایمان بالغیب کا یقین حاصل کرتے اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ ایک دوسری جگہ اس اجر و ثواب کی یوں تصریح کی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

يَحْزَنُوْنَ۝

"جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور نماز کو پابندی کے ساتھ پڑھتے رہے اور زکوٰۃ دیتے رہے ان کا اجر و ثواب اللہ کے پاس جمع رہے گا اور نہ انہیں کوئی رنج و غم اور حزن والم ہوگا"۔ (بقرہ)

اللہ اللہ نماز کا کتنا بڑا اجر و ثواب ہے اور کتنی اعلیٰ ترغیب ہے۔ نمازی سے زیادہ کس کی زندگی کامیاب اور ہشاش بشاش ہو سکتی ہے ان کے لئے نہ کوئی رنج ہے نہ فکر، مسرت و اطمینان انہیں کا حصہ ہے۔ دین و دنیا کے سارے عیش انہیں کے لئے ہیں اور ان کے لئے دین و دنیا میں نعماء و اکرام کی بشارت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بندہ نوازی کا لطف انہیں کو حاصل ہوتا ہے جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور اپنی عبدیت کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہیں۔ اب احادیث رسول ﷺ سے نماز کا اجر و ثواب معلوم کیجئے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے پوچھا: اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ۔ قَالَ الصَّلٰوۃُ لِوَقْتِھَا۔ یعنی اللہ کے نزدیک تمام اعمال میں بہتر کون سا عمل ہے؟ حضور ﷺ نے جواب دیا وقت پر نماز پڑھنا۔ (بخاری و مسلم)

نماز تمام گناہوں کو دھو ڈالتی ہے

صحاح میں ایک حدیث آئی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز کی مثال اس نہر کی سی ہے جو تمہارے دروازہ پر بہہ رہی ہے اور تم روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتے رہو۔ اب بتلاؤ کہ کچھ میل باقی رہ سکتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا اس طرح نماز بدن سے تمام گناہوں کو دھو ڈالتی ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ بندہ سے سب سے پہلے قیامت کے دن توحید کے بعد نماز کا حساب لیا جائے گا اگر اس نے نماز اچھی طرح ادا کی ہوگی تو حساب میں آسانی ہو جائے گی اگر کچھ کمی کی ہے تو خدا تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے کہ اس شخص کے اعمال میں کچھ نفل ہوں گے تو فرض کی کمی نفل سے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پوری کردو کیونکہ اعمال کی جزا بقدر اعمال کے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا بندہ جب نماز میں اللہ اکبر کہتا ہے تو گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے پیدائش کے وقت تھا اس کے بعد سبحانک اللھم پڑھتا ہے تو اس کے ہر بال کے بدلہ میں ایک سال کی عبادت لکھی جاتی ہے اور اس کی قبر میں وسعت ہوتی ہے پھر جب اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھتا ہے تو اس پر موت کی سختی آسان ہو جاتی ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے سے چار ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور چار ہزار گناہ معاف ہو کر چار ہزار مراتب بڑھتے ہیں۔ پھر سورہ الحمد پڑھنے سے حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ رکوع کرنے سے کوہ احد کے برابر سونا خیرات کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ سبحان ربی العظیم پڑھنے سے وہ اجر ملتا ہے جو خدا کی تمام نازل کردہ کتابوں کی تلاوت کرنے سے ملتا ہے۔ پھر جب بندہ سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی طرف رحمت سے دیکھتا ہے۔ سجدہ کرتا ہے تو گویا قرآن کے حرفوں کے برابر غلام آزاد کرتا ہے۔ جب سبحان ربی الاعلیٰ کہتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے لئے تمام انسانوں، شیطانوں اور جنوں کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھتا ہے جب التحیات پڑھنے بیٹھتا ہے تو جہاد کرنے والوں کا ثواب ملتا ہے جب سلام پھیر کر فارغ ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے لئے دوزخ کے ساتوں دروازے بند کر کے آٹھوں جنتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ (یہ حدیث ضعیف ہے)

نماز کی بدولت بڑی بڑی مصیبتیں ٹل جاتی ہیں

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نماز کے برابر کسی اور چیز سے حاجات کی طلب نہیں ہوتی۔ یعنی نماز سے بڑھ کر قضائے حاجت کے لئے کوئی چیز نہیں اسی واسطے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نماز اور صبر کے ذریعہ مدد مانگو۔

بزرگان دین کے واقعات تاریخ اسلام سے بھرے پڑے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی بدولت ان سے بڑی بڑی مصیبتیں ٹل گئی ہیں۔ جس وقت ان پر کوئی مصیبت آفت اور بلا آتی تھی تو وہ فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور ان کو نجات مل جاتی تھی۔ پس جو

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شخص پانچ وقت کی نمازیں پوری پوری پابندی کے ساتھ ادا کرتا رہے تو خدا تعالیٰ اس کو تمام دینی و دنیوی مصائب و آلام سے نجات دیں گے اور وہ دارین میں فائز المرام و شادکام ہوگا۔

باری تعالیٰ عزاسمہ حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ میں فرماتا ہے کہ اگر وہ خدا تعالیٰ کی تسبیح نہ پڑھتے تو قیامت تک ان کو خلاصی نہ ملتی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں یوں فرماتے ہیں کہ اگر حضرت یونس علیہ السلام نماز نہ پڑھتے تو مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک رہتے۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات دلانے والی نماز تھی۔

بریدہ اسلمی کی روایت میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ رات کے اندھیرے میں نماز پڑھنے جاتے ہیں ان کو خوشخبری دے دو کہ ان کے لئے قیامت کے دن ایک چمکتا ہوا نور ہے۔

نماز دین کا ستون ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرور کائنات حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے اور اس میں دس عمدہ باتیں ہیں۔

۱۔ دین و دنیا میں چہرہ کا نور۔

۲۔ نیک کاموں میں دل کی سوز و تڑپ۔

۳۔ تمام بیماریوں سے بدن کی حفاظت۔

۴۔ خدا تعالیٰ کی رحمت نازل ہونے کا سبب اور عبادت کے آسمان پر پہنچنے کی کنجی۔

۵۔ قبر کی تاریکی اور تنہائی میں بہترین مونس و مددگار۔

۶۔ نیکی کے پلہ کا بھاری وزن۔

۷۔ نعمائے جنت کے حصول کا سبب۔

۸۔ آتش دوزخ سے نجات اور مصائب و آلام سے رہائی۔

۹۔ قیامت کے دن پروردگار عالم کی خوشنودی کا سبب۔

۱۰۔ دیدار خداوندی کا حصول۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

صاحب تنبیہ الجہال فرماتے ہیں کہ جو شخص دلی نیاز اور قلبی شکرگزاری کے ساتھ پانچوں نمازیں ٹھیک وقت پر پڑھتا رہے گا تو اس کو تیرہ بزرگیاں اور نعمتیں عطا ہوں گی۔

ا۔ اسکے دل میں خدا کی محبت و عظمت پیدا ہو جائے گی اور یہی چیز ایمان کی روح ہے۔

۲۔ اس کی جسمانی صحت اچھی رہے گی۔

۳۔ فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔

۴۔ اس کے گھر اور کاروبار میں خیر و برکت نازل ہوگی۔

۵۔ اس کے چہرہ سے بزرگی اور نیک بختی کے آثار ظاہر ہوں گے۔

۶۔ خدا تعالیٰ اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا۔

۷۔ وہ پل صراط سے تیز ہوا کی طرح گزر جائے گا۔

۸۔ اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

۹۔ اس کو میدان محشر کی سختی سے نجات ملے گی۔

۱۰۔ رب العزت اس کو امراء کے سامنے تاج و خلعت عطا فرمائے گا۔

۱۱۔ قیامت کے دن اس کو نہ کوئی غم ہوگا اور نہ کوئی حزن و ملال۔

۱۲۔ وہ خدا تعالیٰ کے دیدار سے فیض یاب و شادکام ہوگا۔

۱۳۔ حضور اکرم ﷺ اس کی شفاعت کریں گے۔

اللہ! اللہ! نماز کی کیسی خوبیاں اور عظمتیں ہیں۔ سچ پوچھو تو دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی خوبی اور نیکی نہیں۔ جس نے نماز کی پابندی کی اس نے دونوں جہان کی بھلائیاں اور خوبیاں حاصل کرلیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے رسول کریم ﷺ کی امت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ وہ لوگ ایسی پانچ نمازیں پڑھتے ہیں کہ جن کو اگر قوم نوح پڑھتی تو غرق نہ ہوتی اگر قوم عاد پڑھتی تو اس پر آندھی مسلط نہ کی جاتی اگر قوم ثمود پڑھتی تو چیخ سے بے ہوش نہ ہو جاتی۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر کسی شخص کو دو رکعت نماز کی اجازت دے دی جائے تو اس سے بہتر اور کوئی بات اس کو نہیں مل سکتی۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تمام آیات واحادیث اور اقوال کا خلاصہ

ان تمام آیات و احادیث اور آثار و اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز دین کا ستون ہے۔ عبدیت و الوہیت کا رشتہ، غذائے روح، مومن کی پہچان، خدا تعالیٰ کی خوشنودی، فرشتوں کی محبت، انبیاء کا طریقہ، عبادت و معرفت، پختگی ایمان اور صحیح علم وعمل کی اصل دعا اور اعمال کی قبولیت کا سبب، رزق میں برکت دینے والی، صحت وتندرستی کو قائم و برقرار رکھنے والی، دشمنوں پر ہتھیار کا کام دینے والی، شیطان سے نفرت پیدا کرنے والی، قبر کی مونس، قیامت میں شفاعت کرنے والی، ملک الموت کے آنے کے وقت انسان کی رفیق، منکر نکیر کو صحیح جواب دینے والی، پل صراط سے پار اتارنے والی، دوزخ سے آڑ وحجاب، جنت کے دروازہ کی کنجی، سر کا تاج، بدن کا لباس، نیکی کے پلہ کو بھاری کرنے والی ہے۔

خلاصہ یہ کہ نماز نیکیوں، بھلائیوں اور سعادتوں کا خزانہ اور تمام اعمال وعبادات سے افضل واکرم ہے۔

لکھا ہے کہ ایک مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام ایک دریا کے کنارے کھڑے ہوئے تھے آپ نے دیکھا کہ ایک نور کا پرندہ کیچڑ میں غوطہ کھانے لگا اور پھر پانی میں نہا کر پاک وصاف ہوگیا اور اپنے اصلی حسن وجمال پر آ گیا۔ اسی طرح اس نے پانچ مرتبہ کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس حرکت کو دیکھ کر متعجب ہوئے۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ اے عیسیٰ! حق تعالیٰ نے اس پرندہ کو اس شخص کی مثال بنا کر آپ کو دکھایا ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے۔ یعنی اسی طرح ہر قسم کی جسمانی وروحانی کثافتوں اور غلاظتوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

حکایت

یہ ایک مشہور حکایت ہے جس کو عام طور پر واعظ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کسی امام مسجد کی عورت پر عاشق ہوگیا اور اس کو اپنے دام عشق میں لانا چاہتا تھا۔ بہزار دقت اپنے معشوق تک رسائی حاصل کی اور اپنا عشق ظاہر کر کے اپنا مطلب بیان کیا۔ عورت تھی عفت مآب اور پارسا اس نے جواب دیا کہ میں اپنے نفس کو تیرے حوالہ کرنے کے لئے تیار ہوں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مگر ایک شرط سے وہ یہ کہ پہلے تو چالیس یوم متواتر میرے خاوند کے پیچھے پانچوں وقت کی نمازیں باجماعت پڑھ لے پھر میں تیری ہوں۔ اس شخص نے اس شرط کو منظور کیا اور نماز پڑھنی شروع کردی۔ چالیس یوم کے بعد عورت نے بلایا اور کہا اب میں حاضر ہوں مگر وہاں نماز اپنا کام کرچکی تھی اور نفس شیطان کے بچھائے ہوئے جال کو تار تار کر چکی تھی۔ مرد نے کہا کہ اب مجھے آپ کی ضرورت نہیں میں گناہوں سے توبہ کر چکا ہوں اور تمہاری جگہ اور ہی کسی پر عاشق ہو گیا ہوں۔ الغرض نماز نے اس شخص کو فسق و فجور سے بچالیا اور نیکی کا سیدھا راستہ بتلا دیا۔ اگر نماز کو دلی نیاز کے ساتھ پڑھا جائے تو وہ اسی طرح انسان کو گناہوں سے بچا کر پرہیز گار بنا دیتی ہے۔

نماز کی برکت سے شیر ادنیٰ پہرہ دار بن گیا

وعظ کی ایک کتاب میں میں نے دیکھا ہے کہ ایک بار ایک بزرگ عامر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کا گزر کسی جنگل میں ہوا جہاں سانپ بکثرت تھے آپ نے اسی سانپوں کے جنگل میں اقامت کی اور نماز پڑھنی شروع کردی۔ شام کے وقت ایک نصرانی عابد آیا اور پوچھا آپ کون ہیں؟ کہا میں ایک مسافر ہوں۔ نصرانی نے کہا یہ جنگل سانپوں کا ہے رات کو یہاں قیام نہ کیجئے گا۔ میرا مکان حاضر ہے آپ وہاں آجائیں ہر قسم کی ایذا سے محفوظ رہیں گے۔ آپ نے فرمایا آپ کی اس اخلاقی ہمدردی کا شکریہ لیکن آپ اطمینان رکھیں میرا خالق خود میری حفاظت کرے گا اور وہی سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے۔ وہ نصرانی یہ جواب سن کر چلا گیا اور اپنے مکان میں جا کر سو رہا۔ آدھی رات کے وقت اتفاقاً اس کی آنکھ کھل گئی اور چھت پر گیا کہ عامر بن قیس کو دیکھے۔ قدرت خداوندی کا عجیب تماشا نظر آیا کہ وہ نماز پڑھنے میں مصروف ہیں اور ایک شیر ان کی حفاظت کر رہا ہے اور ایک سپاہی کی طرح ٹہلتا جا رہا ہے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو شیر سے مخاطب ہو کر کہا سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ میرے لئے یہ پہرہ کی تکلیف کیوں گوارا کر رہے ہیں۔ معاف فرمایئے مجھے آپ کی حفاظت کی ضرورت نہیں ہاں جو کچھ میرے لائق کام ہو وہ شوق سے فرمایئے ورنہ رخصت ہو جایئے ناحق میری نماز میں خلل انداز نہ ہوں۔ یہ سنتے ہی شیر سلام کر کے دم ہلاتا ہوا چل

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دیا۔ نصرانی عابد نے جب ان کی یہ کرامت دیکھی تو حیران رہ گیا اور تعجب سے پوچھا آپ کیا مذہب رکھتے ہیں؟ کہا میں ایک گنہگار مسلمان ہوں۔ نصرانی نے کہا سبحان اللہ! جب اس مذہب کے گنہگار ایسے باکمال خدا پرست اور فرشتے ہوتے ہیں تو اس مذہب کے اچھوں کا تو کہنا ہی کیا ہوگا یہ کہتے ہی مشرف بہ اسلام ہوگیا۔

ترک صلوٰۃ پر وعید

جب نماز کے دینی و دنیوی محاسن اور بزرگوں کی تیز روشنی دل کی آنکھوں کو خیرہ کئے دیتی ہے۔ اس کی برکات وحسنات کے دفتر بھرے پڑے ہیں اور وہ ہر ایک عمل سے افضل ہے تو ضروری بات ہے کہ اس کا ترک کرنا بھی زیادہ خراب اور بدتر عمل ہوگا جس طرح نماز انسان کو نیکی وسعادت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچاتی ہے اسی طرح اس کا ترک کرنا بھی انتہائی پستی وذلت میں لے جاتا ہے۔ جو مسلمان ہو کر نماز نہیں پڑھتا وہ خدا کا باغی اور نفس و شیطان کا دوست ہے۔ بے نمازی کو اسلام کا دعویٰ کسی طرح زیب نہیں دیتا جب وہ خدا کے حکم میں نماز خمسہ کی پابندی تک نہیں کرسکتا جس میں نہ کچھ خرچ ہے اور نہ تکلیف تو وہ خدا کے لئے جہاد وقربانی کیا خاک کرسکتا ہے۔ اگر سچ پوچھو تو تارک صلوٰۃ کا خدا تعالیٰ پر صحیح ایمان نہیں ہے ورنہ یہ ناممکن ہے کہ ایک مسلمان خدا پر ایمان لائے اور اس کے حکم کی تعمیل سے انحراف کرے۔ اس میں شک نہیں کہ بے نمازی مسلمان بھی ہے اور کلمہ بھی پڑھتا ہے مگر اس کی مسلمانی رسمی اور اس کا کلمہ پڑھنا زبان تک محدود ہے۔ اس کا دل کافر اور نافرمان ہے اور ایمان کا تعلق دل ہی کے ساتھ ہے اس تعلق کا پتہ اعمال سے چلتا ہے۔ یہ تعلق جتنا زیادہ قوی ہوگا اتنا ہی زیادہ اعمال صالحہ کی پابندی ہوگی اور یہ تعلق جتنا زیادہ کمزور اور رسمی ہوگا اتنا ہی زیادہ احکام اسلامیہ کی بجا آوری میں غفلت وکوتاہی ہوگی۔ پس کہا جاسکتا ہے کہ جو مسلمان نماز نہیں پڑھتا وہ اپنے پاس اسلام کا عملی ثبوت کوئی نہیں رکھتا۔ اس کا زبانی دعویٰ ایک دھوکہ اور فریب ہے اور اس کا ایمان کمزور ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تارک صلوٰۃ واجب القتل ہے

یہ وعیدسن کر ہر مسلمان بے نمازی کو لرزنا چاہیے کہ بہت سے صحابہ تابعین اور ائمہ امت کے نزدیک جو شخص قصداً نماز ترک کرے وہ واجب القتل اور کافر ہے۔ بہت سی حدیثوں سے اس کا خارج اسلام ہونا ثابت ہے اس کے تمام اعمال باطل ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذمہ سے خارج ہے اور نہ اس کا کوئی دین ہے نہ ایمان۔

محتاط علماء ان احادیث کا مطلب یہ لیا کرتے ہیں کہ بے نمازی کافر اور خارج اسلام ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ کامل مومن اور عملی مسلمان نہیں۔ بہر حال اس میں تو شک نہیں ہے کہ ترک صلوٰۃ اسلامی نقطہ نگاہ سے سخت جرم اور بہت بڑا گناہ ہے اور بے نمازی خدا کا سب سے بڑا نافرمان ہے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے جو شخص قصداً نماز ترک کر کے قضا کا ارادہ نہ کرے اور خدا کے عتاب سے نہ ڈرے وہ کافر ہے۔ ہمارے امام حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک تارک صلوٰۃ کو حبس دوام کیا جائے گا اور اس وقت تک رہا نہ کیا جائے گا جب تک وہ خالص توبہ نہ کر لے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔

فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ

''یعنی ان کے بعد ایسے لوگ آئے جنہوں نے صلوٰۃ کو ضائع کیا اور خواہشات کی پیروی کی''۔ (مریم:59)

مفسرین کہتے ہیں من بعدھم سے مراد بعد النبیین ہیں۔ سدی کہتے ہیں اس میں یہودیوں کی مذمت ہے۔ مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد اس امت کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے قصداً نماز ترک کی۔

ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

قال صلی اللہ علیہ وسلم ان بین الرجل و بین الشرک والکفر ترک الصلوۃ۔ (رواہ مسلم)(33)

33۔ مسلم شریف بشرح نووی کتاب الایمان، جلد 2 صفحہ 62، دارالکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اور شرک وکفر کے درمیان ترک صلوٰۃ ہے۔
(روایت کیا اس کو مسلم نے)"۔

یعنی مسلمان اور کفر وشرک کے درمیان نماز ہے گویا تارک صلوٰۃ بوجہ ترک صلوٰۃ کے کفر وشرک سے نزدیک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٣١﴾ (روم)

"نماز پڑھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ"۔

یعنی ترک صلوٰۃ ایسی بری بلا ہے کہ مسلمان کو مشرک بنا دیتی ہے نیز رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

من حافظ على الصلوة كانت له نورا و برهانا ونجاة يوم القيمة ومن لم يحافظ عليها لم تكن له نورا ولا برهانا ولا نجاة وكان يوم القيمة مع قارون و فرعون و هامان و ابى بن خلف۔ (رواہ احمد)(34)

"جس شخص نے نماز کی حفاظت کی قیامت کے دن اس کے لئے ایک نور و برہان ہوگا اور وہ نجات حاصل کرے گا اور جس نے اس کی حفاظت نہ کی اس کے لئے نہ نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات اور قیامت کے روز اس کا حشر قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا"۔

اس حدیث کی تصریح میں علماء نے کہا ہے کہ دنیا میں مال حاصل کرنے کے جائز طریقے چار ہیں۔

۱۔ بادشاہت وریاست، نوکری، عہدہ اور وزارت وغیرہ۔

۲۔ زراعت۔

۳۔ صنعت ودستکاری۔

۴۔ تجارت۔

34۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب الصلوٰۃ، 59، نور محمد اصح المطابع کراچی۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جو شخص سبب ریاست وامارت اور نوکری وملازمت نماز سے غافل رہا اس کا حشر فرعون کے ساتھ ہوگا اور ہامان وزیر کے ساتھ جو صنعت وحرفت کے سبب نماز سے غافل رہا وہ قیامت کے روز قارون کے ساتھ ہوگا کیونکہ قارون دستکار تھا اور جو شخص تجارت وزراعت کے سبب نماز چھوڑے گا وہ ابی بن خلف کے ساتھ دوزخ میں جائے گا کیونکہ وہ سوداگر تھا۔

قیامت کے روز بے نمازیوں کی رسوائی

لکھا ہے کہ جو شخص دنیا میں ریاست وملازمت کے سبب ادائے نماز سے غافل رہا ہوگا قیامت کے روز نماز چھوڑنے کے اس عذر کو پیش کرے گا تو باری تعالیٰ حکم دے گا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حاضر کرو جب یہ حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ دیکھا یہ بھی تو بادشاہ تھے ان کی عظیم الشان سلطنت نے ان کو نماز سے کیوں نہ روکا۔ تیرا یہ عذر نا قابل سماعت ہے۔ سلطنت وملازمت کسی کو نماز سے نہیں روکتی بلکہ خود غافل تھا ملائکہ اس کو جہنم میں ڈال دو۔ اسی طرح اگر کوئی بیماری کا عذر کرے گا تو حضرت ایوب علیہ السلام کو بلایا جائے گا اور اسی طرح آخر میں جہنم میں ڈال دیے جانے کا حکم ہوگا اگر کوئی اولاد کی محبت و پرورش کا عذر کرے گا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو بلایا جائے گا اور ان کو دکھا کر جہنم میں لے جانے کا حکم ہوگا اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے ظلم یا کوئی غلام اپنے آقا کے ظلم وستم کا عذر کرے گا تو حضرت بی بی آسیہ فرعون کی بیوی کو بلایا جائے گا جب وہ حاضر ہوں گی تو ارشاد ہوگا کہ وہ دیکھو اس مومنہ کا خاوند فرعون نہایت ظالم اور قہرمان تھا مگر یہ ہماری یاد سے غافل نہ رہی۔ یہ سب تمہارا فریب نفس ہے لے جاؤ ایسی بے نماز عورت اور غلام کو جہنم میں جھونک دو۔

ایک دن نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد ارشاد فرمایا لوگو رات کو میرے پاس دو فرشتے آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ راستہ میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص زمین پر لیٹا ہوا ہے اور ایک دوسرا شخص ہاتھ میں پتھر لئے کھڑا ہے زور سے پتھر اس لیٹے ہوئے شخص کے سر پر مارتا ہے، پتھر دور جا نکلتا ہے اور سر چور چور ہو جاتا ہے وہ شخص پتھر لینے جاتا ہے کہ اتنے میں اس کا سر پھر صحیح سالم ہو جاتا ہے اور پھر اس طرح سر چور چور ہو جاتا ہے۔ میں نے یہ دردناک عذاب دیکھ کر فرشتوں سے پوچھا کہ اس شخص کا کونسا ایسا سخت گناہ ہے جس کی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پاداش میں ایسی سخت سزادی جارہی ہے؟ فرشتوں نے کہا یہ شخص تارک الصلوٰۃ تھا۔

ایک وقت کی نماز ترک کرنے کا عذاب

ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص عمداً ایک وقت کی نماز ترک کردے گا تو اس ایک نماز کے لئے تین حقبہ دوزخ میں عذاب پائے گا ایک حقبہ اسی ہزار برس کا ہوتا ہے اس حساب سے تین حقبوں کے دولاکھ چالیس ہزار برس ہوئے۔ بے نمازیو! ذرا غور کرو اور خدا کے لئے ہوش میں آؤ کہ ایک وقت کی نماز چھوڑنے کی سزا دولاکھ چالیس ہزار برس تک دوزخ کی آگ میں جلتے رہنا ہے۔ چنانچہ بخدا یہ وہ دردناک اور ہولناک عذاب ہے کہ اگر پہاڑ بھی سنیں تو خوف سے پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ پھر جس شخص نے عمر بھر نماز ہی نہیں پڑھی اس کو لاکھوں کروڑوں برس دوزخ کی آگ میں جلنا پڑے گا۔ پس اے بے نمازو! توبہ کر کے جلد از جلد نماز پر قائم ہو جاؤ اگر تم واقعی مسلمان ہو اور تمہارا قرآن وسنت وحدیث پر یقین ہے اور ایمان ہے اگر کوئی بے نمازی اس دردناک عذاب کو سن کر بھی نماز پر قائم نہ ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ ان کا عذاب دوزخ پر اعتقاد نہیں اور وہ اپنے نفسوں کے بدترین دشمن ہیں۔

منقول ہے کہ قیامت کے روز گناہگاروں کا منہ کالا ہوگا مگر ان بے نمازیوں کا منہ سب سے زیادہ کالا ہوگا۔

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص نماز صبح ادا نہ کرے گا اس کے رزق میں برکت نہ ہوگی جو ظہر کی نماز ترک کرے گا اس کے دل سے نور الٰہی جاتا رہے گا۔ جو عصر کی نماز ترک کرے گا اس کے اعضاء میں نیک اعمال کرنے کی قوت باقی نہ رہے گی۔ مغرب کی نماز چھوڑنے والے کو کھانے میں مزہ نہ ملے گا اور عشاء کی نماز چھوڑنے والا دنیا وآخرت میں مومن نہ سمجھا جائے گا۔

اللہ اللہ! آج مسلمان بے نمازوں کے دل کتنے سخت ہو گئے ہیں کہ وہ ان وعیدات شدید کو سنتے ہیں اور پھر نماز پر قائم نہیں ہوتے معلوم ہوا واقعی ان میں سے اثر پذیری کا مادہ اور عمل کی قوت جاتی رہی ہے وہ گویا اسلام کی طرف سے مر گئے ہیں انہیں غفلت ومعصیت نے اپنا بنالیا ہے ان کی روحیں فنا ہو گئی ہیں اور ان کو بداعمالیوں نے اندھا، بہرا اور گونگا بنا دیا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔ کیا اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ ہماری ساری تباہیوں اور بربادیوں کا باعث ہماری غفلت و معصیت ہے۔ ہم نے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے اور ہم نے اپنی زندگی جان بوجھ کر وبال جان بنائی ہے۔

بے نمازوں کی ڈھٹائی

ذرا بے نمازوں کی ڈھٹائی، بے حیائی، گستاخی، نافرمانی اور بے پروائی تو دیکھئے کہ اول نمازوں کے نزدیک نہیں جاتے اگر کوئی اللہ کا بندہ ان کو نماز کی تاکید کرے تو نمازیوں میں کیڑے نکالے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ نمازیوں کی حالت بھی ہماری جیسی ہے۔ یہ بہت بڑی گستاخی ہے کہ اول جرم کریں اور پھر طرح طرح کے عذر، حیلے، بہانے اور توجیہیں کرتے پھریں اور اپنے معاصی وجرائم پر اظہار ندامت کی جگہ الٹا ناصح کے منہ میں آئیں۔ یہ قلوب کج اور ذہنیتیں تاریک ہو جانے کی علامت اور بربادی کی دلیل ہے۔

آج اسلام کی اکثریت اسلام سے بے تعلقی پر استوار ہے۔ اس کی عملی حالت نہایت سقیم وزار ہے۔ غفلت و معصیت کے نشہ میں سرشار ہے۔ مسلمان ہو کر اور کہلا کر اپنی مسلمانی کی رسوائی کا باعث بن رہے ہیں۔ بے نمازیوں کو ذرہ برابر شرم محسوس نہیں ہوتی کہ ان کے اس فعل سے اسلام اور دین الٰہی کی عظمت وجلالت پر کیا اثر پڑ رہا ہے اور وہ کیونکر مغضوب الٰہی بن رہے ہیں۔

مسلمانوں کی اکثریت اس اہم ترین فریضہ اسلام سے غفلت برت کر دنیا جہان کی نحوستوں اور بربادیوں کا شکار ہے۔ سب کے سب قومی وبال میں گرفتار ہیں مگر یاد رکھئے جب کشتی ڈوبتی ہے تو نیک و بد دونوں ہی ڈوب جاتے ہیں جو نمازی ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ ذاتی فکر میں مبتلا ہیں اپنی نماز پڑھ لی اور مطمئن ہو گئے۔ دوسرے مسلمانوں کو نصیحت کرنا تو کجا اپنے گھر والوں کو تاکید بھی نہیں کرتے اور ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ انہوں نے اپنا فرض عبودیت تو بیشک ادا کر دیا لیکن دوسروں اور اپنے گھر والوں کو نماز کی ہدایت نہ کرنے کا وبال ان پر ضرور ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بے نمازیوں کے نامعقول عذرات

نماز اسلام کا ایک ایسا اہم اور اٹل فریضہ ہے کہ جب تک ایک مسلمان کے جسم میں جان باقی ہے اس وقت تک سوائے شرعی عذرات کے کسی حالت میں بھی نماز معاف نہیں ہو سکتی۔ کوئی عذر اور مجبوری ایسی نہیں مسلمان اس فرض اتم سے چھٹکارا حاصل کر سکے۔ مگر اس کا کیا علاج کہ نفس پرست مسلمان عبادت کرنا ہی نہیں چاہتے۔ ذرا آپ بے نمازیوں کو ہدایت کر کے دیکھیں نئے نئے عذرات اور عجیب عجیب مجبوریاں پیش کریں گے اور ہر طرح اپنی بے دینی کا ثبوت دیں گے۔ حالانکہ خود اسلام نے کسی سختی، عذر اور مجبوری کو روا نہیں رکھا اور اس میں اس قدر سہولتیں اور آسانیاں پیدا کر دی ہیں کہ ان کے بعد حقیقتاً کوئی مسلمان بھی مجبوری کا عذر پیش نہیں کر سکتا۔ وہ حکم جو تلوار کے سائے میں بھی نہ ٹل سکے اس کے متعلق کوئی عذر اور مجبوری بھی قابل سماعت نہیں۔

اس سے زیادہ اس فریضہ کی بجا آوری کی تاکید اور اہمیت کیا ہوگی کہ جہاد کی حالت میں بھی جب کہ سر دھڑ کی بازی لگ رہی ہو یہ فریضہ ساقط نہیں ہوتا۔ ذرا غور کرو حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے گھر والوں پر کتنا سخت وقت تھا۔ آگ کا سمندر چاروں طرف لہریں مار رہا تھا۔ دشمن سر پر موجود تھا اور تین دن کی بھوک پیاس تھی لیکن خاندان رسالت کے کسی فرد نے بھی ان ہولناک ایام میں ایک وقت کی نماز بھی قضا نہیں کی اور دنیا والوں کے سامنے اپنی عبدیت کا ایک ایسا شاندار نمونہ قائم کیا جس کی نظیر لانا محال ہے۔

الغرض مسلمان، مسلمان ہو کر اور بندہ، بندہ ہو کر نماز اور بندگی کے متعلق کوئی عذر اور مجبوری پیش نہیں کر سکتا۔ اس کا کوئی عذر ہرگز قابل سماعت نہیں جو مسلمان نماز نہیں پڑھتا وہ خدا کا بہت بڑا نافرمان اور نمک حرام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے قلب تاریک ہو گئے ہیں ان میں احساس فرض باقی نہیں رہا۔ خوف خدا ان میں ذرا بھی نہیں اور وہ اللہ کے نہیں بلکہ وہ نفس و شیطان کے بندے بنے ہوئے ہیں۔ ہم نے اپنی زندگی کو خود وبال جان بنا رکھا ہے۔ ہم ذلیل و پسماندہ ہیں، مفلس و قلاش ہیں، منتشر اور متفرق ہیں اور دنیا کی دوسری قوموں کے سامنے عاجزانہ گھٹنے ٹیکے ہوئے ہیں۔ اس کا واحد سبب یہ ہے کہ ہم

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسلامی فرائض کی بجا آوری سے آزاد ہیں ہم نے خدا کو اور اس کی عبادت کو چھوڑ دیا ہے اور اس کے سامنے سر جھکانا ترک کر دیا۔ پھر ہم دین و دنیا میں کیونکر فلاح یاب ہو سکتے ہیں۔

نماز کی حفاظت

اللہ کا ہزار ہزار شکر اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان بنایا اور ہم اس کے حبیب کی امت میں ہیں۔ لیکن افسوس کہ ہم نماز کی ذرا بھی حفاظت نہیں کرتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ہمیں جگہ جگہ نماز کی حفاظت و نگہداشت کرنے کا حکم دیا ہے۔ تم ہی انصاف سے کہو کہ کیا یہ مسلمانی ہے کہ ہم دنیا کے کاموں میں تو ہر وقت سرگرم و مصروف رہتے ہیں اور ذرا ذرا سے کام بڑی توجہ سے کرتے ہیں۔ ہر ایک چیز کی دیکھ بھال رکھتے ہیں لیکن نماز کی ذرا پرواہ نہیں کرتے یہ اچھی مسلمانی ہے کہ دنیا کے کاموں میں تو چست و چالاک مگر دین کے کاموں میں غافل اور لا پروا۔ پس غور سے سن لو کہ نماز کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ۝

"بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری عبادت کرو اور میری یاد قائم کرنے کے لئے نماز قائم کرو"۔ (طٰہٰ)

یعنی نماز اللہ کو یاد کرنا ہے جس نے نماز کو ترک کر دیا اس نے خدا کو بھلا دیا اور خدا تعالیٰ کو بھلانا ہلاکت آفرین ہے۔ قرآن پاک میں گزشتہ امتوں کا ذکر ہے ان کی سرگزشتوں سے ہمیں عبرت دلائی ہے۔ گزشتہ امتوں کی سرگزشتوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک انہوں نے اللہ کو یاد رکھا وہ دنیا میں کامیاب و کامران رہیں اور جب انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں سزا دی اپنی دی ہوئی تمام نعمتیں ان سے چھین لیں طرح طرح کے عذاب میں گرفتار ہوئیں اور بالآخر فنا ہو گئیں۔ حالانکہ ان میں سے بعض قومیں ہم سے طاقت اور فضیلت میں زیادہ تھیں لیکن جب انہوں نے خدا کو بھلا دیا تو ان کی طاقت و فضیلت اور تہذیب و ترقی کام نہ آئی اور صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو گئیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کیا ہم اب بھی خدا کی یاد کرنے کے لئے نمازوں کو قائم نہ کریں گے اگر ہم اب بھی نماز کی حفاظت نہ کریں تو انہیں قوموں کی طرح مٹنے کے لئے تیار رہنا چاہئے مگر آہ! ہمیں اس کی کیا پرواخواہ مٹیں یا باقی رہیں جب کسی قوم میں احساس زیاں باقی نہ رہے تو اسے نقصان وضرر اور تباہی کا کیا خطرہ۔ جبھی تو ہم برابر غافل ہیں۔ ہم پر عذاب الٰہی نازل ہے اور ہم اپنی قسمتوں کو رورہے ہیں۔

کون مسلمان نہیں جانتا کہ نماز کی بڑی تاکید آئی ہے اور وہ دین کا ستون اور کفر وایمان کی عملی نشانی ہے لیکن حالت یہ ہے کہ اکثر مسلمان اس سے غافل ہیں ان میں بہت سے ایسے بھی فرعون بے سامان ہیں جنہوں نے ساری عمر اس معبود حقیقی کے سامنے سر نیاز کو خم نہیں کیا انہیں میں ایسے مسلمان بھی ہیں جو یہ جاننے کے باوجود کہ نماز فرض موکدہ ہے نماز نہیں پڑھتے۔ انہیں ان کی بدبختی یا خوشحالی نے خدا کی یاد سے غافل کررکھا ہے۔

مسلمانو! اپنی جانوں پر رحم کھاؤ، خدا کی یاد سے غافل ہو کر شقی نہ بنو اور احکام الٰہی بجالاؤ اس میں تمہاری ہی بھلائی ہے۔ یہ اسلامی احکام کی بجا آوری ہی تو تھی جس نے عرب کے مٹھی بھر مسلمانوں کو تمام دنیا کے کفار پر غلبہ دیا تھا اور وہ تمام دنیا پر چھا گئے تھے۔ اس کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی تاریخ کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائے۔ اگرچہ ہم اس مشروعیت کی تاریخ پچھلے ابواب میں لکھ چکے ہیں تاہم یہاں اور زیادہ وضاحت کے ساتھ فرضیت صلوٰۃ کے متعلق تدریجی احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

فرضیت صلوٰۃ اور اس کے تدریجی احکام

نماز صرف مسلمانوں پر فرض نہیں بلکہ اگلی تمام امتوں پر بھی فرض تھی۔ ہاں نماز کی یہ کامل ومکمل صورت جو ہماری نمازوں میں ہے ان امتوں میں نہ تھی۔ دنیا میں جس قدر انبیاء ومرسلین وقتاً فوقتاً مبعوث ہوئے وہ برابر اپنی امتوں میں نماز کی تاکید وہدایت کرتے رہے اور خود بھی نمازیں پڑھتے رہے۔ جب تک گزشتہ امتوں نے نماز کے ذریعہ یاد الٰہی کو قائم رکھا وہ راہ راست پر قائم رہیں اور جب خدا کو بھلا دیا اور نمازوں کو چھوڑا تو وہ راہ راست سے بھٹک کر فنا ہوگئیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسلام کے تمام احکام واوامر تدریجی طور پر آئے کیونکہ اسلام اپنے ہر حکم کا مسلمانوں کو پابند بنانا چاہتا تھا۔ اسلام کا سب سے بڑا کمال اور معجزہ یہ ہے کہ اس نے عرب جیسی وحشی اور اکھڑ قوم کو دیکھتے ہی دیکھتے ایک باخدا اور خدا رسیدہ قوم بنا دیا۔ اسلام کے احکام کچھ ایسی ترتیب کے ساتھ نازل ہوتے گئے کہ ان کے دل و دماغ میں پیوست ہوتے گئے۔ تدوین شریعت کا کام ایسی خوبصورتی سے تکمیل پذیر ہوا اور صدیوں کی بگڑی ہوئی طبائع کو اس طرح اصلاح پذیر کیا کہ عقل انسانی وجد میں آ جاتی ہے یعنی جیسے جیسے حالات درست ہوتے گئے فرائض واحکام نازل ہوتے گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سب سے پہلے عذاب وثواب کی آیتیں نازل ہوئیں جن کا مقصد یہ تھا کہ دلوں میں رقت واستعداد پیدا ہو جائے۔ جب دلوں میں رقت واستعداد پیدا ہو گئی تو پھر احکام واوامر کا نزول شروع ہوا۔ گویا پہلے زمین ہموار کی گئی اس کے بعد تخم عمل کاشت کیا گیا۔ روزہ مدینہ میں جا کر فرض ہوا اور زکوۃ اس کے آٹھ سال بعد لیکن نماز اسلام کے وجود ہی کے ساتھ فرض ہو گئی تھی البتہ اس کی تکمیل بتدریج ہجرت کے اٹھ سال بعد ہوئی۔

ابتدائے اسلام میں چونکہ کفار درپے آزار تھے اور وہ گویا مسلمانوں کے لئے ایک طوفانی دور تھا اس لئے مسلمان دو تین برس تک اعلانیہ نماز نہ پڑھ سکے اس وقت تک صرف رات کو نماز پڑھنے کا حکم تھا۔ چنانچہ سورۂ مزمل کی ابتدائی آیتوں میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اے کملی اوڑھ کے سونے والے رات کو تھوڑی دیر کے سوا اٹھ کر نماز پڑھا کر۔ آدھی رات تک یا اس سے کچھ کم یا اس سے بھی کچھ زیادہ بڑھا دیجئے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے ہم عنقریب آپ پر ایک بھاری بات ڈالنے والے ہیں۔ اس حکم کے مطابق دو تین سال نماز کی یہی کیفیت رہی۔

جب اس حکم میں پختگی ہو گئی تو کچھ مدت کے بعد صبح وشام کی دو دو رکعتیں فرض ہوئیں چنانچہ ارشاد ہوا۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ وَ مِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ○ (الدھر)

"صبح وشام اپنے رب کا نام لیا کر اور رات کے وقت دیر تک اسے سجدہ کیا کر اس کی تسبیح بیان کر۔"

رات کو دیر تک نماز پڑھنے کا حکم صرف ایک برس تک قائم رہا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے صحابہ کا عمل اس حکم پر بارہ برس تک رہا۔ نماز پڑھتے پڑھتے ان کے پیر متورم ہو جاتے تھے۔ ایک سال کے بعد اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی اور اس کے بعد یہ حکم نازل ہوا۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ (مزمل:20)

"تیرا پروردگار واقف ہے کہ دو تہائی رات سے کم اور آدھی رات اور ایک تہائی رات تک تو نماز پڑھا کرتا ہے اور کچھ اور لوگ بھی تیرے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ وہ خود بھی رات کا اندازہ کرتا ہے اس لئے جان لیا اور سمجھ لیا کہ تم اسے گن نہیں سکتے اس لئے تجھ پر مہربانی کی اب تم سے جتنا ہو سکے اتنا ہی قرآن نماز میں پڑھ لیا کرو۔ اس نے جان لیا کہ تم بیمار بھی ہو گے، مسافر بھی ہو گے جو خدا کا فضل ڈھونڈتے اور معاش تلاش کرنے کے لئے سفر کریں گے اور ایسے لوگ ہوں گے جنہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہو گا اس لئے اب تم سے جتنا ہو سکے اتنا ہی پڑھ لیا کرو۔"

تہجد کی نماز کے بعد تین نمازیں

آپ معلوم کر چکے ہیں کہ پہلے صبح وشام کی دو رکعتیں فرض ہوئی تھیں پھر رات کو دیر تک نماز پڑھنے کا حکم ایک سال تک قائم رہا اس کے بعد فجر، مغرب اور عشاء کی تین نمازیں فرض

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جب کوئی کھیل تماشا ہوتا ہے یا تجارتی قافلہ نظر آتا ہے تو اس کی طرف دوڑتے اور اس پر ٹوٹ کر گرتے ہیں اور تجھے اپنی جگہ کھڑا چھوڑ دیتے ہیں ان سے کہہ دے کہ جو کچھ خیر و برکت اور اجر و ثواب خدا کے ہاں ہے وہ ان کھیل تماشوں اور قافلوں سے بہتر ہے"۔

قرآن پاک کے یہ پیارے الفاظ صحابہ کے دل میں اتر گئے یا تو ان کی یہ حالت تھی کہ نماز کو چھوڑ کر تجارتی قافلہ میں چلے گئے یا اس آیت کے نزول کے بعد ان کے خشوع و محویت کی یہ حالت ہوئی کہ نماز میں تن بدن کا ہوش نہ رہتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حالت نماز میں مجروح ہوئے اور تڑپے مگر اس دل دوز منظر کو دیکھ کر پوری جماعت میں سے ایک شخص بھی ان کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ یعنی نماز کی محویت و استغراق اور لطف و لذت کی وجہ سے کسی کو کچھ خبر بھی نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک اور تاریخی واقعہ ہے کہ انصاری نماز پڑھ رہے تھے اسی حالت میں ان کے جسم پر تین تیر آ کر لگے مگر آپ پر بدستور استغراق و محویت کی حالت طاری رہی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جسم مبارک میں ایک تیر اس طرح پیوست ہو گیا تھا کہ کھینچتے سے تکلیف ہوتی تھی۔ جب آپ نماز میں مشغول ہوئے تو لوگوں نے آسانی کے ساتھ اس تیر کو کھینچ لیا اور آپ کو خبر تک نہ ہوئی۔

الغرض جب صحابہ کی نمازوں میں استغراق و محویت کا یہ عالم ہو گیا تو خود باری تعالیٰ عزاسمہ نے اپنے ان پاک بندوں کی یوں تعریف و تحسین فرمائی۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (النور:38)

"یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اور کوئی نفع خیز خیال بھی خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتا"۔

نماز اور خدا کی یاد

حقیقت یہ ہے کہ نماز سے بڑھ کر خدا کی یاد کا کوئی طریقہ نہیں۔ نماز ہی ایک ایسی چیز ہے جو بندہ کو خدا سے وابستہ کرتی اور اس کے دل و دماغ پر محویت کا عالم طاری کرتی ہے۔ بشرطیکہ ایک نمازی حقیقت نماز سے باخبر ہو اور دلی نیاز و قلبی شکر گزاری کے ساتھ نماز پڑھی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جائے۔ نماز پڑھنے والے خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ پانچ وقت کی نمازوں سے ان کے دلوں میں خدا کی یاد کا کتنا زبردست اثر ہوتا ہے۔ نماز کا یہ یقینی اثر ہوتا ہے کہ مصیبت و تکلیف کے وقت ان کے دل عاجزی کے ساتھ خدا کی طرف جھکتے ہیں۔ خوشی اور راحت و آرام کی حالت میں ان کی رگ رگ منعم حقیقی کا شکر ادا کرتی ہے۔ وہ بہت سی برائیوں سے خود بخود بچ جاتے ہیں۔ مگر یہ حالت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو دلی رجوع کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں ورنہ انہیں نمازیوں میں ایسے نمازی بھی ہوتے ہیں کہ نیت باندھنے کے بعد زبان کا انجن برابر چل رہا ہے اور مشین کی طرح اعضائے جسمانی حرکت کر رہے ہیں مگر دل و دماغ کو کچھ بھی خبر نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ جو کچھ زبان کہتی ہے دل کو اس کی مطلق خبر نہیں جسم نماز میں ہوتا ہے اور دل کہیں اور ہی کی سیر کرتا ہے۔

دماغ میں عجیب عجیب منصوبے بندھتے ہیں اور غائب ہو جاتے ہیں۔ بیرونی باتوں کے خیالات یکے بعد دیگرے آتے اور چلے جاتے ہیں۔ ایسے بے نمازیوں کے رکوع و سجود محض عادتاً ہوتے ہیں۔ حالانکہ تکبیر تحریمہ کے بعد نمازی کو ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سورہ حج کے دوسرے رکوع میں فرماتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ (الحج)

"اور آدمیوں میں کوئی ایسا ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارہ پر (یعنی بے اطمینانی کی حالت میں) کرتا ہے پس اگر اسے کوئی فائدہ پہنچ گیا تو اس سے خوش ہو گیا اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچی تو اپنے منہ پر لوٹ گیا۔ اس نے دنیا و آخرت کا نقصان اٹھایا۔ یہی صریح نقصان اٹھانا ہے۔ اللہ کے سوا ایسے کی عبادت کرتا ہے جو اسے نہ نقصان پہنچا سکے اور نہ نفع دے سکے۔ یہی بڑی گمراہی ہے"۔

اس آیت مبارکہ سے ایسے نمازیوں کی نماز کے متعلق معلوم ہو گیا کہ ان کی نمازیں اللہ تعالیٰ قبول نہ کرے۔ ان کی نمازوں کا حال کھلے گا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے بلکہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اپنی عادت کو پورا کرتے ہیں۔

منصور رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب واقعہ

سب جانتے ہیں کہ حضرت منصور علیہ الرحمۃ نہایت ہی باخدا بزرگ تھے۔ جس وقت ان کو دار پر چڑھانے کے لئے لوگ لئے جارہے تھے تو اس وقت ایک مؤذن اذان کہہ رہا تھا جب اس نے اذان میں کہا اللہ اکبر تو حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے اور کہا چپ رہ کیوں بڑائی کر رہا ہے تیرا خدا تو میرے پاؤں کے نیچے گڑا ہوا ہے۔ اس کفریہ کلمہ پر لوگوں نے ان کو مارنا پیٹنا شروع کیا لیکن ان میں سے بعض لوگوں کو خیال آیا کہ منصور فقیر کامل مشہور ہے اس کی بات میں کوئی بھید اور اصلیت ضرور ہے۔ معلوم تو کرنا چاہئے کہ آخر اس نے یہ کیا بات کہی ہے؟ انہوں نے مؤذن سے پوچھا کہ اذان دیتے وقت تیرا کہاں خیال تھا؟ اس نے کہا ایمان کی بات تو یہ ہے کہ اس وقت مجھے بار بار خیال آرہا تھا کہ لڑکی جوان ہو گئی ہے اگر کہیں سے روپیہ آئے تو کام بنے۔ اس کے بعد لوگوں نے اس جگہ کو کھودا جہاں منصور رحمۃ اللہ علیہ نے وہ بات کہی تھی۔ وہاں ایک بہت بڑا دفینہ ظاہر ہوا اور منصور کی بات پوری ہوئی۔

یاد رکھئے ایسی نمازیں جن میں دل حاضر نہ ہو کسی کام کی نہیں۔ نماز میں پراگندہ خیالات دل و دماغ کو کندہ کر دیتے ہیں۔ اگر دل لگا کر اطمینان و سکون کے ساتھ نماز پڑھی جائے تو عجیب لطف آتا ہے۔ دل لگا کر نماز پڑھنے سے اتقا بڑھتا ہے۔ دل و دماغ نور ایمان سے منور ہوتے ہیں اور نماز کے اثرات و کمالات ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

نماز میں توحید کے اسرار و نکات

مذہب کے متعدد اغراض و مقاصد ہیں ان میں سے ایک مقدم و اہم غرض یہ ہے کہ وہ انسان کو حضرت باری تعالیٰ عز اسمہ کی ذات و صفات کے متعلق ایسی اعلیٰ و اکمل، جامع و مانع اور فطری و عقلی تعلیم دے جو اس کی ذات اقدس کے شایان شان ہو تا کہ اس کی ذات و صفات کا صحیح اور یقینی علم حاصل کر کے انسان کو خدا سے وابستگی پیدا ہو۔ وہ خدا سے محبت

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرے۔ صفات الٰہیہ کا اعلیٰ تخیل اس کے دل و دماغ میں گھر کر لے وہ شراب معرفت سے مدہوش ہو جائے۔ وہ نہایت ذوق و شوق اور دلی توجہ سے قرب الٰہی کے وسائل و ذرائع اختیار کرے، صفات الٰہیہ کا رنگ اختیار کرے اور وہ خدا کی محبت میں فنا ہو جائے۔

خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کا صحیح علم توحید پر موقوف ہے۔ جب تک کوئی مذہب اعتقادی و عملی طور پر اپنے اندر توحید کی تعلیم نہ دکھائے اس وقت تک وہ ہرگز ہرگز خدائی مذہب ثابت نہیں ہو سکتا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ حقیقی توحید کی تعلیم کسی مذہب نے نہیں دی۔

اسلام ہی دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جو انسان کو اعتقادی و عملی رنگ میں توحید کامل کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام کی تعلیم میں سب سے اعلیٰ اور ممتاز خصوصیت یہی ہے کہ اس نے توحید خالص کا مسئلہ رائج کیا اور ہر قسم کے شرک کی قطعی طور پر بیخ کنی کر دی۔ اسلام اسی مقصد کو لے کر دنیا میں آیا ہے اور توحید کا اعتقاد دلوں میں راسخ کرنا چاہا ہے۔ اس کی سب سے بڑی اور نمایاں خدمت یہی ہے کہ اس نے توحید کی نشر و اشاعت کی۔ توحید کی اس شدت و تکرار کے ساتھ تعلیم دی کہ آج ساری دنیا نے اس اعتقاد کو زبانی طور پر تسلیم کر لیا۔ آج ہندوستان کی وہ قومیں جو شرک و بت پرستی اور تثلیث کے جال میں پھنسی ہوئی ہیں توحید کا زبانی اقرار و دعویٰ کر رہی ہیں۔ اسلام نے ان کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ توحید کا اقرار کریں ورنہ اسلام کے مقابلہ میں ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکتیں۔

اسلام نے توحید کامل کی جو تعلیم دی ہے وہ اعتقادی اور عملی رنگ میں نماز میں موجود ہے اس کا ہر لفظ اور ہر عمل توحید کا شاندار اور مسحور کن مظاہرہ ہے۔

نماز کے لئے ضروری ہے کہ نماز پڑھنے والا قبلہ کی طرف منہ کرے۔ اس پر ان کم فہم اور نادان لوگوں نے جن کے دل و دماغ میں شرک و بت پرستی جمی ہوئی ہے اعتراض کئے ہیں کہ یہ قبلہ یا کعبہ پرستی ہے۔ اگرچہ اس اعتراض کے جواب پر ہم اجمالی روشنی پچھلے کسی عنوان کے ماتحت ڈال چکے ہیں۔ تاہم یہاں مزید واقفیت اور اطمینان کے لئے نماز کے توحیدی اسرار و لطائف کو بیان کرتے ہیں تا کہ نماز کی شان و اہمیت اچھی طرح واضح ہو جائے۔ لیکن اس سے پیشتر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شرک کے معنی بتا دیئے جائیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شرک کیا ہے؟

شرک کے معنی ہیں ساجھی بنانا یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور ہستی کو ملا دینا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں سے کسی ایک میں ملا دینا۔ شرک کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ اعتقادی

۲۔ عملی

اعتقادی شرک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے اسماء و افعال میں دوسرے کو شریک مانا جائے اس شرک کی اسلام نے یہاں تک بیخ کنی کی ہے کہ ریا کو بھی اس میں داخل کر دیا ہے اور عملی شرک یہ ہے کہ ان افعال و اعمال میں جو خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے لئے کئے جانے چاہئیں کسی دوسرے کو ملا دیا جائے۔ یہ شرک کبھی عبادت کے رنگ میں پیدا ہوتا ہے کبھی شرک فی الطاعت کی صورت میں اور کبھی شرک فی المحبت کی صورت میں جلوہ گری کرتا ہے۔ اسلام نے ان سب صورتوں سے شرک کو اڑا دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تعظیم میں، عبادت میں، طاعت میں اور محبت میں کسی غیر کو خدا کا شریک نہ کیا جائے۔

اس کے بعد یہ بھی سمجھ لیجئے کہ شرک پیدا کیونکر ہوتا ہے؟ یہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کسی غیر کو اللہ کے سوا کامل علم، کامل تصرف اور کامل قدرت والا جانا جائے۔ پس جو انسان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کامل علم، کامل تصرف، اور کامل قدرت والا مانتا ہے تو وہ مشرک ہے مگر یہاں یہ بھی یاد رکھئے کہ دنیاوی مطالب کے حاصل کرنے اور مکروہات سے بچنے کے لئے مسبب الاسباب نے جو امید و بیم کا سلسلہ انسان میں جاری کیا ہے وہ شرک میں داخل نہیں کیونکہ اس میں علم کامل اور تصرف کامل کا اعتقاد نہیں ہوتا۔

پس اس طرح کی مطلب برآری میں کسی کا علم و تصرف کیونکر خدا کے علم و تصرف میں مزاحم ہو سکتا ہے۔ محتاج انسان اپنی مطلب برآری کے لئے جس علم و تصرف والے کے آگے کامل محبت اور سچی ارادت سے بہ تعظیم تمام پیش آتا ہے وہ صرف خدائے واحد ہے جس کے علم و تصرف میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عبادت کیا ہے؟

عبادت یا پرستش چار چیزوں کے مجموعی مفہوم کا نام ہے۔

۱۔ کسی ہستی کی نسبت کسی قسم کی امید و بیم کا پیدا ہونا۔

۲۔ اس ہستی کی صفات کاملہ کا اعتقاد اور اس کا علمی و عملی اظہار۔

۳۔ امید و بیم کے باعث اس ہستی کی حمد و ثنا بیان کرنا اور اس کی صفات کاملہ پر توجہ کرنا۔

۴۔ حمد و ثناء کے بعد اس ہستی سے کچھ مانگنا۔

یہی چار چیزیں نماز میں بدرجہ اتم و اکمل پائی جاتی ہیں جس سے نتیجہ نکل آیا کہ نماز اسلامی توحید کا کامل مظاہرہ ہے۔ یہیں سے اس اعتراض کا جواب بھی نکل آیا جو قبلہ پر کیا جاتا ہے یعنی قبلہ کی طرف منہ کرنے میں عبادت و پرستش کا کوئی مفہوم بھی نہیں پایا جاتا۔ ساری نماز میں مکہ معظمہ کا نام تک نہیں آتا چہ جائیکہ اس کی تعریف کی جائے یا اس سے کچھ مانگا جائے۔ معلوم ہوا کہ جو نادان سمت قبلہ پر اعتراض کرتے ہیں وہ نہ توحید کو جانتے ہیں نہ شرک کو اور نہ ہی عبادت و پرستش کے مفہوم سے آشنا ہیں بلکہ وہ تو صرف آفتاب پر خاک ڈالنا جانتے ہیں۔

اسلام نے صاف اور کھلے لفظوں میں اپنے متبعین کو یہ حکم دیا ہے فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ﴿۳﴾ (قریش) یعنی اس گھر کے رب کی عبادت کرو۔ اب بغور ان لطائف کو سنئے جو نماز میں توحید کے متعلق ہیں۔

لطیفہ اول وضو

نماز کا مقدمہ وضو ہے جیسے یہ سمجھا گیا ہے کہ طہارت کاملہ کے بغیر کوئی عبادت قابل قبول نہیں اگرچہ وضو کو صرف طہارت ظاہری تک محدود سمجھا جاتا ہے لیکن درحقیقت وہ طہارت باطنی کو بھی شامل ہے ظاہری شست و شو تو طہارت باطنی کا پیش خیمہ ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ وضو کے بعد ہمارے ہادی نے جو دعا سکھائی ہے اس میں طہارت باطنی کو اور اس کے حصول کو صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔ وہ دعا یہ ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔

''اے اللہ مجھے اپنی طرف خالص رجوع کرنے والوں میں سے بنااور مجھے پاک رہنے والوں کی جماعت میں شامل کردے''۔

ایک دوسری جگہ ہمارے ہادی نے صاف لفظوں میں بتلا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور پکاروں کونہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے کہ وہ پاک ہیں یانہیں۔ ان دونوں باتوں سے معلوم ہوا کہ اسلام ظاہری شست وشوطہارت باطنی کے حصول کا پیش خیمہ ہے۔ پھر دیکھئے وضو کی دعا کا ایک ایک لفظ توحید کامل کا مظہر ہے۔

لطیفہ دوم اذان

وضو کے بعد اذان کا نمبر ہے۔ یہ نماز کے لئے ایک بلاوا ہے اور ہر نماز سے پہلے ضروری ہے تاکہ نماز میں جماعت کا حتی الامکان کامل مظاہرہ ہو اور اللہ والے جماعتی حیثیت سے زمین پر سجدہ ریز ہوکر دنیا کے سامنے عبدیت اور توحید الٰہی کا ایک ولولہ انگیز اور شاندار نقشہ کھینچ دیں۔ اذان اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے اور لا الہ الا اللہ پر ختم ہوتی ہے۔ یعنی توحید ہی سے شروع ہوتی ہے توحید ہی پر ختم ہوتی ہے۔ اذان کا ایک ایک لفظ توحید الٰہی کی منادی اور پکار ہے۔ بتلایئے دنیا کے کسی اور مذہب نے بھی عبادت کے لئے بلانے کا ایسا اعلیٰ اور سادہ طریقہ مقرر کیا ہے اور اس میں توحید کو مدنظر رکھا ہے۔

لطیفہ سوم تکبیر

اذان کی غرض تو یہ ہے کہ محلہ کے تمام لوگ عبادت الٰہی کے لئے مسجد میں جمع ہو جائیں تاکہ ان کی عبادت میں بھی توحید و یکجہتی کا رنگ ہو اور انفرادیت کو اجتماعیت کا سبق دیا جائے۔ اس کے بعد تکبیر کی غرض یہ ہے کہ مسجد میں جمع شدہ نمازی عبادت الٰہی ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوجائیں اور اپنے مقصد اصلی کو حاصل کرنے کے لئے تیار ہوجائیں۔ چنانچہ تکبیر میں یہ الفاظ کہے جاتے ہیں۔

یعنی نماز قائم ہوگئی ہے اب اللہ والوں کو چاہیے کہ وہ اپنے سروں کو معبود حقیقی کے سامنے جھکائیں تکبیر اور اذان کا مضمون اور الفاظ تقریباً ایک ہی ہیں۔ صرف مذکورہ بالا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الفاظ زائد ہوتے ہیں اور تکبیر بھی اذان کی طرح توحید سے شروع ہوتی ہے اور اسی پر ختم ہوتی ہے۔

لطیفہ چہارم سمت قبلہ

تکبیر سنتے ہی تمام نمازی کھڑے ہو جاتے ہیں یہ قیام ان کو ہر دعوت پر لبیک کہنا سکھاتا ہے اور مادیت کے جراثیم کو فنا کر کے روحانیت کی تعلیم دیتا ہے۔ جب نماز کے لئے نمازی کھڑے ہوتے ہیں تو یہ قرآنی آیت پڑھی جاتی ہے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۝ (انعام)

"بے شک میں اپنا منہ اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمان اور زمین کو بنایا اور اس کی طرف منہ کرنے کے وقت میں دنیا اور اس کی مشغولیتوں سے الگ اور یکسو ہوتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور افعال وصفات میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کرتا"۔

اس آیت مبارکہ سے جو توحید ظاہر ہوتی ہے وہ تو ظاہری ہی ہے ساتھ ہی ان الفاظ سے دنیا کے موحد اعظم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات طیبہ کا نقشہ بھی ذہن میں پھر جاتا ہے اور نمازی اپنے سینے میں توحید کا ایک جوش بے پایاں پاتا ہے اور محویت اور استغراق کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔

لطیفہ پنجم نماز

ان خارجی اعمال کے بعد اب اصل نماز پر غور کرو۔ وہ تو سراسر خدا کی حمد وثناء تعظیم و تکریم اور طلب اعانت سے بھرپور ہے۔ اللہ اکبر کہہ کر خدا کی حمد وثنا بیان کرنا اپنے حقیقی مطالب کو اس کے حضور پیش کرنا، رکوع میں سبحان ربی العظیم کہنا، سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہنا اور تکبیرات انتقالی کہنا یہ سب امور توحید کامل کو اپنے اندر رکھتے ہیں۔ الغرض ساری نماز خدا کی حمد وثناء، توحید اور اپنی عبودیت کے اقرار واعتراف سے بھری ہوتی ہے۔

پھر اسلام کی توحید پرستی دیکھئے عین نماز کی حالت میں نمازی کی زبان سے لازمی طور پر

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دنیا کے ہادی اعظم نبی اکرم ﷺ کی عبدیت کا اقرار کرایا جاتا ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ دنیا میں بنیادی اور سب سے بڑی گمراہی یہ تھی کہ دنیا میں جس قدر ہادی خدا کی طرف سے آئے ہیں وہ توحید ہی کی تعلیم لے کر آئے تھے۔ جب تک وہ زندہ رہے ان کی امتیں توحید پر قائم رہیں لیکن جب دنیا سے اپنا مشن پورا کر کے چلے گئے اور ان کی تعلیم کا سرچشمہ شرک و بدعت کے غبار سے اٹ گیا۔ اسلام دنیا میں آیا اور اس لئے آیا کہ وہ کامل طور پر قیامت تک کے لئے اس گمراہی کی جڑ کاٹ دے۔ اس لئے اس نے آخری نبی کی عبودیت کو عین حالت نماز میں لازمی طور پر رکھ دیا تاکہ تمام اندیشوں اور تصوروں کی جڑ کٹ جائے اور مسلمانوں کے لئے شرک میں ملوث ہونے کا احتمال وامکان ہی باقی نہ رہے۔ الغرض نماز سراسر توحید کامل کو اپنے اندر رکھتی ہے اور یہی وہ روح ہے کہ اگر مسلمان آج اس کو حاصل کر لیں تو ایک دم خاک سے اٹھ کر افلاک پر پہنچیں۔ دنیا ان کے قدم چومے، آسمان سے ان پر رحمتوں کی بارش ہو، زمین اپنے خزانے اگل کر ان کے قدموں میں ڈھیر کر دے اور کائنات ارضی وسماوی پر ان کی حکومت وسرداری ہو۔

یہ نمازوں ہی کی تو پابندی تھی جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے عظمت واقتدار کو دنیا سے تسلیم کرایا اور اونٹوں کے چرانے والوں نے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دئے۔

دنیا کے بدقسمت اور پریشان حال مسلمانو! اگر دنیا میں عزت وترقی چاہتے ہو تو نمازوں کی پابندی کرو۔ مسجدوں کو آباد کرو اور کائنات ارضی وسماوی کے مالک بن جاؤ۔ صرف اکیلی نماز تمہارے عقائد واعمال کو شریعت اسلامیہ کے مطابق بنا دے گی اور تمہاری جھولیوں کو دارین کی دولتوں اور نعمتوں سے بھر دے گی بشرطیکہ نماز کی حقیقت کو سمجھ لو۔

نماز کی اصل غرض وغایت

مسلمانو! تمہیں جس نور حق جس آب حیات اور جس قانون امن وحیات کی ضرورت ہے۔ وہ نماز کے اندر موجود ہے۔ اسلام دنیا میں اس لئے آیا ہے کہ تمہیں دین ودنیا کا مالک بنا دے اور تمہارے قدموں میں تسخیر کائنات کی کنجیاں ڈال دے۔ اسی غرض کو پورا کرنے کے لئے اس نے نماز کو ایک اتم واہم فریضہ قرار دیا ہے۔ نماز کے اندر وہ روح بند ہے جس کو

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حاصل کر کے تم دین ودنیا کے مالک بن سکتے ہو۔نماز کی اصل غرض وغایت ہی یہی ہے کہ وہ انسان کو اعلیٰ مدارج ترقیات پر پہنچا دے۔ چنانچہ رسول خدا ﷺ کا فرمان ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ نماز کے ہر رکن میں اخلاقی وروحانی ترقی کے لئے اعلیٰ درجہ کے حقائق روحانی رکھے گئے ہیں جن کے سمجھنے کے لئے نماز کی مداومت ضروری ہے۔

ایک نمازی جس قدر زیادہ نماز کے اغراض ومطالب سمجھ سمجھ کر اور سنوار سنوار کر پڑھے گا اسی قدر وہ حقائق اس کے سامنے شہودی مرتبہ میں نظر آتے جائیں گے۔نماز کی روح الٰہی رنگ اختیار کر جائے گی۔اس کی زندگی اسلامی قالب میں ڈھلتی جائے گی اور اس میں سکینت،طمانیت اور قوت آتی جائے گی یہاں تک کہ مقصود بالذات شئی یعنی دلی نیاز، قلبی شکر گزاری یعنی خشوع وخضوع حاصل ہو جائے گا۔اس چیز کی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ (اعراف)

''اور اپنے رب کو اپنے جی میں خشوع وخضوع سے یاد کرو اور ایسی آواز سے کہ پکارنے سے کم آواز میں ہو صبح وشام کے وقتوں میں غرض یہ کہ کبھی غافل نہ ہو''۔

افسوس صد ہزار افسوس کہ اول تو مسلمان نماز پڑھتے ہی نہیں اور جو پڑھتے ہیں تو نماز کے اغراض ومطالب کو نہیں جانتے اور نہ اس کے روحانی حقائق کو شہودی رنگ میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔یہی تو وجہ ہے کہ ہماری بے جان نمازوں سے وہ اخلاقی اور روحانی اثرات ونتائج مرتب نہیں ہوتے جو شارع کا مقصود اصلی ہیں۔

سب جانتے ہیں کہ نماز منکرات وفواحش سے محفوظ رکھنے کے لئے فرض کی گئی ہے یعنی نماز کا سب سے بڑا اثر یہ ہونا چاہئے کہ نمازی منکرات وفواحش سے رک جائے۔اب اگر نماز کی اقامت ومداومت کا یہ اثر نہ ہو اور اس کے اقوال وافعال میں روحانی ترقی نہ ہو تو اس نمازی کو سمجھ لینا چاہیے کہ میری نماز رسمی نماز ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قرآن کی تعلیم خیالی اور وہمی تعلیم نہیں

جو لوگ نماز کے اغراض و مطالب سمجھے بغیر نماز کی پابندی کرتے ہیں اور اس کے روحانی حقائق حاصل نہیں کرتے اور یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم نے اس فریضہ کو ادا کر دیا۔ ان لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام نے کوئی حکم بھی اس لئے نہیں دیا کہ اس کی یونہی اندھادھند پیروی کی جائے اور اس سے کوئی روحانی اور اخلاقی نتیجہ حاصل نہ ہو۔ قرآن کی تعلیم خیالی اور وہمی تعلیم نہیں اس نے کوئی عمل ایسا نہیں بتلایا جس کا ثمرہ اور نتیجہ واقعی اور عملی طور پر اس جہان میں ظاہر نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نماز محض اس لئے نہیں پڑھواتا کہ اس کے عوض میں جنت کے اندر ستر ستر حوریں مل جائیں بلکہ اس لئے پڑھواتا ہے کہ ہم واقعی سچے مسلمان اور کامل مومن بن جائیں اور جو کامل مومن بن گیا اس نے دارین کی تمام بھلائیاں اور کامرانیاں حاصل کر لیں۔

پس نماز پڑھنے والو! نماز کے اغراض و مطالب کو اچھی طرح سمجھ لو اور پھر نمازیں پڑھو تا کہ صرف نماز ہی ہماری تمام بگڑی کو بنادے۔

نماز کی بے اثری

آج ایک دنیا اپنی نمازوں کی بے اثری کی شاکی ہے کچھ تو ایسے ہیں جن کو اس بات کا احساس ہی نہیں رہا کہ ہماری نمازیں بے اثر ہیں یا با اثر اور کچھ تھوڑے سے مسلمان ایسے ہیں جن کو اس بات کا احساس ہے اور چاہتے ہیں کہ ان کی نمازوں میں خشوع و خضوع اور کیفیت و سرور پیدا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ حقیقی نماز ہم میں سے کوئی بھی نہیں پڑھتا ہاں جو اللہ کے خاص خاص اہل دل بندے جو ابھی اس دنیا میں موجود ہیں ان کو اس سے مستثنیٰ سمجھنا چاہیے اور جو لوگ اپنی نمازوں کی بے اثری کے شاکی ہیں وہ صرف تمنا تو ضرور رکھتے ہیں کہ ان کی نمازوں میں کیف و سرور پیدا ہو مگر اس کے حصول کے جو طریقے ہیں ان پر عمل کرنا نہیں چاہتے پھر صرف تمنا سے کیا بنتا ہے۔

اس بے اثری کی عام وجہ تو یہ ہے کہ چونکہ ہماری مادری زبان عربی نہیں اس لئے ہم نمازوں میں جو کچھ زبان سے پڑھتے ہیں دل کو اس کی خبر تک نہیں ہوتی لاکھوں نمازی تو

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایسے ہیں جو نمازیں پڑھتے پڑھتے بوڑھے ہو گئے ساری عمر نمازوں میں سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں مگر ان کو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝ (فاتحہ) کے کیا معنی ہیں وہ جانتے ہیں ہی نہیں کہ ہم نمازوں میں کیا پڑھتے ہیں کس کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں اور کیا مانگتے ہیں۔ بتلایئے ایسی نمازوں کا روح و دل پر کیا اثر ہو سکتا ہے۔

شاید اب یہ کہا جائے کہ جناب سب نمازی عالم تو بننے سے رہے کہ وہ نماز کی ساری باتیں سمجھنے لگیں اور پھر ان کی نمازوں میں اثر پیدا ہو مگر یہ لازم مالا یلزم ہے اور نامعقول بات ہے آپ سے یہ کون کہتا ہے کہ پہلے عالم بنو اور پھر نمازیں پڑھو۔ مطلب تو صرف یہ ہے کہ نمازی نماز کے متعلق ضروری باتیں، ظاہری آداب وارکان اور اس کے اصلی اغراض و مطالب معلوم کر لیں اور اتنی معلومات ان کو صرف چند ماہ میں ہو سکتی ہے اگر وہ نماز کو با معنی سیکھنا چاہیں تو چند روز میں سیکھ سکتے ہیں۔ اس کے بعد ان کے لئے صرف قلب کو خدا کی طرف رجوع کرنے کا سوال باقی رہ جاتا ہے اور اس کے چند قاعدے ہم شروع میں بیان کر چکے ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی نماز کی بے اثری کا شاکی رہے تو یہ خود اس کا قصور ہو گا۔

اللہ کا شکر ہے کہ یہ زمانہ پریس کا زمانہ ہے۔ دینی تعلیم کے متعلق اس قدر آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں کہ آپ گھر بیٹھے ہی دین کی ضروری معلومات چند پیسے خرچ کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ پس نماز کی بے اثری دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نمازیوں کو نماز کا ترجمہ جاننے اور سیکھنے کی طرف متوجہ کیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم نمازوں کو دلی شوق ورغبت کے ساتھ نہیں پڑھتے بلکہ اپنے سر سے فرض کا بوجھ اتارنے کی کوشش کرتے ہیں جو بلا سوچے سمجھے نماز پڑھتے ہیں اور نماز کا ترجمہ تک نہیں جانتے ان کی تو شکایت کیا مگر رونا تو یہ ہے کہ جو عربی زبان اور ترجمہ سے بھی واقف ہیں وہ بھی معانی ومفاہیم کا خیال نہیں رکھتے۔ نماز میں اول سے لے کر آخر تک کوئی تصور قائم نہیں کرتے۔ غرض نہ جہلاء کی حالت اچھی ہے اور نہ علماء کی۔ بات یہ ہے کہ ہم نماز کے اثرات وکمالات حاصل کرنا ہی نہیں چاہتے ورنہ یہ ناممکن ہے کہ نمازی پر نماز کے الفاظ ان کی فصاحت وبلاغت کلام الٰہی معانی ومفاہیم کا اثر نہ ہو۔ کلام الٰہی کا اثر تو وہ زبردست اثر ہے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جس کو عرب کے کفار نے جادو سمجھا تھا۔ واقعی کلام الٰہی دلوں پر جادو سے زیادہ کام کرتا ہے۔

الفاظ کے خاص اثرات

یوں تو تمام قرآن کریم فصاحت و بلاغت کا ایک سمندر ہے جس کے لفظ لفظ میں جادو سے زیادہ تاثیر ہے۔ یہ قرآن کریم کی فصاحت ہی تو تھی جس کو سن کر اور دیکھ کر فصحائے عرب انگشت بدنداں رہ گئے اور اسلام کی پہلی آواز پر اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا۔ پھر خاص کر نمازوں میں جو صورت رکھی گئی ہے یعنی سورہ فاتحہ وہ تو فصاحت و بلاغت میں اپنی نظر آپ ہے۔ اس کا ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ اپنی جگہ ایک عبادت اور تفسیر کی حیثیت رکھتا ہے اگر اس کے مفہوم کو ایک نمازی مدنظر رکھے تو اس پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے وہ انسان کو سرشار و بے خود بنا دیتی ہے۔ اسی طرح نماز کے تمام الفاظ اپنے اندر بے پناہ کشش و تاثیر رکھتے ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک انسان نمازِ پڑھے اور قرآن پاک کی فصیح معجز کار اور جادو بھری زبان اپنا اثر نہ کرے۔ اسکے پہلو میں دل ہو اور وہ رقص بسمل کا نظارہ بن کر نہ جائے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ زبان پر اللہ کا کلام ہو۔ حضور قلب سے نماز پڑھی جائے اور اثر نہ ہو۔ ہاں اگر پہلو میں بجائے دل کے پتھر کا ٹکڑا ہو تو یہ دوسری بات ہے۔

صحابہ کرام جو نماز پڑھتے وقت دنیا و مافیھا سے بے خبر ہو جاتے تھے اور معبود حقیقی کے جمال جہاں آرا کے مشاہدہ میں محو و مستغرق ہو جاتے تھے اس کی وجہ ہی یہ تھی کہ قرآنی الفاظ کا اثر ان کے دل و دماغ اور جسم پر پورا پورا اثر کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی زندگیاں مرضات اللہ کے لئے وقف ہو گئی تھیں وہ احکام الٰہیہ کی پوری پوری پابندی کرتے تھے اور نماز نے انہیں دین و دنیا میں ہر طرح فائز المرام و شادکام کر دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں بندگی اور بندہ نوازی کے مزے انہیں بزرگوں نے اٹھائے تھے۔

نماز اور خشیت الٰہی

اسلامی تعلیم کا خلاصہ اور مقصود یہ ہے کہ ہم اپنی تمام خواہشات پر احکام الٰہیہ کے مطابق ضبط و نظام قائم رکھیں۔ یہی وہ روح اتقا ہے جس کے حصول پر تمام مراتب روحانیہ موقوف ہیں۔ خواہشات میں ضبط و نظام قائم رکھنے کے لئے خشیت الٰہی اور خدا ترسی کی ضرورت

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے اگر دل میں خشوع اور خدا ترسی کا مادہ نہ ہو تو ایک مسلمان کبھی بھی صفت اتقا سے متصف نہیں ہو سکتا اور احکام الٰہیہ کی پوری پوری پابندی نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے دنیا میں آتے ہی احکام پیش نہیں کئے کیونکہ صدیوں کی بگڑی ہوئی طبائع اور سہل پسند عادتیں یکبارگی احکام کی پابندی کی خوگر نہیں ہو سکتی تھیں اس لئے پہلے عذاب و ثواب کی آیتیں نازل ہوئیں تاکہ دلوں میں رقت و استعداد کا مادہ پیدا ہو جائے۔ جب اس طرح دلوں میں عاجزی اور نرمی پیدا ہو گئی تو پھر احکام و اوامر کا نزول ہوا۔ پس جب تک خدائے قدوس کی ہیبت و جلالت کا تصور قلب کی گہرائیوں میں راسخ نہ ہو جائے اس وقت تک اعمال صالحہ اور تقویٰ و پرہیزگاری کی اصلی روح پیدا نہیں ہوتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾

”تحقیق فلاح پائی ان مومنوں نے جو اپنی نمازیں خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں“۔ (المومنون)

یعنی فلاح و کامیابی انہیں بندوں کو حاصل ہوتی ہے جنہیں انکی نمازوں میں خشیت کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ وہی بندے اس قابل ہیں کہ آسمان ان کے قدم چومے۔ دوسری جگہ فرمایا۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۪﴿۹﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿۱۰﴾ (الشمس)

”جس نے اپنے نفس کو پاکیزہ کر لیا اس نے فلاح پائی اور جس نے اپنے نفس کو برائی کی کیچڑ میں دھنسا دیا وہ برباد ہوا“۔

خشیت اس خوف کو کہتے ہیں جو دل میں نرمی اور عاجزی پیدا کر دے اور آہستہ آہستہ دل کو پگھلائے۔ جب دل میں خشوع اور خدا ترسی کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے تو اپنے معاصی اور بداعمالیوں پر نگاہ پڑتے ہی ایک شدید ندامت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ ندامت کی آگ بدکاری کے جراثیم کو کھا جاتی ہے۔ غرور و تکبر کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ واقعات بعد الموت کا ہولناک تصور سامنے آ کر دنیا سے دل ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ اکثر فرط تاثر سے آنسو نکل آتے ہیں اور ایک مسلمان کی زندگی ہر قسم کے نقص و کمزوری سے پاک ہو جاتی ہے۔ یہاں سے یہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بات آپ پر اچھی طرح واضح ہوگئی ہوگی کہ نماز ہمیں منکرات وفواحش سے محفوظ رکھتی ہے اور ساتھ ہی اس کا سبب بھی معلوم ہوگیا کہ ہماری نمازیں کیوں منکرات وفواحش سے نہیں روکتیں۔ اس لئے کہ ہمارے دلوں میں خشیت الٰہی کا مادہ نہیں اس لئے ہماری نمازیں بے روح اور بے اثر ہیں۔ اگر نمازوں میں روح واثر پیدا کرنا ہے تو دلوں میں خشوع اور خدا ترسی کا مادہ پیدا کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ لَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

"کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب خوف الٰہی سے لرزنے لگیں۔ اللہ کے ذکر اور جو کچھ ہم نے نازل کیا ہے اس کا اقتضاء تو یہ ہے کہ خشوع وخوف پیدا ہو مگر ان کی حالت یہ ہے کہ ایک مدت گزرنے پر ان کے قلوب میں سختی وقسادت پیدا ہوگئی اور ان میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو فسق و فجور میں گرفتار ہیں"۔ (الحدید)

آہ ہماری حالت کس قدر ردی اور ناقابل اصلاح ہوگئی ہے کہ ہم نمازیں پڑھتے ہیں مگر معاصی ومناہی کے ارتکاب سے باز نہیں آتے دل کھول کر خدا کی نافرمانی کر رہے ہیں اور ندامت کا احساس پیدا نہیں ہوتا۔ حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ نماز جو ذکر الٰہی کی بہترین صورت ہے اس سے ہمارے قلوب خوف الٰہی سے لرزنے لگتے اور ہم خالص مومن بن جاتے۔ مگر ہمارے قلوب میں اور بھی زیادہ سختی آ گئی ہے۔ اگر ہماری غفلت وبے پروائی کی یہی حالت رہی تو ایک روز ہم خدا کو بالکل ہی بھول جائیں گے اور ہمارے چشم وقلب پر مہر لگ جائے گی۔ پس کیا ہمارے لئے اب بھی وقت نہیں آیا کہ ہمارے دل خوف الٰہی سے لرزنے لگیں۔

نماز کی روح

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ انسان کو خدا کی نافرمانیوں اور بداعمالیوں سے روکنے والی اور اس کو صحیح معنوں میں نیک اور باخدا انسان بنانے والی چیز خشیت الٰہی یا خدا ترسی ہے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور یہی چیز نماز کی روح ہے۔ اس کے حاصل ہونے کے بعد ایک مسلمان کے ظاہر و باطن پر خدا کی حکومت قائم ہو جاتی ہے اور اخلاق و روحانیت کے جذبات پختہ ہو جاتے ہیں۔

ذرا غور کرو کہ اسلام کی گرفت کتنی مضبوط ہے۔ قانون، حکومت اور سوسائیٹی کی حکومت صرف ظواہر تک محدود رہتی ہے یعنی حکومت اور قانون کا خوف صرف اسی وقت تک ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا دیکھنے والا ہو۔ قانون ہمیں اس جرم پر پکڑتا ہے جو علانیہ طور پر کیا جائے اور جس پر قانون کی نظر پڑ جائے۔ لیکن اسلام کی گرفت جسم و روح دونوں پر اتنی مضبوط ہے کہ ایک سچا مسلمان اور خاص کر نمازی نہ علانیہ گناہ کر سکتا ہے اور نہ خفیہ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ خدا کی نظر دل کی گہرائیوں پر بھی ہے۔ وہ ہمارے ارادہ اور لغزش کا نگران ہے۔

درحقیقت خوف خدا دینی زندگی کی بنیادی اینٹ ہے جب تک دل میں خوف خدا نہ ہو ایک مسلمان کبھی سچا مسلمان نہیں بن سکتا۔ آج دنیا میں کیوں گناہوں کا سمندر لہریں مار رہا ہے اور وہ مسلمان جو کبھی اپنے اعمال و اخلاق کے اعتبار سے خیر الامم تھے کیوں ارذل الامم بن گئے ہیں؟ اس لئے کہ ان کے دلوں میں خوف خدا نہیں رہا۔ خدا ترسی و خشیت کے فقدان نے دنیا والوں کو نفس و شیطان کے چنگل میں بری طرح پھنسا رکھا ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے بخوبی واضح ہو گیا کہ نماز وہی ہے جو خشوع و خوف کی حامل ہو ورنہ نماز ایک جسد بے روح کی مانند ہے۔ وہی نماز انسان کو معراج ترقی پر پہنچاتی ہے جس میں خشوع و خضوع ہو۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ بات ہے تو ہماری نمازیں ہی فضول و بیکار ٹھہریں کیونکہ ہمیں کسی نے خشوع حاصل کرنے کا طریقہ ہی نہیں بتلایا کہ ہماری نمازیں خشوع و خضوع کا مظہر بن سکیں۔

نمازیوں کا یہ عذر کسی حد تک صحیح بھی ہے لیکن ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ نماز کسی حال میں بھی فضول و بیکار نہیں۔ اگر نمازوں میں روح نہیں جھکتی تو ظاہری جسم تو سب کا جھکتا ہے اور بحالت موجودہ یہ بھی غنیمت ہے اور نمازی بہر حال اپنے پاس اپنے مسلمان ہونے کا ایک عملی ثبوت رکھتے ہیں۔ پس نماز کسی حال میں بھی بیکار و فضول نہیں۔ بہر حال پڑھتے رہو مگر اتنی بات ضرور ہے کہ نماز کے اغراض و مقاصد کو سمجھ لو اور دل سے پڑھو۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہر مسلمان نمازی کو چاہیئے کہ وہ نماز کی حقیقت معلوم کرے۔ اس کے الفاظ و عبادت کا پورا ترجمہ و مطلب سیکھے اور اس کے ظاہری و باطنی آداب و ارکان کو ملحوظ رکھے۔ پھر نماز پڑھتے وقت نماز کے ہر لفظ و جملہ کے معانی کو پیش نظر رکھے دل لگا کر اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اگرچہ پریشان حالات اس میں خلل انداز ہوں گے تاہم مستقل مزاجی اور دلی شوق سے تمام خارجی تصورات و خیالات کا مقابلہ کرے۔ انشاء اللہ کچھ دنوں کے بعد نماز میں دل لگے گا اور خشوع بھی پیدا ہو جائے گا۔ باقی رہا محویت و استغراق کا حصول تو یہ چیز مامور بہ نہیں بلکہ اللہ کی دین ہے۔ آپ مذکورہ بالا طریق پر عمل کریں ایک نہ ایک دن شہود کا یہ درجہ بھی حاصل ہو جائے گا۔

یہاں تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ نماز کے اثرات و کمالات کے متعلق تھا اس کے بعد اب ہم مختصر طور پر اوقات نماز کا روحانی فلسفہ بیان کرتے ہیں۔

اوقات نماز کا روحانی فلسفہ

تعین اوقات کی ضرورت اور اس کے فوائد پر ہم کسی دوسری جگہ روشنی ڈال چکے ہیں تکرار مقصود نہیں یہاں صرف اتنا کہنا ہے کہ اوقات نماز سے انسان کے اندر وقت کی پابندی اور اس کی قدر و قیمت کا جوہر پیدا ہوتا ہے جو تمام متمدن اور شائستہ قوموں کا پہلا اصول ہے۔ علاوہ بریں ذرا صحیفہ فطرت پر نظر غور ڈالو تو تمہیں اس میں تغیر اوقات کا عام اصول کام کرتا ہوا نظر آئے گا۔ آپ مشاہدہ کریں گے کہ دن اور رات اوقات مقررہ کا نمونہ ہیں۔ تبدیلی موسم سے بھی سبق ملتا ہے اور کائنات کی ہر چیز ایک نظام میں جکڑی ہوئی نظر آتی ہے۔ جب یہ فطرتی نظارہ تعین اوقات کو چاہتا ہے تو دین فطرت کیوں نہ اس کی پابندی کرے۔ پھر دیکھو انسان کے لئے تمام کاموں کے لئے ایک انضباط اوقات ہے پس اللہ تعالیٰ کے حضور میں بھی حاضر ہونے کے لئے اس کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو پانچ وقت نماز کے لئے مقرر کیے ہیں یہ پانچ تغیرات ہیں جن سے دنیا کی کوئی چیز بھی خالی نہیں۔ انسان میں بھی یہ پانچ تغیرات ہوتے ہیں۔ کم فہم اور محدود نظر انسان کی آنکھ دنیا کی اور چیزوں کے تغیرات کا تو ذرا مشکل سے مشاہدہ کر سکتی ہے البتہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آفتاب کے تغیرات کونہایت آسانی اور صفائی سے محسوس کر سکتی ہے۔ان تغیرات کو دیکھ کر ایک عارف صادق کے دل میں ایک ہیبت الٰہی پیدا ہوتی ہے گونادان انسان جس کی آنکھ پر غفلت و جہالت کے موٹے موٹے پردے پڑے ہوئے ہیں ان کی طرف نظر بھی نہیں کرتا اور ان تغیرات کے مطالعہ سے اس کا ذکر خدا تعالیٰ کے جلال و جبروت کی طرف منتقل نہیں کرتا۔لیکن ایک صحیح نظر رکھنے والا سعادت منداور عاقل انسان ان کی طرف نظر کر کے عظمت الٰہی کا مشاہدہ کرتا ہےاور جوں جوں وہ ان پر غور کرتا ہے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا رعب پیدا ہوتا جاتا ہے۔

اب ہم آفتاب کے ان تغیرات خمسہ کو بیان کرتے ہیں ذرا غور سے سنیے کیونکہ اوقات نماز کو آفتاب کے انہی تغیرات خمسہ پر رکھا گیا ہے۔

پہلا تغیر

پہلا تغیر آفتاب کا وقت زوال ہے۔یہ وقت مشابہ ہے اور اشارہ کرتا ہے کہ اس مصیبت پر جو اقبال کے بعد آئے۔اس میں اقبال کے آثار زوال شروع ہو جاتے ہیں اور مصیبت وادبار کے کچھ نشان پیدا ہونے لگتے ہیں۔لیکن شک کی حالت ہوتی ہے یعنی اقبال وزوال کی دونوں طرفیں برابر ہوتی ہیں۔یہ ظہر کا وقت ہے۔یہ وقت قوموں کے عروج و زوال پر غور کرنے کا بہترین وقت ہے۔اگر مسلمان اپنے نور بصیرت سے اس تغیر کا مطالعہ کریں اور اس سے کچھ درس عبرت لیں تو آج ہی ان کی بگڑی بن جائے۔

دوسرا تغیر

دوسرا تغیر یا وقت، وقت عصر ہے۔عصر تنگی اور تکلیف کو کہتے ہیں اس وقت نورانیت کا غلبہ کم ہو جاتا ہے۔یہ وقت اس مصیبت سے مشابہ ہے جب مصیبت کے ایسے آثار ظاہر ہو جائیں کہ دل کو تنگ کرنے لگیں۔زوال کے وقت تو گویا نزول مصیبت کا اندیشہ تھا اور اس وقت ظن غالب پیدا ہو جاتا ہے کہ بلا آنے والی ہے۔

تیسرا تغیر

آفتاب کا غروب ہو جانا ہے۔یہ وقت مغرب ہے۔آفتاب کا زمانہ نورانیت ختم ہو جاتا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے لیکن اس کے آثار وعلائم باقی رہتے ہیں جو اس کی نورانیت کا پتہ دیتے ہیں اور رات کی تاریکی ان کو بھی دبا دینا چاہتی ہے۔ یہ وقت مشابہ ہے اقبال کے اس زوال سے کہ اس میں اقبال کے کچھ کچھ آثار باقی ہوں اور زوال کی تاریکی چھا جائے۔

چوتھا تغیر

آفتاب کی نوانیت کا بالکل زائل ہو جانا ہے۔ یہ وقت عشاء ہے اس وقت دن کی نورانیت جاتی رہتی ہے اور رات کی تاریکی کائنات ارضی پر اپنا قبضہ جما لیتی ہے۔ گویا اقبال کے اثرات بھی مٹ جاتے ہیں اور زوال کے اثرات کامل طور پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔

پانچواں تغیر

پانچواں تغیر ڈوبے ہوئے آفتاب کی نورانیت کے آثار کا ظاہر ہونا ہے یعنی آفتاب اقبال کے طلوع ہونے سے پہلے اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور پتہ دیتے ہیں کہ اب آفتاب نکلنے والا ہے اور دنیا کی تمام چیزیں تاریکی سے نکل کر روشنی میں آنے والی ہیں۔ یہ صبح کی نماز کا وقت ہے۔

ان تغیرات سے ایک عارف اور مرد مومن جو سبق حاصل کر سکتا ہے اس کے بیان کرنے کے لئے تو ایک دفتر درکار ہے۔ یہاں مختصر طور پر اتنا سمجھ لیجئے کہ ان اوقات خمسہ یا تغیرات خمسہ سے کسی وجود کو چھٹکارا نہیں اور یہ اوقات اپنے اندر مادیت اور روحانیت کا ایک زبردست سبق پنہاں رکھتے ہیں۔

تعداد رکعت

یہاں تک ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ نماز کے تمام ارکان اپنے اندر بے شمار دینی و دنیوی اور اخلاقی و روحانی فوائد رکھتے ہیں۔ صرف ایک چیز کے فوائد بتلانے رہ گئے ہیں اور وہ تعداد رکعت ہے۔ یہ بھی ایک قابل قدر شے ہے اس باب میں اس چیز کو بھی ذرا وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کیونکہ بعض نادان کہا کرتے ہیں کہ تعداد رکعت نماز میں حضور قلب کے لئے حارج ہے۔ یہ خیال نہایت بودا اور کمزور

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے جیسا کہ آئندہ تفصیلات سے ظاہر ہوگا۔

ہر سلیم العقل جانتا ہے کہ ہر چیز کی حد ضروری ہے اگر یہ نہ ہو تو کسی چیز کی خاطر خواہ پابندی نہیں ہو سکتی۔ اس بناء پر نماز کے لئے متعدد رکعتوں کا ہونا ضروری تھا کہ کم از کم فرض نمازوں میں جو جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں ان میں تعداد رکعت کا ہونا نہایت ہی ضروری تھا۔ اگر ان میں تعداد رکعت نہ ہوتا تو نماز با جماعت کی اصل غرض اتحاد اور وحدت و یکجہتی فوت ہو جاتی ہے اور ہر شخص اپنے دخل و مشورہ سے کچھ کا کچھ قائم کرنا چاہتا۔

تعداد رکعت سے حضور قلب میں اس لئے فرق نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی قویٰ کو کچھ ایسی صلاحیت و قوت دی ہے کہ وہ باتوں کو یاد رکھتے ہیں اور اپنے حسب حال جن باتوں کو پاتے ہیں ان کے عادی ہو جاتے ہیں اور پھر وہ امور ان سے بلا تکلف بھی صادر ہونے لگتے ہیں۔

تعداد رکعت کی وجہ سے نمازی کو حاجت نہیں رہتی کہ رکعت شماری کرے۔ نماز کی مداومت اس کے جسم کے اندر یہ قوت و صلاحیت پیدا کر دیتی ہے کہ وہ تمام ارکان قیام، قعدہ، رکوع اور سجود وغیرہ اپنے اپنے محل اور اپنے اپنے موقع پر خود ادا کرتا جاتا ہے اور اس طرح تعداد رکعت سے حضور قلب میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔

تعیین کعبہ کے بعض اسرار

نماز کی یہ غرض ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مکان اور جہت کی قید سے مقید کر دے یا کوئی خاص مکان اس کے لئے تجویز کرے۔ اسلام خدائے قدوس کو جہت و مکان سے منزہ قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (بقرہ:115)

"اور مشرق و مغرب اللہ ہی کے لئے ہے جدھر منہ کرو ادھر ہی اللہ موجود ہے"۔

اور ایک دوسری جگہ فرمایا ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (بقرہ:177)

"اس بات کا نام نیکی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لو"۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ سمت قبلہ کی طرف متوجہ ہونا مقصود بالذات نہیں بلکہ اس کی غرض کچھ اور ہی ہے۔ وہ عظیم الشان غرض کیا ہے؟ سنئے

بیت اللہ، اللہ کی ہستی کا ثبوت ہے

یعنی اس مادی دنیا میں بیت اللہ، اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک روشن اور نمایاں ثبوت ہے اور اس کے عالم غیب السموت والارض ہونے کی بے نظیر دلیل ہے۔ اگر بیت الحرام کے وجود پر غور کیا جائے تو ایک دہریہ کو بھی لازمی طور پر خدا کی ہستی کا اقرار و اعتراف کرنا پڑے گا۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس کو "مقام امن" قرار دیا ہے۔ اب ہم جب اس قرآنی پیش گوئی کو تاریخی واقعات کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں تو ہر جویائے حق کے دل میں قرآنی عظمت قائم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں انسان ایک مکان بناتا ہے جب وہ دنیا سے چلا جاتا ہے تو کوئی اور ہی اس کا وارث ہو جاتا ہے۔ جس غرض کے لئے وہ مکان بنایا جاتا ہے وہ غرض فوت ہو جاتی ہے اور وہ مکان کسی اور ہی غرض کے لئے استعمال ہونے لگتا ہے۔

دنیا کی تاریخ سے واضح ہے کہ جس طرح دنیا کی اور چیزوں کو تغیر و انقلاب کے دور سے گزرنا پڑا ہے اور بے شمار مذہبی و ملکی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں اسی طرح مکانات بھی تغیر و انقلاب کے اچھے یا برے اثرات سے محفوظ نہیں رہتے۔ ہزار ہا منادر کسی وقت مسجد بنا لئے گئے اور ہزاروں مسجدیں دھرم سالوں میں تبدیل کر دی گئیں۔ ایسے نظارے تقریباً ہر بڑے شہر میں موجود ہیں۔

اس کے مقابل مکہ معظمہ پر غور کرو کہ آج سے کئی ہزار برس پیشتر ابوالملہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں مکہ معظمہ کی نسبت یہ پیشین گوئی کی گئی تھی کہ اس وقت سے لے کر اب تک اس کے معزز و مکرم ہونے میں کسی طرح کا فرق نہیں آتا۔ یہ فخر دنیا میں کسی مذہبی عمارت کو حاصل نہیں۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی ہستی کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

مکہ معظمہ رحمانیت کا مظہر ہے

نماز کا لازمی جزو قرأت سورۃ فاتحہ ہے اور اس صورت میں نمازی خدا کی الوہیت، رحمانیت، رحیمیت، ربوبیت اور مالکیت کا اقرار کرتا ہے اور خارجی طور پر مکہ معظمہ رحمانیت کا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مظہر ہے اس طرح کہ یہیں رحمانیت کاملہ کا نزول ہوا۔ یعنی قرآن کریم جیسی نعمت افضل اور رحمت کا نزول ہوا اور یہیں ہمارے آقا و مولی رحمۃ اللعالمین محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے۔ ان دو چیزوں سے بڑھ کر رحمانیت کا مظہر اور کیا ہوگا۔

اسی طرح مکہ معظمہ رحیمیت کا مظہر بھی ہے۔ اس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایثار کو قبول فرما کر ان کی اولاد کو ایسی ایسی نعمتوں اور خیر کثیر سے سرفراز کیا کہ ان کا شمار ہی نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح مکہ معظمہ سے خدا تعالیٰ کی مالکیت کا بھی پوری طرح اظہار ہوتا ہے۔ الغرض بیت اللہ کی طرف منہ کرنے سے مقصود یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کی تلاوت سے نمازی کی روح آستانہ الٰہی پر جھکے اور جوارح پر بھی بیت اللہ کی ان خصوصیات سے خدا تعالیٰ کی ہیبت وجلال طاری ہوجائے۔

نماز کے ظاہری و باطنی آداب وارکان کے متعلق بقدر امکان کافی مواد فراہم کردیا گیا ہے۔ بقیہ ارکان کے متعلق انشاء اللہ آئندہ ان کی جگہ پر روشنی ڈالی جائے گی۔

نماز پڑھنے کی ترکیب

مردوں کے لئے حنفی مذہب کے مطابق نماز پڑھنے کا وہ طریقہ لکھا جاتا ہے جو منقول متواتر ہے اور جس میں فرض، واجب، سنت اور مستحب تمام ہی امور آجاتے ہیں۔

وضو کرلینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرکے قبلہ رو کھڑے ہوجاؤ۔ دونوں قدموں کے درمیان صرف چار انگشت کا فاصلہ رکھو۔ پھر دل میں نماز پڑھنے کی نیت کرو اور زبان سے بھی کہو۔ مثلاً اگر کوئی صبح کی فرض نماز پڑھتا ہے تو یوں نیت کرے ”نیت کرتا ہوں میں دو رکعت نماز فجر کی خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف“ پھر دونوں ہاتھوں کو اس طرح اٹھا کہ ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں انگلیاں جدا جدا ہوں اور انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچ جائیں اس وقت فوراً تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ ناف کے نیچے اس طرح باندھ لو کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر ہو۔ داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلیا سے بائیں ہاتھ کے پہنچے کا حلقہ کرلو اور باقی تین انگلیاں کلائی کے اوپر رکھو اور کمال ادب اور

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تذلل کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ گویا تم خدا کے حضور میں حاضر ہو اور اس کی جناب میں اپنی یہ عبادت پیش کر رہے ہو۔ اسی کا نام قیام ہے۔ قیام میں سب سے اول یہ دعا پڑھو۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

"اے اللہ تیری ذات ہر قسم کے نقص اور کمزوریوں سے پاک اور خوبیوں والی ہے اور تیرا نام مبارک اور تیری شان بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے حضور شیطان مردود سے۔ شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو نہایت مہربان اور بخشش والا ہے"۔

اس کے بعد سورۂ فاتحہ یعنی الحمد شریف خوب سوچ سمجھ کر پڑھو۔ اس طرح کہ اپنی عبدیت کا اعتراف کرو۔ دعا کے لئے قلبی جوش سے التجا کرو۔ سورۂ فاتحہ اور ترجمہ یہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ اٰمین (فاتحہ)

"سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پیدا کرنے والا پالنے والا، بن مانگے اور بن کئے دینے والا اور مانگنے پر عمدہ دینے والا اور جزا کے دن کا مالک ہے۔ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہم کو سیدھی راہ بتا اور اسی پر چلا جو کہ انعام پانے والوں کی راہ ہے۔ نہ غضب شدہ لوگوں کی اور نہ گمراہوں کی (یعنی نہ یہود کی اور نہ نصاریٰ کی)"۔

یہ سورہ ختم کر کے آہستہ سے آمین کہو اور اس کے بعد قرآن کی جونسی سورت اور آیت بھی اچھی طرح یاد ہو پڑھو اور اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلے جاؤ۔ رکوع میں پہنچنے سے پہلے تکبیر پوری ہو جانی چاہئے۔ اگر تکبیر رکوع میں پہنچ کر ختم ہو تو اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رکوع کی صورت یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیاں پھیلا کر گھٹنوں کو مضبوط پکڑلو۔ پنڈلیاں سیدھی رکھو۔ دونوں ہاتھ بھی بالکل تنے رہیں۔ پشت بالکل سیدھی رہے اور سر اس کے برابر۔ رکوع میں کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ (میں اپنے رب کو سب نقصوں سے پاک یقین کرتا ہوں) کہو اس کے بعد امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ (اللہ سنتا ہے جو اس کی حمد کرتا ہے) کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے اور مقتدی رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ (اے ہمارے رب تیرے ہی لئے سب تعریف ہے) کہتا ہوا کھڑا ہو جائے اور پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں چلے جاؤ۔

سجدہ کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دونوں زانوں زمین پر ٹیکو، پھر دونوں ہاتھ زمین پر رکھو اور پھر پہلے ناک اور اس کے بعد پیشانی زمین پر رکھو۔ کہنیاں بغلوں اور زمین سے علیحدہ رکھو۔ اس طرح سجدہ میں جا کر کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی (میں اپنے رب کو پاک یقین کرتا ہوں جو بہت بلند ہے) کہو سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیاں ملائے رکھو تا کہ سب کے رخ قبلہ کی طرف رہیں۔ چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھو پھر پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہتے ہوئے اٹھو اور سیدھے بیٹھ جاؤ۔ اس کو جلسہ کہتے ہیں اس میں کم از کم اتنی دیر بیٹھو جتنی دیر میں ایک بار سبحان اللہ پڑھا جائے اگر جلسہ میں یہ دعا پڑھے تو مسنون ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔

"اے اللہ میری کمزوریوں کے بدنتائج سے اور آئندہ کمزوریوں سے مجھ کو بچا اور مجھ پر رحم کر اور مجھے اپنے حفظ وامان میں رکھ اور مجھے ہر ایک امر کی سیدھی راہ بتا اور مجھے پاک وحلال رزق عطا فرما"۔

پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے دوسرے سجدے میں جاؤ۔ دوسرے سجدے کے بعد ایک رکعت پوری ہو جاتی ہے اس کے بعد تکبیر کہتے ہوئے دوسری رکعت کے لئے اٹھو یعنی گھٹنے اٹھا کر پنجوں کے بل سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ ہاتھ زمین پر ٹیک کر اور بغیر عذر کے اٹھنا صحیح نہیں۔

دوسری رکعت میں بسم اللہ پڑھ کر الحمد شریف پڑھو اور قرآن کی کوئی سورہ یا تین آیتیں پڑھو۔ بشرطیکہ اکیلے نماز پڑھ رہے ہو اگر امام کے پیچھے پڑھ رہے ہو تو پہلی رکعت میں صرف ثنا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پڑھ کر خاموش ہو جاؤ خواہ امام بلند آواز سے قرأت پڑھے خواہ آہستہ اور دوسری میں امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھو خاموش کھڑے ہو جاؤ ورنہ مذکورہ بالا سورتیں اور آیتیں پڑھ کر رکوع، قومہ، سجدہ اور جلسہ حسب طریقہ مذکور کرو۔ دوسری رکعت کا دوسرا سجدہ کر کے اللہ اکبر کہہ کر قعدہ میں اس طرح بیٹھو کہ دایاں پیر کھڑا رکھو اور بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھو۔ قعدہ میں دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ رکھنی چاہئیں ہاتھوں کو زانوؤں پر رکھ کر یہ تشہد پڑھو۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

"سب تحفے اور نمازیں اور پاکیزہ اعمال اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اے نبی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں"۔

التحیات پڑھتے وقت جب اشهد ان لا اله پر پہنچو تو سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ باندھ لو، چھنگلیا اور اس کے پاس والی انگلی کو بند کر لو اور کلمہ کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرو۔ لا اله پر انگلی اٹھاؤ اور الا الله پر جھکا دو اور اس طرح آخر تک حلقہ باندھے رکھو۔ تشہد ختم کر کے اور دو رکعت والی نماز ہے تو دونوں درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دو۔ وہ درود شریف یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔
اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

دعا یہ ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ ظُلۡمًا کَثِیۡرًا وَّلَا یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اَنۡتَ فَاغۡفِرۡلِیۡ مَغۡفِرَۃً مِّنۡ عِنۡدِکَ وَارۡحَمۡنِیۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ۔

"اے اللہ تو اپنی رحمت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر جس طرح کہ تو نے رحمت نازل فرمائی حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کی آل پر بے شک تو صفت کیا گیا اور بزرگ ہے۔ اے اللہ تو برکت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر جیسی تو نے برکت نازل فرمائی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور آپ کی آل پر بے شک تو صفت کیا گیا اور بزرگ ہے"۔

"اے اللہ! میں نے اپنے نفس پر تیری نافرمانی کر کے بہت بڑا ظلم کیا ہے اور سوائے تیرے کوئی میرے گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں۔ پس اپنی مغفرت سے مجھے بچا اور میری حالت پر رحم فرما۔ بے شک تو معاف کرنے والا مہربان ہے"۔

اسی طرح کوئی اور دعا بھی پڑھ سکتا ہے مثلاً رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ............۔

اور اگر نماز تین رکعت یا چار رکعت والی ہے تو تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور بقیہ ایک یا دو رکعتیں حسب طریقہ سابق پڑھ کر آخر میں درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دو۔ داہنی طرف سلام پھیرتے وقت داہنی طرف کے فرشتوں اور مقتدیوں کی نیت کرو یعنی السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہو اور بائیں طرف کے سلام سے بائیں طرف کے فرشتوں اور مقتدیوں کی نیت کرو۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد کی مسنون دعائیں

سلام پھیرنے کے بعد ذرا اونچی آواز سے تین بار استغفر اللہ کہو اور ان مسنون دعاؤں میں سے جونسی چاہو پڑھو۔

دعائے اول

اَللّٰھُمَّ اَنۡتَ السَّلَامُ وَمِنۡکَ السَّلَامُ وَاِلَیۡکَ یَرۡجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدۡخِلۡنَا دَارَالسَّلَامِ تَبَارَکۡتَ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رَبَّنَا وَ تَعَالَيْتَ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

"خداوند! تو سلام ہے اور تجھی سے سلامتی آتی ہے اور تیری ہی طرف سلامتی رجوع کرتی ہے اے ہمارے پروردگار! ہمیں سلامتی سے زندہ رکھ اور ہمیں سلامتی کے گھر میں داخل فرما اے ہمارے پروردگار، اے بزرگی و بخشش والے تو بڑا بابرکت ہے"۔

دعائے دوم

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

"خدا کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں وہ تنہا اور اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے سلطنت اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ خداوند! جو چیز تو عطا کرے اس کا منع کرنے والا کوئی نہیں اور جو چیز تو منع کرے اس کا دینے والا کوئی نہیں اور تیرے قہر سے دولت مند کو اس کی دولتمندی کبھی فائدہ نہیں دیتی"۔

دعائے سوم

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔

"خداوند تعالیٰ! میں نامردی اور بخیلی اور ان کی عمر کی طرف لوٹ جانے پر دنیاوی فتنے اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں"۔

دعائے چہارم

نماز سے فارغ ہو کر ایک بار آیۃ الکرسی، ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھیں۔ نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے کا بہت ثواب ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے اس کے اور جنت کے درمیان صرف موت حائل رہ جاتی ہے یعنی مرنے کے بعد یہ شخص فوراً جنت میں داخل ہوگا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان دعاؤں میں سے جونسی چاہو پڑھو اختیار ہے۔ سب کا ثواب ہے۔

تزکیۂ نفس کے متعلق چند خاص وظائف

مومن کا مظہر قلب اسرار الٰہی کا خزینہ ہے اور وہ ایک آئینہ خدا نما ہے۔ لیکن جب انسان بمقتضائے بشریت ارتکاب معاصی کرتا ہے اور برابر گناہ پر گناہ کئے جاتا ہے۔ توبہ و استغفار کرنے کا خیال تک نہیں آتا تو دل پر سیاہ رنگ کا داغ بیٹھ جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب انسان گناہ کرتا ہے اور اس پر نادم و شرمسار ہو کر توبہ نہیں کرتا تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ جتنا گناہوں پر اصرار کرتا ہے اتنا ہی زیادہ اس سیاہی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ سیاہی تمام دل کو گھیر لیتی ہے اور وہی قلب جو ابتداً خشیت الٰہی سے گداز اور شفاف آئینہ خدا نما تھا سخت اور سیاہ ہو جاتا ہے۔ گویا یہ قلب کی روحانی موت ہے۔ لیکن قدرت نے انسان میں جہاں یہ کمزوری رکھی ہے وہاں اس نے اس حالت کی اصلاح کے لئے بھی ایک آسان تدبیر بتلادی ہے کہ اگر انسان اس سے کام لے تو اپنے قلب کو مصفیٰ و مجلیٰ کر سکتا ہے۔ اگر سچ پوچھو تو تمام اسلامی عبادات و ریاضات کا مقصود مفاد یہی ہے کہ انسان تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب حاصل کرے۔

چنانچہ جونہی انسان اپنے قلب کی طرف متوجہ ہو اور اس کی قساوت و سیاہی دور کرنا چاہے اور شب و روز نماز و دعا اور استغفار و زاری میں مشغول رہے تو خدائے قدوس اس پر اپنی رحمت و مغفرت نازل فرماتے ہیں اور تجلیات الٰہی اپنے فضل کے پانی سے قلب کی سختی، ناپاکی اور سیاہی کو دھو ڈالتی ہیں اور انسان ایک نئی روحانی زندگی حاصل کرتا ہے۔

انسان اس دنیا میں دو لشکروں کے درمیان زندگی بسر کرتا ہے ایک رحمٰن کا لشکر ہے اور دوسرا شیطان کا۔ اگر وہ حصول سعادت کی طرف جھکے اور لشکر رحمٰن سے دوا کا طالب ہو تو اس کو مدد دی جاتی ہے اور نفس و شیطان کی دشمنیوں اور زبردست حملوں سے محفوظ رہتا ہے اور اگر وہ نیکی اور حصول تقویٰ کا طالب نہ ہو، غفلت و معصیت سے نکلنے کی کوشش نہ کرے اور لشکر شیطان کی طرف رجوع کئے رہے تو گناہوں کے سیلاب میں بہتا چلا جاتا ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

معصیت وسیاہ کاری کا زہر اس کے رگ وریشہ میں سرایت کر جاتا ہے اس کی روح مردہ اور قلب تاریک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس حالت سے محفوظ رکھے۔

معلوم ہوا کہ انسان کو ہلاک کرنے اور دین ودنیا میں ذلیل ورسوا کرنے والی چیز خدا کی نافرمانی اور گناہ ہے جو اس سے بچ گیا وہ اپنے مقصد حیات کو پہنچ گیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کی گود میں پناہ لی اور جس نے گناہ گارانہ زندگی بسر کی اور اس سے نکلنے کی کوشش نہیں کی وہ برباد ہوا اور شیطان کے قبضہ میں چلا جاتا ہے۔

گناہ سے بچنے کے طریقے

گناہ سے انسان صرف اسی صورت میں بچ سکتا ہے کہ وہ اس سے بچنے کی خود کوشش کرے۔ اگر وہ خود گناہ سے بچنا نہیں چاہتا تو ہزاروں برس کی نمازیں اور کروڑوں اوراد و وظائف بھی اس کو گناہ سے نہیں بچا سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر بتلا دیا ہے کہ

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى ﴿٣٩﴾ (النجم)

''انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کے لئے وہ سعی وکوشش کرے''۔

صرف تمناؤں اور دعاؤں سے کچھ نہیں بنتا۔ دعاؤں کے ساتھ کوششوں کا ہونا بھی لازمی ہے۔ اگر وہ خود گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے اور پھر اوراد و وظائف سے بھی کام لے تو بیشک وہ حصول تقویٰ و پرہیزگاری میں یقیناً کامیاب ہوتا ہے۔ پس اگر گناہ سے بچنا چاہتے ہو تو اول خود بچنے کی کوشش کرو اور پھر خدا سے مدد مانگو۔ تزکیہ نفس کا یہی طریقہ ہے۔

جو لوگ شب و روز اوراد و وظائف میں مشغول رہتے ہیں لیکن خود گناہوں سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے اور اپنے لوازمات زندگی و حقوق العباد کو بھی تلف کرتے ہیں ان کے تمام اوراد و وظائف فضول و بیکار ہیں۔ وہ اپنے قیمتی وقت کو ضائع اور خداداد دماغی استعداد کو تباہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی حالت ایسے پھوڑے سے مشابہ ہے جو اندر سے تو پیپ سے بھرا ہوا ہے اور باہر سے شیشے کی طرح چمکتا ہے۔ یعنی وہ زبان سے تو اوراد و وظائف کرتے ہیں گویا شیشہ کی طرح نظر آتے ہیں اور باطن میں گناہ و بدکاری کی پیپ بھری ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:69)

''یعنی جو کوئی ہماری راہ میں چلنے کی کوشش کرے ہم اپنا راستہ دکھلا دیتے ہیں''۔

صاحبو! ہماری عقل پر کیسے پتھر پڑے ہیں کہ دنیا کے ذرا ذرا سے کاموں میں تو بڑی مشقتیں برداشت کرتے ہیں مگر مغفرت وہدایت کے لئے چاہتے ہیں کہ بغیر مشقت ہی کے محض زبان ہلانے سے حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اسی خیال خام کے جواب میں فرماتا ہے کہ ہم تو اپنی راہ اسے دکھایا کرتے ہیں جو اس میں کوشش کرے۔ پس بغیر سعی وکوشش کے صرف وظائف اور دعائیں کسی کام کی نہیں۔

پھر ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لو کہ انسان دنیا میں محض اس لئے نہیں آیا کہ لمبی تسبیح لے کر ہر وقت اللہ اللہ اور سبحان اللہ کرتا رہے اور دیگر حقوق اللہ، حقوق العباد اور لوازمات زندگی کا خیال نہ رکھے۔ اپنے اوقات گرامی کو تباہ کرے اور اوروں کو تباہ کرنے میں کوشاں رہے۔ اللہ بچائے اس دینداری اور زبانی اللہ اللہ سے وہ تو دنیا میں اس لئے آیا ہے کہ حقوق العباد، حقوق اللہ اور تمام لوازمات زندگی کا پورا پورا فکر واہتمام کرے اور فارغ اوقات میں اوراد و وظائف کے ذریعہ تزکیۂ نفس کی کوشش کرے۔ حقیقی پرہیزگاری اور دینداری یہ ہے کہ انسان مرضیات الٰہی پر چل کر اپنے مقصد حیات کو پورا کرے۔

بہترین وظیفہ کیا ہے؟

جو اوراد و وظائف خلاف شریعت، مسنون دعاؤں اور وظیفوں کے علاوہ لوگوں نے بنا لیے ہیں مثلاً واہیات اور فضول دم کشی وغیرہ ہم ایسے منتر جنتر کے قائل نہیں۔ ان ڈھکوسلہ بازیوں نے مسلمانوں کو شیطان کی غلامی میں دے دیا ہے۔ ہم تو صرف ان دعاؤں اور وظیفوں کے قائل ہیں جو خدا اور خدا کے رسول نے قرآن وحدیث میں بتلائے ہیں اور ہر مسلمان کو بھی انہیں کا قائل اور عامل ہونا چاہئے۔

بہترین وظیفہ خدا کی دل اور زبان سے یاد ہے اور دعا خواہ کسی زبان میں کرو مگر سچے اضطراب اور سچی تڑپ سے جناب الٰہی میں گداز ہو کر کرو اور اس طرح کہ وہ قادر وقیوم خدا دیکھ رہا ہے۔ جب انسان اس طرح کی یاد اور دعا کرے تو وہ کبھی بھی گناہ پر دلیری نہیں کر

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سکتا۔ جس طرح انسان آگ یا اور ہلاک کرنے والی اشیاء سے ڈرتا ہے اس سے زیادہ گناہ سے ڈرنا چاہئے۔ گنہگارانہ زندگی انسان کے لئے دنیا میں مجسم دوزخ ہے جس پر غضب الٰہی کی بادِسموم چلتی ہے اور اس کو ہلاک کر دیتی ہے۔

گناہ سے بچنے کی خود بھی کوشش کرو اور پھر نمازیں پڑھ پڑھ کر اور رو رو کر خدا سے دعائیں مانگو پھر دیکھو کہ کیونکر تزکیۂ نفس حاصل ہوتا ہے اور زندگی کیونکر خالص کندن بنتی ہے۔ پہلے نماز اور دعا کا وظیفہ پورا کرو پھر اوراد و وظائف کی طرف توجہ کرنا جب کہ سلوک کے مقامات طے کرنے ہوں۔

یاد رکھو نماز سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں کیونکہ اس میں بہترین حمد الٰہی ہے۔ دعا استغفار ہے اور درود شریف ہے اور یہ سب خدا کی فرمودہ چیزیں ہیں۔ نماز تمام اوراد و وظائف کا مجموعہ ہے۔ اس سے گناہ کا زہر دور ہوتا ہے۔ نفس و شیطان پر موت طاری ہوتی ہے۔ ہر ایک قسم کے رنج و غم دور ہوتے ہیں اور دونوں جہان کی مشکلیں حل ہوتی ہیں۔ بتلائیے اس سے بہتر وظیفہ اور کیا ہو سکتا ہے اور اس کے ہوتے ہوئے دوسرے وظیفہ کی ضرورت ہی کیا ہے۔

دیکھئے انسان کی سب سے بڑی حاجت اور کوشش یہ ہے کہ اسے غم و فکر سے نجات مل جائے اور اس کی دونوں جہان کی مشکلیں آسان ہو جائیں۔ جب یہی دو باتیں اسے نماز کے ذریعہ حاصل ہو جائیں تو پھر اور کیا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ کو اگر ذرا بھی مشکل پیش آتی تو آپ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اسی طرح تمام صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین اور بزرگان دین کا یہی طریق رہا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ نماز اور صبر کے ذریعہ مدد چاہو۔ سو دنیا میں ایک سچے مسلمان کی مددگار یہی دو چیزیں ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:28)

"اطمینان قلب صرف ذکر الٰہی سے حاصل ہوتا ہے"۔

اور اطمینان قلب کے لئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں۔ خلاف قرآن و حدیث وظائف نے دنیا کو ایسا گمراہ کیا ہے کہ مسلمان خدا تعالیٰ کی شریعت اور احکام ہی کو چھوڑ بیٹھے ہیں اور نظام شریعت میں ہر طرف سے فتور آ رہا ہے۔ پس مسلمانو! اگر دین و دنیا میں فلاح و

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کامیابی چاہتے ہو تو نماز ہی کو سمجھ کر، دل لگا کر اور سنوار سنوار کر پڑھو۔ اس کے بعد مسنون دعائیں کیا کرو۔ بہترین وظیفہ یہی ہے۔ اس سے تمہیں اطمینان قلب حاصل ہو گا اور سب مشکلات انشاء اللہ حل ہو جائیں گی۔

اطمینان قلب کیونکر حاصل ہو سکتا ہے؟

انسان کے لئے اصل چیز کیا ہے؟ اطمینان قلب کا حصول، قلب مطمئن ہفت اقلیم کی بادشاہی سے بھی زیادہ وقیع ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔ مگر اس کے واسطے صبر اور محنت کی ضرورت ہے۔ اگر انسان گھبراتا اور تھک جاتا ہے تو پھر اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ دیکھو ایک کسان کس قدر محنت اور صبر کرتا ہے۔ نہایت حوصلہ افزا صبر کے ساتھ دیکھتا رہتا ہے کہ کب فصل پکے اور میں اپنی کوٹھیاں بھروں۔ آخر وہ وقت بھی آتا ہے کہ وہ اپنی محنت اور صبر کا پھل پاتا اور پکی ہوئی فصل کو اپنے گھر لاتا ہے۔ اسی طرح جب ایک مومن اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا سچا تعلق قائم کر کے نمازیں پڑھتا ہے، دعائیں مانگتا ہے اور صبر و استقامت کا نمونہ دکھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس پر مہربانی کرتا اسے ذوق و شوق اور معرفت عطا کرتا ہے اور اطمینان قلب کی لازوال دولت سے مالا مال کرتا ہے۔

یہ لوگوں کی بڑی غفلت ہے، نادانی اور عہدی پن ہے کہ وہ سعی و کوشش کرتے نہیں اور چاہتے ہیں کہ ہمیں ذوق، معرفت اور اطمینان حاصل ہو جائے۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوج ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلب سلیم

ذرا غور کرو کہ جب دنیوی امور کے لئے محنت اور صبر کی ضرورت ہے تو خدا تعالیٰ کو کیسے صرف تمناؤں سے پایا جا سکتا ہے۔ لوگ بھی عجیب ذہنیت کے ہیں۔ دنیا کے کاموں میں تو چست و چالاک اور سرگرم سعی مگر دین کے کاموں میں سست و کاہل اور عہدی انہیں تو کوئی آسان سا عمل اور چٹکلہ بتلا کر جنت میں ستر ستر حوریں دلا دے اس سے زیادہ کچھ نہ کہے۔ اگر کوئی اصلاح حال کی طرف توجہ دلائے اور احکام الٰہیہ کی تعمیل کو کہے تو انتہائی بے پروائی سے کہہ دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے وہ آپ سب کام بنا دے گا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

واہ رے عہد یو! کیا کہنا ہے تمہاری دینداری اور مسلمانی کا۔ یاد رکھو جو لوگ چاہتے ہیں کہ ہمیں کوئی محنت و مشقت نہ کرنی پڑے وہ خیال خام میں مبتلا ہیں اور یہ غفلت و تساہل کی پٹی ان کو شیطان نے پڑھائی ہے۔

قومے بہ جدوجہد گرفتند وصل دوست
قومے دگر حوالہ بہ تقدیر می کنند

تزکیہ نفس کے متعلق قرآن و حدیث سے جتنی ضروری باتیں اور ہدایتیں تھیں ہم نے ان کو اپنے فہم ناقص اور نامکمل معلومات کے مطابق لکھ دیا ہے۔ طالب صادق کے لئے اتنی ہی باتیں کافی ہیں۔ اب ہم اس عقلی اور تقریری سلسلہ کو ختم کر کے اپنے اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

حنفی مذہب کے مطابق عورتوں کے نماز پڑھنے کا قاعدہ

عورتوں کی نماز کی ترکیب بھی وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کی۔ اس کے علاوہ عورتوں کی نماز مرد کی نماز سے ۲۱ باتوں میں مختلف ہے۔ وہ باتیں یہ ہیں:

۱۔ عورت تکبیر تحریمہ کے وقت صرف شانوں تک ہاتھ اٹھائے۔
۲۔ آستینوں یا دوپٹہ کے اندر سے ہاتھ باہر نہ نکالے۔
۳۔ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے۔ بائیں ہاتھ کی کلائی پر نہ رکھے۔
۴۔ سینہ پر ہاتھ رکھے۔
۵۔ مرد کی نسبت رکوع میں کم جھکے۔
۶۔ رکوع میں انگلیوں کو کشادہ نہ رکھے۔
۷۔ رکوع میں ہاتھوں پر سہارا نہ دے۔
۸۔ رکوع میں گھٹنوں کو جھکا لے۔
۹۔ رکوع میں گھٹنوں پر صرف ہاتھ رکھ لے زور سے نہ پکڑے۔
۱۰۔ رکوع میں سمٹی رہے۔
۱۱۔ سجدہ میں بغلیں نہ کھولے بلکہ سمیٹے رہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۱۲۔سجدہ میں دونوں ہاتھ کہنیوں تک زمین پر بچھادے۔

۱۳۔قعدہ میں دونوں پاؤں کو باہر نکال کر سرین پر بیٹھے کوئی پاؤں کھڑا نہ رکھے۔

۱۴۔قعدہ اور جلسہ میں ہاتھوں کی انگلیاں ملائے رکھے۔

۱۵۔عورت کی نماز کے سامنے سے اگر کوئی گزرے تو یہ ہاتھ پر ہاتھ مارے زبان سے کچھ نہ کہے اور مرد زبان سے سبحان اللہ کہے۔

۱۶۔عورت مرد کی امامت نہیں کر سکتی۔البتہ مرد عورت کی امامت کر سکتا ہے۔

۱۷۔عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے اور مردوں کی جماعت واجب۔

۱۸۔اگر عورتیں مکروہ تحریمی ہونے کے باوجود پھر جماعت کرنا چاہیں تو عورت امام بیچ میں کھڑی ہو مردوں کی طرح آگے نہ کھڑی ہو۔

۱۹۔عورتوں پر جمعہ اور عیدین کی نماز نہیں اور مردوں پر یہ نمازیں واجب ہیں۔

۲۰۔عورتوں پر ایام تشریق میں تکبیریں واجب نہیں اور مردوں پر واجب ہیں۔

۲۱۔عورتوں کے لئے فجر کی نماز اندھیرے میں مستحب ہے اور مردوں کے لئے اجالا ہونے کے بعد۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

احکامات کا بیان

کتاب الطہارت

اسلام اور طہارت

اسلام میں طہارت اور پاکیزگی کو بہت بڑی عظمت و اہمیت حاصل ہے۔ اسلام میں جس طرح توحید مذہبی اعتقادات کا اصل اصول ہے اسی طرح عبادات میں طہارت اصل اصول ہے۔ طہارت کے بغیر کوئی عبادت قابل قبول نہیں۔ رسول کریم ﷺ کو خدا کی طرف سے ابتدائی وحی میں، یہ صدا آئی تھی۔

"یعنی اپنے لباس کو پاک صاف رکھو اور ہر قسم کی نجاست سے الگ رہو"۔

(المدثر:5-4)

اسلام دنیا میں انسان کی نجات کے لئے آیا اور بانگ دہل اعلان کیا کہ میرا اولین مقصد دنیا سے اخلاقی و روحانی نجاستیں اور کثافتیں دور کرنا ہے۔ چنانچہ قرآن کا اعلان ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ (الجمعۃ:2)

"اللہ وہ ذات ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے ان کو کتاب حکمت کی تعلیم دیتا ہے"۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (البقرہ)

"تحقیق اللہ تائب اور طاہر لوگوں سے محبت کرتا ہے"۔

توابین کے معنی ہیں بہت توبہ کرنے والے اور متطھرین کے معنی ہیں پاک وصاف رہنے والے۔ یعنی وہ لوگ جو اپنے جسم و روح دونوں کو ہر قسم کی غلاظت و ناپاکی اور عیب و

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نقص سے پاک وصاف رکھتے ہیں۔اس آیت میں جو متطھر کا لفظ آیا ہے وہ ہر قسم کی ظاہری اور باطنی صفائی پر حاوی ہے جس سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے مستحق وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اپنے ظاہر و باطن کو ہر قسم کی غلاظت اور عیب سے پاک و صاف رکھیں۔

پھر تیسری جگہ قرآن مجید فرماتا ہے۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف:157)

"یعنی وہ ان کے واسطے تمام پاک اشیاء ہر طرح سے صاف ستھری اور پسندیدہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ان پر تمام ناپاک اشیاء حرام کرتا ہے"۔

اس آیت میں طیبات سے مراد وہ تمام افعال اور اشیاء ہیں جو بذات خود پاکیزہ اور خوشگوار معلوم ہوتی ہوں اور اپنے نتائج بھی مفید اور صحت بخش رکھتی ہوں اور خبائث سے مراد وہ تمام افعال و اشیاء ہیں جو بذات خود نفرت انگیز اور ناپسندیدہ ہوں اور ان کے نتائج بھی نقصان دہ اور قبیح ہوں۔پس اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ طیبات کو اختیار کرو اور خبائث سے بچو۔اللہ اللہ کیا قرآنی فصاحت و بلاغت ہے۔

اسلام نے صرف یہیں تک اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مکانات، محلہ، شہر اور گرد و نواح کو پاک وصاف رکھنا قرآن مجید کی روح سے اعلیٰ درجہ کی نعمتوں میں سے ایک خدا کی نعمت ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ (الانفال:11)

"یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا تا کہ تمہاری بستیوں کو پاک وصاف کر دے"۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب بارش ہوتی ہے تو تمام درختوں اور مکانات کی بیرونی سطح کو کس طرح صاف کر دیتی ہے۔زور کی بوچھاڑ تمام جمے ہوئے گرد و غبار اور میل کچیل کو دھو ڈالتی ہے، پانی زور اور افراط کے ساتھ بہتا ہوا گلیوں اور نالیوں کی تمام گندگی و غلاظت کو بہا لے جاتا ہے۔غرض شہروں کی تمام غلاظت بارش کے پانی سے دھوئی جاتی ہیں۔نیز اس کی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور بھی بہت سی حکمتیں اور فوائد ہیں جن کی تفصیل کے یہ اوراق متحمل نہیں ہو سکتے۔

اسی طرح ہواؤں کی گردش بھی ہمارے لئے صفائی کا موجب ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ کھانے پینے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (الاعراف:31)

"یعنی کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو اور فضولیات میں نہ پڑو"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ حفظ نفس اور زندگی باقی رکھنے کے لئے ضروری ہے وہ کھاؤ مگر ایسی چیزیں نہ کھاؤ جن کا اثر و نتیجہ مضر ہو۔

رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ پاکیزگی آدھا ایمان ہے۔ ان تفصیلات سے ثابت ہوا کہ اسلام اور طہارت دو مترادف الفاظ ہیں۔ جسم، پارچہ جات، ظروف اور مکانات وغیرہ کی صفائی اور پاکیزگی کی نسبت تمام اقوام مذاہب میں طرح طرح کے احکامات و رسومات پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ طبعاً ہر ایک سلیم الفطرت انسان صفائی اور پاکیزگی کو پسند کرتا اور غلیظ و بدبودار اشیاء سے نفرت کرتا ہے۔ لیکن اسلام کی طہارت کامل کا مقابلہ دنیا کا کوئی مذہب نہیں کر سکتا۔ اس نے صفائی و پاکیزگی کو انتہائی نقطہ پر پہنچا دیا ہے۔ اس نے طہارت جسمانی و روحانی کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ ایسا نہیں چھوڑا جس کی نوع انسان کو ضرورت تھی۔ یہ ایک علیحدہ امر ہے کہ مسلمان طہارت کے اصلی معنی نہ سمجھ سکیں اور محض رسمی طور پر اس کو کرتے رہیں۔

طہارت کے معنی اور اقسام

طہارت کے معنی پاکی، پاکیزگی اور صفائی ہیں۔ اس میں ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی صفائی شامل ہے۔ اسلام جہاں دل کی صفائی پر زور دیتا ہے وہاں لباس اور جسم کی صفائی بھی لازمی طور پر چاہتا ہے۔ اس نے جسم و لباس کی صفائی کو داخل عبادت رکھا ہے اور دل کی صفائی کے لئے جو باتیں ضروری تھیں ان کو تو اس نے اپنی عبادت میں خاص طور پر ملحوظ رکھا ہے۔ اسلام دین فطرت ہے وہ اس راز فطرت کو جانتا ہے کہ دل کی پاکیزگی جسم کی صفائی کے بغیر ممکن نہیں۔ اب دیکھئے اسلام نے ظاہری و باطنی صفائی و پاکیزگی کے کیسے کیسے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اہتمام کیے ہیں۔

واضح ہو کہ اسلام نے عبادت کے ساتھ طہارت کو لازم کیا ہے اور اس کی بہترین عبادت پنج وقتہ نماز ہے جس میں طہارت روحانی وجسمانی کی تمام ضروریات شامل ہیں۔ نماز سے پہلے وضو فرض ہے۔ وضو صرف ظاہری شست وشو کا نام نہیں بلکہ اس میں طہارت باطنی بھی شامل ہے۔ وضو میں چہرہ ہاتھ اور پاؤں کو دھویا جاتا ہے جسم کے یہی حصے ہیں جن پر زیادہ سے زیادہ گرد وغبار پڑتا اور میل کچیل جمتا ہے۔ ہر وقت برہنگی کی وجہ سے ان پر طرح طرح کی غلاظت وگندگی لگنے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے ان کا دھویا جانا شریعت نے فرض کیا ہے۔

خراب اور متعفن ہوائیں چونکہ ناک، منہ اور آنکھ کے اندر وقتاً فوقتاً پہنچتی رہتی ہیں اس لئے ہر وضو کے ساتھ ناک کو اندر سے دھونا اور غرغرہ کرنا سنت ہے۔ جو خراب ذرات یا بیماریوں کے ذرات ناک میں داخل ہوتے ہیں ان کی صفائی کے لئے ہر وضو کے ساتھ ناک کو اندر سے دھونا حفظ صحت کا نہایت اچھا انتظام ہے۔

منہ کے اندر جو کثافت وغلاظت جمع ہو اس کے لئے کلی اور مسواک تجویز کئے گئے ہیں۔ آج ڈاکٹری تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ تمام بیماریاں دانتوں سے شروع ہوتی ہیں لیکن ہمارے حضور آقائے نامدار ﷺ نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے ہی اس ضروری اور لازمی صفائی کا انتظام کلی اور مسواک تجویز کر دیا تھا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جو نماز مسواک کرنے کے بعد پڑھی جائے اس سے بدرجہا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

کان کے اندر بھی اکثر میل کچیل جمع ہوتی رہتی ہے اس لئے وضو میں انگلی سے اسے بھی صاف کرنا مستحب ہے۔

چونکہ وضو میں چہرہ اور ہاتھ پاؤں وغیرہ دھوئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان حصوں کو ٹھنڈک پہنچا کر سر کی طرف خون کا رجحان زیادہ ہو جاتا ہے اس لئے اس کا مسح کرنا بھی ضروری رکھا گیا ہے تاکہ سر کو بھی ساتھ یہ ہلکی ٹھنڈک پہنچا کر خون کی میزان برابر ہو جائے۔

وضو کے علاوہ جسم اور لباس کو پاک وصاف رکھنا بھی لوازمات نماز میں سے ہے اور جگہ کا پاک ہونا بھی لازمی ہے۔ مساجد میں جہاں نمازیوں کا اجتماع ہوتا ہے اس کی پاکی وصفائی کا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بھی شریعت نے اعلیٰ انتظام کیا ہے۔ اس کے اندر تھوکنا اور ناک صاف کرنا منع ہے۔ کسی بدبودار چیز کا کھا کر آنا بھی منع ہے بلکہ گناہ ہے اس میں خوشبودار چیزیں جلائی جاتی ہیں۔

عام اور بڑے بڑے مجمعوں میں تھوڑی دیر ٹھہرنا اور عطر لگانا سنت ہے اور طرح طرح کی خوشبوئیں جلائی جاتی ہیں۔ یہ انتظام و التزام شریعت نے اس لئے کیا ہے کہ غلیظ اور مضر ہواؤں کی صفائی ہو اور لوگوں کو ان کے مضر نقصانات پہنچنے کا اندیشہ نہ رہے۔ اسلام نے حفظ صحت اور صفائی کا یہاں تک خیال رکھا ہے کہ جمعہ میں چونکہ شہر کے تمام لوگ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں، ہجوم زیادہ ہوتا ہے، کاربالک ایسڈ گیس جو ایک زہریلی ہوا ہے بکثرت جمع ہو کر تمام ہوا کو ناقص و مضر بنادیتی ہے اس نماز کے فرض نصف کر دیئے گئے ہیں اور حکم دیا گیا ہے کہ ''جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو'' یعنی گھٹے ہوئے ایک ہی جگہ نہ بیٹھے رہو۔ عیدین کی نمازوں میں چونکہ تمام گرد و نواح کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور مجمع کثیر ہوتا ہے اس لئے اس کی نسبت یہ حکم ہے کہ شہر سے باہر ادا کی جائے اور حج میں چونکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا اجتماع و اژدہام ہوتا ہے اس لئے اس کے لئے مکہ سے نو کوس کے فاصلہ پر ایک ریتلا میدان تجویز کیا گیا۔

الغرض اسلام نے نماز میں جس قدر ظاہری پاکیزگی و صفائی اور تدابیر حفظ صحت کا اہتمام کیا ہے اس کو کہاں تک بیان کیا جائے اور یہ سارا انتظام اس لئے کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان کو باطنی طہارت و پاکیزگی حاصل ہو۔ ہر سلیم العقل انسان جانتا ہے کہ ظاہری صفائی کا دماغ، روح، عقل اور اخلاق پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ مشاہدہ و تجربہ بتلاتا ہے کہ جو انسان اپنے جسم و لباس کو پاک و صاف رکھتا ہے اور جو نفاست پسند ہوتا ہے اس کے خیالات بھی عموماً نیک اور اچھے ہوتے ہیں اور جو شخص گندہ رہتا ہے اس کے خیالات بھی عموماً گندے ہوتے ہیں۔ چنانچہ سائنس کی جدید تحقیق نے بھی آج فیصلہ کیا ہے کہ دل و دماغ کی حالت صحت جسمانی کی کیفیت پر موقوف ہے۔ دیکھنے میں آتا ہے کہ صحت و تندرستی میں دماغ کے خیالات بھی پاکیزہ ہوتے ہیں اور دل نیکیوں کی طرف مائل ہوتا ہے اور جب طبیعت اچھی نہیں ہوتی تو مزاج چڑچڑا، دماغ پراگندہ، خیالات پریشان اور دل مشوش ہوتا ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ اللہ! اسلام کی نگاہ کتنی حقیقت وفطرت شناس ہے اور مستقیم ہے کہ جس نتیجہ پر آج دنیا کے سائنس داں پہنچے ہیں اس کو اسلام کی نگاہ اولین نے دیکھ لیا تھا اور پہلی وحی میں ہی انسان کو یہ نکتہ سمجھا دیا گیا تھا کہ تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن بغیر جسمانی وظاہری صفائی کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے نماز میں چن چن کر پاکیزگی وصفائی اور حفظ صحت کی تدابیر رکھ دیں اور عملاً ثابت کردیا کہ دنیا کا آخری نجات دہندہ اور پاک ومطہر مذہب صرف اسلام ہے۔

ایک سوال

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ طہارت کامل کی ایسی پرحکمت تعلیم ایک امی انسان کی زبان سے کیسے جاری ہوئی جو ایک ریگستان کی سخت جاہل، وحشی اور اکھڑ قوم میں پیدا ہوا اور جس کے زمانہ میں علم وعقل کی روشنی تھی اور نہ کوئی یونیورسٹی وکالج۔ بلکہ ساری دنیا جہالت وحماقت کے سخت اندھیرے اور واہیات رسومات کی ظلمات میں پڑی ہوئی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نبی امی دنیا کے لئے نور ہدایت بن کر آیا جس نے آتے ہی تاریک دنیا کو روشن کردیا۔ چنانچہ ارشاد ہے

قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾ (المائدہ)

”خدا کی طرف سے ایک نور اور ایک کتاب مبین آئی“۔

رحمت کی گھٹائیں پھیل گئیں افلاک کے گنبد گنبد پر
وحدت کی تجلی کوندگئی آفاق کے سینہ زاروں میں

اس نور نے ظلمات کے تمام پردوں کو چاک کرکے دنیا والوں کو مشاہدہ جمال حقیقی کرادیا اور تمام تاریکیاں اس خورشید وحدت کے قدموں پر آرہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام تعلیم اور انتظام محض وحی الٰہی کا نتیجہ ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو کشفی حالت میں تمام اشیاء کی حقیقت کھول دی جاتی ہے۔

اب ہم اسلامی طہارت وپاکیزگی کی بقیہ صورتیں اور انتظامات بتلاتے ہیں تاکہ ناظرین پر اسلامی طہارت کی عظمت وشان اچھی طرح واضح ہوجائے سنئے۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے جسم اور کپڑوں کو پاک وصاف رکھنا ہمیشہ کے لئے ضروری

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔اس کے علاوہ بعض حالتوں میں اسلام نے غسل کو بھی فرض کر دیا ہے۔ چنانچہ جماع یا احتلام کے بعد تمام جسم کو دھونا فرض ہے جو بڑی بڑی اخلاقی وطبی مصلحتوں پر حاوی ہے۔ غسل میں صحت وحکمت یہ ہے کہ ہر انزال کے ساتھ اجتماع خون ہو تمام اعضاء وقویٰ کا خلاصہ منی کے ساتھ خارج ہوتا ہے جس سے تمام عضلات واعصاب کو خفیف سا ضعف پہنچتا ہے۔ غسل کرنے سے خون منتشر ہو کر تمام جسم میں پھر برابر تقسیم ہو جاتا ہے اور ضعف رفع ہو کر پوری تازگی وبشاشت حاصل ہوتی ہے اس کے علاوہ ہفتہ میں کم از کم ایک بار جمعہ کے دن نہانا صاف اور پاکیزہ لباس پہننا اور عطر وغیرہ لگانا سنت ہے۔

لباس کی صفائی پر بھی اسلام نے زور دیا ہے وہ کہتا ہے خواہ تمہارا لباس پر تکلف اور بیش قیمت ہو نہ ہو مگر اس کو پاک وصاف ضرور رکھو۔ اگر کھدر کے کپڑے بھی ہوں تو کم از کم آٹھویں دن ایک بار دھو لیا کرو پھر پیشاب اور پاخانہ کے بعد استنجا کرنے کا حکم ہے جس میں اچھی طرح صفائی حاصل ہوتی ہے اور گندگی وغلاظت کا اثر تک نہیں رہتا۔

اسلام نے ختنہ کرانے کا حکم دیا ہے کیونکہ اس میں میل کچیل جمع ہوتا رہتا ہے اور طرح طرح کے امراض کا باعث ہوتا ہے۔ سر کے بالوں کی نسبت یہ حکم ہے کہ تمام بال مونڈو اور تمام بال چھوڑ دو۔ اس میں یہ مصلحت ہے کہ سر کی تمام سطح یکساں رہنے سے تمام دماغ کو یکساں حرارت یا سردی پہنچے۔

پاخانوں کی نسبت حکم یہ ہے کہ مکانوں میں نہ ہو بلکہ اوپر یعنی چھت پر ہوں تاکہ متعفن ہوائیں جلد ادھر ادھر پھیل جائیں۔ ایام حیض ونفاس میں جماع کی قطعی ممانعت ہے۔ زیر ناف اور بغلوں کے بال صفا کرانے کا تاکیدی حکم ہے ان تمام احکامات سے آپ اندازہ لگائیں کہ اسلام کس قدر صفائی وپاکیزگی چاہتا ہے۔

تمام بحث کا خلاصہ

یہاں تک ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے جسم، لباس، مکان، ماحول، دل ودماغ اور روح کو ہر طرح پاک وصاف رکھو اور ہر قسم کی نجاست سے الگ رہو۔ طہارت کا مفہوم ہے کہ پاکیزگی اور صاف رہنا اور چونکہ یہ پاکیزگی وصفائی جسم اور روح دونوں کی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوتی ہے اس لئے مسلمانوں کے لئے طہارت جسمانی وروحانی دونوں لازم وملزوم ہیں۔ جس طرح بدن، لباس اور مکان کو گندگی وغلاظت سے پاک رکھنا اسلامی فرض ہے اسی طرح ہر قسم کے کفریہ وشرکیہ اور بیہودہ عقائد، لغو وبیکار رسومات، بدخیالات اور اخلاق ذمیمہ سے اپنے دل ودماغ اور روح کو بچانا طہارت باطنی بھی فرض اتم ہے۔ اگر جسمانی طہارت میں کوئی نقص رہ جائے تو یہ چیز ناقابل گرفت اور موجب تباہی ہے۔ پس مسلمان کے لئے سب سے زیادہ فکر و اہتمام کرنے کے قابل دل ودماغ اور روح کی صفائی ہے اس کے بغیر صفائی فضول ہے۔

اسلام کا مقصد طہارت یہ ہے کہ اپنے جسم ولباس کو پاک رکھو۔ پھر اخلاق رذیلہ کی کثافت دور کر کے اخلاق، اعمال، فضائل حمیدہ اور عبادت وریاضت سے اپنی روحوں پر جلا کرو اور پھر اس تسلیم ورضا، صبر واستقامت اور محبت الٰہی کے زیور سے آراستہ کر کے جناب الٰہی میں پہنچاؤ۔ عبودیت، تضرع، انکسار، یاد الٰہی اور دعا میں ہمیشہ مشغول رہو۔ اپنے خیالات کو پاکیزہ رکھو، جذبات وشہوات پر قابو حاصل کرو اور اس طرح خدا کے بن کر کائنات ارضی وسماوی پر حکومت کرو۔

اے چودھویں صدی کے سادہ لوح اور کور بصیرت مسلمان! ایسی صفائی اور پاکیزگی حاصل کر پھر دیکھ تجھ پر کیونکر خدا اپنی رحمتوں اور بخششوں کے دروازے کھولتا ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باب الانجاس

احکام شرعیہ کی اقسام

جاننا چاہئے کہ حکم شرعی کی دو قسمیں ہیں ایک امر دوسرے نہی۔ یعنی شرع کے احکام دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ احکام جو کسی چیز کے کرنے کے متعلق ہوں ایسے احکام کو اوامر کہتے ہیں یہ جمع ہے امر کی۔ امر وہ حکم شرعی ہے جس سے کسی فعل کی طلب ثابت ہو۔ دوسرے وہ احکام جو کسی چیز کے ترک کرنے کے متعلق ہوں ایسے احکام کو نواہی کہتے ہیں۔ یہ جمع ہے نہی کی اور نہی وہ حکم شرعی ہے جس سے کسی فعل کی ممانعت ثابت ہو۔

اوامر کی قسمیں اور ان کی تعریف

اوامر کی تین قسمیں ہیں۔ فرض، واجب، سنت۔ پھر ان میں سے واجب اور سنت کی دو دو قسمیں ہیں۔ واجب عین اور واجب علی الکفایہ، یہ دو قسمیں واجب کی ہیں۔ سنت کی دو قسمیں یہ ہیں۔ موکدہ اور غیر موکدہ، ان سب کی علیحدہ علیحدہ تعریف ہے۔

ا۔ فرض وہ ہے جو قرآن کریم یا حدیث متواتر سے قطعی طور پر ثابت ہو یعنی جس امر کا حکم قرآن یا حدیث متواتر نے قطعی طور پر دیا ہو وہ فرض ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جو شخص فرض ادا کرے وہ ثواب پائے اور اپنا فرض منصبی ادا کرے اور اگر غفلت و سستی کی وجہ سے نہ ادا کرے تو خدا کا سخت نافرمان اور عذاب کا مستحق ہے اور اگر کوئی اس کی فرضیت ہی کا انکار کر دے مثلاً یوں کہہ دے کہ میں پنجوقتہ نماز کو فرض نہیں مانتا یا زکوٰۃ کو فرض نہیں مانتا تو وہ کافر ہے بشرطیکہ اس کی فرضیت بہ نص قرآن یا حدیث متواتر اور یا اجماع امت سے ثابت ہو اور اس کی فرضیت کے جملہ مجتہدین قائل ہوں ورنہ اگر بعض مجتہدین اس کی فرضیت کے قائل ہوں اور بعض منکر تو ایسے فرض کا منکر کافر نہیں بلکہ فاسق ہے۔

فرض کی دو قسمیں ہیں:

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ا۔فرض عین

۲۔فرض کفایہ

فرض عین وہ ہے جو ذاتی طور پر سب کو اپنی جگہ ادا کرنا پڑے۔ مثلاً پنجوقتہ نماز اور فرض کفایہ وہ ہے کہ ایک یا زیادہ کے کرنے سے سب کے ذمہ سے ساقط ہو جائے مثلاً نماز جنازہ ہے فرض عین فرض کفایہ سے افضل ہوتا ہے۔

۲۔واجب وہ ہے جس کا ثبوت وجوباً دلیل ظنی یعنی حدیث غیر متواتر وغیرہ سے ہو اس کا منکر فاسق وگمراہ ہے۔ جاننا چاہئے کہ دلائل شرعیہ سمعیہ چار ہیں۔

ا:۔قطعی الثبوت والدلالۃ یعنی وہ دلائل جو اپنے ثبوت اور دلالت میں قطعی ہوں جیسے نصوص قرآن، آیات محکمہ اور سنت متواتر کہ ان کا مفہوم قطعی ہے۔

ب:۔قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ یعنی ثبوت میں قطعی اور دلالت میں ظنی جیسے آیات مؤوّلہ۔

ج:۔اس کے برعکس جیسے خبر احاد۔ جن کا مفہوم قطعی نہ ہو اس کا ثبوت ظنی ہوتا ہے اور دلالت قطعی۔

د:۔ثبوت اور دلالت دونوں ظنی ہوں جیسے وہ اخبار احاد جن کا مفہوم ظنی ہو اور ثبوت بھی۔ واضح ہو کہ یہاں دلالۃ سے مراد مفہوم ہے۔

پس اب جاننا چاہئے کہ پہلے قسم کے دلائل سے فرض اور حرام ثابت ہوتا ہے اسی طرح دوسرے قسم کے دلائل سے بھی فرض اور حرام ثابت ہوتا ہے مگر وہ ثبوت میں اتنا قوی نہیں ہوتا جتنا قسم اول میں ہوتا ہے۔ تیسری قسم کے دلائل سے وجوب اور کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے اور چوتھے قسم کے دلائل سے سنت ومستحب۔(35)

۳۔سنت وہ ہے جو رسول خدا ﷺ سے قولاً وفعلاً ثابت ہو۔ اگر حضور ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو کبھی ترک نہ کیا ہو اور وہ حضور کے مخصوصات سے بھی نہ ہو ایسی سنت کو سنت موکدہ کہتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا منکر اور تارک بدعتی وگنہگار ہے بشرطیکہ اس کا ثبوت خبر واحد

35۔ردالمحتار کتاب الطہارۃ جلد 1 صفحہ 207، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے ہوتا ہو۔ خبر واحد اس کو کہتے ہیں جس حدیث کا راوی صرف ایک ہو اگر سنت خبر مشہور سے ثابت ہو تو اس کا منکر فاسق ہے۔ خبر مشہور اس حدیث کو کہتے ہیں جس کے راوی دو سے زیادہ ہوں اور اگر اس کا ثبوت خبر متواتر سے ہوتا ہو تو اس کا منکر کافر ہے۔ سنت کے قبول اور اعتقاد کے بعد اگر کوئی اس کا تارک ہو آخرت میں اس کی سرزنش ہوگی اور کرنے والا ثواب پائے گا۔
دوسری قسم سنت کی غیر موکدہ ہے اسی کو مستحب بھی کہتے ہیں۔ سنت غیر موکدہ و مستحب وہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کر دیا ہو۔ مستحب کا منکر کافر ہے نہ فاسق و گنہگار اور کرنے والا ثواب کا مستحق اور فضیلت حاصل کرنے والا ہے۔

منہیات کی تعریف اور قسمیں

منہیات یعنی جن امور سے خدا اور خدا کے رسول نے روکا ہے ان کی تین قسمیں ہیں۔
حرام، مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی۔ حرام وہ ہے جس کی ممانعت قطعی دلیل سے وجوباً ثابت ہو۔ حرام کو ترک کرنے والا ثواب پائے گا کرنے والا عذاب کا مستحق ہوگا اور اس کی حرمت کا منکر کافر ہے۔
مکروہ تحریمی وہ ہے جس کی ممانعت دلیل ظنی سے وجوباً ثابت ہو۔ مکروہ تحریمی کا نہ کرنے والا ثواب پائے گا اور کرنے والا مستحق عتاب ہے۔
مکروہ تنزیہی وہ ہے جس کی ممانعت شفقتاً یا ادباً ہو اس کا ترک کرنے والا فضیلت حاصل کرنے والا ہوگا اور کرنے پر نہ عذاب اور نہ عتاب اور مباح کا کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔
فائدہ:۔ مکروہ تحریمی بھی حرام کے نزدیک ہوتا ہے اور مکروہ تنزیہی بھی حلال کی طرف مائل ہوتا ہے لہٰذا مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی میں صرف اعتقادی فرق ہے یعنی حرام کو جائز سمجھنے والا کافر ہے اور باقی عمل میں دونوں برابر ہیں۔
فرض اور حرام کی دو قسمیں ہیں ایک اعتقادی دوسرے عملی۔ اعتقادی وہ ہے جس پر عمل کے ساتھ اعتقاد بھی فرض ہو اس اعتقاد کا منکر کافر ہے اور عملی وہ ہے جس کا صرف عمل ہی فرض ہو۔ اس کے فوت ہو جانے سے عمل کی صحت فوت ہو جائے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نجاستوں کا بیان

انسان کی بناوٹ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے ایک تو نجاستیں وہ ہیں جو انسان کے اندر سے نکلتی ہیں اور ایک وہ ہیں جو باہر سے اس کو نجس وملوث کرتی ہیں اس اعتبار سے نجاست کی دو اصولی قسمیں ہوئیں۔ داخلی اور خارجی۔ پھر ان کی بھی دو اقسام ہیں بعض نجاستیں حقیقی ہیں اور بعض غیر حقیقی۔ جو غیر حقیقی ہیں ان کو شارع علیہ السلام نے اپنے حکم سے داخل نجاست کیا ہے اس لئے اس قسم کی نجاستوں کو حکمی نجاست کہتے ہیں۔ ذیل میں ہم نجاستوں کا ایک شجرہ دیتے ہیں جس سے نجاستوں کے سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

شجرۂ نجاست

روحانی — جسمانی

داخلی: حقیقی، حکمی، مکروہ

خارجی: حقیقی، حکمی، مکروہ
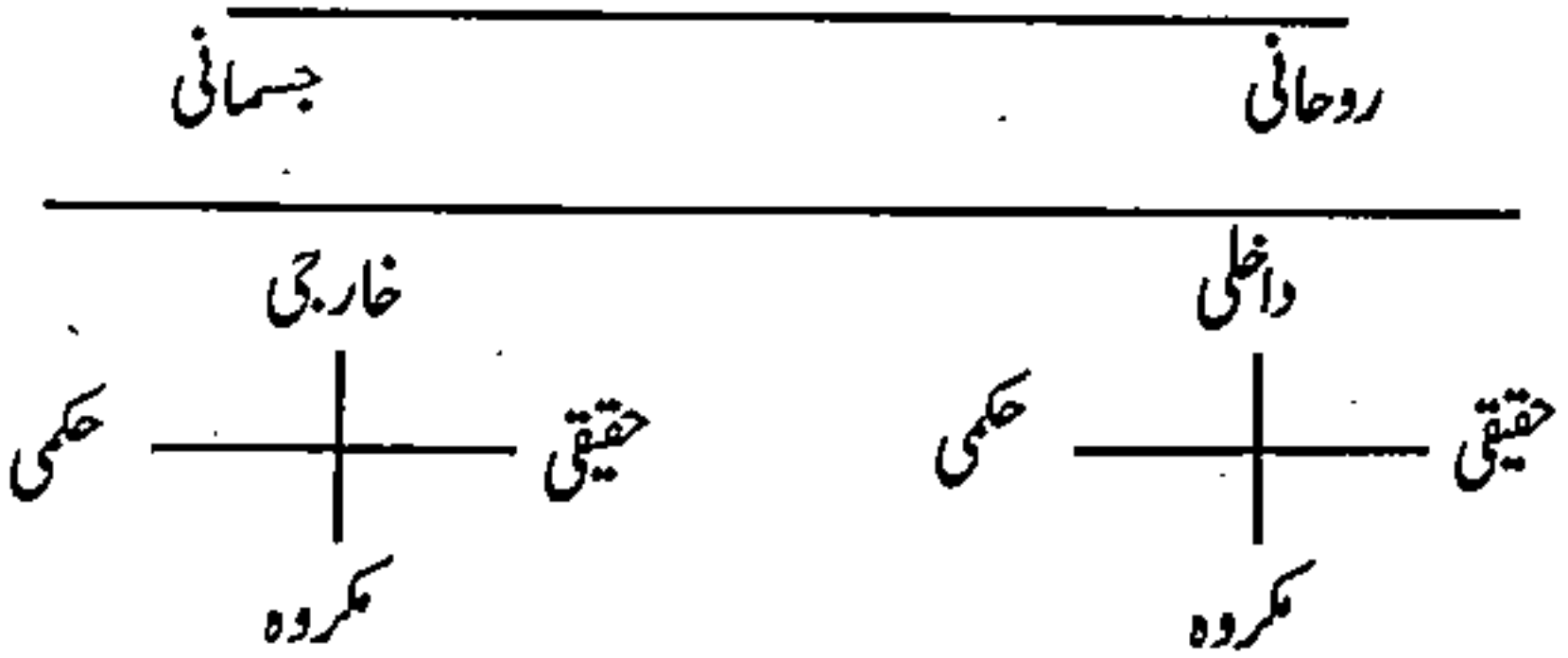
طہارت اور ازالہ نجاست دو جدا جدا چیزیں ہیں

یہاں اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ ''طہارت'' اور ''ازالۂ نجاست'' دو جدا جدا چیزیں ہیں۔ طہارت اور ازالۂ نجاست ایک چیز کا نام نہیں۔ طہارت ازالہ نجاست سے بڑھی ہوئی ہے۔ نماز کے لئے صرف ازالۂ نجاست کافی نہیں بلکہ طہارت بھی ضروری چیز ہے۔

عربی زبان میں نجاست کا مفہوم ادا کرنے کے لئے تین لفظ ہیں۔ ''خبث'' ''حدث'' خبث کا اطلاق نجاست حقیقی پر ہوتا ہے۔ حدث کا نجاست حکمی پر اور نجاست کا ان دونوں پر۔ تطہیری النجاسۃ یعنی ازالۂ نجاست کے مفہوم میں تین چیزیں داخل ہیں۔ بدن کپڑے اور مکان کی طہارت کا وجوب عبارۃ النص سے یعنی قرآن پاک سے صاف وصریح

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الفاظ سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ (المدثر) اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ، بدن اور مکان کا پاک رکھنا بھی اسی آیت سے بطریق دلالۃ النص ثابت ہوتا ہے۔ یعنی یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ بدن اور مکان پاک و صاف ہوں۔ اس دلالت کی تفصیل یہ ہے کہ کپڑوں کی پاکی نماز کے لئے واجب ہے اور نماز کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کرنا۔ پس نمازی کو چاہیے کہ وہ حالت نماز میں احسن احوال میں ہو اور یہ احوال کی اچھائی اس وقت حاصل ہوگی جب کہ نمازی سے متعلق اور متصل تمام چیزیں پاک ہوں۔ نمازی سے متعلق و متصل تین ہی چیزیں ہوتی ہیں۔ بدن، کپڑے اور مکان۔ اور مقصود آیہ کا انہی تینوں کی پاکیزگی حاصل کرنا ہے علاوہ ازیں قرآن پاک کی اور آیتوں سے بدن اور مکان کا صاف رکھنا عبارۃ النص سے ثابت ہے۔ پس خلاصہ یہ ہوا کہ نمازی کے کپڑوں، بدن اور نماز پڑھنے کی جگہ کو پاک کرنا یعنی ان تینوں کی پاکی واجب ہے۔

نجاست حکمی و حقیقی

نجاست دو طرح کی ہوتی ہے ایک نجاست حکمی، دوسری نجاست حقیقی۔ نجاست حکمی وہ ہے جو نظر سے محسوس نہ ہو صرف شرعی حکم کی وجہ سے اس کو ناپاک کہا جاتا ہو۔ اس نجاست کا دور کرنا واجب ہے۔ کسی قسم کا کوئی عذر اس کے ازالہ سے روکنے کے لئے کافی نہیں۔ تندرست ہو یا بیمار، بوڑھا ہو یا جوان، طاقتور ہو یا کمزور، بہر حال اور بہر صورت ہر شخص پر اس کا دور کرنا واجب ہے۔ اس سے طہارت حاصل کرنا نماز کی شرط مقدم ہے جو کسی عذر سے بھی ساقط نہیں ہوتی۔ بخلاف دوسری شرط کے مثلاً استقبال قبلہ، بدن کا ڈھانکنا اور لباس و مکان کا پاک ہونا۔ یہ سب شروط عذر سے ساقط ہو جاتی ہیں مگر ازالہ نجاست حکمی ایسی کڑی شرط ہے جو کسی عذر سے بھی ساقط نہیں ہوتی ہاں اس میں شریعت نے اتنی آسانی ضرور کر دی ہے کہ اگر غسل و وضو سے ضرر کا اندیشہ ہو یا پانی نہ مل سکے تو تیمم کر لیا جائے۔

نجاست حکمی کی دو صورتیں ہیں۔ حدث اکبر اور حدث اصغر۔ جس کو نہانے کی حاجت ہو اس کی حالت کو حدث اکبر کہتے ہیں اور بے وضو ہونے کی حالت کا نام حدث اصغر ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یہ دونوں حالتیں ایسی ہیں کہ اگرچہ بظاہر بدن پر کوئی ناپاکی لگی ہوئی نہیں ہوتی لیکن شریعت نے ان دونوں حالتوں کو ناپاک قرار دیا ہے۔

نجاست حکمی خالص پانی سے دور ہوتی ہے اور اگر کوئی عذر ہو تو مٹی سے بھی دور ہو جاتی ہے جیسے پانی نہ ملنے کی وجہ سے یہ طہارت مٹی یعنی تیمم سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ نجاست حکمی مطلق پانی سے دور ہو جاتی ہے نہ کہ مقید پانی سے۔ مطلق اور مقید پانی کی تعریف یہ ہے کہ مطلق یا خالص پانی اس کو کہتے ہیں جس میں یہ چار اوصاف ہوں۔

۱۔ سیال یعنی بہنے والا ہو۔

۲۔ اس میں پیاس بجھانے کی صلاحیت ہو۔

۳۔ سبزہ و نباتات میں روئیدگی پیدا کر سکتا ہو۔

۴۔ شفاف ہو یعنی اس میں کوئی رنگ ملا ہوا نہ ہو۔

خالص پانی کی مثالیں یہ ہیں جیسے دریا، نہر، ندی، چشمہ، کنویں، بارش، تالابوں اور جھیلوں کا پانی۔ ان سب پانیوں میں یہ چار اوصاف ہوتے ہیں۔ یہ پانی ناپاک بھی ہوتے ہیں جن کی پاکی و ناپاکی کا بیان آگے آئے گا۔

مقید پانی وہ ہے جو بغیر قید کے نہ بولا جائے یعنی لفظ پانی کے ساتھ اور کوئی لفظ بھی لگایا جائے یا مذکورہ بالا چار اوصاف میں سے کوئی وصف نہ ہو مثلاً عرق گلاب، عرق کیوڑہ اور تربوز کا پانی وغیرہ، ان میں پانی کا مفہوم تو پایا جاتا ہے مگر اس کو ادا کرنے کے لئے اور لفظ بھی بڑھائے جاتے ہیں۔

نجاست حقیقیہ کا بیان

نجاست حقیقیہ اس کو کہتے جو نظر سے محسوس ہو جیسے پیشاب و خون وغیرہ اس کی دو قسمیں ہیں ایک نجاست غلیظہ دوسری نجاست خفیفہ۔ یعنی جو نجاست سخت ہو اسے نجاست غلیظہ کہتے ہیں اور جس کی نجاست ہلکی ہو اسے نجاست خفیفہ کہتے ہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نجاست غلیظہ

نجاست غلیظہ کی اس تعریف کو بھی یاد رکھئے کہ نجاست غلیظہ اس کو کہتے ہیں جس کے ناپاک ونجس ہونے کی صراحت قرآن وحدیث میں موجود ہو اور کوئی نص اس کی ناپاکی کے خلاف موجود نہ ہو اور سب ائمہ مجتہدین کے نزدیک وہ نجس ہو۔

نجاست خفیفہ اس کو کہتے ہیں جس کا ناپاک ہونا بعض آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے اور بعض آیات واحادیث سے پاک ہونا ثابت ہوتا ہے اور اسی بناء پر اس کی پاکی کے متعلق ائمہ مجتہدین میں اختلاف ہو۔

مندرجہ ذیل اشیاء نجاست غلیظہ میں داخل ہیں۔ لحم خنزیر اور اس کے تمام اجزاء، مردہ کا گوشت اور اس کا چمڑہ دباغت کرنے سے پہلے، کتے کا جھوٹا، شراب، خون جاری، ان جانوروں کا پیشاب اور پاخانہ جن کا گوشت حرام ہے خواہ وہ درندے ہوں جیسے بلی، بھیڑیا اور شیر وغیرہ یا چرندے ہوں جیسے گدھا، بطخ، جونک، سانپ وغیرہ کا پیشاب، پاخانہ، گھوڑے، خچر اور گدھے کی لید، گائے بھینس کا گوبر، آدمی کا پیشاب خواہ جوان آدمی کا ہو یا بوڑھے کا اور شیر خواہ بچے کا ہو یا کھانے والے بچے کا۔ پاخانہ، منی، مذی، ودی، کچلہو، پیپ، منہ بھر کے، خون حیض، خون نفاس، خون استحاضہ (انوار الساطعہ)۔

نجاست غلیظہ اگر گاڑھی ہو تو ساڑھے چار ماشہ کا وزن اور اگر پتلی ہو تو ہتھیلی کے گڑھے کے برابر معاف ہے۔ گاڑھی نجاست غلیظہ اگر ایک درہم سے زیادہ بدن یا کپڑے پر لگی ہو تو وہ جواز نماز کے مانع ہے یعنی اس کی نماز نہ ہوگی اوپر لکھا گیا ہے کہ چار ماشہ وزن معاف ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کو دور نہیں کرنا چاہئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اتنی نجاست کا دور کرنا بھی واجب ہے۔ اگر اتنی مقدار مجبوراً رہ جائے تو نماز صحیح ہو جاتی ہے اگر بلا عذر اور مجبوری کے اتنی نجاست بغیر دور کئے ہوئے نماز پڑھ لی جائے تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی اگر اس مقدار سے کم نجاست ہو تو اس کا دور کرنا مستحب ہے اگر اس کو دور نہ کیا جائے تو نماز مکروہ تنزیہی ہوگی اور مقدار معاف سے زیادہ ہو اس کو دور نہ کیا جائے اور نماز اس حالت میں پڑھ لی جائے تو نماز بالکل نہ ہوگی۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بلی اور چوہے کے پیشاب سے چونکہ احتیاط ناممکن ہے اس لئے معاف ہے البتہ اگر پانی یا برتن میں بلی یا چوہا پیشاب کر دے تو پانی اور برتن نجس ہو جاتے ہیں۔(36)

نجاست خفیفہ

مندرجہ ذیل اشیاء نجاست خفیفہ ہیں۔ حلال جانوروں کا پیشاب، حرام و حلال جانوروں کی بیٹ اور گھوڑے کا پیشاب ولید اور بیٹ ان پرندوں کی جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ اگر نجاست خفیفہ چوتھائی کپڑے یا چوتھائی عضو سے کم ہو تو معاف ہے۔ مثلاً اگر نجاست ہاتھ پر لگی ہوئی ہے یا کمر پر یا پیٹ پر اور ان اعضاء کے چوتھائی سے کم پر ہے تو معاف ہے اسی طرح اگر کوٹ کی آستین نجاست آلود ہو گئی مگر چوتھائی سے کم پر ہے تو معاف ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تمام بدن اور تمام کپڑے کی چوتھائی معاف نہیں بلکہ ان کے مختلف حصوں کی چوتھائی مراد ہے۔ یعنی ہر ہر عضو اور حصہ کی چوتھائی مجموعہ بدن یا مجموعہ لباس کا اعتبار نہیں یہاں بھی معاف ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اتنی مقدار اگر کسی وجہ سے بھول جائے یا کپڑے یا بدن پر لگی رہ جائے تو نماز ہو جاتی ہے قصداً چھوڑ دینے سے نماز مکروہ تحریمی ہو گی۔

نجاست حقیقیہ کیسے دور ہوتی ہے؟

نجاست حقیقیہ چاہے غلیظ ہو یا خفیف کپڑے پر ہو یا بدن پر، پانی سے تین بار دھو لینے سے پاک ہو جاتی ہے۔ کپڑے کے لئے ضروری ہے کہ اس کو تین بار دھو دھو کر نچوڑ بھی لیا جائے۔ نجاست حقیقیہ کو آب مطلق اور آب مقید دونوں دور کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف اشیاء کو پاک کرنے کے مختلف طریقے اور مختلف صورتیں ہیں جن کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے۔

ا۔ بعض چیزیں ایسی ہیں جو رگڑنے اور پونچھنے سے پاک ہو جاتی ہیں جیسے آئینہ اور روغنی برتن وغیرہ ان کو اگر اس طرح پونچھ دیا جائے کہ نجاست باقی نہ رہے تو ایسی چیزیں پاک ہو جاتی ہیں۔ رگڑنا خواہ لکڑی سے ہو یا ناخن سے یا پتھر سے تینوں صورتیں برابر ہیں۔

36۔ الدر المختار، کتاب الطہارۃ، 523/1، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۲۔ خشک ہونے سے جو چیزیں زمین پر قائم اور ثابت ہیں وہ خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہیں جیسے زمین، زمین کی ناپاکی اور ان چیزوں کی ناپاکی جو زمین پر ثابت اور قائم ہوں آفتاب کی حرارت اور ہوا پاک کردیتی ہے۔

۳۔ بعض چیزیں چھیلنے سے پاک ہوجاتی ہیں مثلاً اگر کوئلہ لکڑی کی چیز ناپاک ہوگئی تو اس ناپاکی کو کھرچ دینے یا چھیل دینے سے لکڑی پاک ہوجائے گی۔

۴۔ ذات بدل دینے سے بھی بعض چیزیں پاک ہوجاتی ہیں جیسے اگر شراب سرکہ بن جائے تو وہ پاک ہوجائے گی۔

۵۔ بعض چیزیں آگ میں تپانے سے پاک ہوجاتی ہیں مثلاً اگر کسی مٹی یا برتن کے اجزاء میں نجاست جذب ہوجائے تو اس کے پاک کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ اس کو آگ میں خوب تپالیا جائے اور اگر نجاست اس کے اجزاء میں جذب نہ ہوئی ہو تو صرف دھو ڈالنا کافی ہے۔ اس قاعدہ کلیہ کی بناء پر یہ فتویٰ ہے کہ جو برتن نجس مٹی سے بنائے جائیں یا اینٹیں اور پھر اس کو آگ میں پکالیا جائے تو یہ پاک ہوجاتی ہیں۔ گوبر اور لید کی راکھ پر بھی طہارت کا فتویٰ ہے۔

۶۔ اکثر میں سے بعض کے نکال دینے سے جیسے اناج کو اگایا جاتا ہے تو اس میں بیل گوبر اور پیشاب کردیتے ہیں پھر یہ کیا جاتا ہے کہ بھوسہ الگ نکال لیا جاتا ہے اور اناج الگ۔ چونکہ اکثر میں سے بعض حصہ بھوسہ نکال دیا جاتا ہے اور اناج الگ اس لئے سب اناج پاک ہوجاتا ہے اسی طرح اگر روٹی کا کچھ حصہ ناپاک ہوگیا اور وہ ناپاک حصہ توڑ کر الگ پھینک دیا تو روٹی کا بقیہ حصہ پاک ہوگیا۔ (درمختار۔ انوار الساطعہ)(37)

نجاست حقیقیہ کا نقشہ

نجاست اور ازالۂ نجاست کا تفصیلی بیان کرنے کے بعد مزید تفہیم کے لئے ان کا ایک نقشہ ذیل میں دیا جاتا ہے جس سے آسانی کے ساتھ معلوم ہوجائے گا کہ کون سی نجاستیں کس

37۔ الدرالمختار کتاب الطہارہ 545/1، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کس طرح دور ہوتی ہیں۔ پہلے اس نقشہ سے نجاست کی قسمیں ذہن نشین کرلو۔
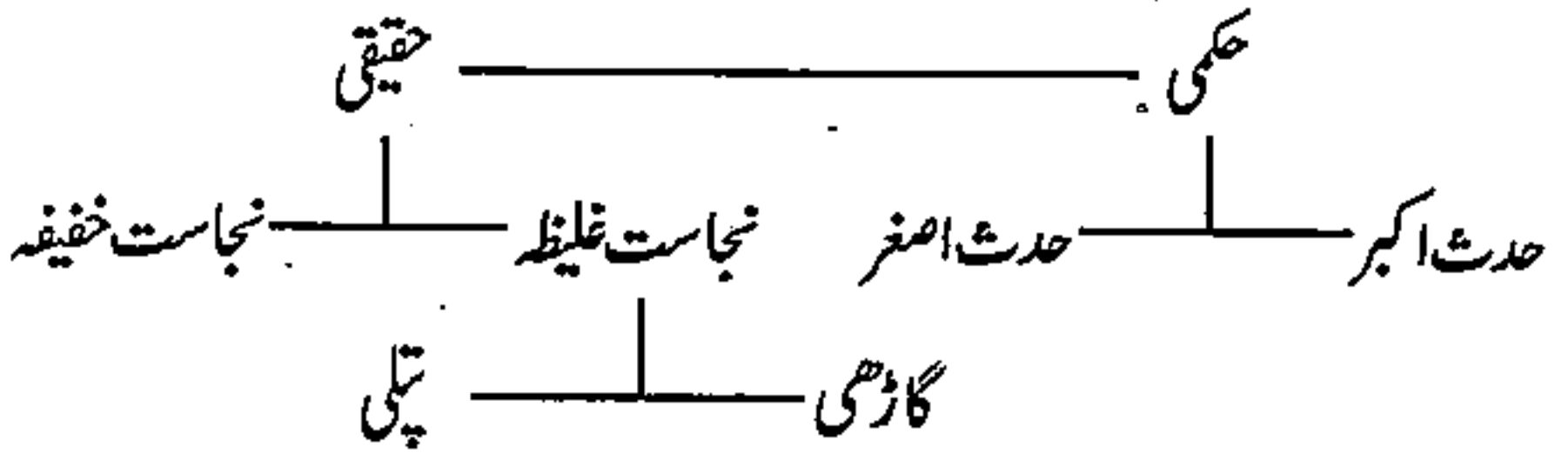
اس نقشہ سے آپ نجاست حکمی و حقیقی کے اقسام کو اچھی طرح ذہن نشین کر سکتے ہیں اس کے بعد اب نجاستوں کے ازالہ کا نقشہ بھی دیکھ لیجئے۔

نجاست حقیقی داخلی

نمبر شمار	قسم نجاست	نجاست نکلنے کی جگہ	طریقہ ازالہ نجاست	کیفیت
۱۔	پیشاب پاخانہ	مخرج براز	ڈھیلوں اور پانی کے ساتھ یا صرف پانی سے دور کرنا یعنی دھوڈالنا۔	ہڈی، کوئلہ، گوبر، لکڑی کام نہیں دے سکتی۔
۲۔	منی	مخرج بول	کھرچ کر جرم منی کو دور کرنا اگر غلیظ ہو تو پانی سے خوب مل کر صاف کرنا اور اگر رقیق ہو تو پانی سے دھونا۔	
۳۔	مذی	ایضاً	ایضاً	
۴۔	ودی	ایضاً	ایضاً	
۵۔	خون حیض	اندام نہانی	پونچھنا یا دھوڈالنا	
۶۔	خون نفاس	ایضاً	ایضاً	

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۷۔	خون استحاضہ	ایضاً	ایضاً	
۸۔	خون سیال	بدن کے کسی حصہ سے		
۹۔	پیپ			

یہ نقشہ صرف نجاست حقیقی داخلی کا ہے جن کی ضرورت ہر مسلمان مرد وعورت کو پڑتی ہے۔ نجاست حقیقی خارجی کو کسی نقشہ میں محدود نہیں کیا جاسکتا۔

چند خاص اور ضروری مسائل

یہاں ہم نجاست حقیقی دور کرنے کیلئے چند خاص قواعد کلیہ لکھتے ہیں جن کو یاد رکھنا چاہیۓ۔

ا۔ جن چیزوں میں چکنائی ہو ان سے نجاست حقیقی دور نہیں ہوسکتی مثلاً دودھ، چھاچھ اور تیل وغیرہ۔ (38)

۲۔ مستعمل پانی سے نجاست حقیقیہ تو دور ہوسکتی ہے مگر نجاست حکمیہ دور نہیں ہوسکتی۔ یعنی اگر کسی پانی سے وضو کیا اور وہ پانی کسی برتن میں جمع ہوگیا تو ایسے پانی کو مستعمل کہتے ہیں اس سے دوبارہ غسل یا وضو نہیں کیا جاسکتا ہاں اس سے نجاست حقیقی کو دور کرسکتے ہیں۔ پانی مستعمل کس وقت ہوتا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ اس وقت تک مستعمل نہیں ہوتا جب تک کسی جگہ ٹھہر کر ساکن نہ ہوجائے۔ اس پر فتویٰ ہے۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مستعمل پانی نجس خفیف ہے (39)

۳۔ اگر بدن یا کپڑے پر نجاست غلیظہ اور خفیفہ دونوں لگ جائیں اور ہر ایک کی مقدار معافی سے کم ہو تو اس صورت میں نجاست خفیہ نجاست غلیظہ کے تابع ہوجائے گی یعنی دونوں کی مقدار ملا کر دیکھا جائے اگر غلیظہ کی مقدار کو پہنچ جائے تو غلیظہ ہی کا حکم ہوگا۔

۴۔ جو نجاست کپڑے پر نمایاں نہ ہو اس جگہ کو دھودینا چاہیۓ اگر پاک ہونے کا گمان

38۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 41 مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان۔

39۔ ھدایہ شریف کتاب الطہارہ 37/1 مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

غالب ہوتو اس کو پاک سمجھو پھر اس میں وسوسہ وتر دد نہ کرو۔ اگر کسی کی طبیعت زیادہ شکی ہو تو اس کو چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ اس کپڑے کو سات بار دھو کر نچوڑ دے مگر یہ حکم اس نجاست کا ہے جس کا رنگ اور اثر کپڑے پر نمایاں نہ ہو جو نجاست نمایاں ہو اس کو بالکل دور کرنا چاہیے خواہ رگڑ کر یا چھیل کر اور دھو کر۔ بہر حال نجاست کو بالکل دور کرنا چاہیے۔

۵۔ اگر کسی چیز پر کوئی بدبودار نجاست لگ جائے اور دھونے سے بھی نہ جائے یا ناپاک تیل اور مردار کی چربی لگ جائے اور وہ دھونے سے زائل نہ ہو سکے تو اس کو تین بار دھو ڈالنا چاہیے اس کے بعد بھی اگر بدبو یا تیل یا چربی کے آثار باقی رہیں تو کچھ حرج نہیں اس چیز کو پاک سمجھنا چاہیے اور زیادہ وہم نہیں کرنا چاہیے۔

۶۔ اگر تیل میں چوہے کی قلیل مینگنیاں گر جائیں تو تیل پلید نہیں ہوتا کیونکہ اس سے احتیاط ناممکن ہے اگر اسی طرح مرغی کے پیٹ سے بیضہ پانی یا شوربے میں گر پڑے تو وہ پانی اور شوربا ناپاک نہیں ہوتا۔

۷۔ تمام چمڑے دباغت سے پاک ہو جاتے ہیں اور ان سے نماز جائز ہے سوائے آدمی اور خنزیر کے چمڑے کے۔ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ جس چمڑے کو دباغت کیا جائے وہ پاک ہو جاتا ہے۔ دباغت کے معنی ہیں بدبو اور رطوبات نجاست کو دور کرنا اور یہ کبھی تو ادویہ کے ذریعہ ہوتا ہے اور کبھی خاک کے ذریعے اور حرارت شمس کے ذریعے۔ لیکن جو چمڑہ ادویہ کے ذریعے مدبوغ کیا جاتا ہے اس میں بدبو پیدا نہیں ہوتی اور جو مٹی کے آفتاب سے مدبوغ کیا جاتا ہے اس پر پانی پڑنے سے بدبو عود کر آتی ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہیں عود کرتی۔

۸۔ نجاست غلیظہ اور خفیفہ کے بخارات اور دھواں اگر کپڑے پر لگ جائے اور اس کا رنگ یا بو کپڑے میں پیدا ہو جائے تو وہ ناپاک ہے اور اگر رنگ یا بدبو پیدا نہ ہو تو پاک ہے۔

قاعدہ: طہارت اور نجاست کا اعتبار و یقین علم پر موقوف ہے پس اگر نجاست کا علم ہی نہ ہو اور نہ اس بات کا یقین ہو کہ کس جگہ لگی ہے تو طہارت کا حکم ہوگا۔ اگر کسی کپڑے پر نجاست لگی اب بات کا تو یقین ہے کہ کپڑا نجاست آلودہ ہوا ہے مگر اس بات کا یقین نہیں کہ نجاست

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہاں لگی ہے تو جس جگہ کے متعلق یقین غالب ہو اس جگہ کو دھو ڈالے کپڑا پاک ہو جائے گا۔ اگر تو اس کپڑے کو ناپاک سمجھنا چاہئے اور دوبارہ اس جگہ کو دھونا چاہیے۔

قاعدہ: جانوروں کے ذبح کرنے کے بعد جو خون رگوں میں باقی رہ جاتا ہے وہ پاک ہے کیونکہ وہ خون جاری نہیں ہوتا پس اگر ذبح کیے ہوئے جانور کا خون کپڑے اور بدن پر لگ جائے تو ناپاک نہیں ہوتے۔

قاعدہ: وہ تمام حیوان جو بسم اللہ کے ساتھ ذبح کیے جاتے ہیں تو ان کے گوشت و پوست جلد اور تمام اجزاء پاک ہو جاتے ہیں سوائے آدمی اور خنزیر کے۔

قاعدہ: جس جانور کا پیشاب نجاست غلیظہ اور جس کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے اس کا پتا بھی نجاست خفیفہ ہے جس جانور کا پاخانہ نجس ہے اس کا جگال بھی نجس ہے۔ آدمی کے سر کے بال پاک ہیں۔ مردہ جانور کے بال، ہڈی، لکڑی، پٹھا، سم، سینگ، دانت، پر، چونچ اور ناخن پاک ہیں۔

مسئلہ: اگر چوہے کی مینگنیاں گیہوں کے ساتھ پس جائیں مگر قلیل مقدار میں ہیں تو آٹا پاک ہے اگر کثیر مقدار میں ہوں کہ آٹے کا مزہ بھی بدل جائے تو ناپاک۔ جگر اور تلی کا خون پاک ہے۔ مردہ جانوروں کے تھنوں میں جو دودھ باقی رہ جائے وہ پاک ہے۔(40)

مسئلہ: اگر دودھ دھوتے وقت بکری کی مینگنی دودھ میں گر جائے جب تک سالم ہے دودھ پاک ہے مینگنی کو نکال کر پھینک دینا چاہئے اور اگر ٹوٹ جائے تو دودھ ناپاک ہے۔ مچھلی، پسو، کھٹمل، مچھر اور ہر دریائی جانور کا خون پاک ہے۔

مسئلہ: اگر گھی جما ہوا ہو یعنی ایسا جما ہوا ہو کہ اگر اس میں سے کچھ حصہ نکال لیا جائے تو فوراً مل کر برابر نہ ہو جائے ایسے جمے ہوئے گھی میں چوہا مر جائے یا اور کوئی نجس چیز پڑ جائے تو مردہ چوہے کو نکال کر پھینک دینا چاہیے اور تھوڑا تھوڑا گھی آس پاس سے بھی نکال دینا چاہئے باقی گھی پاک ہے۔

<u>اگر پتلا گھی یا تیل ہو اور اس میں کوئی نجاست گر جائے تو اس کو پاک کرنے کی ترکیب</u>

40۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 46 مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یہ ہے کہ اس میں ۵/۱ پانی ڈال کر جوش دینا چاہیے جب پانی خشک ہو جائے تو پھر دوسری اور تیسری مرتبہ اسی طرح کرنا چاہیے وہ چیز پاک ہو جائے گی۔(41)

مسئلہ: بڑی دری، فرش اور دوسرے بھاری کپڑے جن کا نچوڑنا ناممکن ہو ان کے پاک کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ جاری پانی سے ان کی نجاست دور کر دی جائے پس وہ پاک ہے نچوڑنے اور سکھانے کی ضرورت نہیں۔

اگر خشک ناپاک پانی سے تر ہو جائے اور یہ بھیگا ہوا ناپاک کپڑا کسی دوسرے خشک پاک کپڑے سے لگ جائے اور اس میں اتنا اثر اور تری پیدا کر دے کہ نچوڑنے سے قطرے نکل آئیں تو یہ کپڑا بھی ناپاک ہو گیا اور اگر صرف معمولی نمی پہنچی ہو تو کچھ حرج نہیں پاک سمجھنا چاہیے۔(42)

مسئلہ: اگر لوٹے میں مردہ چوہا اور کوئی نجاست پائی جائے اور وہ پانی حمام یا مٹکے سے لیا جاتا ہو اور یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ چوہا مٹکے میں مرا یا حمام یا کنویں میں تو اس صورت میں اس برتن ہی کو ناپاک سمجھا جائے گا جس میں وہ نجاست یا چوہا نکلا۔ مٹکہ، حمام یا کنویں کے نجس ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا۔

مسئلہ: منی نجس ہے اگر وہ تر ہے تو اس کو دھونا ضروری ہے اور اگر وہ کپڑے پر لگ کر خشک ہو جائے تو رگڑنے سے کپڑا پاک ہو جائے گا۔

احناف نے منی کو اس حدیث کی بناء پر ناپاک قرار دیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا۔

فَاغْسِلِيْهِ اِنْ كَانَ رَطْباً وَافْرِكِيْهِ اِنْ كَانَ يَابِسًا۔

"یعنی اگر وہ تر ہے تو دھو دے اور اگر خشک ہے تو رگڑ دے"۔

اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک منی اس حدیث کی بناء پر پاک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمایا تھا اَلْمَنِيُّ كَالْمُخَاطِ یعنی

41۔ درمختار کتاب الصلوٰۃ 1/543-544، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

42۔ عالمگیری کتاب الطہارہ 1/47، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

منی تھوک کی مانند ہے۔ دوسرے اس بناء پر کہ یہ آدمی کی اصل ہے جیسے مٹی پاک ہے اسی طرح یہ بھی پاک ہے لیکن ہمارے امام صاحب کا دارومدار حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا پر ہے جس کی تائید عقل و نقل سے ہوتی ہے۔

جوٹھے پانی کے احکام

اس کے متعلق مختصر طور پر اتنا یاد رکھو کہ آدمی کا جوٹھا پاک ہے خواہ کافر ہو یا مسلمان سب انسانوں کا جوٹھا پاک ہے چاہے دیندار ہو یا بے دین، مرد ہو یا عورت جب ہو یا حائضہ، البتہ غیر عورت کے لئے اجنبی مرد کا جوٹھا مکروہ تو ضرور ہے بشرطیکہ علم ہو لیکن اصلاً پاک ہے۔

بہت ممکن ہے یہاں کسی سطحی النظر کو یہ شبہ ہو کہ قرآن پاک میں کفار کو نجس کہا گیا ہے پھر ان کا جوٹھا کیسے پاک ہوسکتا ہے؟ سو جاننا چاہیے کہ قرآن پاک میں کفار کو بے شک نجس بتلایا گیا ہے مگر اس سے مراد روحانی نجاست ہے یعنی ان کے اعتقاد گندے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے بدن ناپاک ہیں خواہ ان کے بدن پر نجاست ظاہری لگی ہوئی ہو یا نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ کفار کا جوٹھا بھی پاک ہے اور ان کا بدن بھی یہی وجہ ہے کہ رسول خدا ﷺ نے کفار کو مسجد میں آنے کی اجازت دی اگر حسی نجاست ہوتی تو آپ ان کو مسجد میں شب باش نہ ہونے دیتے۔

یاد رہے کہ ان مسئلہ کا منشاء محض اجازت وضرورت ہے یعنی اگر کہیں ضرورت لاحق ہو جائے تو اس کے جوٹھا پانی کو استعمال کیا جاسکتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ خواہ مخواہ کافروں کا جوٹھا بلا ضرورت کھانے پینے لگیں۔

حسب ذیل جانوروں کا جوٹھا پاک ہے۔ گھوڑا، گدھا، خچر، مرغی کو چہ گرد اور نجس خوار، گائے کا تمام، حلال پرندے اور چرندے سب کا جوٹھا پاک ہے۔

ان جانوروں کا جوٹھا ناپاک ہے۔ سؤر، کتا، ہاتھی اور تمام حرام گوشت والے درندے و چرندے ان سب کا جوٹھا ناپاک ہے۔

ان جانوروں کا جوٹھا مکروہ ہے۔ چوہا، چھپکلی، تمام خانگی جانور، چیل، کوے، باز، بلی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اوران تمام جانوروں کا جوٹھا جن کا گوشت حرام ہے مکروہ ہے۔

گدھے اور خچر کا جوٹھا پاک ہے مگر دوسری چیز کو پاک نہیں کر سکتا۔ پس اگر کہیں گدھے اور خچر کے جوٹھا پانی کے سوا اور پانی نہ ملے تو وضو اور تیمم دونوں کا حکم ہے۔ یہ اختیار ہے خواہ تیمم پہلے کیا جائے یا وضو۔(43)

جانوروں کے پسینے اور لعاب

جس طرح ہر آدمی کا جوٹھا پاک ہے اسی طرح ہر آدمی کا پسینہ بھی پاک ہے خواہ انسان کسی حالت میں بھی کیوں نہ ہو انسان کی کوئی حالت ایسی نہیں کہ اس کا پسینہ ناپاک ہو۔ پسینہ کتنی ہی کثرت سے کیوں نہ آئے نہ اس سے کپڑے ناپاک ہوتے ہیں اور نہ بدن۔

جانوروں کے پسینہ کے متعلق یہ یاد رکھو کہ ان کا پسینہ جوٹھا کے حکم میں ہے یعنی جس جانور کا جوٹھا پاک ہے اس کا پسینہ بھی پاک ہے اور جس کا جوٹھا ناپاک ہے اس کا پسینہ بھی ناپاک ہے اور جن کا جوٹھا مکروہ ہے ان کا پسینہ بھی مکروہ ہے۔ لعاب دہن کا بھی یہی حکم ہے جو پسینہ کا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کتے نے کسی برتن میں منہ ڈال دیا تو اس کو تین بار دھو لینا چاہیے وہ برتن پاک ہو جائے گا خواہ وہ مٹی کا ہو یا تانبے کا یا کانسی کا۔ برتن خواہ کسی چیز کا ہو تین بار دھو لینے سے پاک ہو جاتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ احتیاطاً سات بار دھو لیا جائے۔

43۔ درمختار کتاب الطہارۃ 387/1، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کنویں کے احکام

اصول وقواعد

کنویں میں اگر کوئی نجس چیز گر جائے تو اس کو پاک کرنے کی تین صورتیں ہیں یعنی بعض اشیاء تو ایسی ہیں جن کے کنویں میں گرنے سے کل پانی نکالا جاتا ہے تب کنواں پاک ہوتا ہے۔ بعض اشیاء ایسی ہیں کہ ان کے گرنے سے پانی کی ایک معین مقدار نکالی جاتی ہے اور بعض چیزوں کے گرنے سے کنویں کا پانی نکالنا مستحب ہے۔ کنویں کے پاک کرنے کی یہ تین صورتیں ہیں۔ ان کو ہم علیحدہ علیحدہ تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور اسی ترتیب کے ساتھ جن کا اوپر بیان ہوا۔

ان صورتوں میں کنویں کا کل پانی نکالا جائے گا

۱۔ بڑے جثہ والے جاندار کے گر کر مر جانے سے مثلاً آدمی، بکری، گدھا اور خچر وغیرہ اگر ایسے جثہ والے جانور کنویں میں گر کر مر جائیں تو کل پانی نکالا جائے گا۔

۲۔ وہ جانور جن میں خون جاری ہوتا ہے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے یا درمیانی جیسے چڑیا، چوہا، مرغی، بطخ وغیرہ ایسے جانور اگر کنویں میں گر کر پھٹ جائیں یا پھول جائیں یا باہر ہی سے پھولے اور پھٹے ہوئے گرے ہوں تینوں صورتوں میں کنویں کا کل پانی نکالا جائے گا۔

۳۔ خنزیر نجس العین ہے اس کا اگر ایک بال بھی گر جائے گا تو کل پانی نکالنا پڑے گا۔

۴۔ مردہ کافر کے گر جانے سے یعنی اگر کنویں میں کوئی مردہ کافر گر جائے خواہ قبل غسل کے گرا ہو یا بعد غسل کے دونوں صورتوں میں کل پانی نکالنا واجب ہے۔

۵۔ وہ جانور جن کا جوٹھا ناپاک ہو یا مشکوک ہو اگر کنویں میں گر جائیں تو کل پانی نکالنا واجب ہے خواہ وہ زندہ برآمد ہوں یا مردہ دونوں صورتوں میں کل پانی نکالنا واجب ہے۔

۶۔ نجاست حقیقی خواہ غلیظہ ہو یا خفیفہ اگر کنویں میں گر جائے تو کل پانی نکالنا واجب ہے۔

۷۔ آدمی یا بھینس وغیرہ کے پیشاب کا ایک قطرہ بھی گر جائے تو کل پانی نکالنا واجب

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔

قاعدہ: جو جانور دموی ہیں یعنی جن میں خون جاری ہو وہ اگر کنویں میں گر کر پھولے پھٹے نہ ہوں مردہ برآمد کر لئے جائیں تو کل پانی نکالنا واجب نہیں ہے بلکہ پانی کی کچھ مقدار نکالنا کافی ہے۔

قاعدہ: جن جانوروں میں خون جاری نہیں ہوتا جیسے مچھر، مچھلی، اور پسو وغیرہ اگر یہ کنویں میں گر کر مر جائیں تو کنواں نجس نہیں ہوتا۔

قاعدہ: اگر کسی کنویں کی سوتیں ایسی ہوں کہ جتنا پانی نکالا جائے اتنا ہی پھر آ جائے اور کل پانی نکالنے کی ضرورت ہو تو اسے پاک کرنے کی صورت یہ ہے کہ دو معتبر اور پرہیزگار مسلمانوں سے کنویں کے موجودہ پانی کا اندازہ کرا لیا جائے پھر ان کے اندازہ کے مطابق پانی نکال ڈالو۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی رسی سے موجودہ پانی ناپ لیا جائے پھر ایک گھنٹہ بھر پانی نکالنے پر جتنا پانی کم ہوا اسی قدر گھنٹوں کے حساب سے پانی نکال ڈالو۔ مثلاً ایک کنویں میں دس گز پانی ہے اور متواتر پانی ایک گھنٹہ پانی نکالنے سے دو گز پانی کم ہو تو متواتر پانچ گھنٹے پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا خواہ نیا پانی آ تا رہے اور ختم نہ ہو۔

جو کنواں ایسا ہو کہ باوجود متواتر پانی کھینچنے کے کم نہ ہو تو ایسے کنویں کو پاک کرنے کی صورت یہ ہے کہ کنویں میں جس قدر پانی ہو اس کے مطابق ایک گڑھا لمبا چوڑا کھودا جائے اور پھر اس کنویں سے پانی نکال نکال کر بھر دیا جائے۔

ایک غلط مسئلہ کی تصحیح

بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ دو سو ڈول کھینچ دینے سے کنواں بالکل پاک ہو جاتا ہے یہ غلط ہے کیونکہ یہ فتویٰ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ دوسرے یہ مسئلہ صرف بغداد کے کنوؤں کے ساتھ مخصوص تھا ہر جگہ اور ہر کنویں پر یہ مسئلہ جاری نہیں ہو سکتا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے دو سو ڈول کا فتویٰ اس بناء پر دیا تھا کہ بغداد کے کنوؤں میں دو سو ڈول سے زیادہ پانی نہ ہوتا تھا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان صورتوں میں پانی کی معین مقدار نکالی جاتی ہے

ا۔ اگر کبوتر، مرغی، بلی یا اتنا ہی بڑا کوئی جانور کنویں سے مردہ برآمد ہوا اور پھولا پھٹا نہیں تو چالیس ڈول نکالنے سے پاک ہو جاتا ہے اور ساٹھ مستحب ہیں۔

۲۔ اگر کنویں میں سے مرا ہوا چوہا یا کوئی اور جانور نکلا اور پھولا پھٹا نہیں لیکن یہ معلوم نہیں کہ کب کا گرا ہوا ہے تو جن لوگوں نے اس کنویں کے پانی سے وضو کیا ہے ان کو ایک شبانہ روز کی نمازیں لوٹانی چاہئیں اور اس پانی سے جو برتن اور کپڑے دھوئے گئے ہوں ان کو دوبارہ دھونا چاہیے اور اگر مردہ جانور پھول کر پھٹ گیا ہو تو تین شبانہ روز کی نمازیں لوٹانی چاہئیں۔ دونوں صورتوں میں نمازیں لوٹانے کا حکم صرف احتیاط پر مبنی ہے ورنہ بعض علماء کا صحیح فتویٰ یہ ہے کہ نمازیں دہرانے کی ضرورت نہیں جس وقت کنویں کا پانی ناپاک ہونا معلوم ہوا اسی وقت سے اس کو ناپاک سمجھنا چاہیے۔

۳۔ اگر چوہا، چڑیا یا ان کی برابر کوئی اور جانور کنویں میں گر کر مر گیا، یا مرا ہوا گر گیا اور پھولا پھٹا نہیں تو بیس ڈول نکالنے واجب ہیں اور تیس ڈول نکالنے مستحب ہیں۔

۴۔ اگر کبوتر یا چڑیا کی بیٹ کنویں میں گر گئی تو کنواں اس سے نجس نہیں ہوتا بلکہ مرغی اور بطخ کی بیٹ سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے اور کل پانی نکالنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کنویں میں بکری، بلی اور چوہا وغیرہ گر کر زندہ نکل آیا تو کنواں نجس نہیں ہوگا بلکہ پاک ہے۔ چوہے کو بلی نے پکڑا اور اس کے دانت لگنے کی وجہ سے چوہا زخمی ہو کر بھاگ اور خون آلود حالت میں کنویں میں گر پڑا تو کل پانی نکالنا واجب ہے اسی طرح اگر چوہے کے بدن پر کوئی نجاست لگی ہو اور وہ کنویں میں گر پڑے تو کل پانی نکالنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر تین چوہے یکدم کنویں سے برآمد ہوں تو اتنا پانی کھینچنا چاہیے کہ جتنا ایک مردہ بلی کے برآمد ہونے کی حالت میں کھینچا جائے یعنی تین چوہے ایک بلی کے حکم میں ہیں اگر چوہے مردہ نکلیں تو کل پانی کھینچا جائے۔

مسئلہ: اگر کنویں میں اونٹ اور بکری کی مینگنیاں یا گوبر یا لید گر جائے تو اب اگر زیادہ مقدار میں ہو تو کنواں نجس ہوگا ورنہ پاک۔ خواہ یہ مینگنیاں ٹوٹی ہوں یا سالم اور خواہ خشک

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوں یا تر سب کا یہی حکم ہے۔ان نجاستوں میں اگر کوئی نجاست پانی کے مٹکے میں گر جائے تو مٹکے کا پانی نجس ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا حکم صرف جنگل کے کھلے ہوئے کنوؤں اور ان کنوؤں کے متعلق مخصوص ہے جہاں مویشیوں کی آمد و رفت زیادہ ہوتی ہے۔شہر کے کنویں ان نجاستوں کے گرنے سے نجس ہو جائیں گے

مسئلہ: اگر کسی مٹکے یا گھڑے میں کوئی جانور مر گیا اور اس مٹکے یا گھڑے کا پانی کنویں میں ڈال دیا گیا تو جیسا جانور ہو اسکے مطابق پانی کی مقدار نکالنی چاہیے۔مثلاً اگر مردہ کا پانی ڈال دیا گیا تو ۲۰ ڈول نکالنے چاہییں اور اگر پھولا پھٹا ہوا تھا تو کل پانی نکالنا لازم ہوگا۔(44)

مسئلہ: اگر کنواں ایسے گھڑے کے قریب ہو جس میں نجاست بھری ہوئی ہے اور نجاست کا اثر کنویں میں معلوم ہو تو کنواں ناپاک ہے اور اگر اثر معلوم نہ ہو تو پاک ہے۔

چند ہدایات

۱۔جن جانوروں کے گرنے سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے تو پانی نکالنے سے قبل ان جانوروں کو نکال لینا چاہیے اس کے بعد جیسا حکم ہو اسی کے مطابق پانی نکالنا چاہیے ورنہ پانی کے کھینچنے کا اعتبار نہ ہوگا۔

۲۔جس کنویں کا پانی بالکل توڑ دیا جائے تو اس کے آس پاس کے کنکر و دیوار کے اور رسی کے ڈول کے پاک کرنے کی ضرورت نہیں یہ سب چیزیں خود بخود پاک ہو جاتی ہیں۔

۳۔جن چیزوں کے گرنے سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے اگر وہ چیزیں کوشش کے باوجود نہ نکل سکیں تو دیکھنا چاہیے وہ چیزیں کیسی ہیں اگر ایسی ہوں کہ خود تو پاک ہوں مگر کسی ناپاک چیز کے لگنے سے ناپاک ہو جاتی ہیں مثلاً ناپاک کپڑا، جوتا اور گیند وغیرہ تو ان کا نکالنا معاف ہے صرف پانی نکال ڈالنا چاہیے کیونکہ یہ چیزیں دراصل خود تو پاک ہوتی ہیں لیکن کسی نجاست کے لگ جانے سے ناپاک ہو جاتی ہیں اور اگر وہ چیزیں ایسی ہیں کہ خود ناپاک ہیں جیسے مردہ جانور، چوہا وغیرہ تو جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ یہ سڑ گل کر مٹی ہو گئی ہیں

44۔عالمگیری 20/1 مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس وقت تک کنواں پاک نہیں ہوسکتا۔ اگر سڑنے گلنے اور مٹی میں مل جانے کا یقین ہو جائے تب صرف پانی نکال ڈالنا چاہئے۔

۴۔ کنویں سے جتنا پانی نکالنا ہو اس کے متعلق اختیار ہے یکدم سب نکال ڈالو اور چاہے تھوڑا تھوڑا کر کے نکالو۔ دونوں صورتوں میں کنواں پاک ہو جائے گا۔

۵۔ کسی جانور کا بچہ اس کے بڑے کے حکم میں ہے یعنی اگر بکری کا بچہ بھی گر پڑے تو کل پانی نکالنا واجب ہے۔

کونسا ڈول معتبر ہے

جو ڈول جس کنویں پر ہمیشہ پڑا رہتا ہو اور جس سے عام طور پر لوگ پانی بھرتے ہوں اسی ڈول سے پانی نکالنا چاہیے اور کسی ڈول کا اعتبار نہیں۔ اگر کسی کنویں پر کوئی ڈول نہ رہتا ہو تو اس کے لئے تین سیر پانی کا ڈول معتبر ہے اور اگر بجائے ڈول کے چرسے سے پانی کھینچا جائے تو اس چرسے میں جتنے ڈول پانی آتا ہو اتنے ہی کا حساب کر لیا جائے مثلاً اگر کسی کنویں سے ۶۰ ڈول پانی نکالنے ہوں اور چرسے میں دس ڈول آتے ہیں تو چھ چرسے نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی درندہ قلیل پانی کے پاس سے گزرے اور جنگل میں سوائے اس پانی کے اور پانی دستیاب نہ ہوتا ہو اور یقین بھی ہو کہ درندے نے اس میں سے پانی نہیں پیا ہے تو اس پانی سے وضو درست ہے۔ اگر پانی مل سکتا ہو تو پھر درست نہیں (درمختار)۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پانی کے احکام و مسائل

جاننا چاہیے کہ پانی دو طرح کا ہوتا ہے جاری اور بند۔ ان دونوں کی تعریف کی ضرورت نہیں ہر شخص جانتا ہے کہ جاری پانی کے لئے ایک شرط شرعی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اتنا گہرا ہو کہ چلو بھر کر اٹھانے کے بعد زمین دکھائی نہ دے۔

اصول

پانی کے تین اوصاف ہیں رنگ، بو اور مزہ۔ اگر جاری پانی میں کوئی نجس چیز گر جائے اور پانی کے ان تین اوصاف میں سے کوئی وصف بھی نہ بدلے تو ناپاک نہیں ہوتا ہاں اگر ان تین اوصاف میں سے کوئی وصف جاتا رہے رنگ بو اور مزہ میں تغیر آ گیا تو پھر جاری پانی بھی ناپاک ہو جائے گا۔

بند پانی

بند پانی دو قسم کا ہوتا ہے۔ قلیل اور کثیر۔ بند پانی اس کو کہتے ہیں کہ اس کی طرف کوئی نجاست پڑی ہوئی ہو اور دوسری طرف اس کا اثر نہ پہنچے یہ کثیر پانی ہے اس کی مقدار علماء نے چالیس مربع گز یا اڑتالیس گز مربع بیان کی ہے اور گہرائی اتنی ہو کہ چلو بھر سے زمین نہ کھلے۔ اس بند کثیر پانی کا وہی حکم ہے جو جاری پانی کا ہے۔ یعنی بند کثیر پانی اس وقت تک نجس نہیں ہوتا جب تک اس کا بو یا مزہ یا رنگ تبدیل نہ ہو جائے اس کثیر پانی کو حوض کبیر بھی کہتے ہیں۔

قلیل پانی وہ ہے جو دس در دس سے کم ہو۔ اس میں اگر اتنی نجاست گر جائے کہ اس کے گرنے سے پانی کو حرکت ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ پانی کے تینوں اوصاف میں سے کوئی وصف تبدیل نہ ہو (45)۔

45۔ درمختار کتاب الطہارہ 1/44-340، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قلتین کی بحث

پانی کے احکام کے ضمن میں قلتین کی بحث ایک بڑی معرکہ کی بحث ہے اس پر بڑی بڑی کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور مباحثے ہوتے رہتے ہیں حالانکہ یہ بحث اس قابل نہ تھی کہ اس پر اس قدر دماغی کاوشوں اور جدل آرائیوں کا ثبوت دیا جاتا۔ یہاں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ ہندوستان میں اللہ کے فضل سے ہر کہیں پانی بہ افراط میسر آجاتا ہے اور قلتین کی حقیقت پر غور کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

بہر حال قلتیں کی نسبت ایک حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

اِذَا کَانَ الْمَآءُ قُلَّتَیْنِ لَمْ یَحْمِلُ الْخُبثَ۔(46)

اس حدیث کے معنوں نے صورت نزاع پیدا کی ہے اس بارے میں اہل حدیث حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ جب دو قلے پانی ہو اور اس میں کوئی نجاست پڑ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا بشرطیکہ اس کا رنگ، مزہ اور بو تبدیل نہ ہو اس کے خلاف حضرات فقہاء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ رنگ، مزہ اور بو تبدیل ہو یا نہ ہو نجاست پڑتے ہی وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔

اس بحث پر اگر نظر غور ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ فقہا کے ہاں نفاست و اتقاء کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے اور اہل حدیث نے قلت آب کے سوال کو مدنظر رکھا ہے۔

کس پانی سے وضو کرنا اور نہانا درست ہے

بارش، ندی، نالے، چشمہ، کنویں، تالاب اور دریا کے پانی سے وضو اور غسل کرنا درست ہے چاہے میٹھا ہو یا کھارا۔

مسئلہ: اگر پانی میں کوئی چیز ڈال کر پکائی جائے اور پانی کا رنگ، مزہ وغیرہ تبدیل ہو جائے تو اس سے وضو وغسل درست نہیں ہاں اگر پانی میں کوئی ایسی چیز پکائی گئی جس سے میل کچیل خوب صاف ہوتا ہے اور اس کے پکانے سے پانی گاڑھا بھی نہ ہوا ہو تو اس سے وضو درست ہے جیسے مردہ کو نہلانے کے لئے پانی میں بیری کے پتیاں ڈال کر پکائی جاتی ہیں

46۔ مشکوٰۃ المصابیح، باب الاحکام المیاہ، صفحہ 51، نور محمد اصح المطابع کراچی۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یا بیمار کے نہانے کے لئے بعض دواؤں کو ڈال کر پانی کو گرم کر لیتے ہیں۔ البتہ اگر پانی گاڑھا ہو جائے تو پھر اس پانی سے وضو و غسل درست نہیں۔

مسئلہ: جس پانی میں کوئی اور چیز مل گئی یا پانی میں کوئی چیز پکائی گئی اور اب اس کو پانی نہیں کہا جا سکتا بلکہ اس کا کچھ اور ہی نام ہو گیا تو اس سے وضو و غسل درست نہیں جیسے شربت، شیرہ، شوربا، سرکہ، گلاب اور عرق وغیرہ۔

جس پانی میں کوئی پاک چیز مل گئی اور پانی کے اوصاف تبدیل ہو گئے لیکن وہ چیز پانی میں پکائی گئی نہ اس کے ملنے سے پانی کے پتلے ہونے میں کچھ فرق آیا یا پانی میں زعفران پڑ گیا اور اس کا بہت خفیف سا رنگ آ گیا یا صابن وغیرہ کوئی اور چیز پڑ گئی تو ان سب صورتوں میں اس پانی سے وضو و غسل درست ہے۔ کپڑا رنگنے کے لئے پانی میں زعفران گھولی یا کوئی رنگ ڈالا تو اس سے وضو درست نہیں۔

مسئلہ: اگر پانی میں دودھ مل گیا اور دودھ کا رنگ پانی پر غالب آ گیا تو اس سے وضو درست نہیں اور اگر دودھ کا رنگ پانی میں نہ آیا تو درست ہے۔ جنگل میں اگر تھوڑا سا پانی مل گیا مگر یہ معلوم نہیں کہ وہ پاک ہے یا ناپاک تو جب تک اس کے ناپاک ہونے کا یقینی علم نہ ہو جائے اس وقت تک اسے پاک سمجھا جائے۔ اس سے وضو درست ہے اس وہم میں نہ پڑے کہ شاید یہ پانی نجس ہے۔

مسئلہ: کسی کنویں میں اگر درخت کے پتے گر پڑے اور پانی میں بدبو آنے لگی اور رنگ مزہ بھی بدل گیا تب بھی اس کے پانی سے وضو درست ہے جب تک کہ پانی پتلا ہے جو حوض ۲۰ گز لمبا اور پانچ گز چوڑا یا ۲۵ گز لمبا اور چار ہاتھ چوڑا ہو تو وہ دس در دس کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: اگر چھت پر نجاست پڑی ہے مینہ برسا اور پانی پرنالہ سے جاری ہوا اب اگر وہ چھت آدھی ناپاک ہے تب تو وہ پانی نجس ہے اور اگر آدھی سے کم ناپاک ہے تو پانی پاک ہے اور اگر نجاست پرنالہ کے پاس ہی ہو اور وہ پانی اس سے مل کر آ رہا ہو تو بہرحال نجس ہے۔

مسئلہ: اگر کسی تالاب یا جوہڑ میں ناپاک پانی بھرا تھا اور وہ خشک ہو گیا اور پھر دوبارہ بارش کے پانی سے بھر گیا تو یہ پانی پاک ہے کیونکہ پہلے پانی کی ناپاکی کو آفتاب کی حرارت نے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پاک کر دیا تھا اور جو ہڑ پاک ہو گیا تھا۔

اگر کسی پانی میں بدبو آ رہی ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ یہ بدبو کسی نجاست کی ہے یا کسی پاک چیز کی تو اس پانی سے وضو اور غسل درست ہے کیونکہ پانی ایک جگہ ٹھہرے رہنے کی وجہ سے بھی بدبودار ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی چھوٹے یا بڑے حوض میں اس قدر کائی جمی ہو کہ ہلانے سے اس میں حرکت پیدا نہ ہوتی ہو اور پانی بالکل نظر نہ آوے تو اس سے وضو و غسل درست نہیں اور اگر کائی ہلانے سے ہل جاتی ہو اور نیچے کا پانی نمودار ہو جاتا ہے تو پھر اس سے وضو و غسل درست ہے۔

مسئلہ: اگر چھت پر نجاست پڑی ہو اور بارش ہو جائے اور چھت ٹپکنے لگے تو بارش کے بند ہو جانے کے بعد بھی اگر پانی ٹپک رہا ہے تو یہ پانی پاک ہے اگر بارش کے دوران میں ٹپک رہا ہے تو اس کا حکم آب جاری جیسا ہے یعنی بالکل پاک ہے بشرطیکہ پانی کے تینوں اوصاف میں سے کسی میں تغیر نہ آیا ہو اور اگر ان میں سے کسی وصف میں تبدیلی ہو گئی تو پانی بہر حال ناپاک ہے۔

ضروری ہدایات

۱۔ دھوپ میں رکھے ہوئے پانی سے وضو و غسل نہ کرنا اولیٰ ہے کیونکہ دھوپ کے رکھے ہوئے پانی سے برص کے سفید داغ پڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

۲۔ جس پانی میں ایسی جاندار چیز مر جائے جس میں بہتا ہو خون نہیں ہوتا یا باہر مر کر پانی میں گر پڑے تو اس سے پانی نجس نہیں ہوتا جیسے مچھر، بھڑ، مکھی اور بچھو وغیرہ۔

۳۔ جس جانور کی پیدائش پانی میں ہی ہو اس کے مر جانے سے پانی خراب نہیں ہوتا جیسے مچھلی کیکڑا، آبی مینڈک، خشکی کے مینڈک وغیرہ۔ اگر خشکی کے مینڈک میں خون ہو تو پھر پانی نجس ہو جائے گا۔

۴۔ جن جانوروں کی پیدائش پانی کی نہ ہو وہ اگر پانی میں مر جائیں یا مر کر پانی میں گر جائیں تو پانی نجس ہو جاتا ہے جیسے مرغابی، قاز اور بطخ وغیرہ۔

۵۔ مینڈک، کچھوا اور کیکڑا وغیرہ اگر پانی میں مر کر گل بھی جائیں اور ریزہ ریزہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہو جائیں تب بھی پانی پاک رہے گا لیکن اس پانی کا کھانا پینا درست نہیں صرف وضو و غسل کیا جا سکتا ہے۔

۶۔ اگر جاری پانی آہستہ آہستہ بہہ رہا ہو تو جلدی جلدی وضو نہ کرنا چاہیے تاکہ جو دھوون پانی میں گرتا ہے وہی ہاتھ میں نہ آجائے۔

۷۔ جنبی آدمی اگر ڈول وغیرہ ڈھونڈنے اور نکالنے کے لئے کنویں میں اترے اور اس کے بدن یا کپڑوں پر نجاست لگی ہوئی نہ ہو تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔ یہی حکم غیر مسلم کے لئے ہے البتہ اگر بدن یا کپڑوں پر نجاست لگی ہو تو پانی نجس ہو جائے گا اور سب پانی نکالنا پڑے گا۔ اگر کنویں میں اترنے والے کی نسبت یہ معلوم نہ ہو کہ اس کے کپڑے پاک تھے یا ناپاک تب بھی کنواں پاک سمجھا جائے گا لیکن اس صورت میں بیس ڈول نکال دینے مستحب ہیں۔

۸۔ اگر کنویں میں بکری یا چوہا یا بلی وغیرہ گر کر زندہ نکل آیا تو کنواں پاک ہے۔

۹۔ مندرجہ ذیل صورتوں میں کنویں کا پانی نکالنا صرف مستحب ہے واجب نہیں۔ زندہ چوہا پانی میں گر جائے تو ۲۰ ڈول نکالنے مستحب ہیں۔ بلی یا کوچہ گرد مرغی گر کر زندہ نکل آئے تو ۴۰ ڈول نکالنے مستحب ہیں۔

جنبی اور بے وضو شخص کے کنویں میں گرنے یا اترنے سے ۴۰ ڈول نکالنے مستحب ہیں (47)۔

۱۰۔ مستعمل پانی کو پینا مکروہ ہے۔ (48)

۱۱۔ نہاتے یا وضو کرتے وقت اگر مستعمل پانی کی چھینٹیں پاک پانی میں کسی قدر پڑ جائیں تو اس سے وضو و غسل درست ہے۔ (49)

47۔ فتاویٰ عالمگیری، باب المیاہ جلد 1 صفحہ 21، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

48۔ ایضاً صفحہ 25۔ 49۔ ایضاً صفحہ 23۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کنویں کا پانی نکالنے کی حکمت

شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو مختلف صورتوں میں پانی نکالنے کے مختلف احکام دیئے ہیں ان میں بظاہر یہ حکمت نظر آتی ہے کہ اگر جانوروں اور نجاست میں کوئی زہریلا اثر ہوتو وہ پانی نکالنے سے کم ہوجائے اور اس کے نجاست آلود یا کراہت بخش اجزاء نکل جائیں۔ بہرحال مقصود یہ ہے کہ پانی کو ہر قسم کے زہریلے اثرات اور نجس اجزاء سے پاک کروائے جانے کی یہی وجہ ہے کہ اشیاء کی نجاست و جسامت اور مضرات اثرات کی مناسبت سے احکام میں اختلاف ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

استنجا کے احکام و کیفیت

اسلام کی خصوصیت

اسلام نے پاکیزگی وطہارت کا ایک ایسا کامل و مکمل انتظام دنیا کے سامنے پیش کیا ہے کہ اگر کوئی انسان اس پر عمل کرے تو اس کے دل، دماغ، روح، بدن اور کپڑوں پر کسی قسم کی روحانی و جسمانی نجاست کا اثر باقی نہیں رہتا اور وہ انسان پاکی کے اعتبار سے فرشتہ بن جاتا ہے۔ اسلام کی اس خصوصیت کی خاک پا کو بھی دنیا کا کوئی مذہب نہیں پہنچ سکتا۔ اسلام کی وہ خصوصیت جو اس کو مذاہب عالم میں ممتاز و نمایاں کرتی ہے اور جس سے آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی اور تقرب الی اللہ کا پتا لگتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ انسان کی طبعی حاجات کو بھی ایک نظام کے ماتحت لے آتا ہے اور تمام امور میں روحانیت کی طرف لے جاتا ہے۔ ہر چھوٹے سے چھوٹے اور معمولی امر میں ایک صحت بخش، پاکیزگی، پرور، نفع رساں اور روحانیت خیز قانون عطا کرتا ہے۔ چنانچہ اسکا روشن ثبوت یہ ہے کہ اس نے پیشاب پاخانہ کے بھی آداب واحکام دیئے ہیں اور ان کے اندر بھی ایک روحانی رنگ اور اخلاقی اثر پیدا کر دیا ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب اس امر میں اسلام کے معیار پر نہیں آسکتا۔ اب ذرا ان احکام وآداب کو ملاحظہ فرمائیے۔

بیت الخلا میں داخل ہونے کا طریقہ

بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے اس انگشتری اور تعویذ وغیرہ کو اپنے بدن سے دور کر دینا چاہیے جس میں آیات واحادیث اور اسماء لکھے ہوں تا کہ ان کی بے ادبی نہ ہو پھر داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔(50)

"اے اللہ! میں تجھ سے پلیدیوں اور ناپاکیوں کی پناہ چاہتا ہوں"۔

گویا اس دعا کا مفہوم یہ ہے کہ خداوند! جس طرح تو نے میرے اندر یہ طبعی تقاضا پیدا

50۔ ترمذی جلد 1 ابواب الطہارہ صفحہ 10، حدیث نمبر 5، دارالکتب العلمیہ۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کر دیا ہے کہ میں اپنے اندر کی ناپاکیوں اور غلاظتوں کو اس طرح باہر نکال دوں ایسی ہی راز فطرت اور نیکی و بدی کا احساس میرے اندر پیدا کر دے کہ میں روحانی و اخلاقی نجاستوں کو اپنے اندر سے نکال پھینکوں، اخلاق فاضلہ کو حاصل کرلوں۔ میرا باطن ہر طرح پاک وصاف ہو جائے اور میری روحانیت کو نقصان دینے والی چیزیں مجھ سے دور ہو جائیں۔

بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ادب یہ ہے کہ اول بایاں پاؤں داخل کرے اور نکلتے وقت پہلے دائیں پاؤں کو باہر نکالے۔ کھڑے ہوتے ہی پاجامہ نہ اٹھادے کہ اس کے اندر بے پردگی کا احتمال ہے بلکہ جب بیٹھنے کے قریب ہو تب اٹھائے۔ جب فارغ ہو چکے تو باہر آکر یہ دعا پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔(51)

''تمام حمد وستائش کا مستحق وہی ہے جس نے مجھ سے تکلیف اور دکھ کو دور کیا اور مجھ کو صحت عطا فرمائی''۔

دیکھو یہ دعا کیسی برمحل اور موزوں ہے جس کا ایک ایک لفظ روحانیت خیز اور واقعہ پر مبنی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اگر باقاعدہ رفع حاجت نہ ہو اور قبض ہو جائے تو اسے بیسیوں امراض پیدا ہو کر بعض اوقات ہلاکت تک نوبت پہنچا دیتے ہیں۔ اس لئے دنیا کے محسن اعظم نے یہ دعا قبول فرمائی کہ جب انسان قضاء حاجب سے فارغ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ رفع حاجت کے فائدے کو دیکھتے ہوئے خدائے قدوس کی حمد وثناء بیان کرکے جس کے فضل و کرم اور انتظام ربوبیت سے اس نے نجاست اور ایک دکھ سے بھی نجات پائی۔ اس دعا کے ذریعہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کو اس روحانیت کی طرف لے جانا چاہتے ہیں کہ اسی طرح انسانوں کو روحانی امراض اور اذیتوں سے نجات حاصل کرنے کی تمنا و کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جسمانی قبض تو صرف ہلاکت تک بعض اوقات نوبت پہنچا دیتی ہے اور روحانی قبض انسان کو دائمی طور پر جہنمی بنا دیتی ہے۔

51۔ نور الایضاح کتاب الطہارہ صفحہ 30، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک لطیف نکتہ

پاخانہ میں داخل ہوتے وقت کی دعا میں اَعُوْذُ کا لفظ آیا ہے اور خُبُثِ کا۔ یہ دونوں لفظ ظاہری خباثتوں اور آلودگیوں سے پناہ کو ظاہر کرتے ہیں اور فارغ ہونے کی دعائیں ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ صرف "غُفْرَانَکَ" کہے۔ یہ لفظ ان ناجائز خواہشوں، ناپاک ارادوں اور بے جا جوشوں کے استیصال اور ٹھنڈا کر دینے پر دلالت کرتا ہے جو روحانی امراض یا نجاستوں اور دکھوں سے وابستہ ہوں۔ اللہ! اللہ! شارع علیہ السلام کی کیسی قوت قدسی اور پاک و بلند نظر تھی کہ چونکہ پاخانہ پھرنے کے بعد انسان نے جسمانی دکھ سے نجات پائی تھی۔ اس لیے روحانی نجاستوں کی دعا بھی ساتھ ہی تعلیم فرمادی۔

رفع حاجت اور پیشاب کرنے کے آداب

پیشاب پاخانہ کرنے کے لئے قبلہ رو نہیں بیٹھنا چاہیے کیونکہ اس سے شعائر اللہ کی بے حرمتی ہوتی ہے اور ان کی عظمت و تکریم کرنا مسلمانوں کا قومی فرض ہے۔ پردہ دار جگہ ہونی چاہیے بے پردگی سے بے حیائی پیدا ہوتی ہے۔ استنجا کرتے وقت یا پیشاب کرتے وقت پیشاب گاہ کو داہنے ہاتھ سے پکڑنا منع ہے ایسے کام بائیں ہاتھ سے کرنے چاہییں۔ رفع حاجت میں نجاست دور کرنے کے لئے کم از کم تین ڈھیلے استعمال کرنے چاہییں۔ زیادہ کی حد نہیں کیونکہ اصل غرض ازالہ نجاست ہے وہ جتنوں سے بھی ہو۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا وَغَرِّبُوْا۔(52)

"جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو! جب تم قضائے حاجت کے لئے آؤ تو قبلہ کی طرف منہ کر کے نہ بیٹھو اور نہ اس کی طرف پشت کرو البتہ مشرق کی طرف

52۔ ترمذی جلد 1 صفحہ 13، ابواب الطہارۃ حدیث نمبر 8، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرلو اور چاہے پچھم کی طرف کرلو"۔

(ہمارے ملک میں چونکہ مغرب کی سمت ہے لہٰذا ہمیں مشرق و مغرب کی طرف سے اجتناب کرنا چاہیے)۔

ان چیزوں سے استنجا کرنا منع ہے۔ پختہ اینٹ، ٹھیکری، ہڈی، کوئلہ، کاغذ، جانوروں کا چارہ اور گوبر وغیرہ کیونکہ ظاہر ہے گوبر سے ازالۂ نجاست نہیں ہوسکتا۔

بہتر یہ ہے کہ صرف مٹی سے استنجا کیا جائے کیونکہ مٹی میں قوت جاذبہ ہوتی ہے جو نجاست کو دور کردیتی ہے اور استنجا کا یہی مقصود ہے۔

پیشاب بیٹھ کر کرنا چاہیے اور ایسی جگہ جہاں چھینٹے پڑنے کا احتمال نہ ہو۔ پیشاب کرنے کے بعد ڈھیلے سے استنجا کرنا بہتر و اولیٰ ہے کیونکہ اس میں زیادہ پاکیزگی ہے۔ اس کے بعد پانی سے دھو لینا چاہیے۔

ایک عام بے حیائی

ہمارے ملک میں اور ان لوگوں میں جو اپنے آپ کو زیادہ دیندار سمجھتے ہیں یہ عام بے حیائی اور ناشائستہ حرکت پھیل رہی ہے کہ لوگ پیشاب کرنے کے بعد ڈھیلے سے استنجا کرتے ہوئے عورتوں، بچوں، اور مردوں کے سامنے دیر تک کھڑے رہتے ہیں اور ٹہلتے رہتے ہیں وہ اپنی اس بے حیائی اور ناشائستہ و غیر مہذب حرکت پر ذرا بھی نادم نہیں ہوتے۔ اس پر مزید ستم ظریفی یہ کہ وہ عجیب عجیب قینچی جیسی بے ہودہ حرکتیں کرتے ہیں اور وہ اس کو اپنی نفاست و دینداری سمجھتے ہیں۔ یہ طریقہ اور حرکت نہایت ہی حیا سوز اور بے ہودہ ہے۔ بلکہ ان لوگوں کے ماتھے پر ایک کلنک کا ٹیکہ۔ اس لئے ایسی بے ہودہ حرکت کو قطعاً چھوڑ دینا چاہیے۔ جہاں بیٹھ کر پیشاب کیا ہے اسی جگہ مٹی کے ڈھیلے سے قطرات کو خشک کرلو اگر کہیں علیحدگی میسر ہی نہ آئے اور پیشاب کا تقاضا سخت ہو تو تب بھی بے ہودہ حرکتیں تو نہ کرنی چاہئیں۔

ذرا اسلام کی پاکیزگی اور وسیع النظری تو دیکھئے کہ اس نے عام گزرگاہوں میں پیشاب کرنے سے منع کیا ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ لوگوں کو ایسی بے حیائی اور بیہودہ حرکت سے روکا جائے۔ مگر افسوس کہ لوگ احکام شرع کی محض رسماً پابندی کرتے ہیں اور دوسروں پر

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اپنی دینداری کا سکہ جمانے کے لئے مقصود و حقیقت کو نہ وہ جانتے ہیں اور نہ اس کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

ان مقامات پر پیشاب اور رفع حاجت کرنا منع ہے۔ مسجد و عیدگاہ کے آس پاس، قبرستان میں، چوپایوں کے درمیان، جاری اور بند پانی کے اندر، حوض، تالاب اور کنویں کے کنارہ پر، راستہ میں، سوراخوں اور بلوں میں، غسل اور وضو کرنے کی جگہ پر، درختوں کے نیچے، اس سایہ دار درخت کے نیچے جس کے سایہ میں لوگ آکر بیٹھتے ہوں، ان سب مقامات میں پیشاب اور پاخانہ کرنا منع ہے۔

تنبیہ

دو مرد یا دو عورتیں ایک ہی جگہ پیشاب یا پاخانہ کے لئے نہ بیٹھیں۔ نہ کوئی کسی کا ستر دیکھے اور نہ باہم باتیں کریں۔ یہ بے حیائی ہے۔ علاوہ ازیں وہ امور جو پیشاب اور پاخانے کے وقت مکروہ ہیں یہ ہیں ننگے سر پیشاب پاخانہ کرنا، کسی کے سلام کا جواب دینا، باتیں کرنا، چھینک یا اذان کا جواب دینا، پاخانہ میں بہت دیر تک بیٹھے رہنا، بلا عذر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا، شرمگاہ کو بلا ضرورت دیکھنا، تھوکنا، سنکنا، ادھر ادھر خوامخواہ بار بار دیکھنا، آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھنا، نیچے کی جگہ سے اوپر کی طرف پیشاب کرنا، یہ سب امور سخت مکروہ اور منع ہیں۔

جن امور سے شریعت نے منع کیا ہے ان میں بڑی بڑی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں جن کے بیان کرنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ مختصر طور پر اتنا سمجھ لیجئے کہ طہارت و پاکیزگی کے سلسلہ میں جو جو احکام و آداب اسلام نے دیئے ہیں اور جن جن امور سے منع کیا ہے ان میں ہماری ہی دینی و دنیوی اور جسمانی و روحانی فلاح و بہبود مضمر ہے۔ ان تمام باتوں میں شریعت نے تین چیزوں کو مد نظر رکھا ہے۔ ازالۂ نجاست جسمانی نجاست سے روحانی طہارت کی تعلیم اور صحت جسمانی۔ کاش ہم ان تمام احکام پر عمل پیرا ہوں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باب الوضو

اسلام نے دنیا میں آتے ہی اعلان کیا تھا:

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلَی النِّظَافَةِ۔

"یعنی اسلام کی بنائیں طہارت و پاکیزگی کی اساس پر اٹھائی گئی ہیں"۔

اس بناء پر اسلام نے پاکی و پاکیزگی کے لئے جو شعائر مقرر کئے اس میں وضو و غسل کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہاں ہم صرف وضو کے مسائل و احکام کو تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے اور دوسرے شعائر کا بیان اپنی اپنی جگہ آئے گا۔

وضو کا فلسفہ

وضو کے متعلق یہاں صرف شروع ہی میں اس بات کو ذہن نشین کر لیجئے کہ وضو کا مقصد صرف اتنا نہیں کہ آپ مخصوص اعضاء کو دھولیں بلکہ یہ تو اس کا مقصد ظاہری ہے لیکن وہ اس مقصد میں ایک خاص روحانی رنگ اور اخلاقی روح پیدا کرنا چاہتا ہے۔ وضو سے اسلام ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ وضو میں چار اعضاء کا دھونا فرض ہے۔ ہاتھ، چہرہ، پیر اور سر، یہ وہ اعضاء ہیں جو کثرت و عجلت سے معصیت و سیہ کاری کا آلہ کار بن جاتے ہیں اور اوامر الٰہی کی خلاف ورزی میں سرعت سے کام لیتے ہیں۔ اس لئے جس طرح ان کو بار بار ہر نماز سے پیشتر دھو کر ظاہری نجاست و آلودگی سے پاک کیا جاتا ہے اسی طرح ان کو نجاست باطنی میں یعنی گناہ سے بھی پاک کرو۔ یعنی ان کو گناہوں سے روک کر احکام الٰہیہ کی اطاعت میں لگادو۔

چہرہ جسم انسانی میں باطنی اور دلی حالات کا آئینہ ہوتا ہے اور تمام حواس کا قریب قریب مرکز ہے اس لئے اس کا دھونا ضروری رکھا گیا ہے۔ چہرہ میں ناک، آنکھ، کان اور منہ ایسے اعضاء ہیں جن سے کثرت کے ساتھ گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ باطن کو غلیظ نجس اور دل کو زنگ آلود کرتے ہیں۔ آنکھ نامحرموں پر پڑتی اور زنا کی جاسوسی کرتی ہے۔ جبھی تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ نگاہیں زہر میں بجھے ہوئے تیر ہیں۔ کانوں میں نامحرموں کے خلخال

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی آواز، دوسروں کی برائی، بدگوئی اور سب وشتم کی صدائیں پڑتی ہیں۔ گانے بجانے کی ناجائز آوازیں پڑتی ہیں۔ ناک سے ناجائز خوشبوئیں سونگھی جاتی ہیں اور منہ سے ناجائز مال کھاتے ہیں۔ زبان کے تمام گناہ توالامان بہت ہی زیادہ خطرناک اور فتنہ انگیز ہوتے ہیں۔ اس زبان کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ یہ تلوار بن کر عیب چینی، بدگوئی، سب وشتم اور طعن و تشنیع کے ذریعہ اخوت اسلامی کے رشتہ کو پارہ پارہ کر دیتی ہے اور ہزاروں فتن وشر کا باعث بنتی ہے۔ دماغ میں برے خیالات پیدا ہوتے ہیں جو گویا ناپاک ارادوں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اس کے خیالات سے دوسرے قریبی اعضاء بھی متاثر ہوتے ہیں اور پھر پیر حرکت کر کے بری جگہوں پر جاتے ہیں۔ مثلاً جھوٹی گواہی دلواتے ہیں وغیرہ ان وجوہات کی بناء پر انہی اعضاء کی روحانی وجسمانی طہارت و پاکیزگی حاصل کرلے۔ جو وضو کا مقصد ہے تو وہ جسم انسانی میں فرشتہ بن جائے اور اس کی زندگی میں بھی پاکیزگی حیات کا نور چمک اٹھے۔

علاوہ ان اعضاء کے جن کا دھونا فرض ہے اور اعضاء بھی دھوئے جاتے ہیں۔ جن میں بڑی حکمتیں ہیں جن کا بیان کرنا موجب طوالت ہے۔ لہٰذا ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے اتنی بات یاد رکھیے کہ جسم انسانی کے اندر جو اعضاء احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی میں جلد متحرک ہوتے ہیں وہی اعضاء ہیں جو وضو میں دھوئے جاتے ہیں ان کے دھونے سے ان کی طہارت باطنی کے اہتمام پر تنبیہ ہونا مقصود ہے تاکہ کثیر الوقوع معاصی سے توبہ ہو جائے۔ وضو میں پہلے ہاتھ اس لئے دھوئے جاتے ہیں کہ پھر چہرہ پر صاف ہاتھ جائیں۔ چہرہ انسانی بدن میں یا مملکت جسم میں بادشاہ کی مانند ہے۔ بادشاہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے طہارت و پاکیزگی کی حاصل کی جاتی ہے۔ اس طرح گویا ہاتھوں کو پہلے اس لئے دھویا جاتا ہے کہ وہ چہرہ سے مس ہونے کے قابل ہوسکیں۔ الغرض اسلام کا کوئی بھی حکم حکمت و اسرار سے خالی نہیں ہے۔

وضو کی تاریخ مشروعیت

وضو کا قاعدہ اسلام کے ساتھ خاص ہے۔ دنیا کے کسی مذہب نے بھی اپنی عبادت سے پہلے اس قسم کا پر حکمت و اسرار طریقہ طہارت نہیں سکھایا۔ وضو کی تاریخ کے متعلق اتنا جان

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لیجئے کہ یہ اس وقت سے فرض ہوا جس وقت سے اسلام کی عبادت فرض ہوئی۔ پہلی وحی کے نزول کے ساتھ ہی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو وضو سکھایا تھا اگرچہ اس وقت وضو کی یہ موجودہ صورت نہ تھی تاہم طریقہ طہارت پہلی وحی کے اندر حضور ﷺ کو سکھا دیا گیا تھا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ (مدثر: 4-3)

"یعنی اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک کر"۔

اس حکم میں بطور دلالۃ النص اور عبارۃ النص کپڑوں وجگہ کی طہارت بھی داخل ہے۔ جیسا کہ گزشتہ ابواب میں کہیں بیان ہوا۔ الغرض وضو پر عمل تو اسی روز سے شروع ہو گیا تھا جس روز سے عبادت فرض ہوئی تھی مگر ابتداء میں وضو کی یہ موجودہ صورت نہ تھی لوگ جلدی سے الٹا سیدھا وضو کر لیا کرتے تھے یعنی اپنے بدن اور کپڑوں کی پاکیزگی معمولی طریقہ سے حاصل کر لیتے تھے۔ بالآخر ۵ھ میں یہ حکم نازل ہوا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

"جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو اور سر پر مسح کرو اور ٹخنوں تک پیر دھولو"۔ (المائدہ: 6)

اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد وضو کی موجودہ صورت متعین ہو گئی اور ابتداء میں یہ صورت تھی کہ وضو ٹوٹے یا نہ ٹوٹے ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنا لازمی تھا۔ مذکورہ بالا حکم کے نزول کے بعد ہر وقت تازہ وضو کرنا لازم امر نہیں رہا۔ مسلمانوں سے اس حکم کی پابندی اٹھالی گئی۔

وضو کے فرائض

احناف کے نزدیک وضو میں چار باتیں فرض ہیں۔ مذکورہ بالا آیت کے مطابق یہ ہیں۔

۱۔ چہرہ کا دھونا، طول میں بالوں کے اگنے کی جگہ سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور عرض میں ایک کان کی لو سے لے کر دوسرے کان کی لو تک۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۲۔ دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت پانی بہانا۔

۳۔ چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

۴۔ دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا۔

وضو کی سنتیں

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو میں چودہ باتیں سنت ہیں جن سے وضو کے فرائض کی تکمیل ہوتی ہے۔ جن کو علیحدہ علیحدہ تفصیل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ پہنچوں تک دونوں ہاتھوں کا دھونا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا استیقظ احدکم من نومه فلا یغمسن یده فی الاناء حتی یغسلها ثلثا فانه لا یدری این باتت یده۔

"تم میں سے جو کوئی جب خواب سے بیدار ہو تو اس کو ہرگز ہرگز برتن میں ہاتھ نہ ڈال دینا چاہئے جب تک کہ وہ تین مرتبہ نہ دھولے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ سوتے میں کہاں کہاں لگے ہیں"۔ (53)

اس حدیث کی بناء پر وضو سے پہلے تین مرتبہ ہاتھوں کا دھونا سنت ہوا۔

۲۔ زبان سے بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِيْنِ الْإِسْلَامِ۔ یا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ کا پڑھنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ يُسَمِّ۔ "یعنی جو بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں"۔

اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ جو شخص بسم اللہ نہ پڑھے اس کا حقیقت میں وضو ہی نہیں ہوتا بلکہ یہ "لا" واسطے نفی جنس کے ہے جس سے مراد نفی فضیلت ہے یعنی جو بسم اللہ نہ پڑھے وہ وضو کی فضیلت حاصل نہیں کر سکتا۔

۳۔ مسواک کرنا۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ عمل کیا ہے۔ مسواک کرنا حضور

53۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، کتاب الطہارۃ 153/3 (278)، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ﷺ کو اتنا محبوب و مرغوب تھا کہ آپ نے مرض الموت میں بھی مسواک کی۔ یہ ایسی سنت موکدہ ہے کہ چھ ائمہ حدیث نے اپنی کتاب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیان کیا ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ۔(54)

"فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اگر میں اپنی امت پر اس امر کو بھاری اور شاق نہ سمجھتا تو ان کو حکم دیتا کہ وہ نماز کے ساتھ مسواک کیا کریں"۔

۴۔ ناک میں پانی ڈالنا۔

۵۔ ہاتھوں کی انگلیوں میں خلال کرنا۔

۶۔ کلی کرنا۔

۷۔ وضو کی نیت کرنا۔

۸۔ وضو کی ترتیب ملحوظ رکھنا یعنی اول ہاتھ دھونا پھر کلی کرنا پھر ناک میں پانی ڈالنا پھر منہ دھونا وغیرہ۔

۹۔ پے در پے دھونا۔ یعنی پہلے عضو کے خشک ہونے سے قبل دوسرے عضو کو دھونا۔ یہ نہ ہو کہ مثلاً منہ دھو کر باتیں کرنے لگے یا اور کوئی کام کرنے لگے اتنی دیر میں منہ خشک ہو گیا اور پھر دوبارہ یہیں سے وضو شروع کیا۔

۱۰۔ داڑھی میں خلال کرنا۔ جس کی صورت یہ ہے کہ ہتھیلی آگے کو رہے اور پشت دست اندر کی طرف۔

۱۱۔ پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنا۔ جس کی ترکیب یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے دائیں پاؤں کی چھنگلی میں خلال کرے پھر اس کی برابر والی انگلی میں کرے اور بالآخر بائیں پاؤں کی چھنگلی پر لا کر ختم کردے۔ خلال کے وقت بائیں ہاتھ کی چھنگلی کو پاؤں کی انگلیوں کی جڑوں کے نیچے سے اوپر کو کھینچے۔

54۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، کتاب الطہارۃ، 122/3، دارالکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۱۲۔سارے سر کا مسح کرنا۔

۱۳۔کانوں کا مسح کرنا۔

۱۴۔ہر عضو کو تین بار دھونا۔

وضو میں یہ چودہ باتیں سنت ہیں۔حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایک مرتبہ وضو کے ان اعضاء کو دھو کر فرمایا کہ

''یہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں کرتا۔یعنی ان اعضاء کا دھونا ضروری لازمی ہے۔دو دو مرتبہ ان اعضاء کو دھو کر فرمایا کہ یہ وضو ہے جو دگنا اجر چاہے اور تین تین مرتبہ دھو کر فرمایا یہ میرا اور تمام انبیاء علیہم السلام کا وضو ہے جو اس پر زیادتی یا کمی کرتا ہے وہ حد کو توڑتا ہے اور ظلم کرتا ہے''۔(55)

سر اور کانوں کے مسح کا مسنون طریقہ

سر اور کانوں کے مسح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہتھیلیاں اور انگلیوں کو نئے پانی سے تر کر کے اول مقدم سر سے گدی تک اس طرح کھینچے کہ دونوں ہاتھوں کی چھ انگلیاں ایک دوسرے کے سرے سے ملی ہوئی رہیں اور ہتھیلیاں متصل نہ رہیں۔پھر لوٹاتے وقت ہتھیلیاں وسط سے متصل رہنی چاہییں اس کے بعد کلمہ کی دونوں انگلیوں سے دونوں کانوں کے اندر اور انگوٹھوں سے دونوں کانوں کے مسح کے لئے جدید پانی لینے کی ضرورت نہیں۔سر کے مسح کے لئے جو پانی لیا گیا ہے وہی گردن اور کانوں کے لئے بھی کافی ہے۔

ہدایت

وضو کے مسائل میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ دھونے سے مراد پانی کا بہانا اور مسح سے مراد پانی کی تری پہنچانا ہے۔

وضو کے مستحبات

وضو کے مستحبات سترہ ہیں:

55۔الہدایہ مع البدایہ جلد 1 کتاب الطہارہ صفحہ 21،مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۱۔ قبلہ رخ بیٹھنا۔

۲۔ مٹی کے برتن سے وضو کرنا۔

۳۔ وضو کا لوٹا بائیں طرف رکھنا۔

۴۔ اونچی جگہ بیٹھ کر وضو کرنا۔

۵۔ بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

۶۔ اعضاء کو ملنا۔

۷۔ وقت آنے سے پہلے ہی وضو کر لینا۔

۸۔ انگوٹھی کو انگلی میں گھمانا۔

۹۔ ہر عضو کو دھوتے وقت بسم اللہ کہنی۔

۱۰۔ درود شریف پڑھنا۔

۱۱۔ گردن کا مسح کرنا۔

۱۲۔ دھونے کے وقت ہر دائیں عضو سے ابتدا کرنا۔

۱۳۔ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پی لینا۔

۱۴۔ اعضائے مقررہ کو حدود معینہ سے زائد دھونا۔

۱۵۔ بائیں ہاتھ سے دونوں پاؤں کا دھونا۔

۱۶۔ بذات خود وضو کرنا۔ بلا عذر وضو کرنے میں کسی دوسرے سے مدد نہ مانگنی۔

۱۷۔ وضو کی مقررہ اور مسنونہ دعائیں پڑھنا۔

وضو کی مسنونہ دعائیں

ہر ایک عضو کو دھوتے وقت علیحدہ علیحدہ دعائیں پڑھی جاتی ہیں جن کو باترجمہ لکھا جاتا ہے۔

کلی کرتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"اے اللہ تلاوت قرآن پر میری مدد کر اور اپنے ذکر اپنے شکر اور اپنی عبادت کی خوبی پر"

ناک میں پانی ڈالتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَةَ النَّارِ۔

"اے اللہ! مجھ کو جنت کی خوشبو سنگھا اور نہ اللہ دوزخ کی بو نہ سنگھا"۔

منہ دھوتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ بَیِّضْ وَجْهِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ۔

"اے اللہ! میرا چہرہ روشن کر جس دن بہت سے چہرے روشن ہوں گے اور بہت سے سیاہ ہوں گے"۔

داہنا ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔

"اے اللہ! میرا نامہ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں عطا فرما اور میرا حساب آسان کر دینا"۔

بایاں ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ۔

"اے اللہ! میرا نامہ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں نہ دینا اور نہ ہی میری پیٹھ کے پیچھے"۔

سر کا مسح کرتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِکَ وَلَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِکَ۔

"اے اللہ! مجھے اپنے عرش کا سایہ عطا فرمانا جس روز سوائے تیرے عرش کے سایہ کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا"۔

کانوں کا مسح کرتے وقت یہ دعا پڑھے:

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ۔

''اے اللہ! مجھ کو ان لوگوں میں سے کر جو قول کو سنتے ہیں اور اچھے قول کی پیروی کرتے ہیں''

گردن کا مسح کرتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ۔

''اے اللہ! میری گردن کو آگ سے بچا''۔

دایاں پاؤں دھوتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ۔

''اے اللہ! میرے دونوں پاؤں کو ثابت رکھ صراط مستقیم پر جس دن پھسلیں گے پاؤں''۔

بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّ سَعْیِیْ مَشْکُوْرًا وَتِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ۔

''اے اللہ! میرے گناہوں کو بخشا ہوا کر میری کوشش کو قبول اور میری تجارت برباد ہونے والی نہ ہو''۔

وضو کے بعد کی دعا

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھے تو اس کیلئے بہشت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے کہ وہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔(56)

نیز حدیث میں آیا ہے جو کوئی وضو کے بعد اس دعا کو پڑھے گا اس کے عمل خبط نہ ہوں گے۔ وضو کے بعد کی دعاؤں کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سورہ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ (القدر:1) پڑھے پھر کلمہ شہادت اور پھر اس دعا کو:

56۔ صحیح مسلم شرح نووی کتاب الطہارہ جلد 3 صفحہ 102، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَ وَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ۔

''اے اللہ! مجھے حقیقی توبہ کرنے والوں میں سے کر دے اور اے اللہ! مجھے ظاہری و باطنی صفائی رکھنے والوں میں سے بنا دے اے اللہ! میرے گناہ بخش، میرے گھر میں کشائش کر اور میرے رزق میں برکت دے''۔

مکروہات وضو

وضو میں بارہ (۱۲) باتیں مکروہ ہیں:

۱۔ ناپاک جگہ بیٹھ کر وضو کرنا۔

۲۔ حاجت سے کم وبیش پانی کا خرچ کرنا۔

۳۔ شدید ضرورت کے بغیر دنیا کی باتیں کرنا۔

۴۔ تین بار مسح کرنا اور ہر بار نیا پانی لینا۔

۵۔ مسجد کے اندر وضو کرنا۔

۶۔ عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا۔

۷۔ کسی برتن کو اپنے لئے خاص کر لینا۔

۸۔ بائیں ہاتھ سے کلی کرنے یا ناک میں ڈالنے کے لئے پانی لینا۔

۹۔ بلا عذر دائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

۱۰۔ جس پانی سے وضو کیا جائے اس میں تھوکنا، سنکنا۔

۱۱۔ چہرے پر پانی زور سے مارنا۔

۱۲۔ پاؤں دھوتے وقت ان کو قبلہ کی طرف سے نہ پھیرنا۔

ہدایات

ہندوستان کے ناپ تول کے حساب سے وضو کے لئے ڈیڑھ کلو پانی کافی ہے اس سے زیادہ اسراف ہے۔ اعضاء وضو کو تین بار دھونا افضل ہے اور اسی کی نسبت سے احادیث میں تمام اسباغ اور تکمیل کے الفاظ آئے ہیں۔ پس گو دو مرتبہ یا صرف ایک مرتبہ دھونے سے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بھی وضو ہو جاتا ہے لیکن افضل تین بار ہی دھونا ہے۔ تین بار سے زیادہ دھونا منع ہے اگر کوئی جگہ خشک رہ جائے تو پھر سے وضو کرنا چاہیئے۔

مسواک کا مسنون طریقہ اور ثواب

مسواک میں حسب ذیل امور مسنون ہیں۔

مسواک سیدھی ہو، ایک بالشت کی برابر ہو، زیادہ موٹی نہ ہو، چھنگلی کے برابر موٹی ہو، کسی تلخ لکڑی کی ہو اور اگر زیتون کی ہو تو افضل ہے۔ مسواک داہنے ہاتھ میں پکڑنی چاہیے۔ دانتوں پر عرضاً کرنی چاہیئے طولاً نہیں۔ کم از کم تین مرتبہ اوپر دانتوں میں اور تین مرتبہ نیچے کے دانتوں میں کرنی چاہیے اور کلی کے علاوہ تین بار جدید پانی استعمال کرنا چاہیے۔

حسب ذیل امور مکروہ ہیں:

لیٹ کر مسواک کرنا، مٹھی سے پکڑنا، چوسنا، فراغت کے بعد بغیر دھوئے رکھ دینا، مسواک کھڑی نہ رکھیں اور بانس کی لکڑی کی مسواک کرنی بھی مکروہ ہے۔(57)

یہ تمام امور مسواک میں مکروہ ہیں۔ طبی مصلحتوں پر مبنی ہیں۔ ان باتوں کے کرنے سے بڑی بڑی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں مثلاً مسواک کو مٹھی سے پکڑنے سے بواسیر پیدا ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔

الصلوۃ بسواک خیر من سبعین صلوۃ بغیر سواک۔

"یعنی جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے اس کا ثواب ان ستر نمازوں سے زائد ہے جو بغیر مسواک کے پڑھی جائیں"۔

اس سے زیادہ مسواک کا ثواب اور کیا ہوگا کہ با مسواک وضو اور نماز بے مسواک وضو اور نماز سے بدرجہا بڑھ کر افضل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے کانوں پر مسواکیں اس طرح دکھائی دیتی تھیں جیسے کاتبوں کے کانوں پر قلم ہوتے ہیں۔ چنانچہ روایت کے الفاظ یوں ہیں۔ کالقلم علی اذن الکاتب۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا یہ طرز

57۔ درمختار کتاب الطہارۃ جلد 1 صفحہ 35-234، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عمل رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں تھا۔ حضور ﷺ نے اس پر مداومت اور ہمیشگی کی جس کے الفاظ پہلے گزر چکے ہیں۔

حضور ﷺ نے مسواک کو اس قدر اہمیت اور افضلیت کیوں دی؟ اس لئے کہ اس سے دانت اور منہ صاف رہتے ہیں۔ دانت ہر قسم کے میل کچیل سے صاف رہتے ہیں ان میں پیپ اور مادہ فاسد جمع نہیں ہوسکتا اور اس طرح پائریا ہونا ناممکن ہے۔ یہ نامراد بیماری دانتوں کی پیپ اور فاسد مادوں سے پیدا ہوتی ہے۔ معدہ کو تقویت پہنچتی ہے غذا جلدی ہضم ہو کر جزو بدن بنتی ہے اور اس کی وجہ سے طبیعت ہشاش وبشاش رہتی ہے۔ تمام اعضاء میں طاقت اور چہرہ پر شادابی آتی ہے۔ طبیعت میں فرحت وانبساط اور دل میں جوش وولولہ پیدا ہوتا ہے۔ الغرض مسواک پر مداومت کرنے سے صحت جسمانی پر عمدہ اثر پڑتا ہے اور صحت جسمانی پر ہی تمام عبادات پر اخلاقی فرائض کی بجا آوری کا دارومدار ہے اور اس سے کار خیر کرنے کی قوت حاصل ہوتی ہے۔

یہاں حفظ صحت کے اصول کو یاد رکھئے کہ صحت جسمانی صحیح قوت ہضم کے بغیر ممکن نہیں اور ہضم صحیح موقوف ہے دانتوں اور منہ کی صفائی پر۔ یعنی ان کو تمام فاسد زہریلے اور مضر صحت مواد سے صاف رکھا جائے اور یہ صفائی مسواک کے ذریعہ اچھی طرح حاصل ہو جاتی ہے اور اسی بناء پر شارع علیہ السلام نے اس کی ترغیب وتحریص دلائی ہے اگر ہم مسواک کی عادت ڈال لیں تو نہ دانتوں کے درد کی تکلیف باقی رہے نہ ان کو نکلوانے کی نوبت آئے اور نہ منجنوں کی ضرورت پڑے۔ ادھر مسواک کرنے سے آنکھوں میں روشنی، جگر میں قوت، معدہ میں طاقت اور دماغ میں صفائی بھی ہو جائے اور ان تمام باتوں کی وجہ سے عبادت میں ذوق اور روح میں روشنی حاصل ہو۔ لہٰذا ہر مسلمان نمازی کو مسواک کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔

نواقض وضو

یعنی وضو توڑنے والی چیزیں یہ ہیں:

ا۔ پاخانہ یا پیشاب کی جگہ سے کسی نجس چیز کا برآمد ہونا۔

۲۔ بدن کے کسی حصہ سے خون، پیپ یا لہو کا نکل کر اپنے مخرج سے پاک جگہ پر بہہ جانا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۳۔منہ بھر کر قے آنا۔

۴۔ٹیک لگا کر یا تکیہ کے سہارے سو جانا۔

۵۔نشہ میں سرمست و مدہوش ہو جانا۔

۶۔بے ہوش ہو جانا۔

۷۔بالغ کا نماز کے اندر قہقہہ مار کر قصداً یا سہواً ہنسنا۔

۸۔مباشرت فاحشہ۔

یہ آٹھ امور ہیں جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔اب ان کی علیحدہ علیحدہ تشریحات کو بھی ذہن نشین کر لیجئے۔

تشریحات

پیشاب پاخانہ کی جگہ سے جو نجس چیز بھی نکلے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔مثلاً پیشاب، پاخانہ، مذی، ودی، اور ریح وغیر ان سب چیزوں کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ عیہ وسلم لا ینقض الوضو الاما خرج من قبل او دبر۔

"یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ وضو نہیں ٹوٹتا مگر آگے پیچھے سے کچھ نکلنے سے"۔

۲۔بدن کے کسی حصہ سے خون، پیپ یا خون نکل کر اپنی جگہ سے بہہ جانا ناقض وضو ہے یعنی وضو توڑنے والا ہے۔اس کے لئے شرط خروج ہے کیونکہ نجاست کے اندر جب تک وصف خروج نہ پایا جائے وہ ناقض وضو نہیں ہے۔پس اگر زخم سے خون نکلا مگر وہ اپنی جگہ سے بہا نہیں تو وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر وہ اپنی جگہ سے بہہ کر آس پاس جگہ پر پہنچے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔یہاں تک کہ اگر ناک سے خون بہہ گیا تب وضو ٹوٹ جائے گا۔

۳۔منہ بھر کر قے آنا ناقض وضو ہے یعنی قے کے ناقض ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ منہ بھر کر نہ آئی ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا۔اگر کسی کا جی متلایا اور تھوڑی تھوڑی کئی مرتبہ قے آئی تو اب اس کی مقدار کو دیکھنا چاہیے اگر اس کی مقدار منہ بھر قے کی مقدار کو پہنچی ہو تو وضو ٹوٹ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جائے گا اگر اس سے کم مقدار ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

۴۔ ٹیک لگا کر یا تکیہ کے سہارے سونا ناقض وضو ہے۔ پس اگر کوئی شخص بیٹھا بیٹھا اونگھ رہا ہو تو اس سے وضو نہ ٹوٹے گا جب تک کہ گر نہ جائے۔ گرنے کے بعد بھی اگر فوراً ہی سنبھل گیا تو بھی وضو باقی رہے گا اسی طرح سوتا ہوا آدمی باتیں سنتا رہے تب بھی وضو نہ جائے گا۔

۵۔ مباشرت فاحشہ سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ مباشرت فاحشہ کہتے ہیں آپس میں دو شرمگاہوں کا بغیر کسی روک اور آڑ کے مل جانا۔ اس بناء پر یہ مسئلہ یاد رکھئے کہ اپنی یا غیر کی شرمگاہ دیکھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی طرح عورت کے چھونے سے بھی وضو نہیں جاتا تاوقتیکہ مذی خارج نہ ہو۔

۶۔ بے ہوشی اور دیوانگی ناقض وضو ہے جو مزید تشریح کی محتاج نہیں۔

۷۔ نیز مستی بھی ناقض وضو ہے مستی کی حد وضو کے توڑنے میں یہ ہے کہ چلنے میں تغیر کر دے یعنی قدم لڑکھڑانے لگیں اور چال مستانہ ہو جائے۔

۸۔ بالغ کا نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے یہ اس نماز کا حکم ہے جو رکوع و سجود والی ہو۔ پس اگر کوئی نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت میں قہقہہ مار کر ہنسے تو یہ قہقہہ ناقض وضو نہیں کیونکہ نماز جنازہ رکوع و سجود والی نماز نہیں۔

مسائل متفرقہ

وضو میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے اگر ان میں سے کوئی عضو بال برابر سوکھا رہ جائے تو وضو نہ ہوگا لہٰذا اعضاء مفروضہ کے دھونے میں مبالغہ کرنا چاہیے تاکہ بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہے۔ وضو میں جتنی باتیں مسنون ہیں ان سنن کی غرض بھی یہی ہے کہ مفروضہ اعضاء کی تکمیل ہو۔

مسئلہ: شک و وہم ناقض وضو نہیں ہوتا یعنی اگر ایک شخص نے وضو کر کے نماز پڑھ لی پھر دوسری نماز کا وقت آ گیا اب اسے یہ شک گزرا کہ شاید میرا وضو ٹوٹ گیا ہو تو اس شخص کو اپنے آپ کو باوضو سمجھنا چاہیے۔ اسی طرح اگر کسی کو خلاف عادت پہلی مرتبہ اعضائے وضو دھونے یا مسح کرنے میں شک ہوا اور یہ شک دوران وضو میں ہوا ہو تو جس عضو کی نسبت شک ہوا اس

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کو دوبارہ دھولے یا مسح کرے۔ جیسی بھی صورت ہو اور اگر وضو سے فارغ ہونے کے بعد شک ہوا ہو تو دوبارہ دھونے کی ضرورت نہیں اور جو شخص شکی مزاج ہے تو بھی دوبارہ دھونے کی ضرورت نہیں۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ دھونے نہ دھونے کے بارے میں شک ہو اور اگر یقیناً معلوم ہو کہ فلاں عضو نہیں دھویا مثلاً پاؤں تو پھر اس کو دوبارہ دھونا لازمی ہے۔(58)

مسئلہ: اگر زخم کے اندر پتھری یا کیڑے نکلیں تو وضو نہیں جاتا لیکن اگر پیشاب کی جگہ سے نکلیں تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ البتہ اگر پیشاب کی جگہ سے ریح نکلے تو وہ ناقض وضو نہیں کیونکہ یہ نجس نہیں ہوتی۔

مسئلہ: پانی آنکھ، کان، یا ناف سے درد کے ساتھ نکلے وہ ناقض وضو ہے یعنی اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ البتہ آنسو نکلنے اور پسینہ بہنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگر کسی نے زخم پر پٹی باندھی اور خون وغیرہ کی تری پٹی پر نمودار ہو گئی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ باقی رہا تھوک اس کا حکم یہ ہے کہ اگر تھوک میں خون کی سرخی غالب اور نمایاں نظر آئے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر زردی نمایاں ہو تو نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ: جونک کے خون چوسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر مچھر اور کھٹمل کے خون چوسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ چیچڑی کا یہ حکم ہے کہ اگر وہ بڑی ہے تو جونک کے حکم میں ہے یعنی اس کے خون چوسنے سے وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر چھوٹی ہو تو مچھر کے حکم میں ہے یعنی اسکے خون چوسنے سے وضو نہ ٹوٹے گا۔(59)

مسئلہ: اگر کوئی نہاتے وقت سارے بدن پر پانی بہالے یا حوض میں گر پڑے یا پانی برستے میں باہر کھڑا ہے اور وضو کے چاروں اعضاء دھل جائیں تو اس کا وضو ہو جائے گا خواہ اس نے وضو کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ البتہ اسے وضو کا ثواب نہ ملے گا۔

مسئلہ: اگر کسی کے ناخن میں آٹا وغیرہ لگا ہو اور خشک ہو گیا ہو جس کی وجہ سے پانی اس کے نیچے نہ پہنچ سکا تو اس کا وضو نہ ہو گا اور اگر کسی حالت میں وضو کر کے نماز پڑھی ہو گی تو اس نماز کا

58۔ درمختار کتاب الطہارۃ 283/1، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

59۔ فتاویٰ عالمگیری، باب نواقض الوضوء، جلد 1 صفحہ 11، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لوٹانا واجب ہے کیونکہ ہاتھوں کا دھونا فرض ہے اس میں اگر بال برابر بھی خشکی رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا اور جب وضو نہ ہو تو نماز بھی نہیں ہوتی۔

مسئلہ: ایک ہی وضو سے کئی نمازیں پڑھ لینا جائز ہے مگر اولیٰ یہی ہے کہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرے تاکہ وضو کا ثواب مل جائے۔

مسئلہ: اگر وضو کر لیا اور اس سے کوئی عبادت ادا نہیں کی تو اس پر وضو کرنا مکروہ ہے۔ چنانچہ اگر کسی نے نہاتے وقت وضو کیا ہے اور ٹوٹا نہیں ہے تو اس سے نماز پڑھنی چاہیے دوسرا وضو خواہ مخواہ نہ کرنا چاہیے۔ ہاں اگر کسی نے وضو سے کم از کم دو رکعتیں بھی پڑھ لی ہوں تو پھر دوسرا وضو کر لینے میں کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ: وضو کرتے وقت کسی جگہ پانی نہیں پہنچا اور بعد میں معلوم ہوا کہ فلاں جگہ خشک رہ گئی تو اب اس جگہ تر ہاتھ پھیر لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس جگہ پانی بہانا چاہیے۔

مسئلہ: اگر کسی کے ہاتھ پاؤں پھٹ گئے ہوں اور ان میں موم، روغن یا اور کوئی دوا بھر لی ہو تو اس پر پانی بہا لینا ہی کافی ہے اور اگر پانی بہانا بھی ناممکن ہو تو صرف بھیگا ہوا ہاتھ پھیر دیئے وضو ہو جائے گا۔ شریعت کسی کو تکلیف مالا یطاق نہیں دینا چاہتی۔ حد ہے کہ اگر کسی زخم پر پانی نقصان دیتا ہو اور مسح کرنا بھی ممکن نہ ہو تو اس عضو کو خشک رہنے دیا جائے۔ بے وضو آدمی کے لئے قرآن شریف کو ہاتھ لگانا منع ہے ہاں پڑھنا جائز ہے یعنی بے وضو شخص قرآن کو زبانی تلاوت کرسکتا ہے مگر قرآن پاک کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

وضو کے متعلق چند ضروری مباحث و ہدایات

ہمارے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو میں ترتیب سنت موکدہ ہے اگرچہ قدوری نے اس کو مستحبات میں شمار کیا ہے لیکن ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس قول کو صاف طور پر رد کر دیا ہے اور صحیح مذہب یہی ہے کہ وضو میں ترتیب سنت موکدہ ہے جس کا بلا عذر شرعی ترک کرنا باعث ملامت ہے اس امر کی دلیل کہ ترتیب فرض و واجب نہیں یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ سے بے ترتیب وضو کرنا بھی بعض روایات میں آیا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد میں مقدام بن معدی کرب سے مروی ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوضوء فتوضأ
فغسل کفیہ ثلثا وغسل وجھہ ثلثا ثم غسل زراعیہ ثلثا
ثم تمضمض واستنشق ثلثا ثم مسح براسہ واذنہ۔

''یعنی آنحضرت ﷺ کے پاس وضو کرنے کے واسطے پانی آیا۔ پس آپ ﷺ نے وضو کیا اس طور پر کہ پہلے دونوں ہتھیلیاں دھوئیں اور منہ دھویا پھر دونوں ہاتھ دھوئے پھر کلی کی ناک میں پانی ڈالا اور پھر سر اور کان کا مسح کیا''۔(60)

اس قسم کی اور روایات بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص الٹا وضو کرے تو بھی ہو جائے گا مگر اس سنت موکدہ کا بلا عذر شرعی ترک کرنا قابل ملامت ہوگا۔

کل سر کا مسح کرنا سنت موکدہ ہے

حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور کل سر کا مسح کرنا سنت موکدہ ہے جس کا بلا عذر شرعی ترک کرنا صحیح نہیں۔ اکثر نمازی مسح کرتے وقت اس سنت کا خیال نہیں کرتے نیز مسح کرتے وقت سر پر سے عمامہ اتار لینا چاہیے ورنہ صرف عمامہ پر مسح درست نہ ہوگا چنانچہ نووی کی شرح صحیح مسلم میں موجود ہے۔

ولوا قتصر علی العمامۃ ولم یمسح شیئا من الرأس لم
یجزہ ذلک عندنا بلا خلاف وھو مذھب مالک وابی
حنیفۃ واکثر العلماء۔(61)

''یعنی اگر عمامہ پر مسح کرے اور سر پر بالکل مسح نہ کرے تو کافی نہ ہوگا یہ نزدیک شافعیہ کے اور یہی مذہب ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور اکثر علماء کا''۔

پس عمامہ پر مسح کرنا درست نہیں۔ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے۔

60۔ سنن ابوداؤد کتاب الطہارۃ جلد 1 صفحہ 301، مکتبۃ الرشید الریاض۔

61۔ شرح صحیح مسلم للنووی، کتاب الطہارۃ، 148/3، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پٹی اور جبیرہ کے مسائل

اگر کسی کی ہڈی ٹوٹ جاتی ہے تو اس کو جوڑ کر ادھر ادھر بانس کی دو کھپچیاں باندھ دیتے ہیں ان کھپچیوں کو جبیرہ کہتے ہیں اس کے مسائل حسب ذیل ہیں۔

مسئلہ: جبیرہ اور پٹی کا ایک ہی حکم ہے اگر زخم پر پٹی بندھی ہو اور اسے کھول کر مسح کرنا نقصان کا باعث ہو پٹی کھولنے میں دقت اور تکلیف ہوتی ہو تو اس پٹی پر مسح کر لینا چاہیے اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو پھر پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنا چاہیے۔ یہی حکم جبیرہ کا بھی ہے جب تک جبیرہ نہ کھول سکے اسی پر ہاتھ پھیر لیا کرے اور اگر اس کا کھولنا ممکن ہو تو زخم کی جگہ کو چھوڑ کر باقی حصہ کو دھو لیا کرے۔

فصد کی پٹی کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر زخم کے اوپر مسح نہ کر سکے تو پٹی کھول کر کپڑے کی گدی پر مسح کرے۔

مسئلہ: اگر پوری پٹی کے نیچے زخم نہیں ہے تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ زخم کو چھوڑ کر اور سب جگہ کو دھو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دھو سکتا ہے تو زخم کو چھوڑ کر باقی حصہ کو دھولے اور اگر نہیں دھو سکتا اور پٹی کھولنا ناممکن ہے تو پھر ساری پٹی پر مسح کرے جہاں زخم ہے وہاں بھی اور جہاں زخم نہیں ہے وہاں بھی۔

ھدایت: پٹی اور جبیرہ میں بہتر تو یہی ہے کہ سارے جبیرہ اور پٹی پر مسح کرے اور اگر کل پر نہ کر سکے تو آدھی سے زائد پر کر لے اگر آدھی یا آدھی سے کم پر مسح کرے گا تو جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر جبیرہ یا پٹی کھل کر گر پڑے اور زخم ابھی اچھا نہ ہوا تھا تو پھر باندھ لے اور وہی پہلا مسح کافی ہے دوبارہ مسح کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر زخم اچھا ہو گیا ہے اور اب باندھنے کی ضرورت نہیں تو مسح ٹوٹ گیا اب اتنی جگہ دھو کر نماز پڑھ لے۔ پورا وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باب الغسل

اقسام غسل

اسلام نے طہارت و پاکیزگی کے متعلق جو احکام دیئے ہیں ان میں ایک حکم غسل بھی ہے۔ اہل علم و عقل جانتے ہیں کہ غسل حفظ صحت اور پاکیزگی و صفائی کے قوانین اور اصولوں میں سے ایک نہایت ضروری اور صحت افزاء اصول و قانون ہے جس کے روحانی جسمانی فوائد و منافع اظہر من الشمس ہیں۔ قطع نظر مذہب کے سوال کے تمام متمدن قوموں اور شائستہ لوگوں نے اس کی ضرورت و اہمیت اور افادی حیثیت کو محسوس و تسلیم کیا ہے اور چونکہ طہارت و پاکیزگی کا اثر روح پر ضرور پڑتا ہے اور عبادت جو روح کی غذا ہے اس کے لئے طہارت بھی ایک مذہب نے جزو لاینفک قرار دی۔ اس لئے اسلام نے ہر طرح ایک کامل و مکمل مذہب سے طہارت و صحت کے اس اصول کو بھی نہیں چھوڑا بلکہ بعض صورتوں میں اس عمل کو فرض قرار دیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوا (النساء:43)

اس آیت اور دوسری آیتوں میں جنبی ہونے کی حالت میں غسل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے یہ غسل غسل جنابت کہلاتا ہے۔

اسلام میں روزانہ غسل کے علاوہ غسل جنابت فرض اور ہفتے میں کم از کم ایک بار جمعہ کے دن نہانا سنت موکدہ ہے اس طرح جسم انسانی کا جو حصہ وضو میں دھلنے سے باقی رہ جاتا ہے اور جس کا روزانہ دھونا چنداں ضروری نہیں اس کی صفائی کا خاطر خواہ انتظام غسل کے ذریعہ کر دیا گیا ہے اور اسلام میں طہارت کبریٰ غسل کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے ذریعہ تمام بدن کی طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اقسام غسل

اسلام نے غسل کی چار قسمیں قرار دی ہیں۔ فرض، واجب، سنت اور مستحب۔ ان میں سے جو غسل فرض ہیں اس کی بھی تین قسمیں ہیں۔ غسل جنابت، غسل بعد انقطاع حیض اور غسل انقطاع نفاس کے بعد۔

فرض غسل کے اقسام واحکام

غسل فرض ہونے کی پہلی حالت جنابت ہے یعنی جماع کرنے یا احتلام ہونے کی صورت میں غسل کرنا فرض ہے اس حالت کو جنابت کہتے ہیں۔ اس غسل میں اسلام نے جسمانی اور روحانی فوائد کو مدنظر رکھا ہے۔ سنیئے جماع کے بعد انزالی صورت میں احتلام کی حالت میں خون کا اجتماع ہو کر تمام اعضاء وقویٰ کا خلاصہ منی کے ساتھ خارج ہو جاتا ہے جس سے تمام عضلات واعصاب کو ضعف پہنچتا ہے اس کا تدارک غسل سے کیا گیا ہے۔ غسل کرنے کے بعد خون منتشر ہو کر تمام جسم میں پھر برابر تقسیم ہو جاتا ہے اور ضعف رفع ہو کر تازگی آجاتی ہے نیز اسلام اس کے علاوہ غسل کے ذریعے اس فعل طبعی کو اعتدال کی حالت پر لانا چاہتا ہے اس طرح کہ پاکیزگی اور طہارت کا خیال بہت بڑی حد تک انسان کو اس فعل کی وحشیانہ اور مضر رساں کثرت سے روک دیتا ہے۔

غسل جنابت کب فرض ہوتا ہے؟

جاننا چاہیے کہ خروج منی سے غسل واجب ہو جاتا ہے اور اس پر تمام آئمہ کا اجماع ہے۔ خروج منی کے لئے دو قیدیں ہیں۔ اول انزال کے وقت ضروری ہے کہ منی کود کر اور شہوت سے خارج ہو اب ایسا انزال خواہ کسی صورت سے ہوا ہو، خواہ چھونے سے یا دیکھنے اور سوتے یا جاگتے میں اور مرد سے ہو یا عورت سے بہر حال غسل کرنا فرض ہوگا۔ یعنی انزال سبب اور شرط ہے۔ بغیر انزال کے حالت جنابت طاری نہیں ہوتی اس بناء پر یہ مسئلہ ہے کہ اگر بوجھ اٹھانے یا بیماری سے یا کسی اور وجہ سے انزال ہو گیا تو غسل فرض نہ ہوگا۔

اس بات پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ وجوب غسل کا سبب منی کا کود کر شہوت سے نکلنا ہے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور منی کے اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہونے کی حالت میں اختلاف ہے۔ اس میں احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنا ذکر پکڑا اس سے کچھ خیزی اور شہوت ہوئی جب خیزی اور شہوت میں سکون آ گیا تب منی نکلی۔ اس حالت میں بھی غسل فرض ہوگا۔

زندہ اور بالغ مرد یا عورت کے قبل یا دبر میں دخول حشفہ سے بھی غسل فرض ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ صرف ادخال حشفہ سے غسل کرنا فرض ہوگا اور اگر جانور مردہ یا آدمی مردہ اور نابالغ سے وطی کی جائے تو ان تینوں صورتوں میں انزال شرط ہے بغیر انزال کے جنابت نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص سوتے سے جاگا ہو اور اس نے اپنے بستر پر یا ران پر یا سواخ احلیل میں تری پائی اور یہ یقین ہے کہ یہ منی ہے تو اس صورت میں غسل کرنا بہرحال واجب ہے خواہ احتلام ہونا یاد ہو یا نہ ہو۔ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ تری کی نسبت یقین ہو کہ یہ منی کی تری ہے اگر صورت یہ ہو کہ اس تری کی نسبت مذی یا ودی ہونے کا یقین ہے اور احتلام یاد نہیں تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ سونے سے قبل عضو مخصوص میں خیزی وتندی تھی یا ساکن تھا؟ اگر خیزی وتندی تھی تو غسل واجب نہیں اور اگر ساکن تھا تو غسل واجب ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ خواب سے بیدار ہو جانے کے بعد احتلام ہو جانے کا لطف تو یاد ہے مگر بدن یا بستر پر احتلام کا کوئی اثر نہیں تو اس صورت میں بھی غسل فرض نہیں۔

تشریح

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی نے سونے سے بیدار ہو کر اپنے بدن یا بستر پر تری پائی مگر احتلام یاد نہیں تو اب اسے یہ دیکھنا چاہیے کہ سونے سے قبل اس کا عضو منتشر تھا یا ساکن؟ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ کوئی شخص کھڑا کھڑا یا بیٹھا بیٹھا سو گیا اور اگر کوئی تکیہ لگا کر اور پیر پھیلا کر آرام سے سو جائے اور جاگنے کے بعد تری پائے اور اس کی نسبت یقین ہو کہ وہ منی ہے تو اس پر بہرحال غسل واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کو احتلام ہوا مگر نکلا کچھ نہیں تو اس پر غسل واجب نہیں لیکن حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احتیاطاً اس کو بھی غسل کر لینا چاہیے اور اسی پر بعض مشائخ نے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فتویٰ دیا ہے۔ اگر کسی نے جماع کیا یا احتلام ہوا اور اس نے سونے یا پیشاب کرنے سے قبل غسل کرلیا اور اس کے بعد منی کا بقیہ حصہ نکل آیا تو اس پر دوبارہ غسل کرنا واجب ہے اور اگر عورت غسل کرلے اور پھر اس کی اندام نہانی سے مرد کی منی کا کچھ حصہ خارج ہو تو اس پر بالا جماع غسل کرنا واجب نہیں۔(62)

مسئلہ: اگر ایک شخص نشہ سے مدہوش تھا اور اس نے اپنے بدن پر یا بستر پر منی کا نشان پایا تو اس پر غسل کرنا واجب ہے اور یہی حکم مرگی والے کا ہے یعنی اگر مرگی والے نے افاقہ ہونے کے بعد منی کا نشان پایا تو اس پر غسل کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر مرد و عورت خواب سے بیدار ہوئے اور دونوں نے اپنے بستر پر منی پائی مگر ان میں سے ہر ایک احتلام کا منکر ہے مرد کہتا ہے مجھے احتلام نہیں ہوا اور عورت کہتی ہے کہ مجھے احتلام نہیں ہوا تو ان دونوں پر احتیاطاً غسل کرنا واجب ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ دیکھنا چاہیے کہ منی کا نشان طویل ہے یا گول؟ اگر طویل ہے تو مرد پر غسل واجب ہے اور اگر گول ہے تو عورت پر۔

فرائض غسل

غسل کے اندر تین باتیں فرض ہیں۔

۱۔ کلی کرنا غرغرہ کے ساتھ۔

۲۔ ناک میں پانی ڈالنا۔

۳۔ تمام بدن کا دھونا اور جہاں جہاں بالوں کے اگنے کی جگہ ہے وہاں وہاں پانی پہنچانا۔

یعنی جنابت، حیض اور نفاس کے غسل کے تین فرائض ہیں:

۱۔ منہ بھر کر کلی کرنا۔

۲۔ ناک کے نرم چڑہ تک پانی پہنچانا۔

۳۔ سارے بدن کا دھونا خواہ مالش کرے یا نہ کرے۔

62۔ منیۃ المصلی، صفحہ 14، کتب خانہ مجیدیہ ملتان۔ پاکستان

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان تینوں فرائض کا مقصود یہ ہے کہ تمام بدن میں ایک بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہے اور جہاں تک انسان کے امکان میں ہے وہاں تک پانی پہنچائے۔ چنانچہ بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا بھی فرض ہے۔ بالوں کی ایک جڑ بھی سوکھی رہنے نہ پائے ورنہ غسل نہ ہوگا۔

اگر عورتوں میں سر کے بال گندھے ہوئے نہ ہوں تو سارے بال بھگونا اور سب بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے۔ ایک بال برابر بھی سوکھا رہ گیا اور ایک بال کی جڑ میں بھی پانی نہ پہنچا تو غسل نہ ہوگا اور اگر بال گندھے ہوئے ہوں تو بالوں کا بھگونا ضروری نہیں لیکن سب جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے۔ ایک جڑ بھی سوکھی نہ رہنے پائے اگر بے کھولے جڑوں میں پانی نہ پہنچ سکے تو بالوں کو کھول ڈالنا چاہیے اور پھر بالوں کو بھی پانی سے بھگونا چاہیے۔

عورتوں کے بدن پر جو زیور ایسے ہوتے ہیں جو اپنی جگہ پھنسے رہتے ہیں اور ان کے نیچے پانی نہ پہنچ سکے مثلاً بالیاں، چھلے، انگوٹھی اور کنگن وغیرہ۔ ان زیوروں کو خوب ہلا جلا کر ان کے نیچے پانی پہنچانا چاہیے تاکہ جسم کے تمام سوراخوں میں پانی پہنچ جائے۔ ہاں اگر یہ زیور اتنے ڈھیلے ہوں کہ بغیر ہلائے پانی پہنچ جانے کا یقین ہو تو پھر ان کا ہلانا ضروری اور واجب نہیں تاہم پھر بھی ان کو احتیاطاً ہلا لینا چاہیے۔

ان تمام مسائل سے مقصود یہ ہے کہ بدن میں بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہنی چاہیے۔ چنانچہ اگر سارے بدن پر پانی پڑ جائے کلی بھی کر لے اور ناک میں پانی بھی ڈال لے تو غسل ہو جائے گا خواہ غسل کی نیت کرے یا نہ کرے مثلاً کوئی شخص بارش کے پانی میں کھڑا ہو جائے یا حوض میں گر پڑے اور منہ ناک میں بھی پانی پہنچ جائے تو غسل ہو جائے گا۔

غسل کی سنتیں

غسل میں چار باتیں سنت ہیں:

۱۔ دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھونا۔

۲۔ غسل سے قبل شرمگاہ دھونا۔ خواہ کوئی نجاست لگی ہو یا نہ ہو۔

۳۔ پاؤں دھونے کے علاوہ وضو کرنا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۴۔ تین بار سر اور تمام بدن پر اس طرح پانی بہانا کہ پہلے تین بار سر پر پانی ڈالے پھر تین بار دائیں مونڈھے پر اور تین بار بائیں مونڈھے پر۔

غسل کے مستحبات

غسل میں یہ آٹھ چیزیں مستحب ہیں:

۱۔ ہاتھ دھوتے وقت بسم اللہ پڑھنی۔

۲۔ ناپاکی دور کرنے کی نیت کرنی۔

۳۔ نہاتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرنا۔

۴۔ ایسی جگہ نہانا جہاں کوئی نہ دیکھے۔

۵۔ غسل کرتے وقت باتیں نہ کرنا۔

۶۔ ضرورت سے زائد یا کم پانی صرف نہ کرنا۔

۷۔ غسل کے بعد کسی موٹے کپڑے سے بدن خشک کرنا۔

۸۔ تمام بدن پر پانی مل لینا تاکہ سب جگہ پانی اچھی طرح پہنچ جائے۔

متفرق یادداشتیں اور ہدایتیں

۱۔ غسل کرتے وقت اگر ایک بال بھی خشک رہ جائے تو پھر غسل کرنا ہوگا۔

۲۔ عورت کو غسل جنابت کے لئے بالوں کی مینڈھیاں کھولنے کی ضرورت نہیں صرف بالوں کی جڑیں تر کر لینا اور تین مرتبہ سر پر اچھی طرح پانی ڈال لینا کافی ہے۔

۳۔ دانتوں میں اگر گوشت کا ریشہ یا اور کوئی کھانا رہ جائے یا اور کوئی چیز رہ جائے جو پانی نہ پہنچنے دے تو غسل نہ ہوگا۔

۴۔ اگر کوئی شخص غسل کرتے وقت کلی کرنا بھول گیا اور نماز کے وقت تک اس کو یہ بات یاد نہیں آئی البتہ اس عرصہ میں پانی ضرور پیا ہے تو دوبارہ غسل کرنے کی ضرورت نہیں وہ پانی پی لینا ہی غسل کی بجائے ہوگا۔

۵۔ اگر کوئی بیماری کی وجہ سے سر پر پانی نہ ڈال سکے مثلاً سر میں کوئی زخم ہے اور پانی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ضرر دیتا ہو تو سر چھوڑ کر باقی سارا بدن دھو لے اور پھر تندرست ہونے کے بعد سر دھو لے۔

۶۔ کان اور ناف میں بھی اچھی طرح خیال کر کے پانی پہنچانا چاہئے اگر پانی نہ پہنچے گا غسل نہ ہوگا۔

۷۔ اگر بالوں میں ہاتھ پاؤں میں تیل لگا ہوا ہے کہ بدن پر پانی نہیں ٹھہر سکتا بلکہ پڑتے ہی ڈھلک جاتا ہے تو اس کا کچھ حرج نہیں۔ جب اپنی طرف سے تمام بدن پر پانی ڈال لیا جائے اور پانی پہنچائے بغیر ایک بال برابر بھی جگہ نہ رہنے دی تو بس غسل ہو گیا۔

۸۔ اگر ناخن میں آٹا یا اور کوئی سخت چیز لگی رہ جائے اور سوکھ جائے اور اس کے نیچے پانی نہ پہنچے تو غسل نہ ہوگا۔ اگر غسل کرنے کے بعد یہ بات یاد آئے تو آٹا چھڑا کر صرف پانی ڈال لے اور اگر اس طرح پانی پہنچانے سے قبل کوئی نماز پڑھ لی ہو تو اس کی قضا کرے۔

۹۔ اگر غسل کرنے کے بعد یاد آئے کہ فلاں جگہ خشک رہ گئی تو دوبارہ غسل کرنے کی ضرورت نہیں صرف اسی جگہ پر پانی بہالینا چاہئے۔

۱۰۔ عورت کو مسی کی دھڑی چھڑا کر غسل کرنا چاہئے ورنہ غسل نہ ہوگا اسی طرح اگر افشاں چنی ہو یا بالوں میں گوند لگا ہو جس کی وجہ سے بال اچھی طرح نہ بھیگ سکیں تو گوند اور افشاں وغیرہ کو چھڑا کر دھوڈالنا واجب ہے۔

۱۱۔ مرد کو غسل کرنے کے بعد جنبی عورت کے ساتھ سونا اور بدن لگانا جائز ہے۔

۱۲۔ جنبی سے مصافحہ کرنا درست ہے۔

۱۳۔ اگر حالت بیماری میں نہانے کی حاجت ہو اور نہانے سے بیماری بڑھنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر لینا چاہئے۔

آداب غسل

کھلے میدان میں اور آبادی میں نہانا حرام ہے۔ غسل خانہ میں یا کسی اوٹ اور پردہ کی جگہ نہانا چاہئے۔ اگر مرد جنبی ہو اور جگہ ایسی ہو کہ غسل کرنے میں مردوں سے بے پردگی ہوتی ہو اس طرح اگر عورت جنبی ہو اور غسل کرنے میں عورتوں سے بے پردگی ہوتی ہو تب بھی غسل کرنا لازم ہے تیمم جائز نہیں اگر صورت یہ ہو کہ مرد کی عورتوں سے اور عورت کی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مردوں سے بے پردگی ہوتی ہو تو غسل نہ کرنا چاہئے تیمم کرے۔ مگر یہ حکم اس وقت ہے جب کہ تاخیر کرنے میں نماز قضا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ ورنہ جائز نہیں۔

اگر تنہائی کی جگہ ہو جہاں کوئی نہ دیکھ سکے تو ننگے ہو کر نہانا بھی جائز ہے خواہ کھڑے ہو کر نہائے یا بیٹھ کر اختیار ہے۔

اگر پانی ٹھہرا ہوا ہو اور اسی سے غسل مطلوب ہو تو اس پانی کے اندر غسل نہ کرے بلکہ اس میں سے پانی لے کر الگ غسل کرے۔

جنبی کے لئے قرآن اور دیگر دینی کتب چھونے کے احکام

حیض و نفاس والی عورت اور جنبی مرد کو کلام مجید کا چھونا، پڑھنا اور مسجد میں جانا جائز نہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ ناپاک مرد و عورت قرآن پاک کی کوئی پوری آیت تلاوت نہیں کر سکتے البتہ ایک آیت سے کم اور فاتحہ کا مقصد دعا اور ان آیات کا جو دعا سے مشابہ ہوں دعا کی نیت سے پڑھنا جائز ہے۔

اگر کسی نے کوئی بری خبر سن کر اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرہ) کہا یا کوئی خوشخبری سن کر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا یا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حمد وثنا کی نیت سے پڑھی تو جائز ہے بشرطیکہ تلاوت قرآن کا قصد نہ ہو۔

تنبیہ

حائض، نفساء اور جنب کو قرآن کے ہجے اور بچوں کو حرفاً حرفاً پڑھانا مکروہ نہیں۔ ناپاک مرد و عورت کو قرآن کا لکھنا بھی جائز ہے ان تمام مسائل کا منشاء تعظیم قرآن ہے۔ یعنی قرآن کو حدث اکبر یا حدث اصغر کی صورت میں ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ محدث بھی قرآن کو نہیں چھو سکتا جبکہ قرآن پاک جزدان میں نہ ہو۔

مسئلہ: محدث (بے وضو) شخص کے لئے قرآن پاک کی تفسیر اور کتب فقہ کو چھونا مکروہ ہے البتہ اگر آستین سے پکڑ لیا جائے تو کچھ حرج نہیں اور محدث کو قرآن پاک کی تلاوت کرنا مکروہ نہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسئلہ: جنبی مرد وعورت کو مسجد میں جانا اور طواف کرنا جائز نہیں اور نہ وہ مسجد کو بطور راستہ عبور کرسکتا ہے۔

غسل کی بقیہ اقسام

فرض غسل کے بعد واجب غسل کا درجہ ہے اور واجب غسل صرف دو ہیں۔

۱۔ زندوں پر مردہ کو غسل دینا۔

۲۔ تمام بدن کا نجاست آلود ہو جانا یا اگر بدن کے کسی حصہ پر نجاست لگ جائے اور مکان نجاست معلوم نہ ہو تو سارے بدن کا غسل واجب ہے۔

سنت غسل پانچ ہیں:

۱۔ جمعہ کی نماز کے لئے۔

۲۔ عیدین کی نماز کے لئے۔

۳۔ احرام حج یا عمرہ کے لئے۔

۴۔ عرفات میں ٹھہرنے کے لئے۔

۵۔ اسلام میں داخل ہونے کے وقت۔

مستحب غسل بیس (۲۰) ہیں جو یہ ہیں:

۱۔ دیوانگی، غشی اور نشہ کی سرمستی دور ہونے کے بعد۔

۲۔ پچھنے لگوانے کے بعد۔

۳۔ شعبان کی پندرہ تاریخ کو۔

۴۔ نویں ذی الحجہ کی رات کو۔

۵۔ مقام مزدلفہ میں ٹھہرنے کے وقت۔

۶۔ ذی الحجہ میں قربانی کرنے کے وقت۔

۷۔ کنکریاں پھینکنے کے لئے منیٰ میں داخل ہونے کے وقت۔

۸۔ طواف زیارت کے لئے مکہ معظمہ میں داخل ہونے کے وقت۔

۹۔ شب قدر میں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۱۰۔ چاند اور سورج کے گرہن کے وقت۔

۱۱۔ طلب بارش کی دعا کے لئے۔

۱۲۔ کسی خوف کے وقت۔

۱۳۔ سخت آندھی آنے کے وقت۔

۱۴۔ کسی اور آفت ارضی وسماوی کے رفع کرنے کے لئے۔

۱۵۔ مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت۔

۱۶۔ نئے کپڑے پہنتے وقت۔

۱۷۔ مردہ نہلانے کے بعد۔

۱۸۔ مقتول کو غسل دینا۔

۱۹۔ سفر سے مراجعت کے وقت۔

۲۰۔ مستحاضہ عورت پر ہر نماز کے لئے۔

غسل کرنے کا مسنون طریقہ

یہاں پہلے وہ حدیث درج کر دینا ضروری اور مناسب ہے جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا اور کپڑے سے پردہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے پہلے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈال کر شرمگاہ کو دھویا اور دونوں پر پانی بہالیا اس کے بعد دونوں ہاتھ زمین پر رگڑ کر دھوئے اور نماز کی طرح وضو کر کے تمام جسم اطہر پر تین مرتبہ پانی بہایا اور پھر وہاں سے علیحدہ ہو کر دونوں پاؤں دھوئے۔

اب ہم غسل کا وہ طریقہ درج کرتے ہیں جس میں غسل کے تمام فرائض، سنتیں اور مستحبات آجاتے ہیں وہ طریقہ یہ ہے۔

غسل کرنے والے کو چاہئے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے غسل نہ کرے۔ اول پہنچوں تک دونوں ہاتھ بِسْمِ اللّٰہِ کہہ کر دھوئے پھر استنجا کرے خواہ بدن پر نجاست کا اثر ہو یا نہ ہو۔ پھر بدن پر جہاں نجاست لگی ہو اس کو دھوئے پھر وضو کرے۔ اگر کسی اونچے پتھر یا چوکی پر

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

غسل کر رہا ہے تو پاؤں بھی دھوئے اور اگر ایسی جگہ ہو کہ پاؤں نجاست آلود ہوتے ہوں تو پاؤں نہ دھوئے باقی تمام وضو کر کے تین مرتبہ سر پر پانی ڈالے پھر تین مرتبہ داہنے مونڈھے پر اور تین مرتبہ بائیں مونڈھے پر پھر اس غسل والی جگہ سے ہٹ کر پاک جگہ پاؤں دھوئے اور اگر مذکورہ بالا صورت میں وضو کرتے وقت شروع میں ہی پاؤں دھو لئے ہوں تو پھر فارغ ہونے کے بعد دوبارہ دھونے کی ضرورت نہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باب الحیض والنفاس

حیض ایک ایسا عام لفظ ہے جس کو عورت و مرد سب جانتے ہیں حیض کے متعلق کچھ احکام عورتوں سے متعلق ہیں اور کچھ مردوں سے جن کا نکاح ہو چکا ہے۔ یہاں ہم ان احکام و آداب کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

حیض کی تعریف

لغت عرب میں حیض اس خون کا نام ہے جو شرمگاہ سے نکلے چاہے وہ کسی صفت کا ہو اور اصطلاح شرح میں اس خاص خون کو کہتے ہیں جو بالغہ عورت کی شرمگاہ سے خارج ہو۔ حیض کے لئے فقہاء نے دو قیدیں لگائی ہیں اول یہ کہ عورت جوان ہو۔ دوسری تندرست ہو۔ پس جو خون جوان اور تندرست کے رحم سے خارج ہوتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا دو قیدوں سے فائدہ یہ حاصل ہوا کہ حیض کے حکم سے استحاضہ اور زخم کا خون خارج ہو گیا۔

نفاس و استحاضہ کی تعریف

عورت کو ولادت کے بعد جو خون آتا ہے اسے نفاس کہتے ہیں اس کے متعلق یہ دو باتیں یاد رکھنی چاہئیں کہ اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس روز کی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس مدت کے متعلق بھی وہی احکام ہیں جو حیض میں ہے۔ حیض کے معمولی اور عادی دنوں کے گزرنے کے بعد بھی اگر خون جاری رہے تو وہ بھی بیماری کا حکم رکھتا ہے اور اسے استحاضہ کہتے ہیں۔

شرع میں بارہ سال کی لڑکی جوان عورت کا حکم رکھتی ہے یعنی شریعت کی رو سے حد صغر ۱۲ سال ہے۔ پس اس عمر سے پہلے اگر کوئی لڑکی خون دیکھے تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔ اسی طرح سن یاس کے بعد خون جاری ہو وہ بھی استحاضہ ہے۔ سن یاس عورت کی اس عمر کو کہتے ہیں جب حیض آنے بند ہو جائیں۔ پس اگر کوئی کم سن بچی یا حاملہ عورت قبل ولادت

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور یا پچاس ساٹھ برس کی بوڑھی عورت خون دیکھے تو تینوں حالتوں میں وہ حیض کا خون نہ ہوگا بلکہ خون استحاضہ سمجھا جائے گا۔

خون حیض اور خون استحاضہ کی شناخت کی صورت یہ ہے کہ اگر خون سے بدبو آئے تو وہ خون حیض ہے اور اگر اس میں بدبو نہ ہو تو وہ خون استحاضہ ہے۔

مدت حیض

حیض کی اقل مدت تین شبانہ روز ہے یعنی تین دن اور تین رات اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔ اس بناء پر یہ قاعدہ ہے کہ اگر عورت تین دن سے کم خون دیکھے تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔ چونکہ حیض دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا اس لئے اس مدت کے بعد بھی اگر عورت خون دیکھے تو وہ بھی استحاضہ ہے یعنی جو خون تین دن اور دس دن کے علاوہ ہو وہ خون استحاضہ ہے

خون حیض چھ رنگ کے ہوتے ہیں۔ اول سیاہ، دوم سرخ، سوم زرد، چہارم سبز، پنجم گدلا اور ششم خاکی۔ جب تک عورت سفیدی نہ دیکھے اس وقت تک خون حیض ہی سمجھے۔ صاحب ہدایہ نے خون کا رنگ دیکھنے کا یہ طریقہ بیان کیا ہے کہ اگر خون آلود کپڑا خشک ہونے کے بعد مذکورہ بالا چھ رنگ دے تو وہ خون حیض ہے اگر خشک ہونے کے بعد سفید ہو جائے تو وہ خون نہیں۔

حیض والی عورت کے لئے سات چیزیں حرام ہیں

وہ مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ نماز پڑھنی ۲۔ روزہ رکھنا
۳۔ طواف کعبہ کرنا۔ ۴۔ قرآن شریف پڑھنا۔
۵۔ قرآن شریف چھونا۔ ۶۔ مسجد میں جانا
۷۔ جماع کرنا۔

حیض نماز کو ساقط کر دیتا ہے اور اس کی قضا بھی نہیں پڑتی۔ اسی طرح روزہ کو بھی ساقط کر دیتا ہے مگر روزوں کی قضا دینی پڑتی ہے اس کی وجہ کفایہ شعبی نے یہ بیان کی ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا دونوں نے اس جہان میں نزول اجلال فرمایا تو اس وقت حضرت حوا رضی اللہ عنہا نماز کی حالت میں تھیں تو آپ نے اچانک پہلی مرتبہ خون حیض دیکھا جو بہشت میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ آپ نے حضرت آدم علیہ السلام سے نماز کی بابت دریافت کیا کہ میں نماز ادا کروں یا نہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ عزاسمہ سے۔ فرمان ہوا کہ وہ نماز نہ گزاریں۔ اس کے پندرہ روز بعد حضرت حوا رضی اللہ عنہا نے روزہ کی حالت میں خون حیض دیکھا اس کے متعلق بھی حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا کہ میں روزہ رکھوں یا نہیں؟ آپ نے اپنے قیاس سے حکم دیا کہ روزہ بھی نہ رکھو۔ جس وقت حضرت حوا رضی اللہ عنہا حیض سے پاک ہوئیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمان رب العزت پہنچایا کہ حوا رضی اللہ عنہا سے کہو کہ وہ روزہ کی قضا رکھے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس پر مناجات کی خداوند! نماز میں تو قضا کا حکم نہ ہوا اور روزہ میں قضا کا حکم ہوا اس کی کیا وجہ؟ فرمان الٰہی ہوا کہ نماز نہ پڑھنے کا حکم میں نے دیا تھا اس لئے اس کی قضا بھی معاف ہوئی اور روزہ نہ رکھنے کا حکم تو نے اپنے قیاس سے دیا تھا اس لئے اس کی قضا لازم رکھنی آئی۔

فتاویٰ حجت میں ہے کہ حیض والی عورت کے لئے مستحب ہے کہ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کر کے تسبیح کہہ لیا کرے تا کہ نماز کی عادت میں سستی و غفلت نہ آنے پائے۔

پیغمبر خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ جو حیض والی عورت ہر نماز کے وقت وضو کر کے ۶۰ بار استغفر اللہ کہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہزار رکعت کا ثواب دیتا ہے، ساٹھ ہزار گناہ بخش دیتا ہے اور سات درجے بہشت میں بلند کرتا ہے اور جو عورت حیض سے پاک ہو کر اور غسل کر کے دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ الحمد شریف ایک بار اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ تین بار ہر رکعت میں تو اس کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے اور آئندہ حیض تک ہونے والے گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ضروری مسائل

اگر عورت نے پاکی کی حالت میں نماز شروع کی یا روزہ رکھا اور پھر درمیان میں حیض شروع ہو گیا تو اگر روزہ و نماز نفل ہے تو دونوں کی قضا لازم ہے اور اگر روزہ و نماز فرض ہیں تو اس روزہ کی قضا لازم ہو گی مگر نماز کی قضا لازم نہ ہو گی۔ اس مسئلہ کی بنا یہ ہے کہ ہر نفل کو شروع کرنے کے بعد اس کی تکمیل واجب ہو جاتی ہے لہٰذا صورت مذکورہ میں نفل کا ادا کرنا انقطاع حیض کے بعد واجب ہو گیا کیونکہ یہ بات خود اس نے اپنے ذمے لی ہے۔

رہی یہ بات کہ فرض نماز کی قضا نہیں ہے مگر فرض روزہ کی قضا لازم ہے۔ سو اس کی ایک نقلی وجہ تو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور عقلی وجہ جو بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ اسلام ایک آسان مذہب ہے وہ ہر مشکل امر میں آسانی پیدا کرتا ہے۔ اسلام کے اس قاعدہ کے مطابق اگر شریعت فرض نمازوں کی قضا کا حکم دیتی تو عورتیں ایک مشکل میں پڑ جائیں برخلاف اس کے روزوں کی قضا دینے میں چنداں تکلیف نہیں۔ کیونکہ مدت حیض زیادہ سے زیادہ دس دن ہوتی ہے اس لئے سال بھر میں حیض کی وجہ سے اگر روزے قضا ہو سکتے ہیں تو زیادہ سے زیادہ صرف دس اور سال بھر میں دس روزوں کی قضا رکھ لینا کوئی مشکل بات نہیں اور نماز روزانہ پانچ وقت فرض ہے اس لئے ہر ماہ کی پچاس اور سال بھر کی چھ سو نمازیں ہوتی ہیں ایسی صورت میں ہر ماہ پچاس نمازوں کی قضا سخت دشوار ہے اس لئے نماز کی قضا معاف ہوئی۔

طہر متخلل

مدت حیض میں جو پاکی دو خون کے درمیان ہے وہ پاکی بھی خون ہی کا حکم رکھتی ہے اور اس پاکی کی کم سے کم مدت پندرہ شبانہ روز ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ پس اگر کوئی عورت دس دن سے زیادہ خون دیکھے اور اس کی عادت قدیم دس دن سے کم تھی تو اس کے حیض کی مقدار اس کی عادت قدیم کے مطابق ہوگی اور اس کے علاوہ جو خون ہوگا وہ استحاضہ سمجھا جائے گا۔ مثلاً ایک عورت کی عادت آٹھ یوم تھی اور کبھی اتفاقاً دس دن تک خون دیکھا تو اس صورت میں آٹھ یوم حیض کے شمار ہوں گے اور دو دن استحاضہ کے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسئلہ: اگر عورت پیچھے کی جانب خون دیکھے تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے اسی طرح اگر حاملہ عوت حالت حمل میں خون دیکھے اور یا پیدائش سے قبل یا بعد دیکھے تو وہ خون بھی حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے اگر چہ تین روز تک دیکھے۔ (سراجی، کبیر)

مسئلہ: کسی عورت کے مردہ لڑکا پیدا ہوا اور اس کے ہاتھ، کان، ناک واعضاء وغیرہ بھی ہوں تو وہ فرزند زندہ کے حکم میں ہوگا اور اگر لڑکی ہو تو وہ ام ولد ہوگی جس کا فروخت کرنا جائز نہ ہوگا۔ اور وہ خون نفاس ہوگا اور اول نفاس کی کوئی حد نہیں بعض عورتیں ایک روز میں پاک ہو جاتی ہیں اور بعض دو تین دن میں۔ خون نفاس سے پاک ہونے کے بعد نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا چاہیے۔ اگر چالیس دن اور چند روز خون دیکھا اور اس کی عادت قدیم چالیس یوم سے کم تھی تو عادت قدیم کے مطابق اتنے دن نفاس کے ہوں گے اور اس سے زائد استحاضہ کے اور اگر عورت کی عادت قدیم کچھ نہ تھی اول بار خون نفاس کی مدت چالیس یوم ہوگی اور چالیس یوم سے زیادہ جو دن ہوں گے وہ استحاضہ کے ہوں گے۔

یہاں یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے جو باتیں حیض والی عورت کے لئے جائز نہیں وہی نفاس والی عورت کے لئے بھی جائز نہیں۔

مسئلہ: ایک عورت کو اول مرتبہ دو دن خون آ کر بند ہو گیا پھر چھٹے دن آیا بیچ میں چار دن پاک رہی تو اس عورت کے آٹھ دن حیض کے شمار ہوں گے۔ کیونکہ یہ عام قاعدہ ہے کہ جو طہر دو خونوں کے درمیان عشرہ حیض کے اندر ہو وہ پاکی نہیں ہے بلکہ حیض میں داخل ہے خواہ یہ پاکی کی عادت والی عورت ہو یا بالکل ابتدائی عورت کو۔

مسئلہ: اگر ایک عورت کو کوئی خاص عادت ہو اور اس کے مطابق حیض آتا ہو مگر ایک مہینہ میں اس عادت کے خلاف خون آ جائے مثلاً پانچ دن کی عادت تھی اور ایک بار چھ سات یوم ہو گیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس کی عادت بدل گئی ہے اور دس دن تک یہ تمام حیض کے شمار ہوں گے۔

قاعدہ: ہر عورت کو یاد رکھنا چاہیے کہ حیض کی مدت زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔ سو جو خون دس یوم سے متجاوز ہو تو عادت کے ایام منہا کر کے زائد ایام استحاضہ کے سمجھنے چاہییں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور اگر عورت کی کوئی عادت ہی نہ ہو تو پھر دس دن حیض کے شمار ہوں گے اور باقی زائد دن استحاضہ کے۔

تنبیہ: استحاضہ کے ایام میں نماز و روزہ وغیرہ سب کچھ ادا کرنا لازم ہے۔

مسئلہ: اگر مستحاضہ عورت جس کو عرصہ سے خون جاری ہے اپنے حیض کے دنوں کو بھول جائے تو گمان غالب پر عمل کرے۔ یعنی جن دنوں کو طہر خیال کرے ان میں نماز و روزہ سب کچھ ادا کرے اور جن کو ایام حیض یقین کرے ان میں نماز و روزہ سب کچھ ترک کر دے۔

حائضہ عورت کو تفسیر، حدیث، اور فقہ کی کتابیں چھونا یا اس تختی یا تعویز کو ہاتھ لگانا جس پر کوئی آیت قرآنی لکھی ہو نا جائز ہے ہاں قبرستان اور عیدگاہ میں جانا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر عورت معلمہ ہو تو بچوں کو قرآن کی تعلیم اس طرح دے کہ ایک ایک کلمہ پڑھائے اور دو کلموں کے درمیان توقف کرے۔ پوری آیتوں کا رواں پڑھانا درست نہیں البتہ ہجا پڑھانا جائز ہے۔ تسبیح و تہلیل اور بسم اللہ پڑھنی بھی جائز ہے۔

ہدایت

حائضہ اور جنبی کو قرآن پاک کا چھونا جائز نہیں ہاں قرآن کو ایسے غلاف اور جلد کے ساتھ چھونا جو قرآن سے علیحدہ ہو ساتھ سیا ہوا نہ ہو جائز ہے اور اگر غلاف یا جلد قرآن سے چسپاں اور ساتھ سی ہوئی ہو تو ناجائز ہے۔

حائضہ سے جماع اور استمتاع کا حکم

عرب والے حائضہ عورت کے ساتھ نہایت ہی نفرت و حقارت کا برتاؤ کرتے تھے نہ ان کے ساتھ کھاتے پیتے تھے اور نہ سکونت رکھتے تھے۔ یہی وطیرہ یہودیوں اور مجوسیوں کا تھا۔ اس پر ثابت بن الدحداح رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ شاید جاڑوں کے دن ہیں اور ہمارے پاس کپڑوں کی قلت ہے کیا ہم ایک کپڑے میں اپنی عورتوں کے ساتھ سو سکتے ہیں؟

اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ

وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الْمَحِيْضِ ۙ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ (البقرۃ)

"اور آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں ان سے کہہ دو کہ وہ ناپاکی ہے پس عورتوں سے حیض میں الگ رہو اور ان کے نزدیک نہ جاؤ جب تک وہ پاک نہ ہولیں اور جب وہ پاک ہو جائیں تو پھر آؤ ان کے پاس جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ زیادہ توبہ کرنے والوں اور پاک لوگوں کو دوست رکھتا ہے"۔

یعنی تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم حائضہ عورتوں سے مجامعت نہ کیا کرو اور یہ حکم نہیں دیا جاتا کہ ان کو گھروں سے نکال دیا کرو۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ جب یہود حالت حیض میں اپنی عورتوں سے غایت نفرت کا اظہار کرتے تھے یہاں تک کہ ان سے کلام نہ کرتے تھے اور نہ ان کی طرف نظر کرتے تھے اور نصاریٰ برعکس اس کے حالت حیض میں حد سے زیادہ اختلاط کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان سے زبردستی وطی کرتے تھے اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ مسلمانوں کو افراط و تفریط سے روکا اور ایک معتدل حکم دے دیا یعنی حیض ایک ناپاکی ہے اس حالت میں اپنی عورتوں سے نفرت و کراہت کا اظہار تو نہ کرو بلکہ جماع سے الگ رہو اور اس اجتناب میں بڑی بڑی طبی مصلحتیں مضمر ہیں وہ یہ کہ حالت حیض میں جماع کرنے سے بڑی بڑی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ حالت حیض میں جماع کرنے سے اسلام نے اس قدر شدید اور تاکید کے ساتھ روکا ہے کہ اس گناہ کو کبیرہ ٹھہرا دیا اور ساتھ ہی اس کو ایک ناقابل معافی جرم ٹھہرایا ہے۔ اگر کوئی شخص حائضہ عورت سے جماع کرے تو اس کو توبہ و استغفار کرنی چاہئے اور اگر صاحب استطاعت ہے تو صدقہ بھی دے جس کی مقدار ساڑھے چار تولہ سونا ہے۔ صدقہ کا حکم اس وقت ہے جب کہ ایسی حالت میں جماع کیا کہ خون سرخ آرہا تھا اور اگر اس حالت میں جماع کرے کہ خون کا رنگ زرد ہو گیا ہو تو پھر سوا دو ماشہ سونا خیرات کرنا چاہئے تاکہ اس گناہ کا کفارہ ہو جائے باقی رہا عورت کا سوال تو اس پر اس فعل کے ارتکاب کا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کوئی جرم نہیں سارا وبال مرد پر عائد ہوتا ہے۔

تنبیہ

زاہدی فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے امر و نہی دونوں کو نہایت ہی تاکید و تجدید کے ساتھ جمع کیا ہے۔ بخلاف باقی احکام کے اس بناء پر فقہا نے فتویٰ دیا ہے جو شخص حالت حیض میں جماع کرنے کو حلال جانے وہ کافر ہے۔

الغرض حالت حیض میں جماع کرنا تو بہت بڑا گناہ ہے جیسا کہ اوپر بتلا دیا گیا باقی رہا اختلاط و استمتاع کا سوال سو اس کے متعلق حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں تک عورت سے لذت حاصل کرنا منع ہے اس حصہ کے علاوہ جس حصہ سے چاہے حظ و لطف حاصل کر سکتا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خاص شرمگاہ سے لذت حاصل کرنا منع ہے مگر فتویٰ اوپر والے قول پر ہے۔

مسئلہ: اگر عورت دس دن میں پاک ہوئی تو قبل از غسل بھی اس سے صحبت کرنا جائز ہے اور اگر دس دن سے کم ایام میں حیض منقطع ہو گیا تو دس روز گزرنے کا انتظار کرنا چاہیے۔ یا کم از کم نماز کا پورا وقت گزر جانا چاہیے کیونکہ ایسی عورت پر نماز بھی اس وقت فرض ہوتی ہے جب کہ نماز کے آخر وقت کا اتنا زمانہ موجود ہو۔

اگر کسی عورت کا حیض عادت مقررہ سے کم مدت میں منقطع ہو گیا تو غسل میں تاخیر کرنا واجب ہے مثلاً ایک عورت کی پانچ دن کی عادت مقرر تھی اور چار دن میں حیض منقطع ہو گیا تو ایک دن غسل میں تاخیر کرنی واجب ہے۔

نفاس کے خاص احکام و مسائل

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ نفاس والی عورت کے احکام و مسائل تقریباً وہی ہیں جو حیض والی عورت کے ہیں لیکن یہاں ہم نفاس کے متعلق خاص احکام و مسائل بیان کرتے ہیں یعنی جو نفاس والی عورت کے ساتھ مخصوص ہیں۔

ا۔ اگر کسی عورت کا بچہ پیٹ چاک کر کے نکالا گیا ایسی حالت میں اگر رحم سے خون

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جاری ہوتو اس پر نفاس کا حکم ہوگا ورنہ نفاس کا حکم نہ ہوگا۔ نماز وروزہ واجب الادانہ ہوگا۔

۲۔ اگر کسی حاملہ کا بچہ نصف سے کم نکل کر رہ گا اور نماز کا وقت قریب الاختتام ہے تو چونکہ خون جاری نہیں ہوا ہے اس لئے نفاس کا حکم نہ ہوگا اور اس وقت کی نماز اشارہ سے ادا کرنی ہوگی۔ ہاں نصف سے زائد بچہ خارج ہوگیا اور خون بھی جاری ہوگیا تو پھر نفاس کا حکم ہوگا اور نماز معاف ہوجائے گی۔

۳۔ جڑواں بچوں کی ماں کا نفاس اول بچہ کی ولادت سے معتبر ہے اگر دو بچوں کی ولادت کے درمیان چھ ماہ سے کم کا فاصلہ ہوتو جڑواں سمجھے جائیں گے اور چھ ماہ یا اس سے زائد فاصلہ ہوتو دو حمل قرار دیے جائیں گے۔

اسقاط کا حکم

اگر اسقاط ایسی حالت میں ہوا ہو کہ ظہور اسفاء ہو چکا ہے یعنی چار ماہ کا حمل ہوگیا ہے تو ایسے اسقاط کے بعد جو خون جاری ہوگا وہ نفاس کا خون سمجھا جائے گا اور اگر اسقاط چار ماہ سے قبل ہوگا تو وہ خون حیض ہے بشرطیکہ پندرہ دن طہر کے گزرنے کے بعد تین دن خون جاری رہا ہو اگر تین دن خون جاری نہیں رہا یا تین دن جاری رہا لیکن پندرہ دن طہر کے پہلے نہیں گزرے تو یہ استحاضہ ہے۔

اگر اسقاط حمل ہوکر خون جاری ہوگیا مگر یہ معلوم نہیں کہ بعض اعضاء کی خلقت کا ظہور ہوگیا یا نہیں مثلاً اندھیرے میں گر پڑا اور پھینک دیا گیا یا عورت حمل کے دنوں کو بھول گئی تو عورت پر لازم ہے کہ جو دن اس کے یقینی حیض کے ہوں خواہ پانچ یا سات یا دس وغیرہ تو ان میں نماز ترک کرے اور باقی ایام کو استحاضہ کے ایام خیال کر کے نماز ترک نہ کرے۔

معذور کے احکام

شریعت میں معذور وہ شخص سمجھا جاتا ہے جس کا عذر ایک نماز کے پورے وقت میں برابر قائم رہے اور وہ شخص اس عذر کے روکنے اور دفع کرنے میں بے قابو ہو مثلاً نکسیر جاری ہو یا خون استحاضہ جاری ہو یا ریح یا پیشاب کسی حصہ بدن سے اور یہ عذر نماز کے پورے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پورے وقت میں برابر قائم رہے اور اس کو روکنے پر قابو بھی نہ ہو تو ایسا شخص شرعاً معذور ہے۔
معذور کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرے یعنی معذور شخص ایک وضو سے کئی نمازیں نہیں پڑھ سکتا۔ ہاں ایک وضو سے اسی وقت کی فرض واجب اور نفل نمازیں ادا کر سکتا ہے جب تک یہ وقت ختم نہ ہو جائے گا یا کوئی دوسرا حدث نہ ہو جائے گا معذور کا وضو نہ ٹوٹے گا۔ مثلاً ایک مستحاضہ عورت نے ظہر کے وقت وضو کیا تو اسی وضو سے ابتدائے عصر تک جو کچھ چاہے پڑھ سکتی ہے وضو ٹوٹنے کی صرف دو شکلیں ہیں یا تو عصر کا وقت شروع ہو جائے یا کوئی دوسرا حدث ہو جائے۔ مثلاً پیشاب آجائے یا ریح خارج ہو جائے اور اگر کسی کا عذر درمیان وقت میں اتنی دیر کے لئے جاتا رہتا ہو کہ وضو کر کے اس وقت کی نماز نہ پڑھ سکے تو اس کا وضو بھی ٹوٹ جائے گا ہاں اگر اس سے کم وقت کے لئے عذر جاتا رہے تو وہ معذور ہی سمجھا جائے گا۔
اگر معذور کی حالت ایسی ہو کہ کپڑے دھو کر نماز کے لیے کھڑا ہوا اور نماز سے فارغ ہونے سے قبل پھر کپڑے نجس ہو جائیں تو ایسے شخص کو کپڑے پاک کرنے کی ضرورت نہیں انہی ناپاک کپڑوں سے نماز پڑھ لے اگر اس حالت تک نوبت نہ پہنچے تو پھر کپڑے دھونے واجب ہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باب التیمم

فصل اول

ابتدائے شریعت تیمم

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے نماز سے پہلے وضو کا حکم دیا ہے اور غسل کی حالت میں غسل کا حکم۔ لیکن ساتھ ہی یہ ارشاد بھی ہے۔

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ (النساء)

"یعنی اگر پانی نہ پاؤ تو صاف ستھری مٹی لے کر اس سے تیمم کر لو"۔

فَلَمْ تَجِدُوْا سے مطلب یہ ہے کہ یا تو فی الواقع پانی میسر نہ ہو یا ہو تو سہی لیکن وضو غسل کی صورت میں احتمال مرض ہو۔ ان دونوں صورتوں میں پاک وصاف مٹی سے تیمم کر لینا چاہئے۔

تیمم کتاب وسنت اور اجماع امت تینوں سے ثابت ہے اور اس امت کے خصائص میں سے ہے۔ اس کی ابتدائے شریعت اس طرح ہے کہ ایک غزوہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گلے کا ہار گم ہو گیا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش وجستجو کے لئے توقف کیا۔ اتنے میں نماز کا وقت آ گیا اور مسلمانوں کے پاس پانی بھی نہ تھا کہ وضو کر کے نماز پڑھ لیتے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ناراض ہوئے اور فرمایا تمہاری وجہ سے لوگ رکے ہوئے ہیں اور یہاں پانی بھی میسر نہیں۔ اس وقت آیت تیمم نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے تیمم کرنے کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابو بکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے آپ کی برکت سے تمام مسلمانوں پر یہ آسانی ہوئی۔ (63)

آیت تیمم نازل ہونے کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر زمین پر تیمم کر کے نماز پڑھتے تھے

63۔ مدارج النبوۃ، باب دہم در انواع عبادات، 345/1، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خواہ پتھر ہو یا رنگ یا خاک، خاک وریگ میں کوئی فرق وامتیاز نہ کرتے تھے۔ لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تیمم صرف خاک کے ساتھ مخصوص ہے اس کے بغیر درست نہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ خاک وریگ دونوں کو تیمم کے لئے مخصوص کرتے ہیں اور اس بارے میں مذہب حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے کہ جنس زمین سے جو چیز بھی ہو اس سے تیمم جائز ہے۔ مثلاً خاک، ریگ اور سنگ وغیرہ اور جنس ارض سے مراد وہ چیز ہے جو آگ سے نہ پگھل سکے اور نہ خاکستر ہو سکے۔ چنانچہ حدیث ابی امامہ میں لفظ ''ارض'' اور حدیث ابوحذیفہ میں ''تربت'' وتراب کالفظ آیا ہے۔

احناف کے نزدیک تیمم وضو کا حکم رکھتا ہے یعنی وضو کی طرح ایک تیمم سے کئی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں۔ چنانچہ سفر السعادۃ کہتے ہیں کہ میں نے کسی صحیح حدیث میں یہ بات نہیں دیکھی کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر فریضہ کے لئے جدید تیمم کیا ہو۔

تیمم کس طرح کرنا چاہئے؟

خود اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت میں اس کا طریقہ بتلا دیا ہے اور سنت صحیحہ سے بھی یونہی ثابت ہے کہ پہلے دونوں ہاتھ پاک مٹی پر مار کر پورے چہرہ کا مسح کرے جتنے حصہ کا وضو میں دھونا فرض ہے اس جگہ کا کوئی حصہ ایسا باقی نہ رہے کہ اس کا مسح نہ ہو ورنہ تیمم نہ ہوگا۔ پھر دوسری مرتبہ ہاتھ مار کر بائیں ہاتھ کی تین انگلیاں اور ہتھیلی کا کچھ حصہ دائیں ہاتھ کی چھنگلی کے پورے کے نیچے رکھ کر سیدھے ہاتھ کے بیرونی حصہ پر کھینچتا ہوا کہنیوں تک لے جائے۔ پھر بائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور انگوٹھا اور ہتھیلی کا بقیہ حصہ سیدھے ہاتھ کی کہنی کے اندرونی حصہ سے کھینچتا ہوا انگلیوں کے سرے تک پہنچائے اور پھر بائیں ہاتھ کا بھی اسی طرح مسح کرے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فصل دوم

فرائض وسنن وتیمّم

تیمّم کی تعریف

تیمم شرعاً اس قصد کو کہتے ہیں جو پاک مٹی وغیرہ سے طہارت حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا ہے اور اس کے لغوی معنی مطلق قصد کے ہیں اور شرعاً پاک مٹی سے طہارت حاصل کرنے کا قصد کرنے کو تیمّم کہتے ہیں۔

تیمم کے ارکان یعنی فرائض تین ہیں۔

۱۔ضرب لگا کر منہ کا مسح کرنا۔

۲۔دوسری ضرب لگا کر ہاتھوں پر کہنیوں سمیت مسح کرنا۔

۳۔کل اعضاء مقررہ کا اس طرح مسح کرنا کہ مسح سے ایک بال برابر بھی جگہ خالی نہ رہے۔

اس بارہ میں اختلاف ہے کہ تیمّم کے لئے دو ضربیں ہیں یا صرف ایک ضرب۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تیمّم دو ضربہ ہے ایک ضرب منہ کے لئے اور دوسری ضرب کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لئے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے۔

اَلتَّیَمُّمُ ضَرْبَتَانِ۔ ضَرْبَۃٌ لِلْوَجْہِ وَضَرْبَۃٌ لِلذِّرَاعَیْنِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ۔(64)

”تیمّم دو ضربیں ہیں ایک ضرب چہرے کے لئے اور ایک ضرب ہاتھوں کے لئے“۔

تیمّم کی نیت

تیمّم کی نیت کرنا فرض ہے۔ پس اگر کوئی جنابت والا اپنی جنابت دور کرنے اور معذور نماز پڑھنے کے لئے تیمّم کرنا چاہے تو اس کو یوں نیت کرنی چاہئے۔

64۔مدارج النبوۃ، باب در انواع عبادات، 345/1، مطبوعہ لکھنؤ۔

مستدرک حاکم، کتاب الطہارۃ، 287/1 (634)، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نَوَیْتُ اَنْ اَتَیَمَّمَ لِرَفْعِ الْجَنَابَۃِ وَاسْتِبَاحَۃِ الصَّلٰوۃِ۔

"یعنی نیت کرتا ہوں میں تیمم کرنے کے واسطے دور کرنے جنابت اور جائز ہونے نماز کے"۔

اگر مسجد میں داخل ہونے کے لئے تیمم کرے تو اس کی نیت یوں کرے۔

اَتَیَمَّمُ لِدُخُوْلِ الْمَسْجِدِ۔

"یعنی میں مسجد میں داخل ہونے کے لئے تیمم کی نیت کرتا ہوں"۔

اگر قرآن کو ہاتھ لگانے کے لئے تیمم کرنا چاہے تو یوں نیت کرے۔

نَوَیْتُ اَنْ اَتَیَمَّمَ لِمَسِّ الْقُرْآنِ۔

"یعنی میں قرآن پاک چھونے کے لئے تیمم کی نیت کرتا ہوں"۔

اگر بے وضو آدمی حدث دور کرنے اور نماز پڑھنے کے لئے تیمم کرنا چاہے تو اس کی یوں نیت کرے۔

نَوَیْتُ اَنْ اَتَیَمَّمَ لِرَفْعِ الْحَدَثِ وَاسْتِبَاحَۃِ الصَّلٰوۃِ۔

"یعنی میں حدث دور کرنے اور نماز کے مباح ہونے کیلئے تیمم کی نیت کرتا ہوں"۔

یہی ضروری نہیں کہ عربی کی مذکورہ بالا نیتیں ہی کی جائیں بلکہ اگر اردو زبان میں مذکورہ بالا مفاہیم کو سامنے رکھا جائے تب بھی نیت ہو جاتی ہے۔

تیمم کی سنتیں

تیمم کی سنتیں آٹھ ہیں:

۱۔ کف دست کو پاک مٹی پر مارنا۔

۲۔ ہتھیلیوں کو مٹی پر مار کر اپنی طرف کھینچنا۔

۳۔ اس کے بعد ہتھیلیوں کو ذرا پیچھے ہٹانا۔

۴۔ ہاتھوں کو جھاڑنا۔

۵۔ بسم اللہ کہنی۔

۶۔ مٹی پر ہاتھ مارتے وقت انگلیوں کا کشادہ کرنا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۷۔ترتیب کو ملحوظ رکھنا۔یعنی اول منہ پر مسح کرنا اور پھر ہاتھوں پر۔

۸۔پے در پے مسح کرنا۔بیچ میں توقف نہ کرنا۔

کن چیزوں پر تیمم جائز ہے؟

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ جو چیز زمین کی جنس ہے اس پر تیمم جائز ہے پس اگر مٹی، چونہ، گیرو، ملتانی مٹی، سرمہ، ہڑتال، گندھک، یاقوت، زمرد، عقیق، فیروزہ، سیندھا نمک اور معمولی نمک وغیرہ تمام چیزوں پر تیمم جائز ہے۔

کن اشخاص کو تیمم کرنا جائز ہے؟

یا یوں سمجھو کہ مذکورہ ذیل صورتوں میں تیمم کرنا جائز ہے۔

ا۔پانی سے ایک میل دور ہو، آس پاس کہیں بھی پانی نہ مل سکے یا پانی تو ملے مگر وضو کے لئے کافی نہ ہو۔تو ان صورتوں میں تیمم کر لینا جائز ہے مگر یاد رہے کہ شرعی میل چار ہزار گز کا ہوتا ہے اور پانی کی اتنی دوری مسافر کے سامنے کے رخ سے معتبر ہے یعنی جدھر مسافر جانا چاہتا ہے اس سمت میں پانی ایک میل تک نہ مل سکتا ہو۔باقی دائیں بائیں کی دوری معتبر نہیں خواہ میل سے کم ہو یا زائد۔

۲۔پانی کے استعمال سے بیماری بڑھ جانے کا خوف ہو یا سخت جاڑوں کی وجہ سے بیماری پیدا ہو جانے کا یقین ہو تو ان دونوں صورتوں میں تیمم کر لینا جائز ہے مگر یاد رہے اس اجازت سے اسی وقت فائدہ اٹھانا چاہئے جب کہ بیماری بڑھنے یا پیدا ہونے کا خوف یقینی ہو اس میں تساہل و سہل انگاری کا دخل نہ ہو۔

۳۔ایسی عورت جس کو خوف ہے کہ اگر میں پانی لینے جاؤں گی تو کوئی بدچلن آدمی میری بے عصمتی کرے گا تو اس کو حفظ عصمت کے لئے تیمم کر لینا چاہئے۔

۴۔ایک شخص مفلس ہے اور اس کو خوف ہے اگر میں پانی لینے جاؤں گا تو قرض خواہ مجھے قید کرے گا تو ایسی حالت میں بھی تیمم کر لینا چاہئے۔

۵۔پانی ایسی جگہ ہے کہ وہاں کوئی سانپ، بھیڑیا اور شیر وغیرہ درندہ یا اور کوئی جان لیوا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دشمن ہو اور جان کا خوف ہو تو اس صورت میں بھی تیمم کر لینا جائز ہے۔

۶۔ اگر نجاست حقیقی بدن کے کپڑے پر اتنی لگی ہوئی ہے جو نماز کے مانع ہے یعنی اس کی موجودگی میں نماز نہیں پڑھ سکتا اور پانی صرف اتنا ہے کہ یا تو وضو کرے یا نجاست دھو ڈالے تو اس صورت میں بدن اور کپڑے کو دھو ڈالنا چاہئے اور وضو کی جگہ تیمم کر لینا چاہئے۔

۷۔ اگر خود یا کوئی دوسرا آدمی سخت پیاسا ہو اور پانی اتنا نہ ملتا ہو کہ پیاس بھی بجھا لے اور وضو بھی کرے تو اس صورت میں بھی تیمم کر لینا چاہئے۔

تشریحات

اوپر لکھا گیا ہے کہ اگر بدچلن آدمی یا قرض خواہ کا خوف ہو تو تیمم کر لینا چاہئے اس صورت میں اگر خود بخود خوف پیدا ہوا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو خوف کے رفع ہونے کے بعد اس نماز کو دوبارہ پڑھنا چاہئے اور اگر بدچلن اور قرض خواہ کے خوف دلانے سے خوف پیدا ہوا تھا تو اس حالت میں خوف رفع ہونے کے بعد دوبارہ نماز پڑھنا ضروری نہیں۔

اگر جنازہ کی نماز فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو اور یہ شخص میت کا ولی بھی نہ ہو کہ نماز جنازہ میں تاخیر کرا سکے تو باوجود پانی ہونے کے تیمم کر کے جنازہ پڑھ لینا جائز ہے خواہ وہ بیمار ہو یا تندرست اور خواہ جنبی ہو یا حائضہ۔ اسی طرح کسوف و خسوف اور عیدین کی نمازوں کے فوت ہو جانے کے اندیشہ کی حالت میں بھی باوجود پانی موجود ہونے کے تیمم کر کے نماز پڑھ لینا جائز ہے اس بارے میں اصول یہ ہے کہ ایسی نماز جن کے فوت ہو جانے کے بعد نہ ان کی قضا ہو اور نہ ان کے قائم مقام دوسری نماز ہو سکتی ہو تو ایسی نمازوں کے لئے باوجود پانی اور تندرستی کے تیمم کر کے نماز پڑھ لینا جائز ہے مثلاً عیدین کی نمازیں کہ نہ ان کی قضا ہے اور نہ ان کی قائم مقام دوسری نمازیں اس لئے ان کے فوت ہو جانے کے اندیشہ پر باوجود پانی کے تیمم کر لینا جائز ہے۔

چند اصول و ضوابط

جب تک پانی پر قدرت حاصل نہ ہو ایک ہی تیمم سے مختلف اوقات کی نمازیں ادا کی جا سکتی ہیں مثلاً ظہر کو پانی نہ ملا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو جب تک پانی نہ ملے اور کوئی امر ناقض

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وضو نہ ہو اس ظہر والے تیمم سے عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں پڑھ سکتا ہے۔

۱۔ اگر کسی نے قرآن پڑھنے یا قبرستان جانے یا میت کو دفن کرنے یا مسجد میں داخل ہونے اور یا صرف اذان دینے کے لئے تیمم کیا ہو تو اس تیمم سے فرض نمازیں ادا نہیں کرسکتا۔ ہاں جو تیمم سجدۂ تلاوت کے لئے یا نماز جنازہ کے لئے کیا جائے اس تیمم سے فرض نماز ادا کرسکتا ہے۔ اصول یہ ہے کہ جو تیمم رکوع و سجود والی نماز کے لئے کیا جائے اس سے تمام مختلف عبادتیں ادا کی جاسکتی ہیں مگر جو تیمم کسی اور عبادت کے لئے کیا جائے اس سے رکوع و سجود والی فرض نمازیں ادا نہیں کی جاسکتیں۔

۲۔ اگر سجدہ تلاوت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرنا جائز نہیں وضو کرنا لازم ہے اور اس طرح جمعہ کی نماز بھی تیمم سے ادا نہیں کی جاسکتی کیونکہ سجدۂ تلاوت پھر بھی کرسکتا ہے اور جمعہ کے فوت ہو جانے کے بعد اس کا قائم مقام ظہر موجود ہے۔

۳۔ اگر کوئی شخص خود مجبور ہو تیمم نہ کرسکتا ہو تو دوسرا شخص اس کو تیمم کرا سکتا ہے مگر نیت خود مجبور شخص کو کرنی چاہئے۔

۴۔ غسل اور وضو دونوں کا تیمم ایک ہی طرح کا ہوتا ہے۔

۵۔ ایک مٹی سے کئی آدمی تیمم کرسکتے ہیں کیونکہ ایک آدمی کے تیمم کرنے سے مٹی مستعمل نہیں ہوتی اس کے برخلاف پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔

تیمم کو توڑنے والی چیزیں

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے انہیں چیزوں سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے ان کے علاوہ تیمم کو توڑنے والی ایک خاص چیز ہے کہ پانی کے استعمال پر قدرت حاصل ہو جائے یعنی پانی استعمال نہ کرنے کا عذر جاتا رہے یا پانی مل جائے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فصل سوم

مسائل متفرقہ

مسئلہ: تیمم کرنا اس وقت جائز ہے جبکہ تلاش کرنے سے پانی دستیاب نہ ہوا گر کوئی مسافر بغیر پانی تلاش کئے تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز تو ہو جائے گی لیکن وہ گنہ گار ہوگا کیونکہ اس پر پانی تلاش کرنا واجب تھا اس ترک واجب کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگا۔ چنانچہ اگر پانی ملنے کی امید ہو تو نماز پڑھنے میں آخر وقت تک تاخیر کرنی چاہئے۔ اس صورت میں پانی کا انتظار کرنا مستحب ہے ہاں اگر پانی ملنے کی امید نہ ہو تو پھر نماز میں تاخیر نہ کرنی چاہئے۔

مسئلہ: اگر ایک شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھ لی اس کے بعد پانی بھی مل گیا مگر فوراً ایسے مرض میں مبتلا ہو گیا کہ وضو کرنے سے ضرر کا احتمال ہے تو اس کو از سر نو دوسرا تیمم کرنا چاہئے پہلا تیمم کافی نہیں۔

مسئلہ: ایک مسافر کے پاس آدمی تھا جس سے پانی کا پتہ دریافت کر سکتا تھا لیکن اس نے بغیر دریافت کئے تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور نماز پڑھنے کے بعد اس شخص سے دریافت کیا اور اس نے پاس ہی بتلا دیا تو اس کی نماز باطل ہو گئی دوبارہ پڑھنی چاہئے۔

مسئلہ: ایک شخص کے پاس پانی تو کافی موجود ہے مگر اس نے یہ گمان کر کے کہ پانی کافی نہیں ہے تیمم کر کے نماز پڑھ لی بعد میں معلوم ہوا کہ پانی کافی ہے تو اسے دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھنی واجب ہے۔

مسئلہ: اگر پانی اتنا مل سکے کہ ایک ایک دفعہ منہ اور ہاتھ دھو سکتا ہے تو اسے ایک دفعہ ہی اعضاء کو دھو لینا چاہئے تیمم کرنا درست نہیں منہ اور ہاتھ دھولے اور سر کا مسح کر لے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص آبادی سے ایک میل دور نکل گیا اور ایک میل تک کہیں پانی نہ ملا کہ اسے بغیر مزید تلاش کے تیمم کر لینا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کہیں اتنی سردی پڑتی ہے اور برف باری پڑتی ہے کہ نہانے سے مرجانے یا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بیماری ہو جانے کا خوف ہو اور پاس کوئی گرم کپڑا بھی نہیں کہ نہا کر فوراً بدن سے لپیٹ لے تو تیمم درست ہے اسی طرح اگر کسی کے آدھے سے زیادہ بدن پر زخم ہو یا چیچک نکلی ہو تو اس پر نہانا واجب نہیں تیمم درست ہے۔

مسئلہ: اگر کسی جنگل یا میدان میں نماز پڑھ لی اور پانی وہاں سے قریب ہی تھا لیکن اس کو تلاش کرنے کے باوجود اس پانی کا پتہ نہ مل سکا تو اس کا تیمم بھی صحیح ہوا اور نماز بھی ہو گئی دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھنا واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی کے پاس پانی تو موجود ہو لیکن راستہ ایسا خراب ہو کہ آگے کہیں پانی ملنے کی امید نہ ہو اور راستہ میں پیاس کی تکلیف سے ہلاکت کا اندیشہ ہو تو اسے وضو کرنا نہ چاہئے تیمم کر لینا درست ہے تا کہ پیاس کے لئے پانی باقی رہے۔

مسئلہ: اگر ایک مسافر نے تیمم کر کے نماز شروع کی اثنائے نماز معلوم ہوا کہ دوسرے شخص کے پاس پانی موجود ہے اور گمان غالب ہے کہ وہ مانگنے سے دے دے گا تو اسے چاہئے کہ نماز توڑ دے اور پھر اس سے پانی لے کر وضو کر کے نماز دوبارہ پڑھ لے اور اگر گمان یہ ہے کہ وہ شخص پانی مانگنے سے نہ دے گا تو بدستور نماز پڑھتا رہے توڑنے کی ضرورت نہیں اگر مسافر کے ساتھی کے پاس پانی تھا لیکن اس نے خیال کیا کہ یہ شخص پانی نہ دے گا اس سے مانگنا ہی فضول ہے اور اس نے اس خیال سے تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو درست نہیں کیونکہ ممکن ہے وہ پانی دے دیتا۔ اگر نماز پڑھنے کے بعد پانی مانگا اور اس نے دے دیا تو اس سے وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھنی چاہئے خواہ وہ قیمت سے دے رہا ہو یا مفت اور اگر اس نے پانی نہ دیا تو نماز درست ہو گی لیکن تیمم جاتا رہا کیونکہ اب اسے کسی نہ کسی طرح پانی پر قدرت حاصل ہو گئی۔

مسئلہ: اگر پانی قیمتاً ملتا ہو اور پاس دام نہیں ہیں تو تیمم کر لینا درست ہے اگر دام بھی ہیں مگر اتنے کہ اگر ان سے پانی خریدے تو راستہ کا کرایہ اور دیگر مصارف پورے نہیں ہوتے تو اس صورت میں بھی تیمم درست ہے اور اگر مصارف سفر سے زیادہ بھی دام موجود ہیں مگر پانی اتنا گراں ملتا ہے کہ اتنی قیمت پر کوئی دوسرا نہیں لے سکتا تب بھی تیمم درست ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسئلہ: اگر کنویں پر رسی ڈول موجود نہ ہو اور پانی نکالنے کی کوئی اور صورت بھی ممکن نہ ہو تو تیمم درست ہے ہاں اگر پانی نکالنے کی کوئی صورت ممکن ہے تو پھر درست نہیں۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے پاس اتنا کپڑا موجود ہے کہ اس کو کنویں میں ڈال کر اور اسے نچوڑ کر وضو کر سکتا ہے تو اسے ایسا ہی کرنا چاہئے تیمم درست نہ ہوگا البتہ اگر کپڑا بیش قیمت ہے بھگونے سے خراب و ناکارہ ہو جائے گا تو پھر تیمم کر لینا جائز ہے۔

مسئلہ: دو برتنوں میں پانی بھرا ہوا ہے ایک میں پاک پانی ہے اور دوسرے میں ناپاک لیکن یہ معلوم نہیں کہ کون سا پاک ہے اور کون سا ناپاک اور اس کے سوا کوئی پانی نہیں مل سکتا اور نہ اور کسی طرح ان کا پاک ہونا معلوم ہو سکتا ہے تو تیمم کر لے۔

مسئلہ: اگر پانی ایک میل سے کم دور ہو لیکن وقت نماز کا اتنا تنگ ہو کہ نماز قضا ہو جانا یقینی ہے تو تیمم کر لینا چاہئے پھر پانی لا کر اور وضو کر کے قضا نماز پڑھے۔

مسئلہ: اگر نہانے کی ضرورت تھی اور غسل کیا مگر ذرا سا بدن سوکھا رہ گیا اور پانی ختم ہو گیا غسل مکمل نہیں ہوا تو اسے تیمم کر لینا چاہئے۔ پھر جہاں کہیں پانی ملے اس خشک جگہ کو دھو لینا چاہئے مگر دوبارہ غسل کرنے کی ضرورت نہیں اگر پانی ایسے وقت میں ملا کہ وضو بھی ٹوٹ گیا ہے تو اول سوکھی جگہ کو دھو لے بعد میں وضو کے لئے پانی کافی نہ ہو تو تیمم کرے۔

ضروری ہدایتیں

اگر وضو کا تیمم ہے تو وضو کے موافق پانی ملنے سے تیمم ٹوٹ جائے گا اگر غسل کا تیمم ہے تو غسل کے لائق پانی ملنے سے تیمم ٹوٹے گا اگر کسی کو نہانے کی ضرورت ہو تو وضو اور غسل کا جدا جدا تیمم کرنے کی ضرورت نہیں صرف غسل کی نیت سے تیمم بھی ہو جائے گا۔ تیمم کی نیت صرف اتنی ہی کافی ہے کہ میں طہارت حاصل کرنے کے لئے یا نماز کے لئے تیمم کرتا ہوں۔

جو تیمم نماز کے لئے کیا جائے اس سے قرآن کو چھونا، اس کی تلاوت کرنا اور قبرستان و مسجدوں میں جانا سب کچھ درست ہے۔

اگر یقینی طور پر معلوم ہو کہ زمین پر پیشاب پڑا تھا اور وہ دھوپ سے خشک ہو گیا جس کا نشان تک باقی نہ رہا تو وہ زمین پاک ہو گئی اس پر نماز پڑھنی اور تیمم کرنا دونوں باتیں درست ہیں اور

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اگر یقینی طور پر معلوم نہ ہو تو بھی زیادہ وہم نہ کرے تیمم کر لے۔

ہاتھ پاؤں کٹا ہوا آدمی معذور و مجبور ہے اس سے طہارت کا حکم ساقط ہو جاتا ہے نہ اسے وضو کرنے کی ضرورت ہے اور نہ تیمم کرنے کی۔

اگر کسی کے پاس زمزم کا پانی ہو اور دوسرا پانی نہ مل سکتا ہو تو زمزم کے پانی سے ہی وضو کر لینا چاہیئے تیمم کرنا درست نہیں۔

اگر غسل کرنا نقصان دیتا ہو اور وضو کرنا نقصان نہ دیتا ہو تو غسل کی بجائے تیمم کر لینا چاہیئے اور وضو کی جگہ وضو کر لینا چاہیئے۔

ریل کے مسائل

اگر پانی پاس ہے لیکن یہ ڈر ہے کہ اگر پانی لینے گیا تو ریل چھوٹ جائے گی پھر آگے پانی ملنے کی امید نہیں اور نماز کا وقت بھی جا تا رہے گا تو تیمم کر کے نماز پڑھ لینی چاہیئے۔ اگر راستہ میں کہیں پانی ملا تو لیکن ریل چھوٹ جانے کے خوف سے اتر نہ سکا تو اس حالت میں تیمم نہ ٹوٹے گا۔

ہدایت

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ جو چیز مٹی کی جنس سے ہو اس سے تیمم کرنا جائز ہے۔ اس کی تشریح و توضیح یہ ہے کہ جو نہ تو آگ میں جلے اور نہ پگھلے وہ مٹی کی قسم ہے اس پر تیمم درست ہے اور جو چیز جل کر راکھ ہو جائے یا پگھل جائے تو اس پر تیمم درست نہیں ہاں اگر ان اشیاء پر غبار اور خاک ہو تو تیمم درست ہے۔

مسئلہ: مٹی کے گھڑے اور بدھنے پر تیمم درست ہے خواہ ان میں پانی بھرا ہو یا خالی ہوں۔ البتہ اگر ان پر روغن اور زنگ لگ گیا ہو تو پھر ان پر تیمم درست نہیں اگر پتھر پانی سے بھی دھلا ہوا ہو اور گرد کا نام و نشان بھی نہ ہو تب بھی اس پر تیمم کرنا درست ہے کیونکہ پتھر خود مٹی کی جنس سے ہے اسی طرح پکی اینٹ پر بھی تیمم درست ہے خواہ اس پر گرد ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ: کیچڑ سے تیمم کرنا اگر چہ درست ہے مگر مناسب نہیں۔ اگر کیچڑ کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے تو یہ ترکیب کرے کہ کیچڑ کو کپڑے میں بھر کر خشک کرے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

جاننا چاہیے کہ موزوں پر مسح کرنا سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ آئمہ حدیث نے بروایت متعدد وطریق مختلف بیان کیا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ سفر وحضر میں موزوں پر مسح کیا کرتے تھے۔ تمام حفاظ حدیث نے تصریح کی ہے کہ حدیث مسح خفین تواتر سے ثابت ہے اس میں شک وشبہ کی مطلق گنجائش نہیں نیز عشرہ مبشرہ اور اکثر اجلہ صحابہ حدیث خفین کو بیان کرتے ہیں۔ الغرض موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں کسی مسلمان کو انکار وتردد کی گنجائش نہیں۔ اب اس کے احکام ومسائل بیان کیے جاتے ہیں۔

کس قسم کے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے

تین قسم کے موزے ہیں جن پر مسح کرنا جائز ہے۔

۱۔ چمڑے کے ایسے موزے جن سے پاؤں ٹخنوں تک چھپے رہیں۔

۲۔ وہ اونی یا سوتی موزے جن میں چمڑے کا تلا ٹکا ہوا ہو۔

۳۔ وہ اونی یا سوتی موزے جو اس قدر موٹے ہوں کہ خالی موزے پہن کر تین چار میل راستہ چلنے سے نہ پھٹیں۔

ان تین قسم کے موزوں کے سوا اور موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں۔

ان موزوں پر کس حالت میں اور کب مسح کرنا جائز ہے؟ جبکہ وضو کرنے کے بعد یا صرف پاؤں دھو کر موزے پہنے ہوں اور پھر وضو ٹوٹنے کی حالت میں بھی موزے پہنے ہوئے ہوں اس طرح ایک دفعہ کے پہنے ہوئے موزوں پر اگر آدمی اپنے گھر میں ہو یعنی مقیم ہو تو ایک دن اور ایک رات تک موزوں پر مسح کر سکتا ہے یعنی مقیم کے لئے مدت مسح ایک دن اور ایک رات ہے اور اگر سفر میں ہوں تو تین دن اور تین رات تک مسح کرنا جائز ہے۔

مسح کرنے کی ترکیب

موزوں پر مسح کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیاں معہ ہتھیلیوں کے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دائیں موزے کے اگلے حصہ پر رکھے اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں معہ ہتھیلیاں کے بائیں موزے کے اگلے حصہ پر اور انگلیوں کو کھولے ہوئے پنڈلی کی طرف کھینچے اور ٹخنوں سے اوپر تک پہنچادے۔

موزے کے اوپر کی طرف مسح کرنا چاہیئے تلووں کی طرف یا ایڑی کی طرف مسح کرنے سے مسح نہیں ہوتا۔ ہاتھ کی انگلیاں پانی سے بھگو کر تین انگلیاں پاؤں کے پنجے پر رکھ کر اوپر کی طرف کھینچے۔ انگلیاں پوری پوری رکھے صرف ان کے سرے رکھنا کافی نہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ وضو میں موزوں کا مسح جائز ہے غسل میں نہیں یعنی غسل کی حالت میں موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں۔

مسائل متفرقہ

اگر موزہ اتنا پھٹ گیا ہو کہ پاؤں کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر پاؤں کھل جائے تو اس پر مسح جائز نہیں اور اگر اس سے کم پھٹا ہو تو جائز ہے۔

اگر سوتی یا اونی جرابوں پر چمڑا چڑھا دیا گیا ہو یا پوری جرابوں پر نہ چڑھایا ہو صرف جوتا کی شکل کا پاتابہ کاٹ کر لگا دیا ہو یا جرابیں بہت سخت اور سنگین ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھنے کے خود بخود اپنی جگہ ٹھہری رہتی ہوں نیچے نہ سرک آتی ہوں اور ان کو پہن کر تین میل راستہ بھی طے کیا جا سکتا ہو تو ان سب صورتوں میں جرابوں پر مسح کرنا درست ہے۔ ہاں اگر پاتابے جراب کے صرف تلے پر لگے ہوئے ہوں اور چمڑے کا ڈبل سول معہ اپنے پنجے اور ایڑی کے نہ ہو تو ایسی جرابوں پر مسح کرنا درست نہیں۔

اگر کسی شخص نے مسح کرتے وقت انگلیاں کشادہ نہ کیں مگر ہاتھ کی تین انگلیوں کی برابر مسح کر لیا تو مسح درست ہو گیا۔ ایک ہی انگلی سے ایک ہی جگہ ایک مرتبہ یا تین مرتبہ مسح کرنا درست نہیں ہاں اگر ایک ہی انگلی سے تین جگہ علیحدہ علیحدہ خط کھینچا ہو تو درست ہے۔

مسح کی مدت کا حساب

مسح کی مدت کا حساب اس وقت سے کیا جاتا ہے جس وقت سے وضو ٹوٹتا ہے اس وقت

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے ایک دن ایک رات یا تین دن اور تین رات مسح کرنا جائز ہے۔ مثلاً کسی نے جمعہ کی صبح کو وضو کیا اور موزے پہنے اور اس کا یہ وضو ظہر کا وقت ختم ہونے پر ٹوٹا تو اب یہ شخص اگر مقیم ہے تو ہفتہ کی ظہر تک مسح کر سکتا ہے اور اگر مسافر ہے تو پیر کے دن ظہر تک مسح کر سکتا ہے۔

یہ مسح کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے؟

جن جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے انہیں سے یہ مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے ان چیزوں کے علاوہ بعض مخصوص صورتیں بھی ہیں وہ یہ کہ مسح کی مدت گزر جائے یا موزے اتار دیے جائیں اور تین انگلیوں کے برابر موزہ پھٹ جائے تو ان تینوں صورتوں میں مسح ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: اگر ایک مسافر نے موزوں پر مسح کرنا شروع کیا اور ایک رات کے بعد اپنے گھر واپس آ گیا تو اس کو چاہئے کہ موزے اتار دے اور نئے سرے سے مسح کرنا شروع کرے اور اگر مقیم نے مسح شروع کیا اور پھر سفر میں چلا گیا تو اگر ایک دن ایک رات پوری ہونے سے پہلے سفر کیا تو تین رات تین دن تک موزے پہنے رہے اور مسح کرتا رہے اگر ایک دن ایک رات پوری ہونے کے بعد سفر کیا تو موزے اتار کر نئے سرے سے مسح شروع کرے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کتاب الصلوٰۃ

باب الاذان والاقامت

اذان اس پکار و منادی کا نام ہے جس کے ذریعہ لوگوں کو نماز کے وقت نماز کے لئے جمع ہونے کو بلایا جاتا ہے۔ نماز کیا ہے؟ وہ مسلمانوں کی ایک اعلیٰ درجہ کی روحانی مجلس ہے جو دنیا کے سامنے نیاز و عبدیت اور دربار الٰہی کا ایک روح پرور اور دلکش منظر پیش کرتی ہے اس روحانی مجلس اور دربار الٰہی میں ہر مسلمان کا موجود ہونا مایۂ صد فخر و ناز اور باعث سعادت وہدایت ہے۔ اس امر سے تو کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ ہر قوم اور ہر مذہب نے عبادت کے لئے اجتماع کی ضرورت کو محسوس کیا ہے اور ہر قوم کے لوگوں نے عبادت کے لئے بلانے اور جمع کرنے کا کوئی نہ کوئی طریقۂ اطلاع ضرور مقرر کیا ہے۔ لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ اسلام کا طریقۂ اطلاع دنیا میں کیا امتیازی شان رکھتا ہے؟ سو ہر شخص بادنیٰ تامل معلوم کر سکتا ہے کہ اسلامی طریقہ ہی تمام مذاہب و اقوام کے طریقوں سے سب میں ممتاز، اعلیٰ، روحانیت پرور اور دلکش ہے۔ جس وقت مؤذن چبوترا پر چڑھ کر صدائے اللہ اکبر بلند کرتا ہے اس وقت اللہ والوں کے سینوں میں جذبہ عبودیت چٹکیاں لینے لگتا ہے اور دنیا کے سامنے عبدیت الٰہی کا ایک ایسا منظر ہوتا ہے کہ لامحالہ ان کی طرف روح انسانی کھنچتی ہے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ یہودیوں میں ''قرناء'' کے ذریعہ عیسائیوں میں گرجا کے گھنٹے کے ذریعہ اور ہندوؤں میں مندروں کے گھنٹے کے اور گھنٹیوں کے ذریعہ لوگوں کو عبادت کے لئے بلایا جاتا ہے۔ ایک عام عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ ان طریقوں میں سے کوئی ایک طریق بھی ایسا نہیں جس میں روحانیت حق شناسی اور رجوع الی اللہ کی تحریک کا کوئی ادنیٰ سا بھی اثر وشائبہ ہو۔ علاوہ بریں یہ طریقے مخصوص بہ عبادت ہی نہیں۔

اب ذرا اسلام کے مخصوص طریقہ کو بھی ملاحظہ فرمایئے اور نمونۃً ایک فقرہ پر غور فرمایئے جب موذن حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ کہتا ہے تو اس کے جواب میں ہر سننے والا مسلمان کہتا ہے لَا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے معنی ہیں کہ کامیابی کی طرف آؤ۔ یعنی نماز کی طرف آنے کا نتیجہ کامیابی ہے۔ اس کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہا جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کی توفیق و امداد کے بغیر بدی سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ نماز جو تمام نیکیوں کی جڑ ہے اور نجات و کامیابی کا یقینی ذریعہ ہے اس کی طرف خدا تعالیٰ ہی کے فضل و توفیق سے آسکتے ہیں۔

اللہ! اللہ! اسلام کتنا پاکیزہ اور روحانیت خیز کامل و اکمل مذہب ہے اور وہ دنیا میں کتنا بلند و بالا و اعلیٰ تخیل لے کر آیا ہے کہ وہ بات بات میں توحید اور عظمت الٰہی کا سبق دیتا ہے۔ قدم قدم پر انسان کو اپنی عبدیت و عجز اور خدا کی بھی عظمت و قدرت کا اقرار و اعتراف کراتا ہے اور الہام الٰہی اور مذہبی زندگی کا عین منشاء اور مقصد اعظم بھی یہی چیز ہے کہ ہر وقت خدا تعالیٰ کو مدنظر رکھا جائے اور اس کے احکام و فرامین کی بجا آوری کو اپنا مقصد حیات بنایا جائے کیا دنیا کا کوئی مذہب اسلام کے اس وحدت پرور طریقہ اطلاع کا مقابلہ کرسکتا ہے؟ قسم خدا کی کسی مذہب کا طریقہ اس کے گرد پا کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ مسلمانوں! مبارک ہو یہ سربلندی اور کامیاب و بامراد ہیں وہ نمازی جو صدائے اللہ اکبر پر اپنی اطاعت کی گردن جھکا دیتے ہیں۔

تاریخ اذان

اذان کے لغوی معنی اطلاع دینے کے ہیں۔ یہ اسم مصدر ہے اور اس کا مصدر تاذین ہے اور شرع میں مخصوص اطلاع کو کہتے ہیں یعنی نماز کی اطلاع دینا۔ حاشیہ شبر المسی علی شرح المنہاج الرملی عن شرح البخاری میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اذان مکہ میں ہی قبل ہجرت شروع ہوگئی تھی۔ طبرانی نے کہا ہے کہ جب رسول خدا کو معراج ہوئی تھی اسی رات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذان کی وحی ہوئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اذان کے کلمات لے کر آئے اور پھر رسول اللہ ﷺ نے اسی کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تعلیم دی۔ حدیث انس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جس وقت نماز فرض ہوئی اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو اذان دینا سکھایا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک حدیث میں یوں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اذان سکھانے کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ کے پاس جبرائیل براق پر سوار ہو کر آئے اور اذان کے تمام کلمات آخر تک کہے۔ ان احادیث واقوال کے متعلق صاحب ردالمحتار کہتے ہیں۔

وَالْحَقُّ اَنَّهُ لَا يَصِحُّ شَيْءٌ مِنْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ۔

"یعنی صحیح بات یہ ہے کہ ان احادیث میں سے کوئی بھی بات صحیح نہیں"۔

چنانچہ بعض علماء کہتے ہیں کہ اذان مدینہ میں ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی اور بعض علماء ہجرت کے دوسرے سال بیان کرتے ہیں۔ اس کی شریعت کا مشہور واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے باہمی مشورہ کیا کہ مسلمانوں کو نماز کے لئے بلانے کا کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے عہد سعادت مہد میں کم وبیش وہی طریقے مروج تھے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اس لئے بعضوں نے کہا کہ ناقوس بجانے کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے کسی نے کہا کہ یہودیوں کی طرح قرنا بجانا چاہئے اور کسی نے کہا کہ کسی بلند جگہ پر آگ روشن کرنے کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ لیکن چونکہ ان طریقوں میں کوئی معقولیت و روحانیت نہ تھی اور یہود ونصاریٰ سے مشابہت پائی جاتی تھی اس لئے ان طریقوں کو سب نے ناپسند کیا۔

اس مشورہ کے بعد حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی آسمان سے اترا ہے اور اس کے ہاتھ میں ناقوس ہے انہوں نے اس شخص سے پوچھا اے بندۂ خدا! تم اس ناقوس کو بیچنا چاہتے ہو؟ اس شخص نے جواب دیا آپ اس ناقوس کا کیا کریں گے؟ انہوں نے کہا میں اسے بجا کر لوگوں کو نماز کے لئے جمع کیا کروں گا۔ اس شخص نے کہا میں آپ کو اس سے بہتر اور اعلیٰ طریقہ بتلائے دیتا ہوں یہ کہہ کر اس نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اذان واقامت کے یہی موجودہ کلمات سکھا دیے۔ صبح کو یہ خواب انہوں نے رسول خدا ﷺ کے سامنے عرض کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا یہ خواب سچا ہے اور درحقیقت یہ الفاظ خدا کی طرف سے القاء ہوئے ہیں تم یہی کلمات بلال کو سکھا دو اور ان کو کہو کہ وہ منبر پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے انہیں کلمات کو کہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بھی حضور ﷺ کی خدمت میں آکر یہی خواب عرض کیا۔ نیز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح دس جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے یہی خواب دیکھا اور اس طرح اسلام میں اذان کا طریقہ رائج ہوا۔(65)

اسی طرح اذان کے رائج ہونے کے متعلق اور بھی بہت سے مختلف اقوال و روایات ہیں۔ ہمارے خیال ناقص میں یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ اذان کے کلمات مدینہ منورہ میں ہجرت کے پہلے بامر الٰہی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو سکھائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اذان کے معنی و مفہوم

اذان ہر نماز سے پہلے دی جاتی ہے اور کلمات اذان کے ذریعہ دنیا میں پانچ وقت خدائے قدوس کی عظمت و وحدت اور آنحضرت ﷺ کی رسالت کا صاف لفظوں میں اقرار و اعلان کیا جاتا ہے۔ اذان کے کلمات یہ ہیں۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ　　　اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

اللہ تعالیٰ بہت بڑا اور انسان کا مقصد اعلیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت برتر و اعلیٰ ہے اللہ تعالیٰ یہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ　　　اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود و مطلوب اللہ بزرگ و برتر کے سوا نہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود اور محبوب و مطاع نہیں۔

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ　　　اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ　　　حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ

65۔ مدارج النبوۃ باب در انواع عبادت، 350/1، مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آؤ نماز کے واسطے۔آؤ نماز کے واسطے۔کامیابی کی طرف آؤ۔کامیابی کی طرف آؤ۔

یعنی نماز کی طرف آنے کا نتیجہ نجات وکامیابی ہے۔

یہ ہیں اذان کے بارہ کلمات طیبات ان کے علاوہ صبح کے وقت جب کہ ایک مسلمان خواب راحت کے مزے لے رہا ہوتا ہے اور بستر راحت سے اٹھنا اس کے لئے گراں بار ہوتا ہے ایسے وقت میں حضور الٰہی میں سر نیاز جھکانے اور خواب راحت سے اٹھانے کے لئے مذکورہ بالا فقروں کے علاوہ اور زیادہ کہے جاتے ہیں یعنی حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ کے بعد یہ جملہ دومرتبہ کہا جاتا ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔

نماز سونے سے بہتر ہے۔

اذان دینے کا طریقہ

اذان دینے کا طریقہ یہ ہے کہ مؤذن کسی اونچی جگہ پر کھڑا ہو کر دونوں کانوں میں شہادت کی دونوں انگلیاں ڈالے۔اول چار مرتبہ ایک آواز میں دومرتبہ اور دوسری آواز میں دومرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے پھر شہادتین کو چار مرتبہ چار آوازوں میں کہے۔اس کے بعد دائیں طرف کسی قدر مڑ کر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ دوبار دو آوازوں میں کہے۔پھر بائیں طرف گردن پھیر کر دو آوازوں میں دوبار حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ کہے پھر ایک آواز میں دوبار تکبیر یعنی اَللّٰہُ اَکْبَر کہے اور ایک آواز میں ایک بار تہلیل لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ کر اذان ختم کر دے۔فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دومرتبہ دو آوازوں میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہے۔

اذان کے مسنونات یہ ہیں۔

۱۔قبلہ کی طرف منہ کرنا۔

۲۔حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہتے وقت ادھر ادھر گردن پھیرنا۔

۳۔مذکورہ بالا ترتیب کے موافق اذان کہنا۔

تنبیہ

کوشش کرنی چاہئے کہ اذان کے کلمات صحیح طور پر ادا ہوں۔کیونکہ ان میں بعض

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باتیں ایسی ہیں کہ ان سے کفر لازم آجاتا ہے۔ چنانچہ اگر اَللّٰهُ کی بجائے آللّٰهُ یا اَشْهَدُ اَنْ کی بجائے اَشْهَدُ اَنَا کہہ دیا جائے تو کفر کی نوبت پہنچ جاتی ہے اور اگر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کی بجائے اَللّٰهُ اَكْبَارُ کہہ دیا جائے یعنی ب کو کھڑا کر دیا جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

پس نماز کو صحیح طور پر سیکھنا لازم ہے ورنہ بجائے ثواب کے الٹا عذاب ہوتا ہے۔

بغیر ٹھہراؤ کے جلدی جلدی اذان کہنا۔ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہتے وقت گردن نہ پھیرنا اور بیٹھ کر اذان کہنا مکروہ ہے۔ نیز اذان میں ترجیع کرنی بھی مکروہ ہے یعنی پہلے آہستہ آہستہ کہنا اور پھر چاروں شہادتوں کو بلند آواز سے کہنا۔

اذان کے مسائل

نماز کے لئے اذان کا کہنا سنت موکدہ ہے۔ اس کے لئے کوئی خاص شخص مقرر نہیں ہر مسلمان اذان کہہ سکتا ہے اور باوضو و بلاوضو دونوں طرح کہہ سکتا ہے مگر افضل وانسب یہی ہے کہ باوضو کہے۔

حالت سفر میں بھی اذان اور تکبیر دونوں کہنی چاہییں گو مسافر تنہا ہی ہو۔ عام طور پر اذان کے لئے ایسا شخص ہونا چاہئے جو زیادہ پرہیزگار، بلند آواز اور خوش آواز ہو۔ معاوضہ پر اس خدمت کے لئے آمادہ نہ ہوا ہو اور اقامت نماز کا ماہر ہو اس کا مصداق نہ ہو۔

مؤذن بانگ بے ہنگام برداشت
نمی داند کہ چند از شب گزشت است

مسئلہ: اگر مؤذن کسی کلمہ کو مقدم یا مؤخر کر دے تو جہاں سے یاد آئے وہیں سے لوٹ آئے مکرر اذان کی ضرورت نہیں مطلب یہ ہے کہ اذان کے کلمات جہاں سے آگے پیچھے ہوئے ہوں وہیں سے دوبارہ لوٹا کر صحیح کر لے۔ سرے سے لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر مؤذن دوران اذان بے وضو ہو جائے تو اس حالت میں اذان پوری کر دے۔ اذان کو قطع کر دینے کی ضرورت نہیں وہ صحیح ہو جائے گی کیونکہ جب سرے سے بے وضو اذان دینا ہی جائز ہے تو اس کی تکمیل بھی بے وضو ہو جائے گی اگر کوئی اس مسئلہ سے ناواقفی کی وجہ سے درمیان میں اذان چھوڑ کر وضو کرنے چلا جائے تو پھر اس کو شروع سے اذان

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دہرانی چاہئے۔(غایۃ الاوطار)

مسئلہ: پانچ وقتوں کی فرض نماز کے لئے خواہ ادا ہو یا قضاء اور جمعہ کی نماز کے لئے اذان کہنی سنت موکدہ ہے یہاں تک کہ اگر تمام شہر والے اذان کہنی ترک کر دیں تو ان سے قتال کرنا جائز ہے کیونکہ اذان شعائر اسلام میں ہے۔

مسئلہ: تنہا مسافر اگر ایک یا دو بار اذان ترک کر دے تو حرج نہیں مگر اقامت کا ترک کرنا ہر حالت میں مکروہ ہے۔ پس اقامت کسی حالت میں بھی ترک نہ کرنی چاہئے اگر چند مسافروں نے جنگل میں بغیر اذان کے نماز ادا کی صرف اقامت کہی تو جائز ہے اور ترک اذان مکروہ بھی نہیں کیونکہ اذان تو اس لئے شروع ہوئی کہ نمازیوں کو نماز کے لئے تیاری کرنے کی اطلاع دی جائے اور جنگل میں اس کی ضرورت نہیں۔

ضروری یادداشتیں

۱۔عورتوں پر اذان واقامت دونوں نہیں خواہ نماز تنہا پڑھیں یا جماعت کے ساتھ علاوہ ازیں خنثیٰ، نشہ میں مست، ناسمجھ بچہ، جنب، فاسق اور غلام کی اذان مکروہ و ناجائز ہے۔ غلام اور فاسق کے علاوہ اگر مذکورہ بالا اشخاص میں سے کسی نے اذان دے دی ہو تو اذان دوبارہ دینی چاہئے لیکن اگر اقامت کہہ دی ہو تو وہ نہیں لوٹائی جائے گی۔

۲۔ایک شخص شہر یا گاؤں میں کسی مسجد میں بھی نماز نہیں پڑھتا، اپنے گھر میں پڑھتا ہے تو اگر اس شہر یا گاؤں کی مسجد میں اذان واقامت ہوتی ہو تو اس شخص پر کوئی گناہ نہیں مسجد کی اذان واقامت کافی ہے۔

۳۔اکثر دیکھا جاتا ہے کہ مؤذن اذان واقامت کو اپنے لئے مخصوص سمجھتے ہیں یہ غلط ہے اگر مؤذن موجود نہ ہو تو ہر شخص کو اذان واقامت کہنی درست ہے۔ اگر مؤذن موجود ہو اور وہ دوسرے کی اقامت سے ناراض ہوتا ہو تو صرف اقامت مکروہ ہے۔

۴۔اذان شروع وقت میں کہنی چاہئے اور اقامت درمیانی وقت میں ماسوائے مغرب کی اذان واقامت میں بقدر تین چھوٹی آیتوں کے فصل کرنا چاہئے۔

۵۔اگر کسی مؤذن نے مسجد میں اذان کہی اور نماز پڑھ لی تو دوسری مسجد میں جا کر اسی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وقت کی اذان کہنی مکروہ ہے ہاں اگر پہلی مسجد میں اذان کہنے کے بعد نماز نہیں پڑھی تو پھر دوبارہ اذان کہنی دوسری مسجد میں مکروہ نہیں۔(66)

۶۔جو شخص مسجد سے باہر ہو اور اذان کی آواز سنے تو اس کو تمام کاروبار چھوڑ کر مسجد میں نماز کے لئے آجانا چاہئے اور یہ بات اس پر واجب ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہو تو اس کو بھی ترک کر دینا چاہئے۔باقی رہا اذان کا جواب دینا سو زبان سے جواب دینا واجب نہیں صرف مستحب ہے۔باقی جو شخص مسجد کے اندر ہی موجود ہو اور دینی تعلیم و تعلم کے کام میں مشغول نہ ہو تو وہ بھی اذان کا جواب دے۔اذان کا جواب دینا ان اشخاص کے لئے جائز نہیں۔حائضہ، زچہ، خطبہ سننے والا، نماز پڑھتا ہوا، جماع میں مشغول شخص، پیشاب پاخانہ کرتا ہوا اور دینی تعلیم و تعلم میں مشغول شخص۔

اگر شہر کی مختلف مسجدوں میں اذانیں ہوں تو جو اذان سب سے پہلے سنے اس کا جواب دینا چاہئے۔

اذان کا جواب

اذان کا جواب دینے کا طریقہ یہ ہے کہ اذان کے جو کلمات مؤذن کہے انہی کو ساتھ ساتھ دہرائے جاؤ۔فرق صرف اتنا ہے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے جواب میں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھو اور اگر صبح کی اذان ہو تو اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ سن کر صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ کہو یعنی تو نے سچ کہا اور ہماری بھلائی کی بات کہی۔

اذان کی فضیلت

کافی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا جب مؤذن بلند آواز سے اذان دیتا ہے تو ہر خشک و تر چیز جو اذان سنتی ہے اس کی تصدیق کرتی ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات مؤذن کے لئے مغفرت کی خواہاں ہوتی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم جنگلوں میں ہو تو بلند آواز سے اذان دو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ کوئی درخت، پتھر، آدمی اور جن

66۔درمختار مع ردالمحتار، باب الاذان، 71/2، دارالکتب العلمیہ بیروت

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایسا نہیں ہوتا جو اذان سن کر قیامت کے دن خدا کے سامنے مؤذن کی شہادت نہ دے پھر مؤذن کی مغفرت ہو جائے گی۔(67)

اسی طرح اذان کی فضیلت و بزرگی میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں ایک حدیث میں تو رسول اللہ ﷺ نے یہاں تک فرما دیا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ اذان دینے اور اول صف میں شامل ہونے کا کتنا اجر ملتا ہے تو اس کو حاصل کرنے کے لئے لوگ ضرور قرعہ ڈالیں کہ کون اذان دے اور صف اول میں شامل ہونے کا حد سے زیادہ ثواب ہے۔(ابوداؤد)

قرآن مجید میں اذان کو بلفظ "ندا" تعبیر فرمایا گیا ہے اور قرآن پاک میں اذان کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ (المائدہ:58)

دوسری جگہ فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ (الجمعہ:9)

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس وقت نماز کیلئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان ایک آواز کریہ کے ساتھ پیٹھ دے کر بھاگتا ہے۔

اذان کی فضیلت کی وجہ

رسول خدا ﷺ نے جو اذان کی اس قدر فضیلت دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مؤذن لوگوں کو اللہ کے ذکر کی طرف بلاتا ہے اور اس سے زیادہ نیکی و بھلائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان حصول سعادت پر سبقت حاصل کرے۔ دوسرے یہ کہ اذان کے کلمات مغز اسلام ہیں۔ اسلام کا خلاصہ کیا ہے؟ خدائے قدوس کی عظمت و وحدت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اعتراف واقرار اور اذان کے کلمات انہیں دو باتوں کا اعلان کرتے ہیں۔

تیسری یہ کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اسلام کا ایک بہت بڑا فریضہ ہے اور نماز کی حقیقت بھی یہی ہے تو گویا مؤذن دوسرے لوگوں کو اس فریضہ کے مطابق اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کا مصداق بن کر دعوت اسلام دیتا ہے۔ الغرض اذان دینا ایک بہت بڑی

67۔ صحیح البخاری کتاب الاذان صفحہ 114 جلد 1، دار المعرفہ، لبنان۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نیکی ہے۔ مگر افسوس آج کل مؤذنوں کی بڑی بے قدری ہے اس کو ایک ذلیل وحقیر سمجھ لیا گیا ہے اور لوگ مؤذنوں کو مسجد کا خادم سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل و سمجھ دے کہ وہ اذان کی فضیلت و بزرگی کو سمجھ لیں۔

اذان کے بعد کی دعا

اذان کے بعد مؤذن اور سامع دونوں اس دعا کو پڑھیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص اذان کے بعد میرے لئے طلب وسیلہ کرے گا میری شفاعت اس کے لئے ضرور ہوگی۔ وسیلہ جنت میں ایک خاص مرتبہ کا نام ہے جو آنحضرت ﷺ کے لئے مخصوص ہے۔ وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدَ نِ الَّذِىْ وَعَدْتَّهٗ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔

''اے اللہ! اس کامل دعا اور قائم ہونے والی نماز کے مالک آنحضرت ﷺ کو مقام وسیلہ اور فضیلت سے نواز اور آپ کو مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہوا ہے قیامت کے روز ہمیں آپ کی شفاعت سے نصیب فرما بے شک تو وعدہ خلافی نہیں فرماتا''۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فصل دوم

اقامت کا بیان

اذان تو عام مسلمانوں کو بلانے کے لئے دی جاتی ہے تا کہ وہ سمجھ لیں کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے اور اب ہمیں تمام کاروبار چھوڑ کر بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہونا چاہئے اور تکبیر یا اقامت کا مقصد یہ ہے کہ مسجد میں جمع شدہ لوگوں کو اطلاع ہو جائے کہ اب نماز باجماعت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ یہی وجہ ہے کہ اذان میں جہر ہوتا ہے اور تکبیر میں اس قدر جہر نہیں ہوتا اور اذان میں سکتہ وقفہ بھی ہوتا ہے اور تکبیر میں نہیں ہوتا۔

جو الفاظ اذان کے ہیں وہی الفاظ تکبیر کے بھی صرف حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد دو مرتبہ یہ الفاظ کہے جاتے ہیں۔

قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ۔ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ۔ بے شک نماز قائم ہوئی۔

تکبیر کے ان الفاظ کو سننے والا یہی کہتا جائے جو مکبر کہتا ہے مگر قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کو سن کر کہے۔ اَقَامَهَا اللّٰهُ وَ اَدَامَهَا۔ اللہ تعالیٰ نماز کو قائم و دائم رکھے۔

ساعت دعا

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں دو ساعتیں ایسی ہیں جن میں دعا کرنے والے کی دعا رد نہیں ہوتی ایک اقامت نماز کے وقت دوسری جہاد کی صف بندی کے وقت۔ جب نماز کے لئے تکبیر کہی جاتی ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

یہ بالکل سچ ہے اس لئے کہ نماز دراصل دعا ہی ہے اور اقامت حد وقت ہے جبکہ انسان خدا تعالیٰ کے حضور کھڑا ہوتا ہے مسلمانوں کو اس ساعت سعید سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے کیونکہ اس غلامی و محکومی کے زمانہ میں جہاد تو منع ہے اور اس لئے جہاد کی صف بندی کی ساعت میسر نہیں آسکتی ہاں تکبیر والی ساعت ہر مسلمان کو میسر آسکتی ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس لئے ہر مسلمان کو اس ساعت سے فائدہ اٹھانا چاہیے اس زمانہ میں ہمیں اسلام نے دعاؤں کا ایسا بے خطا اور کارگر ہتھیار دیا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی حربہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باب شروط الصلوٰۃ

شروط جمع شرط کی ہے اور شرط اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی دوسری چیز سے متعلق ہو اس طرح کہ وہ خارج ہو اس دوسری چیز سے اور اس میں غیر مؤثر ہو۔ شرط کے لغوی معنی علامت کے ہیں اور اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ "اشراط الساعۃ" یعنی قیامت کی علامتیں اور شرع میں شرط عبارت ہے۔ اس چیز سے جو مقدم ہو اور اس سے متعلق چیز کی صحت اس پر موقوف ہو۔ پس شروط صلوٰۃ سے مراد وہ چیزیں ہیں جو نماز سے خارج ہیں اور نماز کی صحت ان پر موقوف ہے یعنی نماز اس وقت صحیح ہوگی جب کہ مقدم چیزیں صحیح ہوں۔

شروط کی تین قسمیں ہیں۔

اول۔ شرط الانعقاد یعنی نماز کو شروع کرنے والی چیزیں جیسے نیت، تکبیر تحریمہ، وقت اور خطبہ۔

دوم۔ شرط الدوام، جیسے طہارت، ستر عورت اور استقبال قبلہ۔

سوم۔ جس شرط کا وجود حالت بقاء کے لئے لازمی ہو جیسے قرأت۔

پھر جاننا چاہیے کہ جو چیز متعلق ہو کسی دوسری کے ساتھ اب اگر وہ اس چیز کے اندر داخل ہو تو اس کو رکن کہتے ہیں جیسے رکوع نماز کے لئے اور اگر اس سے خارج ہو تو اس کی دو صورتیں ہوں گی یا تو وہ اس میں مؤثر ہوگا یعنی جب وہ چیز پائی جائے تو اس کے بعد وہ دوسری متعلق چیز بھی پائی جائے اس کو علت کہتے ہیں جیسے عقد نکاح واسطے حلال ہونے کے یعنی عقد نکاح سے وطی کرنا حلال ہو جاتا ہے پس عقد نکاح وطی کے حلال ہونے کی علت ہے اور یا اس میں مؤثر نہ ہوگا۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں اگر وہ اس تمام کی طرف لے جانے والا اور پہنچانے والا ہو تو اس کو سبب کہتے ہیں جیسے وجوب صلوٰۃ کے لئے وقت یعنی نماز واجب ہونے کا سبب ہے اور اگر اس تک پہنچانے والا نہ ہو تو اگر وہ موقوف نہیں ہے تو اس کو علاقہ کہتے ہیں جیسے نماز کے لئے اذان پس شرط اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی دوسری چیز سے متعلق ہو اس طرح کہ اس دوسری چیز سے خارج ہو اس میں غیر مؤثر ہو اور موصل الیہ ہو۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شرط اول

طہارت بدن

نماز کی پہلی شرط بدن کا پاک ہونا ہے۔ بدن کے پاک ہونے سے مراد یہ ہے کہ بدن پر کسی قسم کی نجاست یعنی پلیدی نہ ہو نجاست یعنی ناپاکی کی جتنی متعین قسمیں ہیں ہم ان کو تفصیل و وضاحت کے ساتھ پچھلے ابواب میں بیان کر چکے ہیں ان کے مطابق نمازی کے بدن کا نجاست حکمی یعنی حدث اصغر اور حدث اکبر اور نجاست حقیقی و مغلظہ و مخففہ سے پاک ہونا نماز کی پہلی شرط ہے۔

نماز کے لئے یہ شرط اتنی کڑی ہے کہ یہ کسی حال میں بھی معاف نہیں ہو سکتی بر خلاف دیگر شرائط کے۔ طہارت کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ عبادت کا تمام دارومدار طہارت پر ہے۔

طہارت کے معنی پاکی، پاکیزگی اور صفائی کے ہیں اس میں ظاہری و باطنی دونوں قسم کی پاکی شامل ہے یعنی اسلام دل کی صفائی اور بدن کی صفائی دونوں پر یکساں زور دیتا ہے اور اس نے دونوں کو لازم و ملزوم رکھا ہے جہاں تک طہارت ظاہری کا تعلق تھا اس کا بیان ہو چکا ہے مسلمانوں کو صرف طہارت ظاہری ہی پر بس نہیں کرنا چاہیئے بلکہ طہارت باطنی کی کوشش بھی لازمی طور پر کرنی چاہیئے۔ دراصل نماز کی غرض و غایت ہی یہ ہے کہ ہمارا دل، روح، دماغ، جسم، لباس اور مکان تمام چیزیں پاک رہیں۔

شرط دوم

ستر پوشی

نماز کی دوسری شرط ستر چھپانا ہے ستر چھپانے سے مراد یہ ہے کہ مرد کو ناف سے گھٹنے تک بدن چھپانا فرض ہے اور یہ ایسا فرض ہے کہ نماز کے باہر بھی فرض ہے اور اس کے اندر بھی مرد کو ناف سے گھٹنے تک بدن چھپانا مرد کا ستر کہلاتا ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عورت کو سوائے دونوں ہتھیلیوں، پاؤں اور منہ کے تمام بدن ڈھانکنا فرض ہے اور یہ عورت کا ستر ہے اور باندی کے لئے پیٹ اور پیٹھ اور زانو تک چھپانا لازم ہے۔ بدن چھپانے کی یہ مقدار جو اوپر بیان ہوئی اس کو عورت بھی کہتے ہیں اور بدن کے اتنے حصہ کو چھپانا ستر عورت کہلاتا ہے اور کشف عورت سے مراد بدن کے اتنے حصہ کا کھل جانا ہے جتنے کا چھپانا نمازی کے لئے فرض ہے۔

عورت غلیظہ و خفیفہ

عورت کی دو قسمیں ہیں غلیظہ اور خفیفہ۔ عورت غلیظہ مقام بول و براز اور اس حصہ بدن کو کہتے ہیں جو مقام بول و براز کے آس پاس ہو۔ اس کے علاوہ جتنے حصہ بدن کا چھپانا فرض ہے وہ عورت خفیفہ کہلاتا ہے۔ چار سال کے لڑکے اور لڑکیاں صغر سنی میں داخل ہیں یعنی ان کا بدن ڈھانکنا لازمی نہیں ہے تاہم بچوں کو شروع سے بدن ڈھانکنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔ چار برس سے لے کر سات برس تک بچوں کا مقام بول و براز اور اس کے آس پاس کا حصہ واجب الستر ہے۔ بڑوں کی طرح دس برس سے زائد عمر کا بچہ جوانوں کے حکم میں ہے یعنی اس کو جوان آدمی کی طرح اپنا بدن چھپانا چاہئے اور پندرہ برس کا لڑکا حقیقی جوان ہے جو عورتوں میں نہیں جاسکتا۔

نوٹ: یاد رہے ایک پستان، ایک خصیہ، ایک سرین، ایک ران پیٹ اور پیٹھ علیحدہ علیحدہ اعضا شمار کیے جاتے ہیں۔

کشف عورت کی مقدار

جتنے بدن کا چھپانا فرض ہے اس کا یا عضو کا چوتھائی حصہ یا اس سے کم بغیر قصد اور بغیر فعل نمازی کے نماز میں کھل جائے اور اتنی دیر کھلا رہے جتنی دیر تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہا جاسکے تو نماز ٹوٹ جائے گی اور اگر کھلتے ہی فوراً ڈھانک لیا تو نماز میں کچھ حرج واقع نہ ہوگا۔ نماز صحیح ہو جائے گی۔ یہ دونوں حکم اس صورت میں تھے کہ بلا قصد اور بغیر فعل نمازی کے کشف عورت ہو جائے اور اگر کوئی قصداً چوتھائی عضو کھولے تو نماز فوراً ٹوٹ جائے گی۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اگر چند اعضاء کا تھوڑا تھوڑا حصہ کھل جائے اور اس کے مجموعہ کی مقدار ایک چھوٹے سے عضو کی چوتھائی کی برابر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں ہے اگر چوتھائی کو پہنچ جائے تو پھر نماز ٹوٹ جائے گی۔ مثلاً عورت کے کان کا کچھ حصہ اور پنڈلی کا کچھ حصہ کھل گیا لیکن اس قدر کھلا ہے کہ برہنہ حصہ کے مجموعی کی مقدار چوتھائی کان کے برابر نہیں ہوتی ہے تو نماز جائز ہے اور اگر زیادہ یا برابر ہوتی ہے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔(68)

نماز میں عورت کے بال بالاتفاق چھپانے ضروری ہیں اگر ان کا کل حصہ بھی کھل جائے گا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

اگر باوجود لباس کے اندھیرے مکان میں رات کو تنہا برہنہ نماز پڑھے تو نماز نہ ہوگی کیونکہ شرعاً اس کا بدن مستور نہیں ہاں جس شخص کو لباس میسر نہ آئے تو ایسا شخص مجبور ہے وہ برہنہ ہی نماز پڑھ سکتا ہے مگر ایسا شخص دوزانوں بیٹھ کر پڑھے گا اور رکوع وسجود اشارہ سے کرے۔ اگر برہنہ شخص کو کوئی کپڑا دینے کا وعدہ کرے اور اس کو کپڑے ملنے کی قوی امید ہو تو نماز کے اخیر وقت تک انتظار کرے۔

نماز کے مستحب کپڑے

مرد کے لئے تین کپڑوں سے نماز پڑھنی مستحب ہے وہ تین کپڑے یہ ہیں: پاجامہ، کرتہ اور عمامہ۔ اگر عمامہ نہ ہو تب بھی نماز ہو جائے گی لیکن صرف پاجامہ سے مکروہ ہے۔

عورت کے لئے بھی نماز میں تین کپڑے مستحب ہیں: پاجامہ، کرتہ اور ڈوپٹہ۔ اگر دو سے بھی پڑھ لے تو جائز ہے ایک کپڑے سے بھی نماز ہو جاتی ہے مگر اس وقت جب کہ اس سے تمام بدن ڈھک جائے۔

شرط سوم

طہارت لباس

نماز کی تیسری شرط کپڑوں کا پاک ہونا ہے کپڑوں کے پاک ہونے سے مراد یہ ہے کہ

68۔ عالمگیری، جلد 1 صفحہ 58، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جو کپڑے نماز پڑھنے والے کے بدن پر ہوں جیسے کرتہ، پاجامہ، عمامہ، اچکن، کوٹ، اور دوپٹہ وغیرہ۔ ان سب کا پاک ہونا ضروری ہے یعنی پہنے ہوئے کسی کپڑے پر نجاست غلیظہ یا خفیفہ نہ لگی ہوئی ہو اگر نجاست غلیظہ ایک درہم یا اس سے کم اور یا نجاست خفیفہ چوتھائی کپڑے سے کم لگی ہو تو نماز تو ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اور اگر مذکورہ مقدار سے زیادہ نجاست غلیظہ یا خفیفہ لگی ہو تو نماز نہ ہوگی۔

یاد رہے کہ جو کپڑا نمازی کے بدن سے ایسا تعلق رکھتا ہو کہ اس کے حرکت کرنے سے وہ بھی حرکت کرے تو ایسے کپڑے کا پاک ہونا بھی شرط ہے۔ پس اگر عمامہ کا ایک کنارا ناپاک ہو اور پاک کنارا باندھ کر نماز پڑھی جائے اور ناپاک کنارا نماز کے ہلنے سے ہلتا ہو تو نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: کسی کے پاس کوئی ایسا کپڑا ہے کہ جس کا چوتھائی سے کم حصہ ناپاک ہے اس کے سوا کوئی دوسرا کپڑا موجود نہیں اور نماز کا وقت بھی جا رہا ہے تو اسی کپڑے سے نماز پڑھ لینی چاہئے۔ اگر چوتھائی حصہ سے زیادہ ناپاک ہے تو بھی یہی بہتر ہے کہ اسی کپڑے سے نماز پڑھ لے ننگا نہ پڑھے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے نماز پڑھ چکنے کے بعد اپنے کپڑے پر نجاست لگی ہوئی دیکھی اور یہ معلوم نہیں کہ کب لگی ہے تو نجاست کو اسی وقت دھو ڈالے اور کسی نماز کا اعادہ ضروری نہیں خواہ نجاست کتنی ہی ہو۔

مسئلہ: اگر ایسے استر دار کپڑے پر نماز پڑھی کہ اس کے اندر والے حصہ پر کوئی نجاست لگی ہوئی ہو تو اگر وہ سلا ہوا ہے تو نماز نہ ہوگی اور اگر سلا ہوا نہیں ہے تو ہو جائے گی۔

شرط چہارم

طہارت مکان

نماز کی چوتھی شرط نماز پڑھنے کی جگہ کا پاک ہونا ہے یعنی نماز پڑھنے والے کے دونوں قدموں، گھٹنوں، ہاتھوں اور سجدہ کی جگہ کا پاک ہونا لازمی ہے اگر نماز پڑھنے کی جگہ تو پاک ہے مگر کہیں آس پاس بدبودار نجاست ہے تو ایسی جگہ نماز ہو جائے گی مگر بہتر یہ ہے کہ ایسی جگہ نماز نہ پڑھی جائے۔ اگر لکڑی کے تختے، یا پتھر یا بجھی ہوئی اینٹوں پر یا کسی اور ایسی ہی سخت اور

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

موٹی چیز پر نماز پڑھی جو اوپر سے تو پاک ہے مگر نچلا حصہ ناپاک ہے تو کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ: اگر ایسے پتلے کپڑے پر نماز پڑھے جس کے دونوں رخ پر نجاست لگی ہوئی ہو تو نماز درست نہ ہوگی۔ اسی طرح دو الگ الگ کپڑے ہیں آپس میں سلے ہوئے نہیں اور ان میں سے اوپر والا کپڑا تو پاک ہے اور نیچے والا کپڑا ناپاک ہے تو اگر نیچے کی نجاست کی بو اور رنگ کا اثر اوپر کے کپڑے پر نمایاں نہ ہو تو نماز اس پر جائز ہے مطلب یہ ہے کہ جب تک نیچے کی نجس چیز کا بو یا رنگ اوپر کے کپڑے پر ظاہر نہ ہو تو اس وقت تک اس پر نماز جائز ہے خواہ نیچے کی نجس چیز کپڑا ہو یا زمین۔

اگر دونوں قدموں اور گھٹنوں کی جگہ تو پاک ہو مگر پیشانی اور ناک کی جگہ ناپاک ہو تو اس کو ناک پر سجدہ کرنا چاہئے نماز ہو جائے گی اگر ناک کی جگہ ناپاک ہو اور باقی مواضع پاک تو بلا خوف نماز جائز ہے۔

شرط پنجم

دخول وقت

نماز کی پانچویں شرط وقت کا پہچاننا ہے۔ یعنی نماز ادا کرنے کے لئے پانچویں شرط یہ ہے کہ جس نماز کے لئے جو وقت مقرر کیا گیا ہے اس نماز کو اسی وقت پڑھنا اگر وقت سے پہلے نماز پڑھی جائے گی تو درست نہ ہوگی اور اگر وقت مقررہ کے بعد پڑھی جائے گی تو وہ ادا نہیں بلکہ قضا ہوگی۔

نماز کی پانچویں شرط ذرا تفصیل طلب ہے اور اس کے اندر بہت ضروری مباحث ہیں اس لئے ہم ان کو تفصیل کے ساتھ علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔

سب سے پہلی اور ضروری چیز اوقات خمسہ کا قرآن مجید سے ثبوت ہے کیونکہ اوقات خمسہ پر ایک گمراہ فرقہ کی طرف سے طرح طرح کے شبہات و اعتراض پیش کئے جاتے ہیں۔ اس لئے ہم پہلے اسی بحث کو لیتے ہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قرآن مجید سے اوقات خمسہ کا ثبوت

اوقات خمسہ اس قدر یقینی ثابت شدہ اور متواتر ہیں کہ آج تک یعنی تیرہ سو سال سے ان کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ کیونکہ جو شخص قرآن مجید سے ذرا سی واقفیت بھی رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ قرآن پاک سے پانچ نمازوں کا ثبوت مانند آفتاب کے ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے اوقات خمسہ میں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا مگر اس چودھویں صدی کی ستم ظریفی دیکھئے کہ اس نے پنجاب کے ایک تاریک گوشہ میں ایک شخص اور ایسا گمراہ فرقہ پیدا کر دیا جسے قران میں صرف تین ہی نمازیں نظر آتی ہیں اور دو بقیہ وہ اوقات پر طرح طرح کے لایعنی اور جاہلانہ اعتراض کرتا ہے مگر اس کی مغالطہ انگیزی اور جاہلانہ طرز استدلال سے دو نمازوں پر پردہ نہیں پڑ سکتا۔

جس فرقہ کا وطیرہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس کے نزدیک نماز کے صرف تین اوقات ہیں صبح، عصر اور عشا۔ وہ صرف اوقات ظہر اور مغرب کے متعلق اختلاف کرتا ہے اس لئے اب ہم قرآن مجید سے پانچوں اوقات کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ سورۂ ہود پارہ ۱۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ (ھود:114)

"یعنی اور دن کے طرفین میں اور کچھ رات گئے نماز پڑھو"۔

اس آیت مبارکہ میں دن کے دونوں طرف نماز کے قائم کرنے کا حکم ہے۔ اس میں دن کے طرف کے معنی سمجھنے سب سے پہلے ضروری ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ دن کے طرف سے مراد وقت کا کوئی نقطہ یا اس سے مراد وقت کا کوئی امتداد ہے یعنی ایک ایک نماز کے لئے کافی طور پر لمبا وقت ہونا چاہئے۔ طرف کے یہی دو معنی ہو سکتے ہیں۔ اب جو شخص زبان عربی سے واقفیت رکھتا ہے وہ بادنیٰ تامل یہ بات معلوم کر سکتا ہے کہ اس آیت میں طرف کے معنی وقت کا کوئی نقطہ ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں تین نمازوں کا حکم دیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ان تینوں نمازوں کے لحاظ سے دن رات کے تین حصے کیے جائیں ان میں پہلا حصہ پو پھٹنے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے لے کر قبل دوپہر تک ہے۔ یہ دن کی پہلی طرف ہے اس میں دن کے ایک طرف یعنی صبح کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس کا وقت طلوع الشمس ہے۔ دوسرا حصہ سورج کے ڈھلنے سے رات کے تاریک ہوجانے تک ہے یہ دن کی دوسری طرف ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے آیت زیر بحث میں ہمیں صبح وشام اور عشاء کی تین نمازیں قائم کرنے کا حکم دیا ہے اور اس طرح یہ تین نمازیں ہوئیں۔

اب ظہر کی نماز کے لئے حکم ہوتا ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ (بنی اسرائیل:78)

"یعنی اے نبی! وقت زوال آفتاب سے لے کر رات کی تاریکی چھانے تک نماز پڑھا کرو"۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نخعی رضی اللہ عنہ، مقاتل رضی اللہ عنہ اور سدی رضی اللہ عنہ وغیرھم نے دلوک کے معنی غروب کے کئے ہیں۔ اس صورت میں معنی یہ ہوئے کہ غروب آفتاب سے لے کر رات کی تاریکی چھا جانے تک نماز مغرب میں مشغول رہا کرو۔ چنانچہ مغرب کی نماز کا اول وقت غروب آفتاب ہے اور اخیر وقت رات کی تاریکی چھا جانا ہے۔ پس اگر دلوک کے معنی غروب آفتاب کے لئے جائیں تو اس آیت سے مغرب کی نماز کا ثبوت ہوگا اگر اس سے مراد زوال آفتاب لیا جائے جیسا کہ حضرت ابن عباس، ابن عمر، جابر، مجاہد، حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور اکثر تابعین کا مذہب ہے تو اس آیت سے نماز ظہر کا ثبوت ہوتا ہے اور یہی معنی صحیح معلوم ہوتے ہیں۔

دلوک

لغت میں تین معنی ہیں اول سورج کا ڈھلنا، دوم اس کا زرد پڑ جانا اور سوم اس کا غروب ہوجانا۔ اب ان تینوں معنوں میں سے خواہ کوئی معنی مراد لئے جائیں ایک ہی نماز کا حکم نکلتا ہے خواہ وہ مغرب ہو یا ظہر۔ ظہر مراد لینے میں کچھ اعتراضات وارد ہوئے ہیں جب اعتراض کرنا ہی مقصود ہو تو قرآن کا کوئی بھی حکم اس سے نہیں بچ سکتا۔

اعتراضات سے بچنے کے لئے مفسرین نے یہ روش اختیار کی ہے کہ وہ مذکورہ بالا سورۃ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہود کی آیت سے فجر، ظہر اور عصر کی نمازوں کا ثبوت دن کے ایک طرف سے نکالتے ہیں اور دوسری طرف یعنی زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ سے مغرب اور عشاء کی نمازوں کا ثبوت نکالتے ہیں۔ گویا وہ پانچوں نمازوں کو ایک ہی آیت سے ثابت کرتے ہیں اور وہ دن رات کے دو حصے کرتے ہیں اور یہی زیادہ صحیح اور بے تکلف بھی معلوم ہوتا ہے۔ جس پر قرآنی الفاظ شاہد عادل ہیں۔ بہر حال مذکورہ بالا دو آیتوں سے قطعی طور پر چار نمازوں کا ثبوت نکلتا ہے اب رہی پانچویں نماز اس کا حکم اس آیت میں ہے۔

وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (بقرۃ:238)

"یہ پانچویں نماز ہے"۔

کیونکہ چار نمازوں میں بیچ کی نماز بھی نکل سکتی ہے اس آیت میں جو لفظ "وسطیٰ" آیا ہے وہ "اوسط" کی مؤنث ہے جو صلوٰۃ کی صفت واقع ہوئی ہے۔ یعنی بیچ والی نماز۔ ظاہر ہے کہ یہ نماز عصر ہی کی نماز ہو سکتی ہے پس اس تفصیل کے مطابق قرآن مجید میں پانچ نمازوں کا صریح حکم موجود ہے۔

نماز پنجگانہ کی فرضیت اور ان کی توقیت کے باب میں ایک اور بھی نص صریح موجود ہے وہ یہ ہے۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ (الروم)

"پس جس وقت تم لوگوں کو شام اور جس وقت صبح ہو اللہ کی تسبیح کرو اور آسمانوں اور زمین میں تعریف اسی کے لئے ہے اور جب تیسرا پہر اور دوپہر ہو تب بھی اس کی تسبیح و تقدیس بیان کرو"۔

اس آیت مبارکہ میں تسبیح سے مراد تسبیح خاص یعنی صلوٰۃ مفروضہ مراد ہے اور قرآن پاک کی یہی آیت نماز پنجگانہ کی فرضیت اور ان کی توقیت کے باب میں نص صریح ہے۔ یعنی "مساء" میں مغرب اور عشاء میں دونوں شامل ہیں باقی تینوں نمازوں کے اوقات جداگانہ مذکور ہیں جن کا پہلے بیان ہوا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حدیث سے نماز کی فرضیت کا ثبوت

مسلمانوں کا ایمان ہے کہ قرآن پاک کو سب سے زیادہ سمجھنے والے صاحب قرآن یعنی پیغمبر خدا ﷺ تھے۔ سو آپ نے صلوٰۃ خمسہ کے اوقات کو مقرر و متعین فرما کر نماز پنجگانہ کی فرضیت کو آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا۔ اوقات صلوٰۃ مفروضہ کی تعداد کے متعلق اس قدر کثرت کے ساتھ حدیثیں ہیں کہ اوقات صلوٰۃ میں کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہیں رہتا۔ اوقات خمسہ کو حدیث کی صراحت نے بخوبی ثابت کر دیا ہے۔

اوقات نماز معلوم کرنے کے لئے ہم یہاں صرف ایک حدیث کو پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں جو صحیح مسلم میں آئی ہے اور جس میں اوقات کی تعیین کا صریحاً ذکر موجود ہے۔

سلیمان بن بریدہ اپنے باپ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور سرور کائنات ﷺ سے اوقات صلوٰۃ کو پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہمارے ساتھ دونوں نمازیں پڑھو تو جب آفتاب ڈھل گیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان دو۔ انہوں نے اذان دی پھر حکم دیا تو ظہر کی نماز کھڑی کی پھر حکم دیا تو عصر کی نماز کھڑی کی جب کہ آفتاب غائب ہو چکا تھا پھر فرمایا تو عشاء کی نماز کھڑی کی جب کہ شفق غائب ہو چکی تھی پھر حکم فرمایا تو فجر کی نماز قائم کی جب کہ طلوع فجر ہو چکا تھا۔ پھر جب دوسرا دن آیا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ظہر کے وقت ٹھنڈک ہونے دو انہوں نے خوب ٹھنڈک ہونے دی پھر حضور ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی جب کہ آفتاب اونچا تھا مگر گزشتہ دن سے کم۔ پھر مغرب کی نماز پڑھائی قبل اس کے کہ شفق غائب ہو اور پھر عشاء کی نماز پڑھائی رات کا تیسرا حصہ گزرنے کے بعد اور فجر کی نماز پڑھائی خوب روشنی کر کے پھر فرمایا اوقات صلوٰۃ پوچھنے والا کہاں ہے؟ وہ آدمی بولا میں ہوں آپ نے فرمایا تمہاری نماز کا وقت ان اوقات کے درمیان ہے جن کو تم نے دیکھا۔ (69)

اس حدیث سے اوقات خمسہ کے اول و آخر وقتوں کا خوب پتہ لگتا ہے ساتھ ہی حضور ﷺ نے درمیانی اوقات کی طرف بھی اشارہ فرما دیا اور مسئلہ اوقات کو اچھی طرح واضح

69۔ صحیح مسلم بشرح نووی کتاب الصلوٰۃ جلد 5 صفحہ 96، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کر دیا۔

اب ہم ان اوقات کو علیحدہ علیحدہ تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ ان اوقات کی پہچان بھی ہو جائے اور ان کی رکعات کا بھی پتہ لگ جائے کہ کس وقت کتنی رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔

نماز فجر

نماز فجر کا وقت صبح کی پو پھٹنے سے لے کر طلوع آفتاب تک ہے۔ سورج نکلنے سے تخمیناً ڈیڑھ گھنٹا قبل مشرق کی طرف آسمان کے کنارے پر ایک سفیدی ظاہر ہوتی ہے اور وہ سفیدی زمین سے اٹھ کر اوپر کی طرف ایک ستون کی شکل میں بلند ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس کو صبح کاذب کہتے ہیں کیونکہ یہ سفیدی تھوڑی دیر تک رہ کر غائب ہو جاتی ہے۔ اس کے غائب ہو جانے کے بعد دوسری سفیدی ظاہر ہوتی ہے جو آسمان کے تمام مشرقی کنارے پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے اوپر کی طرف لمبی نہیں اٹھتی بلکہ مشرق کی طرف دائیں بائیں جانب پھیلی ہوئی ہوتی ہے اور پھر پھیلتی ہی چلی جاتی ہے اس کو صبح صادق کہتے ہیں۔ اس صبح صادق کے نکلنے سے نماز فجر کا وقت شروع ہوتا ہے اور آفتاب نکلنے سے پہلے تک رہتا ہے جب آفتاب کا ذرا سا کنارا بھی نکل آیا تو نماز فجر کا وقت جاتا رہا۔

نماز فجر کا مستحب وقت وہ ہے جب کہ اچھی طرح اجالا ہو جائے اور سورج نکلنے میں اتنا وقت باقی رہے جتنی دیر میں دوبارہ نماز پڑھی جا سکے یعنی اندازاً سورج نکلنے سے بیس پچیس منٹ پہلے نماز پڑھ لینی چاہئے تاکہ اگر نماز کسی وجہ سے درست نہ ہوئی تو دوبارہ پڑھی جا سکے۔ یہ مستحب وقت اس لئے رکھا گیا ہے کہ صبح کے وقت عموماً لوگوں کی آنکھ دیر میں کھلتی ہے وہ سب کے سب شامل ہو سکیں کوئی جماعت سے پیچھے نہ رہ جائے۔

نماز فجر کی کل رکعتیں چار ہیں۔ دو سنت اور دو فرض۔ یہ سنتیں سنت موکدہ کہلاتی ہیں یہ دو سنتیں پڑھ کر پھر فرض کی دو رکعتیں ادا کرنی چاہئے۔ فجر کی فرض رکعتوں میں امام قرآۃ پکار کر پڑھے گا۔ اکیلا نماز پڑھنے والا بھی اگر پکار کر پڑھے تو بہتر ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص فجر اور عشاء کی نماز با جماعت پڑھتا ہے وہ ڈیڑھ رات کے برابر نماز

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پڑھتا ہے۔(70)

حضور ﷺ فجر کی دوسنتوں کی بڑی حفاظت فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ فجر کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔

نماز ظہر

سورج کے ڈھلتے ہی ظہر کا اول وقت شروع ہو جاتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک سایہ اصلی کو چھوڑ کر اس کے برابر نہ ہو جائے۔ یعنی ظہر کا آخر وقت ہر چیز کے دوگنا سایہ تک ہے۔ سوائے اصل سایہ کے ٹھیک وقت کے ہر چیز کا جتنا سایہ ہو اس کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ اس چیز سے دوگنا ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز میں اتنی تاخیر کرنا کہ دھوپ کی تیزی کم ہو جائے اور جاڑوں کے موسم میں اول وقت پڑھنا مستحب ہے۔ بہر حال اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ظہر کی نماز ایک مثل کے اندر پڑھ لی جائے کیونکہ سایہ اصلی کے علاوہ دو چند سایہ ہونے تک امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سایہ اصلی کو چھوڑ کر اگر سایہ یک چند ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ایک مثل کے اندر اندر نماز پڑھ لینے میں ہی احتیاط ہے۔

سایہ اصلی کی شناخت کی ترکیب یہ ہے کہ ایک بالکل سیدھی لکڑی لے کر ہموار زمین میں گاڑی جائے۔ لکڑی کسی جانب کو جھکی ہوئی نہ ہو بلکہ بالکل سیدھی رہے جب تک اس لکڑی کا سایہ چھوٹا ہوتا رہے گا اس وقت تک سمجھو کہ آفتاب چڑھ رہا ہے اور جس وقت سایہ بڑھنے لگے تو سمجھنا چاہئے کہ زوال شروع ہو گیا ہے، جس وقت سایہ کم ہوتے ہوئے ایک مقام پر ٹھہر جائے تو سمجھنا چاہئے کہ یہ وقت عین زوال شروع ہو گیا۔ جس وقت سایہ اس لکڑی سے کم ہو نہ زیادہ تو سمجھنا چاہئے کہ یہ وقت عین زوال ہے۔ سایہ جس وقت ٹھیک برابر ہو اس وقت ایک نشان زمین پر بنا دو اب اس نشان کے آگے سے حساب کرنا چاہئے کہ کس قدر سایہ دراز ہوتا ہے۔ اس اصلی سایہ سے دوچند ہونے تک ظہر کا وقت رہتا ہے۔

70۔ صحیح مسلم بشرح نووی کتاب الصلوٰۃ جلد 5 صفحہ 134، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نماز ظہر کی کل بارہ رکعتیں ہیں۔ پہلے چار سنتیں، پھر چار فرض، پھر دو سنتیں اور پھر دو نفل۔
ظہر کے چاروں فرض کی رکعتوں میں امام اور اکیلے نمازی کو آہستہ قراءت کرنی چاہیے۔

نماز عصر

جب سایہ اصلی کو چھوڑ کر ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جائے تو اول وقت عصر شروع ہو جاتا ہے اور غروب آفتاب تک باقی رہتا ہے۔ لیکن جب دھوپ بالکل زرد ہو جائے تو اس وقت نماز کا وقت مکروہ ہو جاتا ہے۔ پس دھوپ کے زرد ہونے سے پہلے نماز پڑھنی چاہیے۔

جس طرح ظہر کی انتہاء وقت میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف ہے اسی طرح عصر کے شروع وقت میں بھی اختلاف ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عصر کا ابتدائی وقت وہ ہوتا ہے جب کہ ہر چیز کے سایہ اصلی کا سایہ چھوڑ کر دو چند سے بڑھ جائے اور صاحبین کے نزدیک عصر کا وقت جب شروع ہوتا ہے کہ ہر چیز کا سایہ اصلی سایہ سے علاوہ یک چند سے زائد ہو جائے۔

عصر کی نماز کے صرف چار فرض ہیں۔ فرض سے پہلے چار رکعت بطور نفل بھی پڑھے جاتے ہیں جن کا بہت ثواب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص عصر کے چار فرض سے پہلے چار رکعت سنت پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرماتا ہے۔ عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں جب تک آفتاب غروب نہ ہو۔ اس نماز کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جس نے نماز عصر ترک کی اس کے تمام عمل برباد ہو گئے اور وہ شخص دین کے اعتبار سے ایسا مفلس ہو گیا گویا اس کا سارا مال اور اہل و عیال لوٹ لئے گئے۔

عصر کا مستحب وقت یہ ہے کہ اس میں تاخیر کی جائے مگر اتنی نہیں کہ دھوپ زرد پڑ جائے اور وقت مکروہ ہو جائے۔ یعنی تغیر آفتاب سے پہلے پہلے عصر کا مستحب وقت ہے۔ تغیر آفتاب سے مراد یہ ہے کہ دھوپ زرد پڑ جائے اگر تغیر آفتاب سے پہلے نماز شروع کی اور حالت نماز میں ہی دھوپ زرد پڑ گئی تو مکروہ نہیں ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نمازِ مغرب

جب آفتاب غروب ہو جائے تو مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور شفق کے غروب ہونے تک باقی رہتا ہے۔ صاحبین رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک شفق اس سرخی کا نام ہے جو آسمان کے کناروں پر شام کے وقت ہوتی ہے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سپیدی کو کہتے ہیں جو سرخی غائب ہو جانے کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ گویا امام صاحب کے نزدیک سرخی غائب ہو جانے کے بعد مغرب کی نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول احتیاط پر مبنی ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہیے۔ مغرب کی نماز میں ہر موسم میں تعجیل کرنا مستحب ہے اور بلا عذر دیر کرنا مکروہ ہے۔

مغرب کی نماز میں کل سات رکعتیں ہیں۔ تین رکعت فرض ان کے بعد دو رکعت سنت اور پھر دو نفل۔ مغرب کی یہ دو سنتیں موکدہ ہیں۔

نمازِ عشاء

نمازِ عشاء کا وقت شفق چھپنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور صبح صادق تک باقی رہتا ہے۔ وتر کا بھی یہی وقت ہے۔ عشاء کا وقت تہائی رات گزرنے تک مستحب ہے اور آدھی رات تک مباح ہے۔

عشاء کی کل سترہ رکعتیں ہیں۔ پہلے چار سنتیں، ان کے بعد چار فرض، پھر دو سنتیں، پھر دو نفل، پھر تین وتر اور آخر میں دو نفل۔

نوٹ: پانچوں وقت کی نمازوں میں بارہ رکعتیں سنت موکدہ ہیں۔ دو فجر کے فرضوں سے پہلے، ظہر میں چار فرضوں سے پہلے اور بعد کی دو سنتیں، مغرب کے بعد دو۔ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص ان بارہ رکعتوں پر مداومت کرے گا اس کے لئے جنت میں ہر روز ایک نیا مکان بنایا جائے گا۔ (71)

71۔ صحیح مسلم بشرح نووی کتاب الصلوٰۃ جلد 7/6، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہدایت

ابر کے دن فجر ،ظہر اور مغرب کی نماز میں تاخیر کرنی چاہیے تاکہ فجر کی نماز زوال میں اور ظہر کی زوال سے پہلے اور مغرب کی غروب آفتاب سے پہلے ہو جانے کا احتمال باقی نہ رہے اور عصر وعشاء کی نماز میں تعجیل کرنی چاہیے تاکہ عصر میں مکروہ وقت نہ آجائے اور عشاء میں بارش اور اندھیرے کی وجہ سے جماعت میں شریک ہونے والوں کو تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔

چار نفل نمازوں کے اوقات

مذکورہ بالا فرض اوقات کے علاوہ شریعت میں چار نفل نمازیں ایسی بھی ہیں جن کے اوقات مقرر ہیں وہ چار نفل نمازیں یہ ہیں، اشراق، چاشت، بعد زوال اور تہجد۔ اشراق کا وقت طلوع آفتاب سے لے کر اس وقت تک رہتا ہے جب تک آفتاب میں گرمی پیدا نہ ہو۔ آفتاب کے گرم ہونے سے لے کے زوال تک چاشت کا وقت ہے۔ زوال کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے زوال کا وقت ہے اور تہجد کا وقت آدھی رات سے لے کر صبح صادق تک ہے۔

تہجد کا افضل وقت رات کا آخری تہائی حصہ ہے۔

نماز کے مکروہ وممنوع اوقات

نماز کے مکروہ اوقات پانچ ہیں ان میں سے تین اوقات ایسے ہیں جن میں فرض اور نفل نمازیں مکروہ ہیں وہ تین وقت یہ ہیں۔

۱۔ طلوع شمس کے نزدیک۔

۲۔ غروب آفتاب کے وقت۔

۳۔ زوال آفتاب کے وقت۔

غروب آفتاب کے وقت اسی روز کی نماز عصر پڑھی جا سکتی ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا گیا ہے کہ جمعہ کے روز زوال کے وقت نفل نماز جائز ہے۔

اگر مذکورہ بالا مکروہ اوقات میں نماز پڑھی جائے گی تو فاسد ہوگی البتہ اسی دن کی نماز عصر سورج ڈوبنے کے وقت کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہو جائے گی اگر کسی نے ان مکروہ اوقات

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں نماز پڑھی تو اس کو لوٹانا چاہیے۔

جنازہ کی نماز اگر مذکورہ ممنوع اوقات میں واجب ہوئی ہے تو بہتر ہے کہ ان ممنوع اوقات میں ہی پڑھ لی جائے تاخیر مکروہ ہے اور اگر نماز جنازہ پہلے سے واجب ہوئی تھی تو ان اوقات میں نہ پڑھی جائے۔ اسی طرح سجدہ تلاوت اگر ان ممنوعہ اوقات میں واجب نہیں ہوا تو انہیں اوقات میں ادا کر لینا چاہیے اگر پہلے واجب ہوا ہے تو ان اوقات میں ادا نہ کرے۔ (کبیری)

مذکورہ بالا تین اوقات تو ایسے تھے جن میں فرض اور نفل نمازیں دونوں مکروہ و ممنوع ہیں ان کے علاوہ دو مکروہ اوقات ایسے ہیں جن میں صرف نفل نماز مکروہ ہے فرض مکروہ نہیں وہ یہ ہیں۔

ا۔ نماز فجر سے قبل صبح صادق کے بعد سوائے فجر کی سنتوں کے اور تمام نفل نمازیں پڑھنی مکروہ ہیں۔

۲۔ نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک ہر طرح کی نفل نماز مکروہ ہے علاوہ ازیں عصر کی نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک، غروب آفتاب سے لے کر قبل از نماز مغرب تک نفل نمازیں پڑھنی مکروہ ہیں۔ فرض نماز کی اقامت کے وقت اور خطبہ پڑھے جانے کے وقت بھی نفل پڑھنے مکروہ ہیں اگر وقت اس قدر تنگ ہو گیا ہو کہ صرف فرض پڑھے جا سکتے ہیں تو ایسے وقت میں فرض کے علاوہ نوافل پڑھنے مکروہ ہیں اگر کسی نے ان اوقات مکروہ میں نفل نماز شروع کی تو اس کے لئے افضل ہے کہ نیت توڑ دے اور پھر کسی وقت ادا کرے۔ اگر نماز نہ توڑی تو گنہگار ہو گا۔(72)

شرط ششم

استقبال قبلہ

نماز کی چھٹی شرط استقبال قبلہ ہے۔ استقبال قبلہ، قبلہ کی طرف منہ کرنے کو کہتے ہیں استقبال قبلہ نماز میں شرط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھتے وقت ضروری ہے کہ نماز پڑھنے والے کا منہ قبلہ کی طرف ہو۔ اس شرط کے ضمن میں ضروری ہے کہ ہم یہاں تاریخ تحویل قبلہ کو بھی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیں۔ لہٰذا اس کو بیان کیا جاتا ہے۔

72۔ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن طلوع آفتاب کے بعد سے نماز عید سے قبل بھی ہر طرح کے نوافل مکروہ ہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تاریخ تحویل قبلہ

خانہ کعبہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام نے بنایا تھا اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم نے اسے لوگوں کا مجمع قرار دیا ہے۔ ہر چہار طرف سے لوگ آئیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر بنی اسماعیل میں ہمیشہ یہی قبلہ رہا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی طرف متوجہ ہونے کی اجازت دی گئی کیونکہ حضرت مسیح بنی اسرائیل کے لئے نبی تھے اور خود بھی انہی کی اولاد میں سے تھے اس لئے وہ بیت المقدس کو بیت اللہ سمجھتے رہے لیکن بنی اسماعیل کا معبد اور قبلہ جس طرح چلا آرہا تھا ویسا ہی چلا آیا۔

بعد ازاں جب خاتم المرسلین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس وقت دو قبلے تھے۔ بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس اور بنی اسماعیل کا خانہ کعبہ۔ مگر چونکہ وہ زمانہ کفر و شرک کے تسلط و اقتدار کا زمانہ تھا چنانچہ خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رائے و اجتہاد سے بیت المقدس کو اپنا قبلہ قرار دیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کی بزرگی سے اچھی طرح واقف تھے اس لئے آپ اسے پشت دے کر نماز نہ پڑھتے تھے۔ البتہ جب مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے تو مجبور ہوئے اور خانہ کعبہ کی طرف پشت کرنی پڑی۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ جب تک آپ مکہ میں رہے تو خانہ کعبہ کی طرف متوجہ رہے اور جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو اس وقت بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوئے حالانکہ تحویل صرف ایک ہی مرتبہ ہوئی یعنی پیشتر آپ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوتے تھے پھر مدینہ آ کر چند ماہ بعد کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہونے کا حکم ہوا۔ فقط یہی ایک تغیر معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت یہ بھی کوئی تغیر نہیں کیونکہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہونے کا حکم نہیں ہوا تھا کہ یہ کہا جائے کہ پہلے وہ حکم ہوا تھا بلکہ پہلا امر حضور سرور کائنات کا اجتہادی امر تھا مگر چونکہ اس اجتہاد نبوی کی بناء نہایت صحیح اور عمدہ مصلحت پر تھی اس لئے خدا نے اس سے روکا نہیں بلکہ اس کو قائم رکھا۔ اس مصلحت کو خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں یوں بیان فرماتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَیْهِ (بقرۃ:143)

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

''جس قبلہ پر تو تھا ہم نے اس لئے قبلہ ٹھہرایا تھا کہ جان لیں کہ کون اس رسول کی تابعداری کرے گا اور کون الٹے پاؤں پھر جائے گا''۔

اگر چہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اجتہادی امر تھا مگر چونکہ خدا تعالیٰ نے اس سے منع نہیں فرمایا اس لئے اس کو حکم خداوندی قرار دیا گیا اور وجہ امتحان۔

بیت المقدس کو قبلہ قرار دینے کی حکمت و مصلحت

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے بیت المقدس کو اس لئے قبلہ قرار دیا تھا کہ اپنے رسول کے تابعداروں کو معلوم کریں۔ سو اس امر کی تفصیل سنئے کہ یہ کیونکر ایمان وامتحان کی دلیل ٹھہرا۔ اہل عرب خانہ خدا کی انتہائی عزت و عظمت کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو سب سے زیادہ عظمت کرتے تھے مگر باوجود اس کے اس کو قبلہ قرار نہیں دیتے یہ امر عرب والوں پر نہایت شاق گزرتا تھا۔ لیکن انہوں نے باوجود اس ناگواری کے محض اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ سے بسر وچشم قبول کیا اور یہ امر ان کے تسلیم ورضا اور ایمان واطاعت کی دلیل ٹھہری اور ان اللہ والوں کا بخوبی امتحان ہو گیا۔

علاوہ ازیں بیت المقدس کو قبلہ قرار دینے کی ایک حکمت و مصلحت یہ بھی تھی کہ اس وقت خانہ کعبہ میں بت رکھے ہوئے تھے اور مسلمانوں کو بت پرستی چھوڑے ہوئے تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا۔ احتمال تھا کہ اس حالت میں اگر ان کو قبلہ کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا جاتا تو خدا کی عبادت میں بتوں کا تصور آجاتا اس احتمال وخدشہ کی بناء پر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باوجود بنی اسماعیل ہونے اور ملت ابراہیمی رکھنے کے بیت المقدس کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا جب یہ احتمال وعذر جاتا رہا اور خدا پرستی مسلمانوں کے دل ودماغ میں راسخ ہو گئی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اصل قبلہ کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا۔ اس تفصیل سے جہاں بیت المقدس کو قبلہ بنانے کی حکمت و مصلحت واضح ہو گئی یہ امر بھی صاف ہو گیا کہ اصل میں قبلہ کے حکم میں کسی طرح کا تغیر نہیں ہوا۔

جو لوگ اپنی جہالت وحماقت سے اس قسم کے عارضی تغیرات پر اعتراضات کرتے ہیں ان کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (بقرہ)

"عنقریب بیوقوفوں کی ایک جماعت کہے گی کونسی چیز مسلمانوں کے لئے باعث روگردانی ہوئی کہ اس قبلہ سے پھر گئے جس پر وہ تھے ان سے کہہ دو کہ مشرق و مغرب اللہ ہی کا ہے ہدایت دکھاتا ہے جس کو چاہے صراط مستقیم کی طرف"۔

یعنی بعض نادان اور بیوقوف لوگ جو اس قسم کے اعتراضات کرتے ہیں کہ بیت المقدس سے مسلمان کیوں پھر گئے؟ کیا اس میں کوئی نقصان پایا؟ یا قبلہ دوم کی بندگی اب ان پر طاری ہوئی ہے۔ اگر قبلہ اول ناقص تھا تو اول ہی سے قبلہ دوم کو کیوں اختیار نہ کیا ان سب سے کہہ دیجئے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی قبلہ اول سے روگردانی کا باعث نہیں ہوئی۔ تمہارے یہ اعتراضات جہالت و سفاہت پر مبنی ہیں کہ تم تحویل قبلہ کی بناء تعصب مخالفین جانبداری کی قومیت اور نقص و کمال کو سمجھتے ہو۔ بلکہ اصل دین اور استقبال قبلہ اتباع فرمان خدا ہے نہ کہ اتباع استحسانات عقلیہ ناقصہ، نہ تعصب و پاس قومیت، ہماری روگردانی کا باعث صرف حکم خداوندی ہے کہ ایک مدت تک بیت المقدس کو قبلہ بنایا اور اب کعبہ کو۔ مشرق و مغرب تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اسے اختیار ہے کہ جس جگہ کو چاہے قبلہ قرار دے۔ یہ تعین قبلہ محض برائے نمودن راہ عبادت ہے اور اس طرح وہ جس کو چاہتا ہے راہ ہدایت دکھاتا ہے۔

مذکورہ تفاصیل سے استقبال بیت المقدس کی حکمت و مصلحت اور پھر استقبال قبلہ کی حقیقت بخوبی واضح ہوگئی اور تمام متعلقہ تاریخی واقعات روشن و مبرہن ہو گئے۔

جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو سب سے پہلے آپ نے مسجد نبوی بنوائی اور اس کا قبلہ بیت المقدس کی جانب رکھا۔ ہجرت کے سولہ ماہ بعد یعنی غزوہ بدر سے دو ماہ قبل شعبان یا رجب کے مہینے میں خانہ کعبہ قرار دیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"گویا آنحضرت علیہ السلام در ابتدائے بعثت خود خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام و حضرت

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ابراہیم علیہ السلام بود و بعد از معراج خلافت انبیائے بنی اسرائیل ہم یافتند دہر گاہ ہجرت مدینہ فرمودند استقبال ہر دو قبلہ ممکن نہ بود کہ دو جہت متقابل از انجا واقع اندلا جرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در این جا اجتہادے باریک فرمودند دانستند کہ چوں من بہ ہجرت از مکہ بہ مدینہ مامور شدم لاجرم پشت بہ مکہ درد بہ بیت المقدس خواہم رفت"۔

"گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے بعثت میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلیفہ تھے اور بعد معراج کے انبیائے بنی اسرائیل کی خلافت بھی حاصل کر لی اور جب مدینہ میں ہجرت فرمائی تو دونوں قبلوں کی طرف منہ کرنا ممکن نہ تھا کیونکہ یہاں سے دونوں جگہ ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ اس لئے لامحالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے یہ جانا کہ چونکہ مجھے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ہوا ہے اس لئے لامحالہ مجھے پشت مکہ کی طرف اور منہ بیت المقدس کی طرف کرنا چاہئے"۔ (73)

الغرض مسلمان غزوہ بدر سے دو ماہ قبل تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جب تحویل قبلہ کا حکم دیا اور حالت نماز میں اس کو سنا تو اسی حالت میں قبلہ کی طرف پھر گئے اسی بناء پر یہ مسئلہ ہے کہ اگر کوئی تحری کر کے کسی جانب کو جنگل میں نماز پڑھ رہا ہو اور حالت نماز میں اس کو معلوم ہوا کہ میری سمت قبلہ کی طرف نہیں دوسری طرف ہے تو اس طرف پھر جائے۔

استقبال قبلہ کے احکام ومسائل

ہندوستان، برما، بنگال اور بہت سے ملکوں میں قبلہ (مغرب) کی طرف ہے کیونکہ یہ تمام ملک مکہ معظمہ سے مشرق کی طرف واقع ہیں۔ مکہ والوں کے لئے عین کعبہ شریف کی سیدھ میں منہ کرنا اور غیر مکہ والوں کے لئے کعبہ کی سمت کی طرف منہ کرنا شرط نماز ہے۔ استقبال قبلہ کی فرضیت اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتی ہے:

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهٗ (بقرہ:144)

"اور تم جہاں بھی ہو پس پھیر دو اپنے چہروں کو مسجد حرام کی سمت"۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ کعبہ کی نیت کرنا بھی شرط ہے یا نہیں؟ شیخ امام ابوبکر محمد

تفسیر فتح العزیز، پارہ دوم ص433، مطبوعہ در مطبع امیر لاہور۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حامد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بحالت استقبال قبلہ وکعبہ کی نیت کرنا شرط نہیں اور شیخ ابوبکر محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کعبہ کی نیت کرنا بھی شرط ہے۔

قبلہ کی شناخت کرنے کا طریقہ

شہروں اور گاؤں میں تو عموماً ہر جگہ مسجدیں ہوتی ہیں وہاں کے لوگوں کو قبلہ کی شناخت کی ضرورت ہی نہیں۔ جو لوگ جنگلوں اور دریاؤں میں ہوں وہ ستاروں سے قبلہ کی شناخت کر سکتے ہیں اور جہاں نہ ستاروں سے شناخت ہو سکتی ہو اور نہ ہی کوئی آدمی ہو کہ اس سے دریافت کر لیا جائے تو پھر اپنے قیاس سے سمت قبلہ متعین کر کے نماز پڑھ لینی چاہیے۔ قبلہ کی شناخت کے لئے قبلہ نما بھی ایجاد کر لئے گئے ہیں جو قبلہ کی شناخت کا کام دیتے ہیں۔ الغرض قبلہ کی شناخت کی مختلف علامتیں اور طریقے ہیں جہاں یہ علامتیں اور طریقے میسر نہ آئیں وہاں تحری کرنا فرض ہے۔ تحری کہتے ہیں قیاس کرنے کو۔ یعنی جہاں کوئی علامت بھی نہ ہو تو نمازی کو قیاس ہی سے کام لینا چاہیے۔ جدھر اس کی عقل قبلہ کی سمت مقرر کرے اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے۔ اگر بغیر تحری کے نماز پڑھے گا تو نماز نہ ہوگی۔ (1)

جس شخص کا قیاس کسی جانب کو بھی نہ ہو سب سمتوں میں ان کو تذبذب ہو تو اس شخص کو احتیاطاً ہر سمت کی طرف ایک ایک بار نماز پڑھ لینی چاہیے۔ (2)

چنانچہ ایک شخص نے اپنی سوچ سے ایک سمت مقرر کر کے نماز کی ایک رکعت پڑھی پھر اس کی رائے نماز ہی میں بدلی اور دوسری سمت منہ کر کے دوسری رکعت پڑھی۔ اسی طرح چاروں طرف ایک ایک رکعت پڑھی تو اس کی نماز بھی ہو جائے گی۔ (3)

ہاں اگر کوئی شخص اپنی تحری سے ایک سمت مقرر کرے اور نماز دوسری طرف پڑھے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

1۔ فتاویٰ شامی جلد 2 صفحہ 117، باب شروط الصلوٰۃ مکتبہ علمیہ بیروت۔

2۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 64 مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

3۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 64 مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسئلہ: اگر ایک شخص نے قیاس کر کے ایک طرف نماز پڑھنی شروع کی اور نماز میں کسی طرح معلوم ہو گیا کہ قبلہ دوسری طرف ہے تو فوراً اسی طرف پھر جانا چاہیے۔ توقف نہ کرنا چاہیے اگر ایک رکن کی مقدار بھی توقف کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ہاں اگر بعد نماز کے معلوم ہوا کہ قبلہ اور طرف ہے تو نماز ہو گئی۔ اب اسے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: ایک شخص اتنا مریض ہے کہ خود قبلہ کی طرف منہ نہیں پھیر سکتا اور کوئی ایسا شخص بھی موجود نہیں کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف پھیر دے تو جدھر کو بھی ہو سکے منہ کر کے نماز پڑھ لے کیونکہ یہ شخص صاحب عذر ہے اور معذور ہے۔ استقبال قبلہ کا حکم ساقط۔(1)

مسئلہ: ایک اندھے کو کوئی ایسا شخص نہ ملا جس سے سمت قبلہ دریافت کر لیتا، اس لئے خود ہی ایک طرف کو نماز پڑھنی شروع کی لیکن یہ سمت قبلہ کی نہ تھی۔ اتنے میں ایک شخص نے آ کر اندھے کو قبلہ کی طرف پھیر دیا اور خود اندھے کی اقتداء میں نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا تو اس اندھے کی نماز درست ہو گی اور مقتدی کی فاسد اور اگر اندھے نے غیر سمت قبلہ کو نماز پڑھنی شروع کی حالانکہ آدمی موجود تھا جس سے وہ سمت قبلہ دریافت کر سکتا تھا اور پھر کسی دوسرے آدمی نے آ کر اس کا صحیح رخ کر دیا اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھی تو اس میں دونوں کی نماز فاسد ہو گئی(2)۔

مسئلہ: ایک شخص تکبیر تحریمہ میں امام کے ساتھ شریک ہوا اور آخر تک شریک رہا۔ لیکن دو رکعت پڑھنے کے بعد اسے خیال ہوا کہ قبلہ اور سمت کو ہے تو ایسے شخص کی نماز نہ ہو گی۔ اسے امام کی اقتدا سے علیحدہ ہو جانا چاہیے۔ اور وہ دوسری طرف کو اپنی رائے سے منہ پھیرے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے اور اگر ادھر ہی کو منہ رکھتا ہے تو دیدہ دانستہ سمت قبلہ کی مخالفت ہوتی ہے۔ لہٰذا اسے از سر نو نماز پڑھنی چاہیے۔(3)

مسئلہ: ایک شخص ایک دو رکعت فوت ہونے کے بعد جماعت میں آ کر شریک ہوا اور بقیہ نماز امام کے ساتھ پڑھی۔ لیکن امام کے سلام پھیرنے کے بعد اسے خیال ہوا کہ سمت قبلہ یہ نہیں یا کہ دوسری طرف ہے تو اسے دوسری طرف پھر جانا چاہیے۔ اس کی نماز ہو جائے

1۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 63 مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔ 2۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 65، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

3۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 65، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

گی کیونکہ یہ جماعت میں شامل ہونے والا مسبوق ہے اور مسبوق اپنی بقیہ نماز میں منفرد کے حکم میں ہوتا ہے اور بقیہ نماز میں اسے جماعت یا امام سے کوئی تعلق باقی نہیں۔(1)

مسئلہ: ایک شخص تکبیر تحریمہ سے امام کے ساتھ شریک ہوا تھا لیکن درمیان میں کسی عذر شرعی کے لاحق ہونے کی وجہ سے نماز توڑ کر چلا گیا اور دوبارہ وضو کر کے شامل ہو گیا اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس کی رائے میں دوسری طرف جہت قبلہ ثابت ہوئی تو اس شخص کو نماز توڑ کر از سر نو پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ یہ شخص اپنی باقی نماز میں جماعت کے حکم میں ہے۔ اگر اپنی رائے کے موافق جہت قبلہ بدلے گا تو امام کی مخالفت لازم آئے گی اور دیدہ دانستہ قبلہ سے انحراف لازم آئے گا۔ اس کو دوبارہ نماز پڑھنی چاہیے۔(2)

حاصل ان دونوں مسائل کا یہ ہے کہ مدرک لاحق از سر نو نماز پڑھیں گے اور مسبوق قبلہ کی طرف منہ پھیر لے گا اور اپنی بقیہ نمازیں پوری کرے گا۔

مسئلہ: ایک مسافر امام نماز پڑھا رہا تھا اور مقتدی چونکہ مقیم ہے اس لئے اس کے بعد اپنی دو رکعتیں پوری کرنے لگا اور اب سمت قبلہ کے متعلق اس کی رائے بدل گئی اور کوئی دوسری سمت ثابت ہوئی تو اسے از سر نو نماز پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ یہ اقتدا میں مدرک کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: ایک شخص نے جہاز یا ریل میں قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی شروع کی۔ لیکن اثنائے نماز ہی جہاز یا ریل کا رخ قبلہ سے پھر گیا تو نمازی کو بھی اسی سمت پھر جانا چاہیے۔

هدایت: یاد رکھنا چاہیے کہ استقبال قبلہ کی، نماز کے لئے ایک شرط زائد ہے۔ مقصود بالذات نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عذر اور بلا عذر کے ساقط ہو جاتی ہے۔ مقصود عبادت قبلہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہے۔ قبلہ تو صرف مسجود الیہ ہے۔ یہاں مسجود لہ اور مسجود الیہ کا مفہوم و مطلب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ مسجود لہ اس کو کہتے ہیں جس کے لئے سجدہ کیا جائے اور مسجود الیہ وہ ہوتا ہے جس کی طرف سجدہ کیا جائے۔ مسجود لہ مقصود عبادت ہوتا ہے اور مسجود الیہ مقصود عبادت نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ کعبہ معذور کے حق میں ساقط ہو جاتا ہے۔ معذور جس طرف چاہے منہ کر کے نماز پڑھ لے۔

1۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 65، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔ 2۔ ایضاً

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جو لوگ استقبال قبلہ پر اپنی حماقت و نادانی سے اعتراض کرتے ہیں، ان کی جہالت پر افسوس ہے کہ وہ آج تک مسجود لہ اور مسجود الیہ کے فرق کو بھی نہیں سمجھ سکے اور اعتراض کرنے لگے اسلام جیسے عقلی اور فطری مذہب پر، جس نے دنیا سے شرک و بت پرستی کی کلی طور پر بیخ کنی کر کے خدا کی عظمت و وحدانیت کا ڈنکا بجایا۔ (نذیر الحق)

شرط ہفتم

نیت کا بیان

نماز کی ساتویں شرط نیت کرنا ہے۔ نیت دل سے ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نیت میں خاص اسی فرض نماز کا ارادہ کرے جو پڑھنا چاہتا ہے۔ مثلاً اگر ظہر کی نماز پڑھنا چاہتا ہے تو یہ ارادہ کرے کہ آج کی فرض نماز ظہر پڑھتا ہوں اگر قضا ہو گئی ہو تو یہ نیت کرے کہ فلاں دن کی ظہر قضا پڑھتا ہوں۔ اگر امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہو تو اس کی اقتدا کی نیت کرنا بھی ضروری ہے۔

زبان سے نیت کرنا مستحب ہے اگر زبان سے نیت نہ کرے تو نماز میں کچھ نقصان نہیں ہوتا اگر زبان سے بھی کہہ لے تو اچھا ہے۔ جو نمازیں سنت، نفل اور وتر ہیں تو ان میں صرف اتنی نیت کرنا کافی ہے کہ نماز نفل یا سنت یا وتر پڑھتا ہوں۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیے کہ نیت کہتے ہیں نماز شروع کرنے کے ارادہ کو، یعنی نمازی نماز شروع کرتے وقت فوراً ارادہ کرے کہ آج کی ظہر کی نماز فرض پڑھتا ہوں اگر یہ نیت کسی قدر تامل کے بعد ہو گی تو نماز نہ ہو گی۔(1)

نماز جنازہ میں نیت کرنی چاہیے کہ نیت کرتا ہوں نماز برائے خدا اور دعا برائے میت کے۔ تنہا فرض نماز پڑھنے والے کے لئے صرف فرض کی نیت کرنا کافی نہیں جب تک وہ اس کے نماز ظہر یا عصر وغیرہ کے الفاظ متصل نہ کرے۔ اگر مطلق فرض وقت کی نیت کی اور نماز ظہر وغیرہ کو متعین نہ کیا تو بھی نماز جائز ہے سوائے نماز جمعہ کے یعنی نماز جمعہ کی تعین کرنا شرط

1۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 65، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔اس کے بغیر نماز نہ ہوگی۔(1)

فائدہ: نماز میں تعداد رکعات کی نیت کرنا شرط نہیں اگر کرلے تو بہتر ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے فرض نماز شروع کی پھر گمان کیا کہ یہ نفل ہے، تو اسے اس سابقہ نیت سے نماز پڑھتے رہنا چاہیے۔نماز فرض ادا ہو جائے گی۔ کیونکہ جو نماز فرض کی نیت سے شروع کی گئی ہے اس نیت کا آخر نماز تک باقی رہنا شرط نہیں۔صرف شروع کرتے وقت شرط ہے (کبیری)

مسئلہ: اگر کسی نے دو فرضوں کی معانیت کی تو وہ نیت ظہر کی سمجھی جائے گی۔اسی طرح اگر دو فوت شدہ نمازوں کی ایک ساتھ نیت کی تو وہ نیت پہلی فوت شدہ نماز کی ہوگی اور اگر فوت شدہ اور وقتیہ نماز کی ایک ساتھ نیت کی تو وہ فوت شدہ نماز کی نیت سمجھی جائے گی۔اگر وہ آخر وقت میں ہو۔(2)

مسئلہ: امام کے لیے امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں۔ البتہ اگر عورتوں کی جماعت کریں تو امام عورت کو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے۔(3)

مسئلہ: مقتدی کو صرف فرض کی نیت کرنا اور نماز کی تعیین کرنا ہی کافی نہیں۔ بلکہ اقتدا کی بھی نیت کرنی چاہیے۔اگر امام کی اقتدا کی نیت کی لیکن نماز کا تعین نہ کیا تو جائز ہے۔مگر بعض کا یہ قول ہے، قاضی خان نے ذکر کیا ہے کہ جائز نہیں اور اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے کیونکہ اقتداء جیسے فرض میں ہوتی ہے۔اسی طرح نفل میں بھی ہوتی ہے، پس ان دونوں میں سے ایک کا تعین کرنا ضروری ہوا۔(صغیری)

اسی طرح اگر نیت کی کہ امام کے ساتھ پڑھتا ہوں تو اگر امام کی نماز کی نیت کی اور اس کی اقتدا کی نیت نہیں کی تو جائز نہیں۔(4)

مسئلہ: اگر کسی نے اقتدا کی نیت کی اور اس کے دل میں یہ خیال نہیں گزرا کہ امام کون ہے؟ تو اس کی نیت صحیح ہوگی۔اسی طرح اگر کسی نے امام کی اقتدا کی نیت کی اور وہ گمان کرتا ہے کہ امام زید ہے مگر وہ تھا عمرو، تو بھی نیت صحیح ہوگی۔ مگر جب وہ یہ اقرار کرے کہ میں نے

1۔منیۃ المصلی صفحہ 106، کتب خانہ مجیدیہ ملتان۔ 2۔ایضاً صفحہ 108

3۔ایضاً۔ 4۔ایضاً۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

زید کی اقتداء کی۔ (منیہ)

ھدایت: افضل یہ ہے کہ امام کے اللہ اکبر کہنے کے بعد اقتدا کی نیت کرے اور اگر اس وقت کہ امام نماز کی جگہ کھڑا ہو، تب بھی جائز ہے۔ (1)

مسئلہ: اگر کسی نے اس گمان سے کہ امام نے نماز شروع کر دی ہے، اس کی اقتدا کی نیت کر کے نماز شروع کر دی حالانکہ ابھی امام نے نماز شروع نہیں کی تھی تو اس کی نماز شروع نہیں ہوئی۔ پھر سے نیت کر کے نماز شروع کرنی چاہیے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص سالوں تک نماز پڑھتا رہا۔ مگر اس کو فرض و نفل میں تمیز نہ ہوئی تو اگر اس نے نمازیں فرض سمجھ کر پڑھی ہوں گی تو اس کی فرض نمازیں ادا ہو گئیں۔ اگر یہ سمجھ کر نمازیں نہ پڑھی ہوں گی تو اس کے ذمہ فرض نمازیں باقی رہیں گی اور اسے تمام سالوں کی قضا نمازیں ادا کرنی چاہئیں۔ (صغیری)

ایک ضروری یادداشت

جاننا چاہیے کہ تمام عبادات میں باتفاق ائمہ نیت کرنا شرط ہے (2)۔ رکن نہیں۔ البتہ تکبیر تحریمہ میں اختلاف ہے کہ وہ شرط ہے یا رکن؟ مگر اعتماد علیہ یہ بات ہے کہ وہ بھی نیت کی مانند شرط ہے۔ نماز جنازہ میں تکبیر تحریمہ سب کے نزدیک رکن ہے۔

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ تمام عبادات میں نیت کرنا شرط ہے۔ اس سے وہ عبادات مستثنیٰ ہیں جو عبادات کے مشابہ ہیں جیسے ایمان، تلاوت، اذکار اور اذان وغیرہ، یہ عبادتیں نیت کی محتاج نہیں اگر کوئی عبادت مختلف افعال والی ہو تو اس کے ہر رکن کے ساتھ نیت کرنا ضروری نہیں۔ مثلاً نماز کے بہت سے افعال مثلاً قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ وغیرہ اور یہ افعال ارکان نماز ہیں۔ اب یہ ضروری نہیں کہ رکوع و سجود کرتے وقت بھی نیت کی جائے۔ صرف شروع کی نیت کافی ہے اس سے متعلق تمام افعال بھی اسی میں آ جائیں گے۔ اس بنا پر یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر کسی نے نماز خالص اللہ کے لئے ابتدا میں شروع کی اور پھر بیچ میں ریا کو بھی دخل ہو گیا تو اس کے خلوص میں کوئی نقص واقع نہ ہو گا (ردالمحتار)۔

1۔ منیۃ المصلی صفحہ 108۔ 2۔ ردالمحتار، باب شروط الصلوٰۃ جلد 2 صفحہ 120، مکتبہ علمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باب ارکان الصلوٰۃ

یہ باب ارکان نماز کے متعلق ہے۔ ارکان نماز ان چیزوں کو کہتے ہیں جو نماز کے اندر فرض ہیں۔ ارکان جمع ہے۔ رکن کے معنی فرض ہیں تو ارکان کے معنی فرائض کے ہوئے۔ یعنی اس باب میں نماز کے فرائض بیان کئے جائیں گے۔

اس باب کو صفۃ الصلوٰۃ بھی کہتے ہیں۔ یعنی اس میں اُن اوصاف کا بیان کیا جاتا ہے جو نفس نماز میں داخل ہیں اور وہ نماز کے اجزائے عقلیہ ہیں۔ جیسے قیام، رکوع اور سجود وغیرہ۔ لغت میں صفت ایسے معنی کے بیان کو کہتے ہیں جو ذات موصوف میں موجود ہو۔ اور عرف شرع میں اُس کیفیت کو کہتے ہیں جو فرض، واجب، سنت اور مستحب پر مشتمل ہو۔ پس صفۃ الصلوٰۃ کے باب میں اجزائے نماز کے اوصاف و کیفیت کو بیان کیا جاتا ہے۔

فرائض الصلوٰۃ

نماز کے فرائض آٹھ ہیں۔ ان میں سے چھ فرض ایسے ہیں جن پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے اور دو ایسے ہیں جن میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

وہ چھ فرض یہ ہیں: تکبیر، افتتاح، قیام، قراءۃ، رکوع، سجود اور قعدا خیرہ یعنی شروع میں تکبیر تحریم یعنی اللہ اکبر کہنا۔ بالکل سیدھے کھڑے ہونا۔ ایک آیت لمبی یا تین چھوٹی آیتوں کی مقدار ہر رکعت میں قراءت کرنا، اس قدر جھکنا کہ اگر دونوں ہاتھ پھیلا دیے جائیں تو گھٹنوں پر ٹک جائیں، پیشانی اور ناک دونوں کا زمین پر رکھنا اور بمقدار تشہد آخر نماز میں بیٹھنا۔ یہ چھ فرض سب کے نزدیک اتفاقی ہیں۔ باقی وہ دو فرائض جن میں اختلاف ہے یہ ہیں:

۱۔ قصداً خود نماز تمام کرنی۔

۲۔ تعدیل ارکان یعنی رکوع و سجود وغیرہ ارکان کو ٹھہر ٹھہر کر اطمینان کے ساتھ ادا کرنا۔

اول امر حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض ہے۔ مگر صاحبین کے نزدیک فرض نہیں اور تعدیل ارکان امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض ہے اور وہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اپنے ثبوت میں اس حدیث کو پیش کرتے ہیں:

"عن ابی مسعود رضی اللہ عنہ انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم لاتجزی صلوٰۃ لایقیم فیھا الرجل صلبہ فی الرکوع و السجود" (1)

"حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ انسان رکوع و سجود میں اپنی پشت کو قائم نہ کرے تو وہ نماز جائز نہیں ہوتی"۔

برخلاف اس کے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رکوع و سجود میں طمانیت فرض نہیں۔ اس پر بعض اہل حدیث صاحبان اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اس میں ان دونوں حضرات نے ان دو صحیح حدیثوں کا خلاف کیا ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری و مسلم میں آئی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس مسئلہ کو ذرا وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔

تعدیل ارکان کی بحث

وہ دو حدیثیں جو معترض اپنے ثبوت میں پیش کیا کرتے ہیں۔ ان کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ ایک اعرابی نے آنحضرت ﷺ کے روبرو جلدی جلدی نماز ادا کی، رکوع و سجود کی حالت میں قرار و اطمینان ترک کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس اعرابی سے فرمایا کہ پھر نماز پڑھ۔ اس نے دوبارہ اسی طرح جلدی جلدی نماز ادا کی۔ آپ نے پھر اعادہ کا حکم فرمایا۔ تیسری مرتبہ پھر اس نے نماز اسی طرح ادا کی اور آپ نے چوتھی بار بھی اعادہ کا حکم فرمایا۔ چوتھی بار اس اعرابی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے سوائے اس طریقہ نماز کے اور کوئی طریقہ معلوم نہیں۔ آپ مجھے سکھا دیجیے۔ اس پر آپ نے اس کو نماز کا طریقہ شرعیہ تعلیم فرما دیا۔ اس میں آپ نے رکوع و سجود میں، درمیان کے جلسہ میں اور رکوع و سجود کے درمیان میں اطمینان کا حکم بھی فرمایا (2)۔

اس حدیث سے نہ تو یہ معلوم ہوا کہ ان مقامات میں اطمینان فرض ہے اور نہ یہ معلوم ہوا

1۔ ترمذی جلد 2، صفحہ 51، باب الصلاۃ، حدیث نمبر 265، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

2۔ ترمذی جلد 2، صفحہ 103-104، حدیث نمبر 303، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہ واجب یا سنت۔ البتہ اس قدر ضرور ثابت ہوا کہ جو شخص ایسی جلدی نماز پڑھے کہ ان مقامات میں اطمینان ترک کردے، اس پر نماز کا اعادہ ضروری ہے اور یہ امر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے خلاف نہیں۔

اس وجہ سے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگرچہ ان مقامات میں اطمینان فرض نہیں اور نہ مثل رکوع وسجود وغیرہ ارکان کے کوئی رکن۔ مگر اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ امام صاحب کے نزدیک بے اطمینان کی نماز کامل ہو جاتی ہے۔ بلکہ بعض مشائخ کی تصریح کے موافق امام صاحب کے نزدیک اطمینان یا تعدیل واجب ہے۔ جس کے قصداً ترک کر دینے سے نماز ناقص ہوتی ہے اور اس کا اعادہ واجب ہے۔ اگر اس کو سہواً ترک کیا جائے تو سجدہ سہو کرنا لازم آتا ہے۔

تعدیل ارکان

امام صاحب کے نزدیک سنت موکدہ ہے یا واجب؟

اس بحث کے سلسلہ میں اس امر کی وضاحت وتصریح کر دینا بھی ضروری ہے کہ تعدیل ارکان امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت موکدہ ہے یا واجب؟ سو ہدایہ میں ہے:

ثم القومة اى بعد الركوع والجلسة اى بين السجدتين سنة عندهما اى عند ابى حنيفة ومحمد وكذا الطمانية اى وكذا الاطمينان فى الركوع والسجود سنة عندهما فى تخريج الجرجانى وفى تخريج الكرخى واجبة حتى تجب سجدة السهو بتركها۔ انتہٰی (عینی شرح ہدایہ)

"ابو عبداللہ جرجانی کی تحقیق کے مطابق امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک رکوع کے بعد قیام اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ سنت موکدہ ہے۔ اور ایسا ہی اطمینان حالت رکوع وسجود میں سنت ہے لیکن کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق "واجب" ہے یہاں تک کہ اس کے ترک سے سجدہ سہو واجب ہوگا"۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس مسئلہ کے متعلق شرح شرح وقایہ مسمی بہ لمعایہ فی کشف مافی شرح الوقایہ میں حضرت مولانا ابوالحسنات مولوی محمد عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب خوب تحقیق کی ہے لہٰذا اس سلسلہ میں ان کی تحقیق انیق کو پیش کردینا کافی ہے۔

تعدیل ارکان امام صاحب کے نزدیک واجب ہے

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خلاصہ مقصد یہ ہے کہ اطمینان رکوع وسجدہ میں، رکوع وسجدہ کے درمیانی قیام میں اور دونوں سجدوں کے جلسہ میں امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک فرض ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے۔ موافق قول اصح ومعتبر کے برخلاف تحقیق ابوعبداللہ جرجانی کے وہ سنت کہتے ہیں۔

واختار المحققون من المتاخرين وجوب القومة والجلسة مع وجوب الطمانية فيها ايضا عند ابى حنيفة ومحمد

"یعنی محققین متاخرین حنفیہ نے اس امر کو اختیار کیا ہے کہ قیام درمیان رکوع وسجود کے اور جلسہ کے درمیان دو سجدوں کے اور ایسا ہی اطمینان ان دونوں میں واجب ہے نزدیک ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے"۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

وهو الاصح بالنظر الدقيق۔

"یعنی یہی قول اصح اور معتبر ہے"۔

ابن ہمام نے بھی فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں اسی قول کی تائید وتوثیق کی ہے اور حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس امر کو ثابت کیا ہے۔ ان کی سب سے بڑی اور مضبوط دلیل یہ ہے کہ ان مقامات میں اطمینان پر رسول اللہ ﷺ نے مواظبت یعنی ہمیشگی کی ہے اور کبھی اس کو ترک نہیں کیا اور کسی فعل پر حضور ﷺ کو مواظبت اس کو واجب کردیتی ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان میں بھی ہے کہ تحقیق جب نمازی رکوع کرے اور رکوع سے سر اٹھائے بغیر سجدے میں گر پڑے بھولے سے۔ تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تو جائز ہوگی۔ مگر اس پر سجدہ سہو کرنا لازم آئے گا۔ کیونکہ اس نے واجب کو سہواً ترک کیا۔ اسی طرح شرح وقایہ میں جہاں نماز کے واجبات کا ذکر ہے وہاں ان واجبات میں تعدیل ارکان کو بھی رکھا ہے۔ علاوہ ازیں بے شمار مستند حوالہ جات ایسے ملتے ہیں جن سے تعدیل ارکان کا وجوب آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے۔ ہم بخوف طوالت ان حوالہ جات کو نظر انداز کر کے صرف مذکورہ بالا حوالوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں جو ہم حنفیوں کے لئے کافی سے زیادہ ہیں۔

خلاصہ بحث

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تعدیل ارکان واجب ہے جس کا عمداً ترک کرنا گناہ کا باعث ہے۔ علامہ تفتازانی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ واجب کا قصداً ترک کر دینا حرام ہے اور تارک اس کے سبب عذاب جہنم کا مستحق ہوتا ہے۔ اگر تعدیل ارکان کو واجب نہ مانا جائے تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے سنت موکدہ ہونے میں تو کسی کو بھی کلام نہیں ہو سکتا اور اس صورت میں بھی تعدیل ارکان کی اہمیت باقی رہتی ہے۔ کیونکہ سنت موکدہ کا ترک قریب حرام کے ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "جو شخص میری سنت کو چھوڑ دے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا"۔ بہر حال اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ رکوع و سجدہ میں اور قومہ و جلسہ میں اطمینان کرنا، ہر رکن میں آرام و اطمینان سے اتنی دیر ٹھہرنا کہ ہر عضو مطمئن ہو جائے واجب ہے یا سنت موکدہ۔ اس کے بعد ہم اپنے قارئین کو اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ وہ نماز کو آرام و اطمینان کے ساتھ ادا کرنا واجب سمجھیں اور اسے دل لگا کر پڑھیں۔ اسی غرض سے ہم نے اس پر بحث کی ہے۔ افسوس کہ اول تو مسلمان نماز پڑھتے ہی نہیں اور اگر مارے باندھے کی یا عادۃً پڑھتے بھی ہیں تو بے دلی کے ساتھ اور ایک بیگار سمجھ کر۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نمازیں بے اثر اور بے روح ہیں۔ کاش مسلمانوں کو وہ علم و بصیرت حاصل ہو جائے کہ وہ نماز کی اہمیت و حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں اور وہ نمازوں کو آرام و اطمینان کے ساتھ دل لگا کر پڑھنے لگیں تا کہ ان کی مکروہ زندگیوں میں نور ایمان و اتقاء کا چراغ چمک اٹھے اور نمازیں ان کو حقیقی و کامل مسلمان بنا دیں۔

اب ہم نماز کے فرائض کو علیحدہ علیحدہ تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تکبیر تحریمہ کا بیان

شروع میں تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہنا شرط ہے۔اس کو تکبیر تحریمہ اس لئے کہتے ہیں کہ تحریم کے معنی ہیں کسی چیز کو حرام کر دینا۔یعنی تکبیر تحریمہ تمام مباحات کو حرام کر دیتی ہے اور انسان عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے۔اس تکبیر کے کہنے سے نماز شروع ہو جاتی ہے اور جو باتیں نماز کے خلاف ہیں۔وہ حرام ہو جاتی ہیں۔اس کو تکبیر تحریمہ کہنے کی یہی وجہ ہے۔

جس وقت امام شروع میں اللہ اکبر کہہ چکے تو فوراً مقتدی بھی تکبیر تحریمہ کہے۔اگر مقتدی اکبر کا لفظ امام کی تکبیر سے پہلے کہہ دے گا تو نماز نہ ہوگی۔اسی طرح اگر امام رکوع میں ہو اور مقتدی رکوع میں پہنچ کر کہے تو نماز شروع نہ ہوگی۔(1)

اس مسئلہ کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر نمازی اس بات میں غلطی کرتے ہیں۔

مسئلہ: اگر مقتدی کو پہلی رکعت مل گئی تو تکبیر تحریمہ کی شرکت کی فضیلت مل جائے گی۔ ایک شخص نے امام کو رکوع میں پایا اور اس نے کھڑے ہو کر تکبیر کہی۔مگر نہ رکوع کی تکبیر کی نیت کی نہ تکبیر تحریمہ کی،تو اس شخص کی نماز تو صحیح ہو جائے گی مگر نیت لغو ہوگی۔(2)

مسئلہ: گونگا آدمی اور وہ ان پڑھ شخص جو اچھی طرح اللہ اکبر نہیں پڑھ سکتا،اس کو صرف نماز کی نیت کر لینا کافی ہے۔زبان کو حرکت دینا واجب نہیں (عالمگیری)۔(3)

تکبیر تحریمہ میں ہاتھ کہاں تک اٹھانے چاہئیں

تکبیر تحریمہ میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟ کانوں تک یا کندھوں تک؟ اس میں بھی دو مذہب ہیں: حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد حنبل کا مذہب یہ ہے کہ دونوں کانوں تک ہاتھ اٹھانے چاہئیں اور ان دونوں اماموں نے حدیث وائل بن حجر سے تمسک کیا ہے جس کو مسلم و ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

نیز کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے حدیثیں جو حنفیہ کے موافق ہیں کتب صحاح ستہ میں

1۔عالمگیری جلد 1 صفحہ 69،مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔ 2۔ایضاً۔ 3۔ایضاً۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بکثرت آئی ہیں۔صرف دو تین حدیثیں ایسی ہیں جو بظاہر مسلک حنفیہ کے خلاف نظر آتی ہیں یہاں ہم پہلے حنفیہ کے موافق چند احادیث پیش کرتے ہیں۔اس کے بعد مخالف حدیثوں کا جواب دیں گے۔صحیح مسلم میں وائل بن حجر سے روایت ہے:

"اَنَّهٗ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ وَكَبَّرَ وَوَضَعَهُمَا حِيَالَ اُذُنَيْهِ"۔(1)

"آنحضرت جب نماز میں داخل ہوئے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور تکبیر کہی اور ہاتھوں کو کانوں کے مقابل رکھا"۔

یہی حدیث سنن ابوداؤد، سنن نسائی، معجم طبرانی اور سنن دارقطنی وغیرہ میں بھی موجود ہے۔نیز صحیح مسلم میں مالک بن حویرث سے روایت ہے کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا اُذُنَيْهِ۔(2)

"یعنی جب آنحضرت ﷺ تکبیر تحریمہ کہتے تو اٹھاتے تھے دونوں ہاتھوں کو یہاں تک کہ دونوں کانوں کے برابر کر دیتے تھے"۔

اسی طرح ایک اور حدیث بھی اسی صحیح مسلم میں آئی ہے۔نیز مسند امام احمد، مسند اسحٰق بن راہویہ، سنن ابن ماجہ اور سنن بیہقی وغیرہ کتب احادیث میں بھی اسی قسم کی احادیث بکثرت آئی ہیں جن میں رسول خدا ﷺ کے اس فعل کو بیان کیا گیا ہے یہ احادیث، یہ اسانید معتبر کتب معتمدہ میں موجود ہیں جن سے حنفیہ کا مذہب بخوبی ثابت ہوتا ہے۔

باقی رہیں وہ دو باقی حدیثیں جن میں یہ مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے ہاتھوں کو مونڈھوں تک اٹھاتے تھے جیسے حدیث ابوحمید ساعدی کی جو سنن ابوداؤد وغیرہ میں مروی ہے اور حدیث ابن عمر جو صحیحین میں مروی ہے، ان کی صحت میں کسی حنفی کو کلام نہیں۔لیکن وہ ان کو عذر پر محمول کرتے ہیں۔جیسا کہ طحاوی نے بھی تحقیق لکھا ہے اور سنن ابوداؤد میں بھی

1۔صحیح مسلم بشرح نووی کتاب الصلوۃ ج4 ص17 دار الکتب العلمیہ بیروت۔
2۔صحیح مسلم بشرح نووی کتاب الصلوۃ ج4 ص81،82 دار الکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مروی ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا، پس دیکھا کہ آپ ہاتھ اٹھاتے تھے کانوں تک۔ بعد اس کے دوسرے سال ایام سرما میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور صحابہ بسبب سردی کے چادریں اوڑھے ہوئے تھے اور چادروں کے اندر اپنے ہاتھوں کو مونڈھوں تک اٹھاتے تھے (1) اس سے معلوم ہوا کہ ان کا مونڈھوں تک ہاتھ اٹھانا بسبب سردی کے تھا۔ اور یہ بات قرین قیاس بھی ہے۔

پھر حنفیہ کا دعویٰ یہ ہے کہ ان دونوں قسم کی احادیث میں کچھ بھی مخالفت نہیں ہے کیونکہ جب کوئی شخص کانوں تک ہاتھ اٹھائے گا اس طرح پر کہ دونوں انگوٹھے کان کے نیچے کے مقابل ہو تو لامحالہ ہاتھ کی ہتھیلی کسی قدر مونڈھوں کے مقابل رہے گی۔ پس اس پر اس بات کا بھی اطلاق ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے ہاتھ مونڈھوں تک اٹھائے۔ کیونکہ ہاتھ تو نام ہے انگلیوں سے آخر تک کا نہ صرف انگلیوں کا۔ اور اس امر کی تصریح روایت وائل میں بھی موجود ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس باب میں حنفیہ کا مذہب حدیث کے ہرگز ہرگز مخالف نہیں۔

مسائل واحکام تکبیر تحریمہ

تکبیر تحریمہ کی صورت یہ ہے کہ اول اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھائے جب وہ کانوں کے مقابل ہو جائیں تو پھر تکبیر کہے۔ اس لئے کہ یہ ہاتھوں کا اٹھانا بمنزلہ نفی کے ہے یعنی اس نے ماسوی اللہ کو پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا ہے۔ داہنا ہاتھ مانند آخرت کے ہے اور بایاں مانند دنیا کے اور ہاتھ اٹھانے میں نفی کبریا غیر اللہ سے ہے اور قول اللہ اکبر بمنزلہ اثبات کبریا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور نفی اثبات پر مقدم ہوتی ہے۔ جیسا کہ کلمہ شہادت میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (صفت:35) اس میں نفی مقدم ہے اور اثبات موخر۔ پس ہاتھ پہلے اٹھانے چاہئیں اور بعدہ تکبیر کہنی چاہیے۔

نیز تکبیر تحریمہ کے وقت فرض اور واجب نمازوں میں جبکہ کوئی عذر نہ ہو، سیدھا کھڑا ہونا شرط ہے۔ لہٰذا اگر جھکے جھکے تکبیر کہی تو جائز نہیں۔ اگر جھکنا قیام کے قریب ہوگا تب تو نماز ہو جائے گی اور اگر رکوع کے قریب ہوگا تو نماز شروع نہ ہوگی۔ اس مسئلہ کا خاص طور پر خیال

1۔ سنن ابوداؤد باب فی رفع الیدین جلد 3 صفحہ 312، مکتبہ الرشد الریاض۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رکھنا چاہیے۔ اکثر لوگ اس بات کی احتیاط نہیں کرتے۔

تکبیر افتتاح کے الفاظ تین ہیں اللہ اکبر اللہ الاکبر اور اللہ الکبیر اگر ان کے بدلے اللہ اجل کہہ دیا یا اللہ کے بعد اسمائے اللہ تعالیٰ میں سے کوئی اور اسم لگا دیا تو بھی جائز ہے۔ مگر بہتر اور معمول بہ اللہ اکبر ہی ہے۔

مقتدی کی تکبیر امام کی تکبیر کے ساتھ ساتھ ہونی چاہیے۔ اگر مقتدی کو یہ شک ہوا کہ اس نے تکبیر امام سے پہلے کہی ہے یا بعد۔ تو اسے اپنی غالب رائے پر عمل کرنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک مقتدی کو امام کی تکبیر کے بعد تکبیر کہنی چاہیے۔ تاکہ مذکورہ بالا شک کی گنجائش ہی نہ رہے۔ تکبیر تحریمہ نماز کی شرط ہے اور اس لئے اسے شروط الصلوٰۃ کے باب میں بیان کرنا چاہیے تھا مگر ہم نے اسے ارکان الصلوٰۃ کے باب میں اس لئے بیان کیا ہے کہ متقدمین و متاخرین نے اس کو ارکان الصلوٰۃ ہی میں رکھا ہے۔ دوسرا یہ کہ نماز کے ساتھ ایسی ملی ہوئی ہے جیسے گھر کا دروازہ ہے۔ اس لئے اس کا ذکر نماز ہی کے ساتھ مناسب ہے۔

نماز کا پہلا رکن

قیام

قیام کھڑے ہونے کو کہتے ہیں۔ اور کھڑے ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر ہاتھ سیدھے چھوڑ دیے جائیں تو گھٹنوں تک نہ پہنچیں۔ اس طرح تھوڑی دیر ٹھہرنے سے بھی قیام ادا ہو جاتا ہے۔ فرض اور واجب نمازوں میں صرف اس قدر قیام فرض ہے جس میں بقدر ضرورت قراءت کی جائے اور نفل نماز میں قیام فرض نہیں۔ نفل نماز بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔ لیکن بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے ثواب آدھا ہو جاتا ہے۔ بغیر عذر کے ایک پاؤں پر قیام کرنا مکروہ ہے۔(1)

مسئلہ: اگر کوئی شخص بیماری یا برہنگی کی وجہ سے یا زیادہ بوڑھا ہونے کی وجہ سے فرض یا واجب نماز بیٹھ کر پڑھے تو جائز ہے کیونکہ وہ صاحب عذر ہے۔ یعنی کھڑے ہونے سے

1۔ ردالمحتار جلد 2 کتاب الصلوٰۃ صفحہ 131۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

معذور ہے۔(1)

مسئلہ: جتنی قراءت فرض ہے۔اتنی ہی دیر قیام بھی فرض ہے اس سے زائد بقدر سورۂ فاتحہ اور ایک چھوٹی سورت کے پڑھنے سے قیام کرنا واجب ہے اور اس سے زائد سنت ہے یا مستحب۔(2)

مسئلہ: اگر ایک شخص جلدی کی وجہ سے جماعت میں جھکے جھکے آکر شریک ہوگیا اور صرف تکبیر تحریمہ کہی تکبیر انتقال نہ کہہ سکا۔یعنی وہ تکبیر جو رکوع میں جاتے وقت کہی جاتی ہے تو اب اگر وہ اتنا جھکا ہوا تھا کہ ہاتھ گھٹنوں پر جھک رہے ہیں یعنی بالکل رکوع کی حالت میں شریک ہوا تو اس کو یہ رکعت نہیں ملی ۔کیونکہ رکعت میں قیام فرض تھا اور اس کو قیام نہ ملا اور اگر کھڑے ہو کر تکبیر کہی اور پھر رکوع کیا۔مگر رکوع میں جانے کی تکبیر نہیں کہی تو قیام صحیح ہے اور رکعت بھی مل گئی۔(3)

مسئلہ: اگر ایک شخص مسجد میں آکر جماعت سے نماز پڑھتا ہے تو کھڑے ہونے کی طاقت نہیں ہوتی بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے اور گھر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے تو اسے گھر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی چاہیے۔کیونکہ قیام فرض ہے اور جماعت واجب۔واجب کے لئے فرض ترک نہیں کیا جاسکتا۔(4)

نماز کا دوسرا رکن

قراءت

قراءت قرآن مجید پڑھنے کو کہتے ہیں۔یہ نماز کا دوسرا رکن ہے۔جس کی رکنیت اس آیت مبارکہ سے ثابت ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (المزمل:20)

"پس پڑھو جو کچھ قرآن میں سے آسان ہو"۔

1۔ردالمختار جلد 2 کتاب الصلوۃ صفحہ 132 — 2۔ایضاً

3۔ردالمختار جلد 2 صفحہ 131 — 4۔درمختار جلد 2 صفحہ 133

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس آیت کے مطابق نماز میں کم از کم ایک آیت پڑھنا فرض ہے۔ مگر حرفوں کو صحیح طور پر اتنی آواز سے پڑھنا چاہیے کہ خود اس کا نفس سن لے۔ اصلی چیز یہ ہے کہ حروف صحیح طور پر ادا کرے۔ اس فرق کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ کم از کم ایک آیت کا پڑھنا تو فرض ہے اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔

فرض نماز کی صرف دو رکعتوں میں قراءت فرض ہے۔ چاہے وہ دو رکعت والے فرض ہوں یا چار رکعت والے۔ افضل یہ ہے کہ چار رکعتوں والی فرض نماز میں دو رکعتوں میں قراءت کرے باقی جو نمازیں وتر، سنت اور نفل ہیں ان کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی اور سورت یا بڑی ایک آیت اور یا چھوٹی تین آیتیں پڑھنا بھی واجب ہے۔

فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ فرض نماز کی چار رکعتیں ہوں یا تین یا دو۔ بہر صورت دو رکعتوں میں قراءت فرض ہے خواہ رکعتیں پہلی ہوں یا پچھلی۔ اگر کسی رکعت میں قراءت نہ کی یا صرف ایک میں کی تو نماز نہ ہوگی۔ (1)

مسئلہ قراءت میں دوسرے ائمہ کا اختلاف

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض کی تمام رکعتوں میں قراءت فرض ہے اور حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین رکعتوں میں اور ہمارے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف دو رکعتوں میں قراءت فرض ہے۔ فرض نماز کی پچھلی دو رکعتوں میں آدمی کو اختیار ہے خواہ چپ رہے اور خواہ پڑھے۔ خواہ سبحان اللہ پڑھ لے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں مذہب یہ ہے کہ پچھلی دو رکعتوں میں قراءت قرآن فرض نہیں ہے۔ اگر ان میں کچھ نہ پڑھے تب بھی فرض ادا ہو جائے گا۔ اس کے متعلق بدائع شرح تحفۃ الفقہاء میں ہے کہ یہ تخییر جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ پچھلی رکعتوں میں اختیار ہے۔ قراءت قرآن کرلے خواہ تسبیح و تہلیل ادا کرے، خواہ خاموش کھڑا رہے یہ مروی ہے

1۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 69۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے۔ پس امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس حکم میں ان کے اجتہاد کو دخل نہیں۔ بلکہ اس کی بنا صحابی کے قول وفعل پر ہے اور صحابی کا قول وفعل حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔

بقیہ مسائل

اگر ایک شخص صحیح حرف ادا کرنے پر قوت رکھتا ہے۔ مگر ادا نہیں کرتا تو قراءت جائز نہیں (1) تو تلا، ہکلا اور گونگا آدمی معذور ہے۔ اگر ان سے حروف صحیح نہ پڑھے جائیں یا بالکل ہی پڑھنا ممکن نہ ہو تب بھی ان کی نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کھڑے کھڑے بغیر ٹیک لگائے نماز میں سو گیا اور نیند کی حالت میں قراءت پڑھی تو جائز نہیں۔ پھر سے قراءت پڑھے۔ یہی حکم اور ارکان کا بھی ہے یعنی اگر سوتے ہوئے سجدہ کیا تو صرف اس سجدہ کا اعادہ کر لے اور اگر سجدہ میں سو گیا تو سجدہ ہو گیا۔ ہاں اگر پوری رکعت سوتے ہوئے ادا کی تو نماز فاسد ہو گئی۔ دوبارہ پڑھنی چاہیے۔ (2)

قرآن مجید کس کس نماز میں زور سے پڑھنا چاہیے

جن نمازوں میں آواز سے قراءت کی جاتی ہے انہیں جہری نمازیں کہتے ہیں۔ کیونکہ جہر کے معنی زور کے پڑھنے کے ہیں اور جن نمازوں میں آہستہ قراءت کی جاتی ہے انہیں سری نماز کہتے ہیں۔ کیونکہ سر کے معنی آہستہ پڑھنے کے ہیں۔ جن نمازوں میں قراءت زور سے کی جاتی ہے وہ یہ ہیں: مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں، فجر کی دونوں رکعتوں میں، جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں۔ رمضان المبارک کے مہینہ میں تراویح اور وتر کی نمازوں میں بلند آواز سے پڑھے۔ یہ نمازیں جہری ہیں۔

زور سے پڑھنے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنی آواز پاس والے شخص کے کان میں پہنچ سکے نماز ظہر اور نماز عصر میں امام و منفرد سب کو (نہ کہ مقتدی کو) اور نماز وتر میں منفرد (اکیلا) کو قراءت آہستہ کرنی چاہیے۔ ان دو نمازوں کو سری نمازیں کہتے ہیں۔ آہستہ پڑھنے کا ادنیٰ

1۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 79۔ 2۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 69۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

درجہ یہ ہے کہ اپنی آواز اپنے کان میں پہنچ سکے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص زبان سے الفاظ نہ کہے صرف خیال میں پڑھ جائے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ کیونکہ زبان سے پڑھنا ضروری ہے۔

بحث قراءت خلف الامام

فرائض نماز کے سلسلہ میں یہ بحث نہایت ہی معرکۃ الآراء اور اہم ہے۔ اس پر احناف اور غیر مقلدین کے درمیان بے شمار تحریری اور تقریری مباحثے ہوئے، متعدد کتابیں لکھی گئیں اور اکثر مباحثے ہوتے رہتے ہیں۔ مگر افسوس کہ یہ سلسلہ نہ ابھی تک بند ہوا اور نہ آئندہ بند ہونے کی اُمید۔ کیونکہ ان مباحثات سے مقصود اپنے اپنے فہم وعمل کی اشاعت نہیں ہوتا۔ بلکہ محض اپنی بات کی پچ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ ہم اس بحث میں نہ پڑتے کیونکہ ہمارے علماء نے اس میں کوئی ایسی کسر باقی نہیں چھوڑی جو ہم جیسے بے علم و بے بضاعت لوگوں کو مزید خامہ فرسائی کی ضرورت لائق ہو۔ تاہم جہاں تک اس بحث کا تعلق مدافعت اور عوام الناس کی آگاہی سے ہے ہم اپنی ناقص علم وفہم کے مطابق بادل ناخواستہ اس بحث پر قلم اٹھاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

قراءۃ فاتحہ خلف امام کا اختلاف

قراءۃ فاتحہ خلف امام کا مسئلہ کچھ آج ہی پیدا نہیں ہوا اور یہ اختلاف صرف ائمہ یا احناف اور غیر مقلدین ہی کا نہیں بلکہ صحابہ کے وقت سے یہ اختلاف چلا آتا ہے چنانچہ حیات فخر عالم علیہ الصلوٰۃ السلام میں ہی اس مسئلہ میں صحابہ کے دو فریق ہوگئے تھے بعض اجل فقہاء صحابہ جیسے عبداللہ بن مسعود، ابن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہم مانع تھے۔ قراءۃ فاتحہ خلف امام سے روکتے تھے اور بعض صحابہ مجوز تھے یعنی قراءۃ فاتحہ خلف امام کو جائز سمجھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں فریقوں میں سے کسی کو رد نہ کیا اور اس اختلاف کو بحال خود باقی رکھا۔ اس سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ درحقیقت اس قدر اہم نہیں کہ اس پر مانعین اور مجوزین آپس میں قیامت تک اُلجھتے رہیں، مباحثے کرتے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رہیں کتابیں لکھتے رہیں، طعن وتعریض کے تیر ایک دوسرے پر برساتے رہیں اور اسی کو مدار عبادت سمجھ کر اس پر اپنی تمام دماغی وعلمی قابلیتیں صرف کر دیں۔

اس سے ہماری مراد یہ نہیں کہ قراءۃ فاتحہ خلف امام کے مسئلہ پر رد و کد کرنا غیر ضروری ہے بلکہ ہم تو صرف یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ اس پر نماز کا دار و مدار نہیں کہ بغیر اسکے نماز ہی نہ ہو یعنی مسئلہ کی نوعیت دیگر اختلافی مسائل سے زیادہ کچھ نہیں اور اس کا ثبوت ہمارے پاس یہ ہے کہ یہ تو آپ معلوم ہی کر چکے ہیں کہ اس مسئلہ میں عہد نبوت میں ہی اختلاف رونما ہو چکا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے دونوں مذکور فریق میں سے کسی کا رد نہیں کیا۔ اگر یہ مسئلہ اتنا اہم ہوتا جتنی اہمیت کہ غیر مقلدین نے اس کو دے دی ہے تو ضروری تھا کہ حضور ﷺ جس فریق کو غلطی پر سمجھتے اس کا رد فرمادیتے اور اس باب میں وحی آکر قطعی فیصلہ کر دیتی۔

یہ تو ہو سکتا ہے کہ کسی ادنی امر میں وحی نہ آئے مگر نماز جیسی اعظم عبادت میں کہ مدار دین گویا اس پر ہے۔ وحی کا نہ آنا قابل تعجب ہے۔ اگر جماعت صحابہ میں ایسا امر واقع ہو کہ مفسد صلوٰۃ ہو ایک مدت تک اس پر تعامل رہے اور اس کے بارے میں وحی نہ آئے، یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس بنا پر اصولیین حدیث صحابہ کے ایسے قول و فعل کو مرفوع، حدیث میں شمار کرتے ہیں۔

قراءۃ فاتحہ خلف امام کے نفی وجوب کی دلیل

رسول اللہ ﷺ کے عہد میں جو مانع قراءۃ فاتحہ خلف امام پر معتقد اور عامل تھا۔ اگر اس کا یہ عمل مفسد صلوٰۃ ہوتا جیسا زعم غیر مقلدین کا ہے تو رسول اللہ ﷺ ضرور اس عمل سے اس فریق کو روکتے۔ حالانکہ صحابہ کی ایک جماعت کثیرہ اس میں عامل تھی۔ پس قراءۃ فاتحہ خلف امام کے نفی وجوب کے لئے یہی دلیل کافی ہے۔

اس سلسلہ میں یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ اس مسئلہ میں اختلاف بعد وفات آنحضرت ﷺ کے حادث نہیں ہوا۔ بلکہ آپ کی حیات کے وقت سے ہی اس میں یہ اختلاف چلا آتا ہے لہذا کسی کو کسی پر سرزنش اور طعن و تعریض درست نہیں۔ کیونکہ دونوں فعل بہ تقریر ثابت ہو چکے ہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس اختلاف کی تفصیل

سورۂ مزمل ابتدائی بعثت میں نازل ہوئی ہے اس میں مکہ میں نماز تہجد فرض ہوئی تھی، اس وقت تک امام ومقتدی فاتحہ وسورۃ دونوں کو پڑھتے تھے۔ اس کے ایک سال کے بعد مکہ میں آخر سورہ مزمل کا نزول ہوا۔ جس میں آیت فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (المزمل:20) ہے۔ اس آیت سے طویل نماز تہجد منسوخ ہوگئی اور ما تیسر کی مقدار باقی رہ گئی۔ اس وقت تک مقتدی، منفرد اور امام سب پر قراءۃ فرض رہی۔ اس کے بعد معراج میں صلوٰۃ خمسہ کی فرضیت نے صلوٰۃ تہجد کی فرضیت منسوخ کردی ہے۔ اب صلوٰۃ خمسہ پردہ ومکان میں جماعت کے ساتھ پڑھی جانے لگی اور حسب دستور مقتدی بھی قراءۃ پڑھتے تھے۔

کچھ مدت کے بعد سورۂ اعراف نازل ہوئی جس میں یہ آیت ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا (اعراف:204) ''یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور چپ رہو''۔ اس حکم سے مقتدی کی قراءت بالکل منسوخ ہوگئی جس پر بہت سی احادیث مرفوعہ موقوفہ شاہد ہیں ان تمام شواہد کو مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے اپنے رسالہ ''الکلام'' میں نقل کر کے اس بحث کا قطعی طور پر خاتمہ کرایا ہے۔ ان کے رسالہ میں سے ہم صرف ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

> واخرج عبد ابن حمید وابن جرید وابن ابی حاتم وابو الشیخ والبیهقی عن ابن مسعود انه صلی باصحابه فسمع ناسا یقرءون خلفه فلما انصرف قال اما ان لکم ان تفهموا ان تعقلوا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا۔

''یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے صحابہ کے ساتھ نماز پڑھی اور لوگوں کو پیچھے قرآن پڑھتے ہوئے سنا جب آپ ان کی طرف لوٹے تو فرمایا کہ تم کو سمجھنا اور تعقل کرنا چاہیے اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور خاموش رہو''۔

اس قسم کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کے نزول

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے پہلے صحابہ فاتحہ وسورۃ دونوں کو نماز میں پڑھتے تھے اور اس آیت کے نزول کے بعد دونوں کا پڑھنا منسوخ ہوگیا اور رسول خدا ﷺ نے بھی اس حکم مطلق کو سورۃ کے ساتھ مقید نہیں فرمایا بلکہ علی العموم فاتحہ وسورۃ دونوں میں رکھا۔ اب اس زمانہ کے جو لوگ اس آیت کا نزول خطبہ کے بارے میں بیان کر کے اس حکم کو خطبہ پر منحصر سمجھتے ہیں، یہ ان کی سراسر غلطی اور مغالطہ دہی ہے اس لئے کہ صریح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا نزول مطلقا قراءۃ مقتدی میں ہے۔ دوسرے یہ کہ اکثر علماء کے نزدیک جمعہ مدینہ میں فرض ہوا ہے اور سورہ اعراف جس میں آیت زیر بحث ہے باتفاق محدثین ومفسرین مکی ہے اور یہ آیت بھی مکیہ ہے۔

پھر اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ جمعہ مکہ میں ہی فرض ہوگیا تھا تو ان کے بیان کے مطابق حضور ﷺ کو اس کی ادا کا محل مکہ میں ملا، یہ کوئی بھی بتلا نہیں سکتا کہ آپ نے مکہ میں کب جمعہ ادا کیا اور کب لوگوں نے خطبہ میں کلام کیا جو یہ آیت نازل ہوئی؟۔ بہر حال مجوزین قرأۃ فاتحہ خلف امام کی سراسر غلطی ہے کہ وہ سورہ اعراف کی آیت کو خطبہ کے متعلق سمجھتے ہیں۔ حاصل یہ کہ قبل ہجرت مکہ میں قراءت مقتدی کی مطلقاً منسوخ ہو چکی تھی۔ اور جو صحابہ مانعین قراءۃ تھے۔ مثلاً عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ ان کو یہ نسخ محقق ہو چکا تھا۔ علی ہذا دیگر صحابہ کو بھی معلوم ہو چکا تھا کہ اول مقتدی کی قراءۃ فرض تھی اور اب وہ سورۂ اعراف کی آیت سے منسوخ ہوگئی۔

آیت مزمل سے استدلال کرنا غلط ہے

مجوزین قراءۃ فاتحہ خلف امام سورۂ مزمل کی آیت فَاقْرَءُوْا (مزمل:20) سے مقتدی کے حق میں استدلال لایا کرتے تھے۔ لیکن مذکورہ بالا تفاصیل کی روشنی میں ہر اہل علم معلوم کر سکتا ہے کہ یہ استدلال ہرگز درست نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ سورۂ مزمل کی آیت نزول میں سابق ہے اور سورۂ اعراف کی آیت وَاِذَا قُرِئَ (اعراف:204) اس کے بعد نازل ہوئی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ آخر اول کا ناسخ ہوا کرتا ہے۔ اپنے استدلال کی اس ناکامی اور بے بسی کو دیکھ کر مجوزین قراءۃ کہہ دیا کرتے ہیں کہ سورہ مزمل کی آیت فَاقْرَءُوْا (مزمل:20) مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن محققین نے اس کو بھی بدلائل قاہرہ رد کر دیا ہے اور یہاں بھی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان کو جائے پناہ نہیں مل سکتی۔

سابق میں ہم نے بیان کیا ہے کہ مقتدی کی قراۃ قبل ہجرت ہی منسوخ ہوچکی تھی جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور علی الاعلان مسجد نبوی میں جماعت ہونے لگی تو اب بھی مقتدی کا سکوت بدستور جاری تھا اور حضور ﷺ جانتے تھے کہ یہ مسئلہ سب پر بحکم سورۂ اعراف واضح ہوچکا ہے۔ کیونکہ سورۂ اعراف کی آیت کے بعد کوئی دوسری آیت اس کی ناسخ بھی نازل نہیں ہوئی تھی اور نہ آپ نے مقتدی کے سکوت کو کسی آیت کے حکم کے خلاف قرار دیا تھا اور اس دعویٰ پر حدیث عبادہ ایک نہایت عمدہ دلیل ہے جس کو ابوداؤد نے بیان کیا تھا۔

صحابہ میں سے جن حضرات نے اس مسئلہ کی نوعیت کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا وہ تو حالت اقتدا میں فاتحہ وسورت کچھ نہ پڑھتے تھے۔ لیکن جن پر یہ مسئلہ ابھی مشتبہ تھا۔ انہوں نے حالت اقتدا میں قراءت کا پڑھنا شروع کر دیا اور ان کی یہ قراءت رسول اللہ ﷺ کے حکم اور اجازت سے نہ تھی اور نہ اس کی آپ کو خبر تھی۔ جب آپ پر قراءۃ کی دشوار ہوئی اور آپ نے پوچھا کہ کیا تم قراءۃ کرتے ہو؟ تو صحابہ نے اپنے پڑھنے کا اقرار کیا۔ اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب آیت قرآن کی منع قراءۃ مقتدی میں نازل ہوچکی تھی اور اس آیت کے خلاف رسول اللہ نے حکم بھی نہیں دیا تھا۔ تو پھر بھی صحابہ کرام کیوں حالت اقتداء میں قراءۃ پڑھتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تمام صحابہ نہیں پڑھتے تھے۔ بلکہ بعض صحابہ پڑھتے تھے اور وہ وہ تھے جن کو نزول آیت کی خبر نہ پہنچی تھی اور نسخ کا علم نہ تھا۔ باقی وہ صحابہ جو آخر حیات تک مانع قراءۃ رہے وہ اول ہی سے عدم جواز کے مقر تھے اور ان کی تعداد اسی نفر تک ہے۔ الحاصل جب حضور ﷺ کو قراءۃ میں منازعت اور ثقل واقع ہوا اور لوگوں کا پڑھنا معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا:

"لاتفعلوا الا بفاتحة الكتاب فانه لاصلوٰة الا بفاتحة الكتاب"۔(1)

1۔ سنن الدار قطنی کتاب الصلوٰۃ جلد 1 صفحہ 319 طبع دار المحاسن قاہرہ۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

''یعنی مت پڑھو مگر فاتحہ کیونکہ نہیں ہوتی نماز مگر ساتھ فاتحہ کے''۔

یعنی اگرچہ تم جلدی جلدی سکتات امام میں ہی پڑھتے ہو۔ تاہم مت پڑھو اس سے معلوم ہوا کہ پڑھنے والے صحابہ فاتحہ و سورت دونوں کو پڑھتے تھے۔ جیسا کہ قبل نزول آیت سورۂ اعراف کے تمام صحابہ پڑھتے تھے اس حکم پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے دو فریق ہو گئے۔ جو فریق مجوزین کا تھا یعنی پڑھنے والے انہوں نے تو ظاہر الفاظ حدیث سے یہ سمجھ لیا کہ آپ ﷺ نے قراءۃ فاتحہ کا ایجاب فرمایا ہے اور عموم آیت کو خاص فرما دیا ہے۔'' بقرینہ **لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب** '' مگر یہ فریق باوجود اس کے دوسرے فریق کی نماز کو فاسد نہیں جانتے تھے۔ پس فریق مجوزین کا عمل اس بات پر ہوا کہ خلف امام فاتحہ پڑھنی چاہیے خواہ نماز سری ہو یا جہری۔ بہر حال سکتات میں صرف سورۂ فاتحہ کو پڑھنا چاہیے۔ یہ فریق اسی عمل پر قائم رہا۔ رسول خدا ﷺ نے نہ ان کے عمل کو رد کیا اور نہ وحی الٰہی نے اس میں کچھ اصلاح کی۔

باقی رہا صحابہ کا وہ فریق جو قراءۃ سے منع کرتا تھا اس نے حضور ﷺ کے مذکور بالا حکم کو آیت کا ناسخ اور مخصص نہیں جانا۔ بلکہ اس کو اس امر کی رخصت محمول کیا کہ سکتات میں صرف سورۂ فاتحہ جلدی جلدی پڑھ لینی چاہیے اور باقی بھی یہی ہے کہ جملہ **فانہ لاصلوٰۃ** بیان خصوصیت رخصت کے لئے ہے نہ کہ بیان وجوب قراءۃ فاتحہ مقتدی کے حق میں۔ پھر اس حدیث میں قراءۃ کو وجوب منفرد امام دونوں کے حق میں ہے۔

پس حکم زیر بحث کے صحیح اور قطعی معنی یہ ہوئے کہ تم اگر سکتات میں فاتحہ پڑھو تو میں اس کی نہی نہیں کرتا جیسا تم اب کرتے ہو اس فریق کے فہم و عمل کو بھی رسول خدا ﷺ نے آخری حیات تک رد نہ فرمایا اور نہ ہی وحی آئی اس لئے یہ فریق بھی حق پر ٹھہرا۔ لہٰذا مذکور بالا دونوں فریق حق پر ہیں۔ اپنے اپنے فہم و عمل کے مضبوط دلائل رکھتے ہیں۔ دونوں کا عمل عند اللہ کامل ہے کسی میں کچھ فساد اور کراہت نہیں۔

خلاصۂ بحث

یہ ہوا کہ جو لوگ امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے، ان کی نماز میں ہرگز ہرگز کوئی نقص و فساد

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور کراہت نہیں اور نہ پڑھنے والوں کی نماز میں کوئی فساد و کراہت نہیں ہوگا۔ دونوں فریق تقریر فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی رائے و تاویل پر عامل ہیں کسی کو کسی پر طعن کی گنجائش نہیں۔ البتہ اگر مجتہد علماء ترجیح ایک جانب کلام میں کریں تو مضائقہ نہیں کیونکہ وہ اس مسئلہ کے تمام متعلقات سے کما حقہٗ واقفیت رکھتے ہیں۔ مگر عوام کو اس مسئلہ میں کلام کرنا اور ایک دوسرے کی تنقیص کرنا ہرگز روا نہیں۔ ان کا یہ منصب ہی نہیں کہ اس بارے میں گفتگو کریں۔ یہ تو خاص علماء کا منصب ہے کہ وہ ترجیح کی جانب پر گفتگو کریں۔ فریقین کی حالت پر افسوس ہے کہ جو چیز ان کے لئے خاص تھی اس کو انہوں نے عام کر کے جاہل و ناا ہل مسلمانوں کو اختلاف و منازعت کے جال میں پھنسا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حالت پر رحم کریں۔

ساتھ ہی ہم آخر میں یہ بھی بتلا دینا چاہتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں جس جانب کو ترجیح دی ہے یعنی قراءۃ فاتحہ خلف امام سے منع کیا ہے۔ وہ مرجح ہے اور قرین عقل و صواب۔ اور اس وجہ سے ترجیح کے بیان کو ہم عوام الناس کے حق میں ضروری نہیں سمجھتے ہیں۔ اس لیے اس کو نظر انداز کرتے ہیں۔ جن کو مزید تفصیلات معلوم کرنے کا شوق ہو وہ فریقین کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ یہاں تو ہمیں غیر مقلدین کے اس خیال خام کو رد کرنا مقصود تھا کہ تارک قراءۃ فاتحہ کی نماز نہیں ہوتی۔ اس کو ہم نے بطریق احسن و اکمل رد کر دیا ہے اگر وہ اب بھی ہماری نمازوں کے بطلان کا حکم دیں تو یہ ان کی انتہائی جسارت و گستاخی ہوگی جس کا اثر براہ راست صحابہ تک پہنچتا ہے۔ وہ کون سا شقی اور بد بخت مسلمان ہے جو حنفیوں کی نمازوں پر بطلان کا حکم لگا کر دوسرے معنوں میں نعوذ باللہ صحابہ کی نمازوں کا بطلان کرے، اس گستاخی و جرأت سے پہلے اس کو اپنا گھر جہنم میں بنا لینا چاہیے۔

اے اللہ! ان دونوں فریق کو توفیق دے کہ وہ درست فہم و عمل پر عامل رہیں۔ مگر ایک دوسرے کی تنقیص کر کے تیرے حبیب کے مقدس صحابہ کی توہین کے مرتکب نہ بنیں۔ آمین یارب العالمین۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قراءۃ میں غلطی ہونے کا بیان

قرآن مجید کی تلاوت اور مسلمان

قرآن پاک کا نزول اس لئے ہوا تھا کہ اس پر ایمان رکھنے والی قوم مسلمان اس کو پڑھے، سمجھے اور پھر اس کے احکام پر عمل پیرا ہو۔ اپنی تمام علمی و عملی قوتوں کو قرآنی احکامات کی روشنی میں لے آئے۔ اس کا ہر قدم قرآنی حکم کے مطابق اٹھے اور وہ قرآن کی رہنمائی میں خیر الامم بن کر کائنات ارضی وسماوی پر اپنی حکومت قائم کرے۔ مگر افسوس کہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے بعد ایسا نہیں ہوا۔ قرآن پاک جو اسلامی تعلیمات کا منبع و ماخذ تھا کو طاق نسیان پر دھر دیا گیا۔ اس کا علم وعمل عام ہونے کے لئے تھا، مگر اب وہ صرف علماء کے لئے ہے۔ علماء نے اس کو اپنے لئے خاص کر لیا ہے اور عوام الناس کے لئے صرف قرآنی الفاظ کی رسمی تلاوت باقی رہ گئی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دنیا میں ذلیل وسرنگوں ہیں اور ان کی وہ قومی و مذہبی روح فنا ہو گئی جو قرآنی فہم وعمل کی وجہ سے زندہ و بیدار تھی اور جس کے بل بوتے پر انہوں نے تمام دنیا پر غلبہ وتسلط حاصل کیا تھا اور اگر مسلمان قرآن کو پڑھتے، اس کو سمجھتے اور اس پر عمل کرتے تو ان کا قومی و مذہبی وقار قائم رہتا اور یہ ہمیشہ آگے بڑھتے اور زمین وقلوب پر اپنی حکومت قائم کرتے چلے جاتے ان کے اندر فرقہ بندی کی لعنت پیدا نہ ہوتی۔ ان کی وہ قوت جو اقوام عالم پر غلبہ پانے کے لئے تھی۔ آپس میں ایک دوسرے کو تباہ کرنے میں صرف نہ ہوتی۔ آج دنیا میں قرآنی قوانین نفاذ پذیر ہوتے، روئے زمین پر حکومت الٰہی کا قیام ہوتا، دنیا کی دوسری قومیں ان پر سبقت نہ لے جاتیں، بلکہ یہ استاذ زمانہ ہوتے اور دوسرے ان کی پیروی کرتے، ان کا ظاہر وباطن اللہ کا محکوم اور دنیا بھی ان کی ہوتی اور دین بھی۔

لیکن آہ ایسا نہیں۔ قرآن مجید انسانی خواہشات واختلافات اور رسمی تلاوت میں گم ہو کر رہ گیا۔ اس کی صحیح تلاوت وفہم وعمل کا کہیں بھی پتا نہیں۔ ان کی موجودہ رسمی تلاوت اصلی تلاوت کو ظاہر نہیں کرتی۔ حالانکہ ہمارے بزرگوں اور ائمہ دین نے قرآن مجید کی تلاوت

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے طریقے ہمیں صدیوں پہلے سے بتلا رکھے ہیں مگر ہمارے لئے بے سود۔ کیونکہ ہمارے اندر تلاوت قرآن کا حقیقی ذوق وشوق ہی باقی نہیں رہا۔

تلاوت قرآن کی غرض وغایت

ہر کتاب کی غرض وغایت یہ ہوتی ہے کہ وہ پڑھی جائے اور اس پر عمل کیا جائے قرآن مجید کے نازل ہونے کا مدعا بھی یہی ہے کہ تمام انسان عموماً اور مسلمان خصوصاً اس کو پڑھ کر اور سمجھ کر اس پر عمل کرنے کے لائق بنیں۔ جس طرح یہ کتاب مقدس انسان اور کامل انسان بنانے والی ہے اسی طرح بغیر اس کے کوئی مسلمان پکا مسلمان نہیں بن سکتا۔ پس ہر مسلمان پر قرآن کی تلاوت لازمی ہے۔ بغیر اس کے جانے اور بغیر اس پر عمل کئے حقیقی مسلمان بننا ناممکن ہے پس مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قرآن پاک کے صرف الفاظ کی تلاوت پر محض ثواب کی نیت سے اکتفا نہ کریں۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اس کے معانی ومطالب سے بھی آگاہی حاصل کریں اور اس کی تلاوت عمل کی نیت سے کریں۔ ان کا کام صرف اتنا ہی نہیں کہ قرآن کی لفظی تلاوت سے ثواب کے گٹھڑ باندھ لیں مگر عملاً اس کے احکام وقوانین کی نافرمانی کر کے حکومت الٰہی کی بیخ کنی کرتے رہیں۔

مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ جب تک وہ قرآن کی موجودہ رسمی تلاوت سے آگے نہیں بڑھیں گے وہ اصلاح وترقی کے میدان میں ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھ سکتے خواہ سینکڑوں ہی انجمنیں بنائیں، ہزاروں پروگرام منظر عام پر آئیں۔ لاکھوں کانفرنسیں اور جلسے کریں اور کروڑوں تقریریں کریں۔ ان کا یقینی آزمودہ اور متفقہ پروگرام صرف قرآن ہے۔ جب تک وہ اس کو مضبوط نہیں پکڑیں گے قیامت تک بھی ورطہ ہلاکت وذلت سے نہیں نکل سکتے۔

مسلمانوں میں تلاوت کا ایک غلط مفہوم یہ رائج ہو گیا ہے کہ لوگ صرف اپنے پڑھنے کو تلاوت سمجھنے لگے ہیں۔ حالانکہ تلاوت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اس کے معانی ومطالب سے آگاہی حاصل کی جائے۔ قرآن پاک اپنی تلاوت کو غور وفکر کے ساتھ کہتا ہے تاکہ تلاوت کرنے والا علم وحکمت کی باتوں سے مالا مال ہو اور اس کی دماغی قوتیں روشن ہوں۔ چنانچہ آپ کو قرآن پاک میں ہر جگہ تدبر، تفکر اور تعقل کی تاکید وتکرار نظر آئے گی۔ کیونکہ تلاوت

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قرآن کا سب سے بڑا فائدہ ثواب نہیں بلکہ عبرت، نصیحت، تہدید، ترہیب، ترغیب اور بشارتوں کا اثر ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے، جب کہ تلاوت کرنے والا قرآن کے معانی سے بھی واقف ہوتا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اسی قسم کے تلاوت کرنے والوں کی شان میں فرماتا ہے:

اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا (الانفال:2)

"اور جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے قلوب لرز جاتے ہیں اور جب ان پر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے"۔

کیوں نہ ہو، قرآن پاک کلام الٰہی ہے، اس کے پڑھنے اور تلاوت کرنے سے واقعی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، قلوب گداز ہو جاتے ہیں اور روح آستانہ الٰہی پر سجدہ ریز ہو جاتی ہے، مگر اس وقت جبکہ قرآن کو سمجھا بھی جائے۔ جو لوگ خشوع و خضوع سے کلام الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں، ان کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ (الاسراء:107)

"یعنی جب ان پر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں"۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم مسلمانوں میں قرآن پاک کی حقیقی تلاوت موجود نہیں رہی۔ اس کی صرف ظاہری صورت تو باقی ہے مگر حقیقت و روح رخصت ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم قرآن پاک رکھتے ہوئے بھی اس کے اصل ثمرات و فوائد سے محروم ہیں۔ ہم مسلمانوں کی ایسی قسمت تو کہاں کہ قرآن کو قرآن کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق تدبر و تفکر کے ساتھ پڑھیں اور تلاوت قرآن کے باطن کو بھی مدنظر رکھیں۔ اس زمانہ میں اگر ظاہری تلاوت ہی کر لیں تو غنیمت ہے کیونکہ ہمارے علماء کی اس طرف توجہ ہی نہیں کہ وہ مسلمانوں میں حقیقی تلاوت قرآن کو رائج کر کے اپنا فرض منصبی ادا کریں لہٰذا بحالت موجودہ لفظی و ظاہری تلاوت ہی غنیمت ہے۔ اب ہم تلاوت قرآن کا وہ ظاہری مستحب طریقہ درج کرتے ہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تلاوت قرآن کا مستحب طریقہ

قرآن مجید کی تلاوت کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ جب قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے تو وضو کرے اور پاک وصاف مقام پر مؤدب بیٹھ کر تلاوت کرے۔ شروع کرنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہ پڑھے۔ تاکہ پڑھنے والا حفظ خداوندی میں آجائے اور شیطانی وساوس نزدیک نہ آنے پائیں۔ شروع تلاوت قرآن میں تعوذ پڑھنا واجب اور بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔

گرمی کے موسم میں صبح کے وقت اور سردیوں میں رات کے اول حصہ میں تلاوت کرنا افضل واولیٰ ہے۔ چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ حضور سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح کے وقت قرآن مجید کی تلاوت کی۔ اللہ کے فرشتے شام تک اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور جس نے رات کے اول حصے میں تلاوت کی اللہ کے فرشتے صبح تک اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ امام صالح جزاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اگر تم زیادہ اجر وثواب چاہتے ہو تو گرمی کے موسم میں صبح کے وقت اور سردی کے موسم میں رات کے شروع میں قرآن پاک کی تلاوت کیا کرو۔

چند ضروری ہدایات

تلاوت قرآن کے وقت دل کا متوجہ ہونا تلاوت قرآن کی روح ہے پس تلاوت میں اس وقت تک مشغول رہنا بہتر ہے جب تک دل متوجہ رہے۔ جب دل اکتا جائے تو تلاوت بند کردے۔ دل پر جبر کر کے زبردستی پڑھتے رہنا آداب تلاوت کے خلاف ہے جو لوگ ایک رات میں قرآن پاک ختم کرتے ہیں تو وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرتے اور آداب کے خلاف کرتے ہیں۔ کیونکہ تین دن سے کم میں قرآن ختم کرنا خلاف اولیٰ ہے۔ حضور سرور عالم ﷺ فرماتے ہیں: جس نے تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کیا اس نے خاک بھی نہیں سمجھا۔(1)

قرآن پاک کی تلاوت کام میں مشغول ہونے کی صورت میں بھی جائز ہے۔ لیکن دل کا

1۔ جامع ترمذی جلد 5 صفحہ 180، حدیث نمبر 2946۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

متوجہ ہونا ضروری ہے۔ قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے۔ کیونکہ دیکھ کر پڑھنے میں غلطی کا احتمال باقی نہیں رہتا۔ جب بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے تو حاضر پر اس کا سننا فرض ہے بشرطیکہ وہ محفل تلاوت قرآن کے لئے منعقد ہوئی ہو۔ ورنہ صرف ایک شخص کا سننا کافی ہے۔ ایک مجلس میں بیک وقت بہت سے آدمیوں کا بلند آواز سے قراءۃ کرنا حرام ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے بے ادبی ہوتی ہے۔ لہٰذا سب کو آہستہ پڑھنا چاہیے۔

ناپاک مقامات پر قرآن پڑھنا ناجائز ہے۔ اسی طرح بازاروں، شارع عام اور ایسے مقامات پر جہاں لوگ اپنے کام میں مشغول ہوں بلند آواز سے قرآن پڑھنا ناجائز ہے۔ کیونکہ اگر کام میں مشغول نہیں سنیں گے تو ان کی بے اعتنائی کا گناہ پڑھنے والے پر ہوگا۔ نیز جہاں کوئی شخص علم دین کی تعلیم میں مشغول ہو یا کوئی طالب علم سبق یاد کر رہا ہو وہاں بھی بلند آواز سے پڑھنا منع ہے۔ قرآن مجید کا سننا بہ نسبت پڑھنے کے زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔

اگر کوئی شخص قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور سننے والا اس غلطی سے واقف ہے تو اس پر غلطی سے اس کو آگاہ کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص کسی سے عارضی طور پر قرآن شریف مانگ کر لائے اور اس میں کتابت کی غلطیاں ہوں تو اس پر واجب ہے کہ ان غلطیوں کی اصلاح کر دے۔

ایک اہم بات

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ روزانہ تلاوت قرآن کی عادت ڈالنی چاہیے۔ حسب فرصت اس اہم عبادت کے لئے دن و رات میں سے کچھ نہ کچھ وقت ضرور نکالنا چاہئے مگر اس طرح کہ اس کے مطالب پر بھی غور و فکر کرے۔ آج کل با ترجمہ قرآن عام اور کثرت کے ساتھ ہر جگہ ملتے ہیں۔ مگر کسی مستند ترجمہ کو پڑھنا چاہیے۔ جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو تفسیر میں دیکھ لے یا کسی جاننے والے سے دریافت کرلے۔

قرآن مجید کے مضامین و مطالب پر غور کرنے سے نہ صرف مذہبی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ عقائد و اخلاق میں پختگی حاصل ہوتی اور دل و دماغ میں روشنی پیدا ہوتی ہے اگر

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آج مسلمانوں کو قرآن مجید سے دلچسپی اور اس سے وابستگی پیدا ہو جائے اور وہ اس کے مضامین سے آگاہ ہو جائیں تو ان کی زندگی کے ہر شعبہ میں ایک خوشگوار و تحیر خیز انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔

مسائل واحکام

آداب تلاوت قرآن کے بعد ترتیل کا درجہ ہے۔ ترتیل کے معنی ہیں ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا کیونکہ اس سے قرآن کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور سنوار کر پڑھنے سے دل پر کلام الٰہی کا اثر ہوتا ہے۔ اس کے متعلق باری تعالیٰ فرماتا ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ (المزمل)

''اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو''

قراءۃ قرآن میں حسن صوت بھی ضروری ہے یعنی خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا۔ نیز بقدر ضرورت فن تجوید و قراءت سے بھی واقفیت پیدا کرنی چاہیے۔ اتنی کہ قرآن کا صحیح طور پر پڑھنا آجائے۔

اس بات پر تمام علمائے کرام کا اتفاق ہے۔ اگر قراءت میں کوئی ایسی غلطی ہو جائے جس سے معنی بدل جائیں، تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اگر معنی نہ بدلیں تو فاسد نہیں ہوتی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر اعراب کی ایسی غلطیاں ہو جائیں جس سے معنی بدل جاتے ہیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے ورنہ مفسد نہیں۔ پس صحیح قرآن پڑھنا بڑے اہتمام کے قابل ہے۔

اگر کسی نے تشدید کو تخفیف کے ساتھ پڑھا تو اس سے نماز ہو جاتی ہے۔ کوئی حرج واقع نہیں ہوتا مثلاً اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ (فاتحہ) میں ''ی'' پر تشدید ہے۔ اگر کوئی اس تشدید کو نہ پڑھے اِيَاكَ کہہ جائے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ تاہم حتی الامکان ایسی غلطی سے بھی بچنا چاہیے۔ اگر کسی نے تخفیف کی جگہ تشدید پڑھی تو اس غلطی سے بھی نماز ہو جاتی ہے یعنی اس تغیر سے نماز فاسد نہیں ہو گی۔ مثلاً فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ (زمر:32) میں ''ذال'' پر زبر ہے۔ اگر ذال پر کسی نے تشدید پڑھا یعنی بجائے كَذَبَ کے كَذَّبَ پڑھ دیا تو نماز ہو جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ تخفیف و تشدید کے تغیر

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے نماز میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔

حرف زائد کرنے سے اگر معنی نہ بدلیں تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل جائیں تو فاسد ہوجائے گی۔ اسی طرح اگر کسی نے بے موقع وقف کیا جہاں وقف نہ کرنا تھا تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔ مثلاً اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (البینہ:7) پر وقف کردیا اور چند منٹ کے بعد آگے پڑھا: اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ؕ (البینہ:7) تو اس غلطی سے نماز فاسد ہوگی۔ مگر ایسی غلطی کرنا قبیح ہے۔

اگر کسی نے کوئی کلمہ زیادہ کردیا اور اس کے معنی نہیں بدلے تو بھی نماز ہوجائے گی اور اگر معنی بدل جائیں گے تو نماز فاسد ہوگی۔

اگر کسی نے کلمہ کو چھوڑ دیا لیکن معنی نہ بدلے تب بھی مثلاً وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا (شوریٰ:40) یعنی "سیئة" تو پڑھا مگر دوسرا "سیئة" چھوڑ دیا تو نماز ہوجائے گی کیونکہ اس سے معنوں میں چنداں تبدیلی نہیں ہوتی اور اگر فَمَا لَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ؕ (انشقاق) کا لفظ "لا" نہ پڑھا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ کیونکہ اس سے معنوں میں تبدیلی پیدا ہوگئی۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ کے معنی ہیں "نہیں ایمان لاتے" اور یُؤْمِنُوْنَ کے معنی ہیں "ایمان لاتے ہیں"۔ یعنی بجائے نفی کے اثبات بن گیا۔

اگر کسی نے کوئی حرف کم کردیا اور اس کے معنی بدل گئے تو نماز فاسد ہوجائے گی مثلاً خَلَقْنَا (دہر:2) میں "خ" کو چھوڑ دیا یا جَعَلْنَا (یٰسٓ:8) کو بغیر "ج" کے پڑھا تو نماز نہ ہوگی اور اگر معنی نہ بدلیں تو حرف کے رہ جانے سے نماز ہوجائے گی۔

اگر کسی نے ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ پڑھ دیا اور معنی نہ بدلے تو نماز فاسد نہ ہوگی مثلاً عَلِیْمٌ کی جگہ حَکِیْمٌ (انعام:83) کہہ دیا۔ یعنی بجائے "لام" کے "کاف" کہہ دیا تو نماز ہوجائے گی اور اگر معنی بدل جائیں۔ مثلاً وَعْدًا عَلَیْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِیْنَ ؕ (انبیاء) میں فٰعِلِیْنَ کی جگہ "عقلین" پڑھ دیا تو نماز نہیں ہوگی۔ کیونکہ معنی بدل گئے۔

حروف کی تقدیم وتاخیر میں بھی یہی حکم ہے کہ اگر معنی بدل جائیں تو نماز نہ ہوگی اور اگر نہ بدلیں تو ہوجائے گی۔ اگر کسی نے ایک آیت کو دوسری آیت کی جگہ پڑھا اور وقف بھی کیا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تو نماز ہو جائے گی۔ مثلاً وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ (العصر) پڑھا اور کچھ دیر وقف کر کے کہا اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ (انفطار) تو نماز ہو جائے گی اور اگر وقف نہیں کیا تو معنی متغیر ہونے کی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی۔

اسی طرح اگر کسی شخص نے کسی کلمہ کو مکرر پڑھا اور معنی فاسد نہیں ہوئے تو نماز ہو جائے گی اور اگر معنی فاسد ہو گئے تو نماز نہ ہو گی۔ مثلاً ایک شخص نے "رب رب العلمین" پڑھا یعنی "رب" کو دو مرتبہ پڑھا اور یہ خیال کیا کہ پروردگار عالم کا ایک رب ہے تو اس صورت میں معنی بدل گئے۔ اس لئے نماز نہ ہو گی اور کسی نے تصحیح مخارج کی نیت سے دوبارہ پڑھا یا پڑھتے وقت کوئی ارادہ نہیں تھا تو ان دونوں صورتوں میں نماز ہو جائے گی۔

اگر کسی نے "شین" کی جگہ "سین" اور "قاف" کی جگہ "کاف" پڑھا اور اس وجہ سے پڑھا کہ یہ حروف باوجود کوشش کے اس کی زبان سے صحیح ادا نہیں ہوتے تو اس صورت میں وہ معذور ہے اس کی نماز ہو جائے گی۔

تنبیہ

مذکورہ بالا جتنی بھی صورتیں لکھی گئی ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر معنی میں تبدیلی پیدا ہو جائے تو نماز نہیں ہوتی اور اگر معنی تبدیل نہ ہوں تو ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ معنوں کے تبدیلی ہونے نہ ہونے کی تمیز تو عربی زبان جاننے والے ہی کر سکتے ہیں۔ عوام الناس کو کیا معلوم کہ کس غلطی سے معنی تبدیل ہوئے اور کس سے نہیں؟ اس مشکل کا حل صرف یہی ہے کہ قرآن کو صحیح طور پر پڑھنا سیکھا جائے۔ تاہم آسانی کے لئے ہم یہاں اغلاط کی اقسام بیان کرتے ہیں۔

غلطی قرآن کی اقسام

قراءۃ کی غلطیاں چند قسم کی ہیں ان کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے۔

۱۔ اعراب کی یعنی زبر کی جگہ زیر، زیر کی جگہ پیش، ساکن کی جگہ متحرک، متحرک کی جگہ ساکن، مشدد کی بجائے مخفف، مخفف کی بجائے مشدد اور مد کی جگہ قصر اور قصر کی بجائے مد

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ظاہر کر دینا وغیرہ۔

۲۔ تبدیلی حرف کی غلطی یعنی ایک حرف کی بجائے دوسرا حرف پڑھ دینا، حرفوں میں کمی بیشی کر دینا یا ان میں تقدیم وتاخیر کر دینا۔

۳۔ تبدیلی کلمہ یا تبدیلی جملہ کی غلطی، یعنی ایک لفظ کی بجائے دوسرا لفظ یا ایک جملہ کی بجائے دوسرا جملہ پڑھنا یا الفاظ میں کمی بیشی کر دینا یا کلام میں تقدیم وتاخیر کر دینا۔

۴۔ وقف ووصل کی غلطی یعنی وقف کی بجائے وصل یا وصل کی بجائے وقف کر دینا۔

قراءۃ کی یہ چار قسم کی غلطیاں ہیں۔ ان کے متعلق قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ان میں یہ دیکھنا چاہیے کہ اس قسم کی غلطی سے معنوں میں کیا تبدیلی ہوئی ہے۔ اگر معنوں کی ایسی تبدیلی ہوئی ہے جس کا اعتقاد کفر ہے تو ان قسموں میں سے جس قسم کی غلطی بھی ہوئی۔ بہر حال نماز فاسد ہو جائے گی خواہ زیر، زبر ہی کی غلطی ہوئی ہو مثلاً ایک آیت ہے: وَ عَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (طٰہٰ) یعنی آدم نے اپنے رب کا فرمان نہ مانا اس لئے بھٹک گئے۔ اس آیت میں اگر کوئی ''ادم'' کے ''میم'' پر بجائے پیش کے زبر پڑھ دے اور ''رَبَّهٗ'' کو ''رَبُّهٗ'' کہہ دے۔ یعنی یوں پڑھے ''وَعَصٰی اٰدَمَ رَبُّهٗ'' پڑھ دے تو اس کے معنی یہ ہو جائیں گے ''اور آدم کا کہنا اس کے رب نے نہ مانا'' نعوذ باللہ، اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اس زبر اور پیش کی غلطی نے کفر آمیز معنی پیدا کر دیے۔

ہاں اگر اعراب کی غلطی سے کفر یہ معنی پیدا نہ ہوں تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگر حرف یا کلمات کی غلطی سے معنوں میں کھلا ہوا تغیر پیدا ہو جائے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً هٰذَا الْغُرَابِ (مائدہ:31) کی بجائے ''هذا العباد'' پڑھ دیا تو نماز صحیح نہ ہوگی اور اگر حروف وکلمات کی غلطی سے تغیر فاحش پیدا نہ ہوتا ہو اور اس کے جملے وکلمات قرآن میں موجود ہوں تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ مثلاً ''علیم'' کی بجائے ''حکیم'' اور ''خبیر'' کی بجائے ''بصیر'' کہہ دیا جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگر اس طرح حروف وکلمات قرآن میں موجود نہ ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی مثلاً قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ (نساء:135) کی جگہ ''قیامین بالقسط'' پڑھ دیا تو نماز نہ ہوگی۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسئلہ: قرآن کو اگر راگنی کی طرح یعنی گانے کے طرز سے پڑھا جائے تو اسے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

تحقیق و مدولین

اگر مدولین میں حد سے تجاوز کیا جائے تو راگنی ہو جائے گی اور نماز نہ ہوگی۔ اس لئے ضروری ہے کہ مدولین کی تعریف بھی بتلا دی جائے۔ سو جاننا چاہیے کہ حروف مدتین ہیں: الف، واؤ اور ی بشرطیکہ ان سے پہلے حرف کی حرکت ان کے موافق ہو۔ 'الف' کے موافق زبر ہوتا ہے۔ 'واؤ' کے موافق پیش اور 'ی' کے موافق زیر۔ مثلاً خٰلِدِيْنَ (البینہ:6) میں الف حرف مدہ ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے حرف پر زبر ہے جو اس کے موافق ہے اور اس میں 'ی' بھی حرف مدہ ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے حرف ''واؤ'' پر زیر ہے جو اس کے موافق ہے اور مُسْلِمُوْنَ﴿۱۳۲﴾(بقرہ) میں واؤ حرف مد ہے کیونکہ اس سے پہلے حرف ''میم'' پر پیش ہے۔ جو اس کے موافق ہے۔

حروف لین دو ہیں: واؤ اور ی۔ بشرطیکہ ان سے پہلے حرف کی حرکت ان کے موافق نہ ہو مثلاً خَالِدَيْنِ (الحشر:17) میں ی حرف لین ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے حرف ''دال'' کی حرکت اس کے موافق نہیں اور وہ زبر ہے۔

وہ حروف جن کی باہم تمیز مشکل ہے مثلاً س، ص، ض، ظ، ت، ط۔ ان میں اگر دانستہ تبدیلی کرے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور بے اختیار زبان سے نکل جائیں یا ان کا فرق جانتا ہی نہیں تو نماز ہو جائے گی۔

تنبیہ: جو شخص تو تلا یا ہکلا ہو تو اس کو حرف صحیح ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر باوجود انتہائی کوشش کے بھی صحیح حروف ادا نہ ہوں تو پھر وہ معذور ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نماز کا تیسرا رکن رکوع

نماز کا تیسرا رکن رکوع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَارْکَعُوْا الخ (بقرہ:43) ''یعنی رکوع کرو''۔ رکوع کے معنی ہیں جھکنا۔ اس طرح کہ سرین، کمر اور سر تینوں اعضاء برابر ہو جائیں۔ رکوع میں سر کو جھکانا ضروری ہے۔ اگر سر کو اتنا کم جھکایا کہ وہ قیام کے قریب رہا تو رکوع نہ ہوگا۔ اور اگر رکوع کے قریب رہے تو ہو جائے گا۔

رکوع میں ترتیب کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ یعنی اول قیام کرنا، کھڑے ہونے کے بعد رکوع کرنا اور رکوع کے بعد سجدہ کرنا۔ پس اگر کسی شخص نے اس ترتیب کے خلاف کیا۔ یعنی پہلے سجدہ کیا اس کے بعد رکوع اور پھر قیام، تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

رکوع کی صورت یہ ہے کہ کمر اور سر کو برابر رکھے، دونوں ہاتھوں کا زور گھٹنوں پر رکھے اور انگلیاں ہاتھوں کی کھلی رہیں۔

کبڑا آدمی جو ہر وقت حالت رکوع میں رہتا ہو وہ معذور ہے۔ اس کو صرف اشارہ کرنا ہی کافی ہے۔ زیادہ جھکنے کی ضرورت نہیں۔

اگر کسی نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا اور امام کے ساتھ رکوع میں کم از کم ایک مرتبہ بھی ''سبحان ربی العظیم'' کہہ لیا تو اس نے وہ رکعت پالی اور اگر ایک مرتبہ بھی کہنے نہ پایا تھا کہ امام نے سر اٹھالیا تو وہ رکعت نہ ملے گی۔

نماز کا چوتھا رکن سجدہ

پہلا اور دوسرا دونوں سجدے باجماع امت فرض ہیں اور وہ سات اعضاء کے زمین پر رکھنے سے ادا ہوتا ہے: پیشانی، ناک، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں اور ان ساتوں اعضاء کا زمین پر رکھ دینا سجدہ کہلاتا ہے۔ ان ساتوں اعضاء میں سے چھ اعضاء یعنی دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے اور دونوں قدم تو بہر حال حالت سجدہ میں زمین پر رکھنے لازمی ہیں۔ اب اگر کسی نے سجدہ میں صرف پیشانی رکھی ناک نہ رکھی تو اس کا سجدہ ہو گیا بشرطیکہ ناک کا کوئی عذر ہو۔ مثلاً ناک پر کوئی پھنسی نکل رہی ہو یا زخمی ہو۔ اور اگر بلا عذر ناک نہ رکھی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تو مکروہ ہے۔اسی طرح اگر کسی نے ناک تو رکھی مگر پیشانی نہ رکھی تو جائز ہے بشرطیکہ پیشانی نہ رکھنے کا عذر ہو، ورنہ سجدہ مکروہ ہوگا۔لیکن عالمگیری میں ہے کہ اگر کسی شخص نے بلاعذر صرف ناک ہی پر سجدہ کیا۔ پیشانی زمین پر نہ رکھی تو سجدہ نہ ہوا۔اسی پر فتویٰ ہے۔مگر معذور اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔(1)

ناک پر سجدہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ناک کا سخت حصہ زمین سے چھو جائے۔صرف ناک کا نرم سرا زمین سے لگ جانا کافی نہیں۔(2)

اگر کوئی شخص ایسا معذور ہے کہ ناک اور پیشانی دونوں سے سجدہ نہیں کرسکتا۔یعنی دونوں میں سے ایک کو بھی کسی عذر کی وجہ سے نہیں رکھ سکتا تو سجدہ کے لئے صرف اشارہ کر دینا کافی ہے۔

سجدہ میں دونوں ہاتھوں اور گھٹنوں کا زمین پر رکھنا ہمارے امام صاحب کے نزدیک واجب نہیں اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ وامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے۔پس اگر کسی نے سجدہ میں دونوں قدم زمین پر نہ رکھے تو سجدہ نہ ہوگا۔ہاں اگر ایک قدم بھی رکھا تو ہوجائے گا۔(3)

اگر بسبب انبوہ کثیر اور جگہ نہ ہونے کے سامنے والی جماعت کے آدمی کی پشت پر سجدہ کیا تو جائز ہے۔بشرطیکہ وہ آدمی جس کی پشت پر سجدہ کیا ہے وہ بھی نماز پڑھ رہا ہو جو یہ معذور پڑھ رہا ہے۔اگر وہ شخص خالی بیٹھا ہو یا کوئی دوسری نماز پڑھ رہا ہو تو پھر سجدہ نہ ہوگا۔

گھاس اور گدے وغیرہ پر اس وقت سجدہ کرنا جائز ہے جب کہ اس پر ناک اور پیشانی ٹھہر جائے یعنی ناک اور پیشانی اس کی تہہ پر جاکر ایسی ٹک جائے کہ دبانے سے آگے نہ دب سکے۔(4)

سجدہ اور قدموں کی جگہ ہموار ہونی چاہیے۔اگر سجدہ کی جگہ ایک بالشت اونچی ہو تو بھی سجدہ جائز ہے، اس سے زیادہ اونچی جگہ پر بلاعذر سجدہ کرنا جائز نہیں۔

1۔فتاوٰی عالمگیری جلد 1 صفحہ 70۔ 2۔فتاوٰی عالمگیری جلد 1 صفحہ 70۔

3۔منیۃ المصلی صفحہ 120۔ 4۔عالمگیری جلد 1 صفحہ 70۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ضروری ہدایات

پہلا سجدہ کر کے کم از کم اتنا اٹھنا چاہیے کہ بیٹھنے کے قریب ہو جائے۔ پھر دوسرا سجدہ کرے۔ اگر اس سے پہلے سجدہ کرے گا تو دوسرا سجدہ نہ ہوگا۔ یعنی جس شخص نے پہلے سجدہ سے ذرا سر اٹھا کر پھر دوسرا سجدہ کیا تو اس کا یہ دوسرا سجدہ نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مقتدی امام سے پہلے رکوع یا سجدہ سے سر اٹھا لے اور پھر فوراً سر جھکا دے تو بھی ایک ہی رکوع اور ایک ہی سجدہ ہوگا۔ مگر نماز درست ہو جائے گی۔

رکوع سے سر اٹھا کر سیدھا کھڑے ہونے کو قومہ اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں۔ یہ دونوں ہمارے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح قول کے مطابق واجب ہیں، ان کا قصداً ترک کرنا حرام ہے۔

نماز کا پانچواں رکن قعدہ اخیرہ

نماز کے سات فرض یہ ہیں:

تکبیر، قیام، قراءت، رکوع، سجدہ، قعدہ اخیرہ اور قصداً خود نماز ختم کرنی۔ ان میں سے پانچ فرائض کا بیان ہم نہایت تفصیل کے ساتھ معہ ان کے اختلافات کے کر چکے ہیں۔ اب یہاں قعدہ اخیرہ کا بیان کیا جاتا ہے۔

جس طرح دیگر ارکان تمام نمازوں میں خواہ وہ فرض ہوں یا واجب، سنت یا نفل فرض ہیں اسی طرح قعدہ اخیرہ بھی سب نمازوں میں فرض ہے۔ یعنی بمقدار قراءۃ تشہد آخر نماز میں بیٹھنا فرض ہے۔

جو شخص چار رکعت والی نماز پڑھ رہا ہو، وہ قعدہ اخیرہ کو چھوڑ دے اور پانچویں رکعت پڑھنے لگے تو جب تک وہ پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کرے، یاد آنے پر اس کو چاہیے کہ بیٹھ جائے اور قعدہ کر کے سجدہ سہو کر لے۔ نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیتا ہے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

اور اگر کوئی شخص قعدہ اخیرہ کر کے بھولے سے پانچویں رکعت پڑھنے لگے تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کرے اس وقت تک بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کر کے نماز تمام کرے اور

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا اور اس طرح پانچویں رکعت مکمل کر لی تو اس صورت میں اس کو چاہیے کہ چھٹی رکعت اور اس کے ساتھ ملا لے اور سجدہ سہو کر کے نماز تمام کر لے۔ تا کہ اول کے چار فرض ادا ہو جائیں اور آخر کے دو نفل ہو جائیں۔

خلاصہ یہ کہ حنفیہ کے نزدیک چار رکعت پڑھنے والا اگر بھولے سے پانچویں رکعت کے واسطے کھڑا ہو جائے تو اس کی نماز بہر صورت باطل نہیں ہوتی۔ بلکہ اس صورت میں کہ اس سے قعدہ اخیرہ جو رکن نماز ہے، چھوٹ گیا ہو۔ وہ بغیر قعدہ اخیرہ کے کھڑا ہو گیا ہو اور پانچویں رکعت کے سجدہ کرنے سے قبل اسے یاد آ گیا تو وہ اس قدر زائد نماز کو جو ایک رکعت سے کم ہو چھوڑ دے اور بیٹھ کر سجدہ سہو کر کے تمام کر لے۔ خواہ اس نے پانچویں رکعت قعدہ اخیرہ کر کے شروع کی ہو یا یہ چھوٹ گیا ہو۔

تحقیق تشہد

حنفیوں کا مذہب یہ ہے کہ پہلے اور دوسرے دونوں قعدوں میں قعدہ کی صورت یہ ہے کہ بائیں پیر پر بیٹھے اور داہنے پیر کو کھڑا رکھے۔ اس طرح کہ پیر کی انگلیاں قبلہ کی رخ رہیں۔ اس پر بعض لوگ یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ یہ مذہب دو حدیثوں کے خلاف ہے ان میں سے ایک حدیث ابو حمید سے سنن ابوداؤد وغیرہ میں مروی ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پہلے قعدہ میں بطریقہ مذکورہ بیٹھتے تھے اور دوسرے قعدہ میں تورک کرتے تھے۔ یعنی بائیں کولہے کو زمین پر رکھ کر بیٹھتے اور بایاں پیر داہنی طرف باہر نکالتے اور داہنا کھڑا رکھتے تھے اس حدیث کے موافق محدثین اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔

یہ اور دوسری حدیث بلاشبہ صحیح ہے۔ لیکن ہمارے امام صاحب کا مذہب ان کے علاوہ متعدد احادیث کے موافق ہے اور وہ نہایت ہی مضبوط و موکد ہیں۔ ان میں سے چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

كَانَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْرُشُ رِجْلَهُ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى۔(1)

''یعنی آنحضرت ﷺ ہر دو رکعت میں التحیات پڑھتے تھے اور بچھاتے تھے آپ بائیں پیر کو اور کھڑا کر لیتے تھے داہنے پیر کو''۔

سعید بن منصور رضی اللہ عنہ نے وائل سے روایت کی ہے:

صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فلما قعد و تشهد فرش رجله اليسرىٰ۔(2)

''یعنی نماز پڑھی میں نے رسول خدا کے پیچھے۔ پس جبکہ بیٹھے آپ بچھا دیا بائیں پیر کو''۔

نیز سنن نسائی میں ابن عمر سے روایت ہے:

من سنة الصلوٰة ان تنصب القدم اليمنى و تستقبل باصابعها القبلة والجلوس على اليسرىٰ۔(3)

''یعنی نماز میں سنت یہ ہے کہ کھڑا کرے تو داہنے قدم کو اور اس کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرے اور بائیں پیر پر بیٹھے''۔

ان حدیثوں کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں قعدے ایک طرح پر ہیں اور یہی طریقہ سنت ہے اور ہمارا طریقہ بھی احادیث معتبرہ کے موافق ہے۔

انگشت شہادت کا اٹھانا

ہم نے انگشت شہادت کے اٹھانے کی ترکیب کو طریقہ ادائے نماز میں بیان کر دیا ہے۔ یہاں دیگر ائمہ کا اختلاف دکھانا مقصود ہے۔ حنفیہ کا تو اس بات میں عمل یہ ہے کہ تشہد کے وقت اپنے دونوں ہاتھ اپنے زانو پر رکھے اور سیدھے ہاتھ کو حسب دستور باندھ کر انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔ ائمہ میں ہاتھ باندھنے کی صورت میں اختلاف ہے اسی

1۔ صحیح مسلم بشرح نووی کتاب الصلوٰۃ جلد 4 صفحہ 179

2۔ سنن نسائی باب التشہد جلد 1 صفحہ 170

3۔ سنن نسائی باب التشہد جلد 1 صفحہ 173، طبع وزارت تعلیم اسلام آباد۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

طرح اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ انگشت شہادت سے کس وقت اشارہ کرنا چاہیے۔ بعض کہتے ہیں اِلَّا اللّٰہُ کہتے وقت اشارہ کرے۔ بعض اس کلمہ کے ختم کرنے کے بعد کہتے ہیں۔ مگر مشہور اور صحیح بات یہ ہے کہ نفی کے وقت انگشت شہادت اٹھائے اور اثبات کے وقت رکھ دے یعنی لَآ اِلٰہَ کہتے ہوئے اٹھائے اور اِلَّا اللّٰہُ کہتے وقت رکھ دے۔

داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو حنفیہ کے طریقہ کے مطابق باندھنا اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا احادیث صحاح میں واقع ہے اور اس باب میں بکثرت احادیث آئی ہیں اکثر ائمہ حدیث وفقہائے مجتہدین اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہی معتبر و مستند مذہب ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ تشہد میں اسی طرح اشارہ کیا کرتے تھے اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے کیا ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں۔

بعض علماء نے اشارہ کرنے کو مکروہ بتلایا ہے۔ لیکن کفایہ حواشی ہدایہ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تینوں حضرات کے نزدیک تشہد میں انگشت شہادت کا اٹھانا سنت ہے۔ اس پر علامہ نجم الدین زاہد کہتے ہیں کہ جب ہمارے اصحاب اس مسئلہ میں متفق ہیں کہ اشارہ کرنا سنت ہے۔ کوفیوں اور مدنیوں سے بھی یونہی آیا ہے اور اس کی سنت پر کثیر آثار واخبار شاہد ہیں تو لامحالہ اس پر عمل کرنا ضروری واولی ہوا۔ شارح وقایہ بھی کہتے ہیں کہ انگلیوں کا باندھنا اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا ہمارے اصحاب سے ثابت ہے۔

نیز اس مسئلہ میں امام عالم اجل علی متقی رضی اللہ عنہ نے ایک رسالہ میں ان تمام احادیث وآثار اور دلائل وشواہد کو جمع کیا ہے جن سے مذہب حنفی راجح ثابت ہوتا ہے۔ پس جو لوگ اس کو مکروہ بتلاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ ہمارے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کا صحیح و مستند مذہب انگلیوں کا باندھنا اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا ہے اور اسی پر حنفی مسلمانوں کو عمل کرنا چاہیے۔

درود شریف کا بیان

قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد نبی ﷺ پر درود پڑھنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نزدیک واجب ہے اور ہمارے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت، چنانچہ طبرانی، ابن ماجہ، دار قطنی سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت لائے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کی نماز نہیں جو اپنے پیغمبر پر درود نہ بھیجے۔ نیز دار قطنی ابی مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے لائے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ نماز جس میں مجھ پر اور میری اہلیت پر درود نہ بھیجا جائے وہ قبول نہیں کی جاتی (1)۔ ان دو حدیثوں کے موافق قعدہ اخیرہ میں درود پڑھنا بھی ضروری ہوا۔

درود کے متعلق روایات آئی ہیں۔ لیکن وہ درود شریف جو نماز کی ترکیب میں مع ترجمہ بیان کر چکے، وہی کافی ہے بعض روایات میں یہ زائد کلمات بھی آئے ہیں وارحم وترحم کما رحمت۔ مگر علمائے محققین نے انکی صحت سے انکار کیا ہے اور ان کو از قبیل بدعت بتلایا ہے۔ لہٰذا جو درود شریف ہم عموماً اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں وہ صحیح، معتبر اور کافی ہیں۔ باقی درود شریف کے بعد جو دعا ہم اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں اور جس کو ہم نے نماز کی ترکیب میں باترجمہ لکھا ہے اس دعا کی سند یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول خدا ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! مجھے ایسی دعا بتلایئے جو میں آخر نماز میں پڑھوں؟ اس پر حضور ﷺ نے وہ تمام دعا تعلیم فرمائی جو ہم پڑھتے ہیں۔ اس دعا کے علاوہ اور بھی حدیث میں دعائیں آئی ہیں۔ مگر ان میں یہی افضل، کافی اور معتبر ہے۔

نماز کا چھٹا رکن

قصداً نماز کو تمام کرنا

نماز کا چھٹا فرض خروج بصنعہ ہے۔ یعنی نماز کا قصداً تمام کرنا۔ حقیقت اس بحث اور بیان کی یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خروج بصنعہ فرض ہے اور بعد فراغت نماز لفظ سلام یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا واجب ہے۔ پس اگر کسی نے لفظ سلام نہ کہا بلکہ کوئی منافی نماز کام قصداً آخر نماز میں کر دیا تو نماز تو اس کی ہو جائے گی

1۔ سنن دار قطنی جلد 1 صفحہ 355۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مگر ترک واجب کا گناہ لازم آئے گا اور نماز بھی کامل و مقبول نہ ہوگی اور اس کی نماز ہو جانے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے ذمہ سے تمام فرائض نماز ادا ہو گئے۔ وہ قضاء نماز سے بری ہو گیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ترک واجب کا اس پر گناہ لازم آیا اور نماز کامل و مقبول نہ ہوئی۔ اگر کسی نمازی نے قدر تشہد کے بعد جان کر اپنا وضو توڑ دیا، یا کوئی کلام کیا یا کوئی عمل منافی نماز کیا، تو بالاتفاق نماز ہو جائے گی، مگر وہ لفظ سلام کے ترک سے گناہ گار ہوگا۔

اس مسئلہ کی سند وہ حدیث ہے جو سنن ابوداؤد میں ہے۔ آنحضرت ﷺ سے مروی ہے:

اذا قعد الامام فی اٰخر صلاته ثم احدث قبل ان یتشهد فقد تمت صلوته

''جب بیٹھے امام آخر نماز میں اور حدث کرے قبل اس کے کہ التحیات پڑھے، اس کی نماز مکمل ہو جائے گی''۔

اس مسئلہ پر چند مسائل تیمم بھی مبنی ہیں جن کا بیان کر دینا ضروری ہے۔ اگر کسی مقتدی یا امام نے جس نے تیمم کر رکھا تھا حالت نماز میں تشہد پڑھنے سے پہلے حدث کیا تو اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا یا اگر وہ مسح کرنے والا تھا تو اس کی مدت مسح ٹوٹ جائے گی۔

نماز کے واجبات

یہاں تک نماز کے فرائض کا بیان تھا جن کو ہم نے پوری تفصیل اور ان کے متعلقات کے ساتھ بیان کر دیا ہے اور اس سلسلہ میں جو باتیں باقی ہیں وہ آئندہ آجائیں گی۔ یہاں نماز کے واجبات کو بیان کیا جاتا ہے۔

مختلف نمازوں میں 19 چیزیں واجب ہیں۔ ہر نماز کے واجبات کی یہ مقدار نہیں کسی میں اس سے کم ہیں اور کسی میں زیادہ، وہ واجبات یہ ہیں:

۱۔ فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں کو قراءت کے لیے مقرر کرنا۔

۲۔ الحمد شریف کا پڑھنا۔

۳۔ الحمد کا ہر رکعت میں ایک مرتبہ پڑھنا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۴۔ الحمد کا سورت سے پہلے پڑھنا۔

۵۔ فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور واجب وسنتوں کی سب رکعتوں میں سورۃ کا ملانا۔

۶۔ دو رکعتوں اور دو سجدوں کے درمیان ترتیب قائم رکھنا۔

۷۔ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا۔

۸۔ دو رکعتوں کے بعد تیسری رکعت سے قبل بیٹھ جانا۔

۹۔ تعدیل ارکان یعنی رکوع وسجود اور قومہ وجلسہ میں سبحان اللہ کہنے کی مقدار اطمینان کے ساتھ توقف کرنا۔

۱۰۔ فجر، مغرب، عشاء، جمعہ، تراویح، عیدین اور رمضان کے وتروں میں امام کو بلند آواز سے قراءۃ پڑھنا اور ظہر وعصر میں آہستہ پڑھنا۔

۱۱۔ جلسہ۔

۱۲۔ پہلے اور دوسرے دونوں قعدوں میں التحیات پڑھنا۔

۱۳۔ لفظ سلام سے نماز تمام کرنا۔

۱۴۔ تکبیر قنوت کہنا۔

۱۵۔ دعائے قنوت کہنا۔

۱۶۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں میں چھ چھ تکبیریں کہنا۔

۱۷۔ مقتدی کا قراۃ سے خاموش رہنا اور امام کی قراءۃ پر اکتفا کرنا۔

۱۸۔ مقتدی کو ہر صورت امام کی تابعداری کرنا۔

۱۹۔ سجدہ تلاوت کرنا۔ (کبیری۔ غایۃ الاوطار)

نماز کی سنتیں

حنفیوں کے مذہب کے مطابق نماز کی سنتیں چھبیس 26 ہیں:

۱۔ تکبیر تحریم کے لئے تکبیر کہنے سے پیشتر دونوں ہاتھوں کا کانوں کی لو تک اٹھانا۔

۲۔ تکبیر کے وقت انگلیوں کا قبلہ رخ اور اپنی حالت پر رکھنا۔ یعنی نہ بالکل کشادہ ہوں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور نہ بالکل ملی ہوئی۔

۳۔امام کو تکبیر تحریم لوگوں کی اطلاع کے لئے بقدر ضرورت پکار کر کہنا۔

۴۔ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھنا۔

۵۔سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھنا۔

۶۔اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔

۷۔بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا۔

۸۔فرض کی پچھلی دو رکعتوں میں صرف الحمد للہ پڑھنا۔

۹۔آمین کہنا۔

۱۰۔تعوذ بسم اللہ اور آمین کا آہستہ کہنا۔

۱۱۔قراءۃ مسنون پڑھنا۔

۱۲۔تکبیرات انتقال یعنی رکوع وسجدہ کے لئے اللہ اکبر پڑھنا۔

۱۳۔رکوع میں سبحان ربی العظیم کا کم از کم تین بار کہنا۔

۱۴۔رکوع میں دونوں گھٹنوں کا کشادہ انگلیوں سے پکڑنا۔

۱۵۔امام کو سمع اللہ لمن حمدہ، مقتدی کو ربنا لک الحمد اور تنہا آدمی کو دونوں ملا کر کہنا۔

۱۶۔سجدہ میں دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کو پیشانی سے پہلے زمین پر رکھنا۔

۱۷۔سجدہ میں کم از کم تین بار سبحان ربی الاعلٰی پڑھنا۔

۱۸۔جلسہ اور تشہد میں دایاں پاؤں کھڑا اور بایاں پاؤں بچھائے رکھنا۔

۱۹۔ہر جلسہ اور تشہد میں دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا۔

۲۰۔التحیات میں اشھد ان لا الہ الا اللہ کہتے وقت کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا۔

۲۱۔ قعدہ اخیرہ میں درود شریف پڑھنا۔

۲۲۔قعدہ اخیرہ میں دعا پڑھنا۔

۲۳۔سلام کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرنا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۲۴۔امام کے لئے فرشتوں اور مقتدیوں کے سلام کی نیت کرنا۔

۲۵۔امام کے لئے پہلے سلام سے دوسرے سلام کو پست آواز سے کہنا۔

۲۶۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کردائیں بائیں سلام پھیرنا۔

ضروری ہدایات: امام کو تکبیر تحریمہ اور باقی تکبیرات کو بقدر ضرورت بلند آواز سے کہنا چاہیے۔ان سے صرف یہی نیت نہ ہو کہ ان سے مقصود مقتدیوں کا اطلاع کرنا ہے۔ بلکہ اپنی نماز کی تکبیروں کی نیت ہونا بھی لازمی ہے۔اگر اپنی تکبیروں کی نیت نہ کرے گا تو نہ امام کی نماز ہوگی اور نہ مقتدیوں کی۔

امام ہو یا منفرد بہر حال اس رکعت میں جس میں صرف الحمد پڑھی جاتی ہے اور سورت نہیں پڑھی جاتی،سب کے لئے الحمد سے قبل آہستہ بسم اللہ پڑھنی سنت ہے اور اعوذ باللہ صرف پہلی رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔

نماز کے مستحبات

۱۔تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو دونوں ہاتھ آستینوں یا چادر وغیرہ سے باہر نکالنا۔

۲۔دونوں قدموں کے درمیان بقدر چار انگلی کے فاصلہ رکھنا۔

۳۔تنہا نماز پڑھنے والے کو رکوع وسجدہ میں تین بار سے زائد تسبیح پڑھنا۔

۴۔قیام میں سجدہ گاہ پر رکوع میں دونوں پاؤں کی پشت پر،سجدہ میں ناک کے سرے پر،قعود میں اپنی گود پر،پہلے سلام میں دائیں شانہ پر نظر رکھنا۔

۵۔رکوع میں انگلیوں کا کشادہ رکھنا اور سجدہ میں ملی ہوئی رکھنا۔

۶۔جمائی کے وقت نماز میں منہ بند رکھنا۔

۷۔اگر نماز میں کھانسی آئے تو بقدر امکان اس کو روکنا۔

تکبیر تحریمہ کا ثواب اور چند بقیہ مسائل

ترمذی نے نقل کیا ہے کہ جو شخص نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہو تو اس کو چاہیے کہ یہ دعا پڑھے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ (انعام) اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾ (انعام) اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْمَلِکُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُکَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ جَمِیْعًا اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا یَھْدِیْ لِاَحْسَنِھَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْنِیْ عَنِّیْ سَیِّئَھَا لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَھَا اِلَّا اَنْتَ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِیْ یَدَیْکَ وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْکَ اَنَا بِکَ وَاِلَیْکَ تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ"۔

"میں نے اپنا منہ اس ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا میں توحید کرنے والوں میں سے ہوں اور مشرکوں میں سے نہیں ہوں، میری نماز، میری عبادت، میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا خاص اللہ تعالیٰ عالموں کے پروردگار کے لئے ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں اور اسی توحید اخلاص کا مجھے حکم ہوا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

اے اللہ! تو بادشاہ ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو میرا پروردگار ہے۔ میں تیرا بندہ ہوں۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ میں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا پس تو بخش دے میرے لئے میرے سب گناہ، کیونکہ گناہوں کو تیرے سوا بخشنے والا کوئی نہیں، مجھے اچھی عادتوں کی راہ دکھا کہ تیرے سوا اچھی عادتوں کی راہ کوئی نہیں دکھاتا اور دور کر مجھ سے بری عادتوں کو اور تیرے سوا بری عادتوں کو کوئی دور نہیں کرتا۔ میں حاضر ہوں تیرے حکم کے بجالانے میں اور تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں اور برائی تیری طرف نہیں لگائی جاتی۔ میں تیرے ہی سبب موجود ہوں اور میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں تو بابرکت ہے اور تو بلند ہے، میں تجھ سے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بخشش چاہتا ہوں اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں"۔

ابن حبان رضی اللہ عنہ نے اس دعا کا پڑھنا بعد تکبیر تحریمہ کے نقل کیا ہے اور بعض نے تکبیر تحریمہ سے پہلے روایت کیا ہے۔ غرض یہ کہ ادائے نماز کے وقت اس دعا کا پڑھنا افضل اور باعث ثواب ہے۔

دعائے استفتاح

تکبیر کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے۔ اس کو دعائے استفتاح کہتے ہیں اور وہ دعائیں صحیح سندوں سے کئی طرح مروی ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ ہر وقت مختلف دعائیں پڑھتے تھے، کبھی کوئی اور کبھی کوئی۔ اگر کوئی ان دعاؤں کو ایک ساتھ پڑھے تو جائز ہے لیکن بعض مشائخ نے مذکور بالا دعا ہی کو اختیار کیا ہے اور اسی کو نیت کے شروع کرنے سے پہلے پڑھتے ہیں۔ مگر یہ خلاف روایت اور درایت ہے اور اس سے اقامت کے بعد جماعت قائم ہونے کے وقت تکبیر تحریمہ میں دیر لازم آتی ہے۔

دوسری دعائے استفتاح یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ۔(1)

"اے اللہ! مجھ میں اور میرے گناہوں میں اتنی دور ڈال دے جتنی کہ تو نے مشرق و مغرب میں ڈالی اے اللہ میرے گناہوں کو پانی برف اور اولوں سے دھو دے"۔

(بخاری مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

دعا کی ان دونوں صورتوں میں گناہوں کے محو ہونے کے لئے مبالغہ مقصود ہے کیونکہ مشرق و مغرب میں بڑا فرق ہے یعنی میرے گناہ اس طرح دور ہوں اور جو کپڑا تین چیزوں سے کئی بار دھویا جاتا ہے وہ خوب صاف ہو جاتا ہے یعنی اسی طرح مجھ کو پاک کر اور طرح طرح کی بخشش نازل فرما۔ یہ بطریق تمثیل کے فرمایا ہے۔ اس کی حقیقت مقصود نہیں۔ تیسری دعائے استفتاح یہ ہے:

1۔ صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 136، دارالمعرفہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ"۔(1)

"میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں اے اللہ وابستہ تیری تعریف سے اور بابرکت ہے تیرا نام اور بلند ہے۔ تیری بزرگی اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں"۔

(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسلم)

امام اعظم اور امام محمد مالک رحمۃ اللہ علیہم اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ظاہری مذہب یہ ہے کہ اس دعا کو تکبیر تحریم کے بعد آخر تک پڑھے اور دعا اِنِّیْ وَجَّھْتُ کو آخر تک نہ پڑھے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک دونوں پڑھے۔ طحاوی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے مگر پہلے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھنا اولیٰ ہے۔ ان دونوں کی سند حدیث سے ہے۔

اسی طرح اور بھی بہت سے دعائیں آئی ہیں لیکن ہم صرف مذکورہ دعاؤں پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ دوسری دعاؤں کا نقل کرنا موجب طوالت ہے۔

تکبیر تحریمہ کا ثواب

رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ پائے وہ اس کے لئے ہزار اونٹ مکہ معظمہ میں صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ نیز صحیحین میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ پائی وہ اس کے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

اخبار میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ چند چوروں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چار سو اونٹ اور چالیس غلام چرا لئے۔ آپ اس رنج و غم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول خدا ﷺ بھی تشریف لے آئے۔ حضور ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رنجیدہ دیکھ کر فرمایا میں نے تو خیال کیا تھا کہ شاید آج تمہاری تکبیر تحریمہ فوت ہوگئی ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا رسول اللہ! ﷺ کیا تکبیر تحریمہ کے فوت ہونے کا رنج اس سے بھی زیادہ ہونا چاہیے؟ فرمایا اس سے زیادہ کیا اگر تمام زمین کو اونٹوں سے بھر دیا جائے تو وہ

1۔ ترمذی شریف جلد 2 صفحہ 10، حدیث نمبر 242۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بھی تکبیر تحریمہ کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔

نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس سے تکبیر تحریمہ فوت ہوگئی، اس کے ہاتھ سے
سو ننانوے دنبیاں جاتی رہیں جو جنت میں چر رہی ہیں اور جن کے سینگ سونے کے ہیں

ایک عجیب لطیف نکتہ

صاحب خیر المونس کہتے ہیں کہ اس میں نو سو ننانوے عدد کی تخصیص کی وجہ یہ ہے
لفظ ''اللّٰہ'' کے چار حرف ہیں اور ''اکبر'' کے بھی چار ہی حرف ہیں۔ اکبر کی ''ب'' کا
ایک حرف کے قائم مقام ہے۔ کیونکہ اس میں ایک عجیب وغریب بھید مضمر ہے۔ جس
تفصیل یہ ہے کہ جس قدر چیزیں تمام کتابوں میں بیان کی گئی ہیں سب کا لب لباب قر
مجید میں موجود ہے۔ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البینہ) ''اور جو چیزیں تمام قرآن مجید میں
ہیں'' ان کا خلاصہ سورۃ فاتحہ میں ہے اور جو چیز سورہ فاتحہ میں موجود ہے اس کا انتخاب ''بِ
اللّٰهِ'' میں ہے اور بِسْمِ اللّٰهِ کا خلاصہ لفظ ''با'' میں اور با کا عطر اس نقطہ میں موجود ہے
کے نیچے ہے۔ نجم الدین نسفی کہتے ہیں کہ با کے معنی یہ ہیں: بِیْ كَانَ مَا كَانَ
يَكُوْنُ مَا يَكُوْنُ۔ غرضیکہ لفظ ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کے کل نو حرف ہیں اور ہر حرف کے عوض
دنبیوں کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اب رہیں ننانوے دنبیاں تو حرف کے مقابلہ میں گیارہ دنب
مقرر ہوئیں۔ کیونکہ بسط کے قاعدے سے لفظ ''اللّٰہ'' تحریمہ کا ثواب حد شمار سے باہر
ہر نمازی مسلمان کو حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے کہ وہ امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ پالے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر اس اسم سے نماز کی ابتداء صحیح ہو جائے گی جو
تعالیٰ کے ننانوے اسموں سے ہو اور تعظیم پر دلالت کرتا ہو۔ مثلاً ''اللّٰہ اعظم'' اور ''اللّٰہ اج
وغیرہ۔ ضرورت ہے کہ اس مسئلہ کو ذرا تفصیل و وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔

بحث تکبیر تحریمہ غیر عربی زبان میں

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے اگر کوئی شخص فارسی زبان (غیر عربی)
تکبیر تحریمہ کہے۔ یعنی بجائے ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کے کہے: ''خدا تعالیٰ بزرگ تراست'' تو

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔اسی طرح اگر ذبح کرتے وقت فارسی زبان میں اللہ تعالیٰ کا نام لے تو وہ ذبح جائز ہے۔یعنی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر فارسی وہندی وغیرہ کسی زبان میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا ترجمہ کرے تو نماز درست ہے مگر کراہت سے خالی نہیں۔مسنون اختیار زبان عربی بلکہ خاص لفظ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہے۔چنانچہ ردالمختار میں ہے۔

واما صحة الشروع بالفارسية وكذاجميع اذكار الصلوة فهي على الخلاف فعنده تصح الصلوة بها مطلقاً خلافا لهما والظاهر ان الصحة عنده لا تنفي الكراهة.

"شروع کرنا نماز کا فارسی زبان میں اور ایسے ہی اوراذکارنماز جیسے التحیات وتسبیح وغیرہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک زبان فارسی میں درست ہے مطلقا اور امام ابو یوسف ومحمد کے نزدیک اگر زبان عربی سے عاجز ہوتو دوسری زبان میں ان اذکار کا ادا کرنا درست ہے ورنہ نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک صحت نہیں نفی کرتی کراہت کو یعنی ادا کرنا ان اذکار کا اگرچہ نماز کی صحت کے واسطے کافی ہے مگر کراہت سے خالی نہیں ہے۔

اس مسئلہ کے درج کرنے کی غرض محض یہ ہے کہ ناظرین کو اس کی صحت کا علم ہو جائے۔اسی طرح حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی مشہور ہے کہ فارسی میں قرآن پڑھنا بھی درست ہے خواہ عربی زبان پر قادر نہ ہو۔لیکن آخر میں امام صاحب نے اس قول سے رجوع کرلیا تھا اور اس کے قائل ہو گئے تھے۔بہر حال عربی میں پڑھنا ہی لازمی ہے۔چنانچہ ابن ملک کی شرح منار میں ہے:

الا صح انه رجع عن هذا القول

"صحیح بات یہی ہے کہ آپ نے اس قول سے رجوع کرلیا تھا"۔

تحقیق شرح منتخب حسامی سے منقول ہے:

قد صح رجوع ابی حنيفة الى قول العامة رواه نوح ذكره فخر الاسلام في شرح كتاب الصلوة وهواختيار

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

القاضی ابی زید وعامة المحققین۔

امام ابوحنیفہ کا قول عام کی طرف رجوع کرنا صحیح طریقہ سے ثابت ہے اسے نوح ابن ابی مریم نے امام صاحب سے روایت کیا ہے۔ فخر الاسلام بزدوی نے اسے ''شرح کتاب الصلوٰۃ'' میں ذکر کیا ہے۔ قاضی ابوزید اور عام محققین نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

پس امام صاحب کا زبان فارسی میں جواز نماز کے قول سے رجوع کرنا آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور احناف کا اسی پر فتویٰ ہے کہ نماز غیر عربی زبان نہیں ہوتی۔

قراءۃ کے متعلق چند ضروری باتیں

حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک ہی آیت فرض ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ایک ہی آیت پر اکتفا کر لینا چاہیے بلکہ آسانی اس شخص کے لیے ہے جو معذور ہو۔ شرح دقایہ میں ہے کہ فرض قراءۃ ایک آیت ہے اور اس پر کفایت کرنے والا بسبب ترک واجب کے گناہگار ہے لہٰذا قراءۃ کے مسائل میں اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ دیدہ دانستہ اس کو چھوڑ دینے سے فسق لازم آتا ہے نیز سورۃ فاتحہ کے ساتھ سورت کا ملانا بھی واجب ہے اور عمداً اس کا ترک کرنا بڑا گناہ ہے۔ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں ہے اگر امام نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہ مذہب ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اس پر غیر مقلدین اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اس میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان ان کی امامت قرآن سے کرتا تھا۔ یہ اعتراض ان کا بالکل لغو اور جہالت پر مبنی ہے۔ کیونکہ بخاری کی اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ذکوان نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھتے تھے۔ معترضین کی یہ بات نا سمجھی اور افترا پردازی ہے۔ صحیح بخاری میں بلاسند یہ اثر ضرور مرقوم ہے مگر اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ذکوان نماز شروع کرنے سے پہلے قرآن کو دیکھ لیتے تھے اور اس سے یاد کر لیتے تھے۔ بعد اس کے اسی قدر نماز میں سنا دیتے۔ چنانچہ عینی کی شرح ہدایہ میں مذکور ہے:

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اثر ذکوان ان صح فھو محمول علیٰ انه کان یقرأ من المصحف قبل شروعه فی الصلوٰۃ ای ینظر فیه و یتفکن منه ثم یقوم فیصلی۔

"اگر ذکوان کا اثر صحیح ہے تو اس بات پر محمول ہے کہ وہ نماز شروع کرنے سے پہلے قرآن سے دیکھ لیتے' اس سے یاد کر لیتے اور بعد اس کے اسی قدر سنا دیتے تھے"۔

پس صحیح امر یہ ہے کہ قرآن دیکھ کر نماز پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور جو لوگ اس پر طعن کرتے ہیں وہ اپنی نادانی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔

استعاذہ کے مسائل

استعاذہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنے کو کہتے ہیں۔ استعاذہ قراءت قرآن سے پہلے مسنون ہے خواہ یہ قراءۃ نماز میں ہو یا خارج نماز۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (النحل:98)

"اور جب تو قرآن پڑھے تو اللہ سے استعاذہ کر"۔

یعنی اس کی پناہ میں آنے کے لیے اعوذ باللہ پڑھو۔ اس ظاہر امر کی وجہ سے بعض سلف اس کے وجوب کی طرف بھی گئے ہیں۔ مگر ہمارے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ مسنون ہے۔ اب قراءۃ اور فقہاء کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ افضل اعوذ باللہ ہے یا استعیذ باللہ۔ روایات میں یہ دونوں لفظ آئے ہیں۔ لیکن ہدایہ میں ہے کہ استعیذ کہنا اولیٰ ہے تا کہ قرآن کے موافق ہو۔

استعاذہ کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی جاتی ہے۔ شروع نماز میں اس کا پڑھنا سب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ اگرچہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تسمیہ نہ سورۃ فاتحہ کا جزو ہے اور نہ کسی اور سورت کا۔ تاہم اس کا شروع نماز میں پڑھنا مفتاح صلوٰۃ ہے اور تعوذ کی طرح مسنون ہے یعنی پہلی رکعت میں پڑھنا اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ تسمیہ برائے افتتاح قرآن ہے اور قراءۃ کے حق میں ہر رکعت مستقل ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بہر حال بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کا نماز میں پڑھنا متفق علیہ ہے لیکن اس کے جہر و اسرار میں اختلاف ہے یعنی اس امر میں کہ بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنی چاہیے اور یہی مسلک حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مغفل، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ان سب کے پیچھے نماز پڑھی۔ میں نے ان میں سے کسی کو بھی بلند آواز سے بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔(1)

آمین کے مسائل

مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے کہ جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۝ (فاتحہ) پڑھے تو مقتدی کو چاہیے کہ آمین کہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے گا(2)۔ ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے:

واذا امن الامام فامنوا فانه من وافق تامينه تامين الملئكة غفر له ما تقدم من ذنبه۔

"اور جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی آمین کہے کیونکہ جس کا کہنا فرشتوں کے آمین کہنے کے موافق ہے تو اس کے گناہ جو پیشتر گزر چکے ہوں بخش دیئے جاتے ہیں"۔(3)

یعنی جب امام آمین کہتا ہے تو فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اسی لئے اس وقت مقتدیوں کو انکی موافقت کرنی چاہیے کہ یہ گناہوں کی بخشش کا سبب ہے۔

اس میں امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ آمین آہستہ کہنی چاہیے مقتدی ہو خواہ امام، اور نماز سری ہو خواہ جہری، اور ان کی سند یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ چار چیزیں ہیں جنہیں امام اخفا کرے، بسم اللہ، اعوذ، آمین اور تشہد، نیز ایک

1۔ سنن نسائی جلد 1 صفحہ 144 — 2۔ صحیح مسلم شرح نووی کتاب الصلوٰۃ جلد 4 صفحہ 111

3۔ صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 142

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، بسم اللہ، اعوذ اور آمین جہر سے نہ کہتے تھے۔ علاوہ ازیں دار قطنی اور حاکم نے علقمہ سے، علقمہ نے وائل سے روایت کیا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب آپ نے ولا الضالین کہا تو آمین چپکے سے کہی۔(1)

ایک دلیل ہمارے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہے کہ آمین دعا ہے۔ جس کے معنی ہیں: ''الٰہی قبول کر'' اور دعا آہستہ کرنی اولیٰ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً (الاعراف:55)

''یعنی اپنے رب کو عاجزی اور پوشیدگی سے پکارو''۔ (شرح حصن حصین)

الغرض ہمارا مذہب عمر فاروق، علی مرتضیٰ اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے کیونکہ یہ اجل فقہائے صحابہ اچھی طرح جانتے تھے کہ جہر سے آمین کہنا موقوف ہو گیا ہے۔

رکوع کے مسائل

جب رکوع کرے تو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہے یعنی پاک ہے میرا بڑا پروردگار نقل کیا اس کو مسلم، ترمذی، ابن حبان حاکم اور بزار نے۔ ایک روایت میں بزار نے اس کا تین بار کہنا کمال سنت کا ادنیٰ درجہ ہے اور جواز کا ادنیٰ درجہ ایک بار ہے اور تین بار کہنا کمال میں داخل ہے اور افضل پانچ بار یا سات بار ہے(2)۔ بعضوں نے دس تک اور بعضوں نے قیام کے قریب بھی کہا ہے مگر یہ سب حالتیں تنہائی میں ہیں امام کو مقتدیوں کے حال کی رعایت کرنی چاہیے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام رکوع وسجدہ کی تسبیحات پانچ بار کہے۔

رکوع کی یہ مشہور اور معمول بہ تسبیح ہے۔ اس کے علاوہ رکوع کی چند تسبیحات اور بھی آتی ہیں۔ ان میں سے ایک تسبیح یہ ہے:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ۔

''یعنی پاکی ہے تجھ کو اے اللہ ہمارے پروردگار! وابستہ تیری تعریف سے الٰہی! تو

1۔ سنن دار قطنی جلد 1 صفحہ 334

2۔ ترمذی ابواب الصلوٰۃ جلد 2 صفحہ 47 حدیث نمبر 261

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مجھ کو بخش دے"۔(1)

ایک تسبیح یہ ہے کہ تین بار سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہے۔ نقل کیا اس کو احمد طبرانی نے اسی طرح اور بھی تسبیحات آئی ہیں۔ مگر مختار "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" ہی ہے۔

قومہ کا بیان

مسلم اور طبرانی وغیرہ نے نقل کیا ہے:

وَاِذَاقَامَ مِنَ الرَّکُوْعِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ

"یعنی جب رکوع سے کھڑا ہو تو کہے اللہ نے قبول کیا اس کا قول جس نے اس کی تعریف کی"(2)

نیز یہ کہے:

رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ

"یعنی اے اللہ ہمارے پروردگار تیرے ہی لئے تعریف ہے"۔(3)

شیخ فخر الدین نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہ کہے تو رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد کہو۔ کیونکہ جس کسی کا قول ملائکہ کے قول کے مطابق ہوگا۔ اس سے پیشتر گناہ بخشے جائیں گے۔ اس میں ہمارے امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے اور مقتدی رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد اور اکیلا نماز پڑھتا ہوا ہو تو دونوں کہے صاحبین کے نزدیک امام بھی دونوں کہے۔ چنانچہ طحاوی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ حَمِدَہ کی "ہ" کو ساکن پڑھنا چاہیے۔

علاوہ ازیں قومہ میں ایک تسبیح یہ بھی پڑھی جاتی ہے:

اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ۔ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِیْ بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ۔ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِیْ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی

1۔ سنن نسائی جلد 1 صفحہ 144 2۔ صحیح مسلم کتاب الصلوۃ جلد 4 صفحہ 160
3۔ صحیح بخاری کتاب الصلوۃ جلد 1 صفحہ 144۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْوَسَخِ"۔

"اے اللہ! تیرے لیے سب تعریف ہے آسمانوں اور زمین پر اور اس چیز کے بھرنے کی مقدار جس کو تو آسمان وزمین کے سوا چاہے، اے اللہ! مجھ کو پاک کر برف، اولے اور ٹھنڈے پانی سے۔ یا اللہ! تو مجھ کو گناہوں سے اور خطاؤں سے پاک کر جیسے سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے"۔(1) دراصل یہ تمثیل ہے حمد کی کثرت کی۔

سجدہ کا بیان

سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھا جاتا ہے۔ سجدہ کی اس تسبیح کو ترمذی، مسلم، بنہار ابن حبان اور حاکم وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں: وَاِذَا سَجَدَ قَالَ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی۔ یعنی جب سجدہ کرے تو سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے۔ "یعنی پاک ہے میرا پروردگار بہت بڑا"۔(2)

ایک روایت میں اس کا تین بار پڑھنا منقول ہے مگر یہ ادنیٰ درجہ ہے۔ علاوہ ازیں کبھی کبھی رسول خدا ﷺ سجدہ میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ۔

"اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تیری خوشنودی کی تیرے غضب سے اور پناہ تیری عافیت کی تیرے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں تیری صفات جمالی کی تیری صفات جلالی سے میں نہیں گن سکتا۔ تجھ پر تیری تعریف کو تو ویسا ہی ہے جیسا تو نے تعریف کی اپنے نفس کی"۔(3)

ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ جب دونوں سجدوں کے درمیان

1۔ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ جلد 4 صفحہ 162   2۔ ترمذی کتاب الصلوٰۃ جلد 2 صفحہ 47

3۔ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ جلد 4 صفحہ 170

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بیٹھے جس کو جلسہ استراحت کہتے ہیں تو یہ دعا پڑھے:

"اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی"

"اے اللہ تو مجھ کو بخش اور مجھ پر رحم کر اور مجھ کو تندرستی عطا فرما اور مجھ کو دین کی راہ دکھا اور مجھ کو رزق مرحمت کر"۔(1)

التحیات کا بیان

صحاح ستہ اور بیہقی میں آیا ہے:

وَاِذَا جَلَسَ لِلتَّشَهُّدِ يَقْرَأُ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

"جب التحیات کے واسطے بیٹھے تو یوں پڑھے: زبان کی سب عبادتیں اور بدن کی تمام عبادتیں اور مال کی ساری عبادتیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔ سلام ہو تم پر اے پیغمبر اور خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں سلام ہو ہم موجودہ مسلمانوں پر اور خدا کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ کوئی معبود سوائے اللہ کے نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں"۔(2)

حنفی مذہب میں اسی تشہد کو پڑھتے ہیں اور یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ایک تشہد ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی ہے جس کو شافعیہ نے اختیار کیا ہے۔ اس میں اور تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں تھوڑا سا فرق ہے۔ ان کے علاوہ اور تشہد بھی ہیں۔ مگر مشہور یہ دو ہی ہیں۔

التحیات میں داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت کا اٹھانا امام اعظم، امام محمد، امام شافعی، امام مالک اور امام ابو یوسف وغیرہ ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک نماز کی سنتوں میں سے ہے اور اس کی سنتیں ہونے کی روایتیں متفق ہیں۔ صحاح ستہ سے اس باب میں

1۔ سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ جلد 4 صفحہ 41   2۔ صحیح البخاری کتاب الصلوۃ جلد 1 صفحہ 150

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بکثرت حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور صحابہ وتابعین ائمہ حدیث اور فقہائے مجتہدین کا بھی مذہب حق ہے جیسا کہ ہم پہلے بھی ذرا تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں۔ جو لوگ اس کو مکروہ یا بدعت اور ناجائز بتلاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔

درود پڑھنے کا بیان

فرض نماز کے قعدہ اخیرہ میں نفل وغیرہ کے قعدۂ اولیٰ میں بھی درود شریف پڑھنا مسنون ہے اور درود شریف پڑھنے کے فضائل میں احادیث بکثرت آئی ہیں۔ اس جگہ چند حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دس بار رحمت نازل فرماتا ہے۔(1)

نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کی دس خطائیں معاف کرتا ہے اور اس کے دس درجے بلند کرتا ہے۔(2)

ترمذی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ اقدس نے فرمایا: قیامت کے دن مجھ پر سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھتا ہوگا۔ نیز ترمذی میں ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔(3)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دعا درجۂ قبولیت تک نہیں پہنچتی جب تک نبی کریم ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے۔ چنانچہ فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جس جلسہ میں حضور اقدس ﷺ کا ذکر آئے درود پڑھنا واجب ہے اگر سو بار ذکر آئے تو سو بار درود شریف پڑھے۔

نماز میں التحیات کے بعد جو درود شریف پڑھے جاتے ہیں وہ صحاح ستہ میں منقول ہیں اور ان کے لئے ''صلوٰۃ'' کا لفظ آیا ہے۔ صلوٰۃ کے معنی استغفار، دعا، رحمت اور پیغمبر خدا

1۔ ترمذی باب الصلوٰۃ جلد 2 صفحہ 355   2۔ سنن نسائی جلد 1 صفحہ 191

3۔ ترمذی جلد 2 صفحہ 354

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ﷺ پر درود بھیجنے کے ہیں۔ بعض علماء نے اس کے متعلق یہ تصریح کی ہے کہ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا اور آخرت کی رحمت کا خدا سے اس کے حبیب کے لئے مانگنا ہے اور اللھم صل علی محمد کے معنی یہ ہیں کہ یا اللہ تو دنیا میں ان کی تعظیم کر۔ اس طرح کہ ان کا ذکر بلند ہو، ان کا دین ظاہر ہو اور ان کی شریعت باقی رہے اور آخرت میں ان کی تعظیم کر اس طرح کہ بہت سا ثواب دے اور امت کی شفاعت کے لئے ان کو مقام محمود میں قائم کر۔ یہ معنی ہے درود شریف کا۔

علماء کی تحقیق کے مطابق مختار مذہب یہ ہے کہ صلوٰۃ وسلام خاص انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا شعار ہے غیر کے لئے درست نہیں۔ البتہ ان کے ساتھ درست ہے۔ مثلاً یوں کہنا اللھم صل علی ال محمد و اصحاب محمد اے اللہ رحمت بھیج آل محمد ﷺ پر اور اصحاب محمد ﷺ پر، یہ کہنا درست نہیں ہے۔ البتہ حضور ﷺ کی معیت میں ایسا کہہ سکتے ہیں:

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ۔"

درود پڑھنے کے بعد کی دعائیں

قعدہ اخیرہ میں درود پڑھنے کے بعد دعا پڑھنا مسنون ہے۔ یہ دعا بھی عربی میں ہونی چاہیے غیر عربی زبان میں مکروہ ہے۔ یہ دعا ایک تو وہ ہے جو عام طور پر نمازوں میں پڑھی جاتی ہے اور جس کو ہم مع ترجمہ نماز کی ترکیب میں بیان کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ اور دعائیں بھی نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ

"اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگانی و موت کے فتنہ سے اور کانے دجال کے فتنہ کی برائی۔(1)

1۔ صحیح مسلم کتاب الصلوۃ جلد 5 صفحہ 74۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس میں تین فتنوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔لہٰذا ضروری ہے کہ ان تینوں فتنوں کی تشریح کردی جائے، سو جاننا چاہیے کہ زندگی کا فتنہ راہ حق سے پھرنا، صبر کا نہ ہونا اور راضی نہ ہونا، دنیا کی آفتوں میں گرفتار ہونا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خاتمہ بخیر نہ ہونا ہے۔موت کا فتنہ مرنے کے وقت شیطان کا وسوسہ، قبر کا عذاب، منکر نکیر کا سوال اور عذاب کی چیزوں سے دہشت کا ہونا ہے اور دجال کا فتنہ سب ہی جانتے ہیں کہ وہ قیامت کے قریب نکل کر خدائی کا دعویٰ کرے گا اور بہتوں کا ایمان لے گا۔چونکہ اس دعا میں ان تین فتنوں سے خدا کی پناہ مانگی جاتی ہے جو نہایت ہی جامع ومانع ہے اس لئے یہ دعا فی زمانہ ضروری معلوم ہوتی ہے۔ تاکہ مسلمان ان فتنوں سے محفوظ رہ کر صراط مستقیم پر قائم رہیں۔

اس قسم کی ایک دعا بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی وغیرہ میں بھی آئی ہے جس میں گناہ اور قرض سے پناہ مانگی گئی ہے۔چونکہ وہ بھی مفلس وقلاش مسلمانوں کے مناسب حال ہے اور ضرورت ہے کہ وہ اس وقت جبکہ تمام دنیا گناہوں سے بھر پور ہوگئی ہے اور قرض وافلاس کی لعنت ومصیبت نے مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔اس دعا کو اختیار کریں۔اس لیے اس کو بھی درج کیا جاتا ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِوَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَالِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَاْثِمِ وَالْمَغْرَمِ۔(1)

اس میں صرف یہ آخر کے الفاظ زیادہ ہیں۔یعنی اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہ سے اور قرض سے۔

ایک دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔

1۔صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ جلد 6 صفحہ 53۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"اے اللہ! تو میرے وہ گناہ معاف فرما جو میں نے پہلے کئے اور پیچھے کئے اور جو پوشیدہ اور ظاہر کئے اور جو کچھ میں نے فضول خرچی کی اور ایسے گناہ جن کو تو میری نسبت زیادہ جاننے والا ہے تو ہی آگے کرنے والا ہے اور تو ہی پیچھے ڈالنے والا، تیرے سوا کوئی معبود نہیں"۔(1)

باقی یہ دعا جو ہم اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں اس کی سند یہ ہے کہ مشکوۃ شریف میں آیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسی دعا سکھا دیجیے کہ میں اس کو اپنی نماز میں پڑھا کروں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے یہی دعا سکھائی: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ............ الخ۔

بہر حال نماز کے قعدہ میں درود کے بعد ان دعاؤں میں سے جو دعا بھی اچھی معلوم ہو اسی کو اختیار کر لے اور اسی کے ذریعہ خدا سے حالت نماز میں دعا مانگا کرے۔

ان کے علاوہ جو دعا اچھی معلوم ہو اس کا پڑھنا بھی جائز ہے مگر ایک شرط کے ساتھ کہ وہ لوگوں کے کلام سے مشابہ نہ ہو۔ یعنی ایسی دعا نہ ہو کہ آدمی دوسرے آدمی سے مانگ لیتا ہو۔ مثلاً یوں کہے:

اَللّٰھُمَّ اٰتِنِیْ مَالًا اَوْ خُبْزًا

"یعنی اے اللہ! مجھ کو مال یا روٹی دے"۔

اس قسم کی دعا مانگنے سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ لہٰذا بہتر وانسب یہی ہے کہ وہی دعائیں پڑھے جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں۔

سلام کے مسائل

نماز پوری ہونے کے بعد سلام پھیرنا مسنون ہے۔ سلام میں دونوں طرف اتنا رخ پھیرے کہ رخسار دکھائی دے۔ اگر کسی نے غلطی سے بائیں طرف سلام پھیر دیا تو جب تک کلام نہ کیا ہو یاد آتے ہی پہلے داہنی طرف اور پھر بائیں طرف پھیر لے۔ اگر امام نے جلدی سے سلام پھیر دیا اور مقتدی نے تو ابھی تشہد کو بھی پورا نہیں کیا ہے تو مقتدی کو چاہیے کہ

1۔ صحیح مسلم کتاب الصلوۃ جلد 6 صفحہ 53

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

امام کا ساتھ نہ دے۔ بلکہ واجب ہے کہ تشہد کو پورا کر کے پھر سلام پھیر لے۔ کیونکہ قعدہ اخیرہ میں بقدر تشہد بیٹھنا فرض ہے۔

امام کے سلام پھیر دینے کے بعد جب تک مقتدی سلام نہ پھیرے، وہ نماز سے باہر نہیں، یعنی مقتدی کو امام سے پہلے سلام پھیرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی شدید ضرورت لاحق ہوجائے تو پھر امام سے پہلے سلام پھیرنا جائز ہے۔

پہلی بار لفظ "سلام" کہتے ہی امام نماز سے باہر ہوجاتا ہے۔ اگرچہ اس نے "علیکم" نہ کہا ہو، اس وقت اگر کوئی شخص شریک جماعت ہوگا اقتدا صحیح نہ ہوگی۔ یعنی اس کو جماعت نہ ملے گی اور اگر کوئی شخص اس حالت میں شریک ہوگیا اور آخر میں امام نے سجدۂ سہو کیا تو جماعت مل جائے گی اور اقتدا صحیح ہوگی۔

بحث رفع یدین

غیر مقلد کہتے ہیں کہ رفع یدین کرنا یعنی دونوں ہاتھوں کو اٹھانا رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے میں سنت غیر موکدہ ہے۔ سو جاننا چاہیے کہ یہ مسئلہ بھی مسئلہ فاتحہ خلف امام کی طرح مختلف فیہا صحابہ سے ہے، رفع یدین رسول خدا نے دائما نہیں کیا۔ بلکہ کبھی کیا اور کبھی ترک کردیا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کے اس میں بھی دو فریق ہوگئے ایک فریق نے اس کو مستحب جانا اور اس کے ترک فرمانے کو بیان استحباب پر محمول کیا کہ دوام سے سنت موکدہ واجب نہ ہوجائے اور دوسرے فریق نے ترک کو آخر فعل اور ناسخ سمجھا ہر دو فریق اپنے اپنے فہم و عمل پر آخر عمر تک قائم رہے۔ چنانچہ ترمذی نے اپنی جامع میں ایک باب رفع یدین کا لکھا ہے اور دوسرا باب ترک رفع یدین کا کیونکہ یہ دونوں عمل صحابہ کے ہیں۔ معلوم ہوگیا کہ دونوں فریق صحابہ کا علم و عمل زمانہ رسول اللہ ﷺ سے مقرر ہوکر جاتے ہیں۔

فاتحہ خلف امام کی طرح اس مسئلہ میں بھی ایک دوسرے پر طعن نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ دونوں عمل صحابہ ہیں۔ اس باب میں جو اختلاف صحابہ میں تھا وہی مجتہدین میں بھی آیا ہر ایک مذہب کو ایک مجتہد نے مرجع ٹھہرا کر اپنا معمول کیا ہے۔ دونوں طرف احادیث صحاح ہیں لہٰذا جو شخص اس مسئلہ میں کلام کرتا ہے اور کسی ایک فریق کو حق پر مان کر دوسرے فریق پر

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

زبان طعن دراز کرتا ہے۔ وہ جھک مارتا ہے۔

تعدیل ارکان کا بیان

تعدیل ارکان کے معنی ہیں اطمینان سے تمام نماز کے ارکان ادا کرنا۔ یعنی رکوع میں دونوں سجدوں میں، درمیان رکوع وسجدوں کے اطمینان کرنا چاہیے۔ تعدیل ارکان اگرچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض نہیں، لیکن اس کے واجب ہونے میں شبہہ نہیں، جیسا کہ ہم تعدیل ارکان کی بحث میں لکھ چکے ہیں۔ تعدیل ارکان کے واجب ہونے کی ہم یہاں صرف دو دلیلیں درج کرتے ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ شرح وقایہ میں اس کو واجبات نماز میں رکھا ہے۔ دوسرے بحر رائق میں ہے کہ:

هُوَ وَاجِبٌ عَلٰى تَخْرِيْجِ الْكَرْخِيْ وَهُوَالصَّحِيْحُ كَمَا فِيْ شَرْحِ الْمُنْيَةِ

"تعدیل ارکان بمذہب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ واجب ہے موافق استنباط و تحقیق کرخی کے اور یہی صحیح ہے"۔(1)

اسی بناء پر فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ اگر کوئی نمازی رکوع سے سر اٹھا کر فوراً ہی سجدہ میں گر پڑے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ اس نے واجب کو ترک کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ تعدیل ارکان واجب ہے اور نمازیوں کو اس کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے، ورنہ ان کی نمازیں ناقص و ناتمام رہیں گی۔ اب ہم اس کے متعلق چند احادیث بھی پیش کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نماز کے رکوع و سجود میں نمازی اپنی پشت ہموار نہ رکھے وہ نماز کافی نہیں ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے۔ جب نمازی رکوع و سجود وغیرہ تمام ارکان کو اچھی طرح یعنی اطمینان سے ادا کرے تو نماز کہتی ہے کہ اللہ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری محافظت کی اور اگر وہ رکوع و سجود وغیرہ اچھی طرح ادا نہیں کرتا تو نماز کہتی ہے خدا تجھے برباد کرے جس طرح تو نے مجھے رائیگاں کیا، ایسی نماز پرانے کپڑے

1۔ البحرالرائق جلد 1 صفحہ 316

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں لپیٹ کر منہ پر ماری جاتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پانچوں نمازیں ادا کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے ایک دن فرمایا اس کی سال بھر کی نماز ایک دن بھی نہیں ہوئی جب تک یہ توبہ نہ کرے اور اپنی حالت کو درست نہ کرے۔ اس انصاری نے توبہ کرلی۔ یعنی نماز کو تعدیل ارکان کے ساتھ پڑھنے لگا اور پھر اس کی حالت بھی درست ہوگئی۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو شخص نماز کو کھڑے ہوتے ہیں اور بظاہر دونوں کا رکوع وسجود ایک ساتھ ہوتا تھا۔ لیکن درحقیقت دونوں کی نماز میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔ یعنی تعدیل ارکان کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اور دوسرا یونہی رسمی طور پر۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں تم کو سب سے بدتر چور کی اطلاع نہ دوں؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور۔ فرمایا: بدترین چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرے۔ عرض کیا گیا: نماز کی چوری کس طرح ہوتی ہے؟ فرمایا: رکوع وسجود کو آرام واطمینان کے ساتھ نہ ادا کرنا۔ اس کے بعد فرمایا: نماز ایک پیمانہ ہے جو اس کو پورے طور پر ادا کرے گا اس کو پورا ثواب ملے گا اور جو کم دے گا تو تم کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ چور ہے اور خدا تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کم تولنے والوں کے لئے عذاب ہے۔

تنبیہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو شخص پنجگانہ نماز کی پابندی وادائیگی کا فکر وخیال تو ضرور رکھتا ہے مگر رکوع وسجود اور قومہ وجلسہ وغیرہ ارکان نماز کو اچھی طرح دل لگا کر اور آرام واطمینان کے ساتھ ادا نہیں کرتا تو درحقیقت خدا کے نزدیک اس کی نماز نہیں ہوتی، ہاں وہ اس فرض کی بجا آوری کے فرض سے سبکدوش ہوجاتا ہے۔

جو نماز تعدیل ارکان کے ساتھ ادا نہیں کی جاتی۔ دراصل رسمی ہے اور نفس کو مغالطہ دہی ہے۔ ایسی رسمی اور بے دلی کی نماز سے نمازی پر وبال آتا ہے اور خدا کی محبت واطاعت سے دوری پیدا ہوتی ہے۔

کیا وجہ ہے کہ ہماری نمازیں ہمیں گناہوں اور بدکاریوں سے نہیں روکتیں؟ اس لئے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہ ہم نماز کو اپنا فرض عبدیت سمجھ کر اور دل سے نہیں پڑھتے بلکہ محض اس لئے پڑھتے ہیں کہ اپنی نمائشی دینداری کو باقی رکھیں اور یا نماز پڑھنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ ان دونوں باتوں کے اعتبار سے درحقیقت ہماری نمازیں نماز ہی نہیں ہیں دل بہلاوا ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے: جس شخص کی نماز اسے اچھے کاموں کا حکم نہ دے اور برے کاموں سے نہ روکے تو اس کی نماز سوائے اللہ سے دوری کے کوئی بات پیدا نہیں کرتی۔ اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس شخص کو نماز بے حیائی و بدکاری سے نہ روکے اس کی نماز اس کے لئے وبال ہے۔

ان احادیث واقوال کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ ہم نماز کو دل سے اور تعدیل ارکان کے ساتھ نہیں پڑھتے ۔اس لئے ہمیں ہماری نمازیں خدا کی نافرمانیوں سے نہیں روکتیں اور بجائے اس کے کہ ہم نمازوں کے ذریعے خدا سے وابستہ ہوتے، خدا کی محبت واطاعت سے دور ہوئے جا رہے ہیں، پس نماز تمام ارکان و فرائض اور آداب و سنن کو مدنظر رکھ کر پڑھو، تاکہ نمازیں قبول ہوں۔

نماز کے آداب

نماز میں مرد کو رکوع کرتے وقت اتنا جھکنا چاہیے کہ کمر برابر ہو جائے اور ہاتھوں کا زور گھٹنوں پر رہے اور عورت کو بحالت رکوع زیادہ جھکنے کی ضرورت نہیں۔ وہ صرف اس قدر جھکے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، پیٹھ سیدھی نہ کرے اور گھٹنوں پر زور نہ دے سجدہ میں جاتے وقت چاہیے کہ زمین پر پہلے گھٹنے رکھے، پھر ہاتھ، پھر ناک اور پیشانی اور سجدہ سے اٹھتے وقت پہلے پیشانی اٹھائے پھر ناک، پھر ہاتھ اور پھر گھٹنے۔ مطلب یہ ہے کہ جس ترتیب سے اعضاء کو زمین پر رکھے، اٹھاتے وقت اسی ترتیب کے خلاف کرے۔ سجدہ کا یہی مسنون طریقہ ہے۔

سجدہ کی حالت میں مرد کے لئے ضروری ہے کہ بازو کروٹوں سے جدا رہیں۔ پیٹ رانوں سے علیحدہ رہیں اور کلائیاں زمین پر نہ بچھائی جائیں۔ عورتوں کو چاہیے کہ وہ سمٹ کر

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سجدہ کریں۔ یعنی اپنے بازو کروٹوں سے ملادیں، پیٹ کو ران سے ملادیں۔ ران کو پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے ملادیں۔ مرد کو چاہیے کہ دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین پر رکھے اور اگر کسی عذر کی وجہ سے ایک ساتھ نہ رکھ سکتا ہو تو پہلے داہنا ہاتھ رکھے اور پھر بایاں۔

دونوں سجدوں سے فارغ ہو کر قیام کے لئے پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا سنت ہے لیکن اگر کوئی شخص کمزور ہو اور کمزوری کے سبب زمین پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر یا رکوع کی حالت میں قدموں کی طرف، جلسہ اور قعدہ میں اپنی گود پر اور سجدہ کی حالت میں اپنی ناک پر نظر رکھنا مستحب ہے۔

کھانسی کو حتی المقدور روکنا چاہیے۔ قیام کی حالت میں اگر جماہی آئے تو سیدھے ہاتھ کی پشت سے منہ چھپالینا چاہیے اور اگر قیام کے علاوہ دوسری حالتوں میں جمائی آئے تو بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ چھپانا چاہیے۔

نماز کو فاسد کرنے والے اقوال وافعال

نماز کو فاسد کرنے والے اڑسٹھ امور ہیں جن کو ہم علیحدہ علیحدہ ضروری تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔ لیکن پہلے نماز کے باطل اور فاسد ہونے کے معنی سمجھ لینے چاہئیں۔ سو جاننا چاہیے کہ فساد صلاح کی ضد ہے۔ فساد کے معنی ہیں نماز میں بگاڑ آجانا اور باطل کے معنی ہیں بے کار ہو جانا۔ بطلان وفساد عبادت میں دونوں برابر ہیں۔ لیکن معاملات میں متفارق۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ عمل مشروع کے ناقص کو مفسد کہتے ہیں۔ اگر عمداً اس کا ارتکاب کیا جائے تو عذاب ہے اور اگر سہواً ہو تو عمل کا عدم یعنی نہ ہونا ہی لازم آتا ہے۔

صحیح اور غیر صحیح کی تعریف

اگر عمل کے تمام ارکان وشرائط اور وصف مرغوب پایا جائے تو وہ عمل صحیح ہے اور اگر اس میں امر قبیح پیدا ہو جائے تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔ یا تو وہ امر قبیح باعتبار اصل کے ہوگا یا باعتبار وصف کے۔ اگر باعتبار اصل کے ہو تو وہ باطل ہے جیسے نماز بغیر رکن وشرط کے اور اگر باعتبار وصف کے ہو تو فاسد ہے۔ جیسے نماز کے کسی واجب کو ترک کر دینا۔ یاد رہے کہ نماز

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے باطل اور فاسد ہونے کے ایک ہی معنی ہیں، اس فرق کے ساتھ جو اوپر بیان ہوا۔

خلاصہ یہ کہ جس عمل کے تمام ارکان وشرائط اور وصف پائے جائیں وہ صحیح ہے اور جس میں کوئی امر قبیح بھی پیدا ہو جائے تو وہ غیر صحیح ہے۔ اب یہ غیر صحیح ہونا یا تو باعتبار اصل کے ہوگا اور یا باعتبار وصف کے۔ اول صورت بطلان کی ہے اور دوسری صورت فساد کی۔ اس فرق کو سمجھنے کے بعد اب مفسدات نماز کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے نماز فاسد کرنے والے 68 امور یہ ہیں۔

1۔ قصداً یا بھول کر کلام کرنا، خواہ کم ہو یا زیادہ اور سہواً ہو یا خطأ، سہو و خطا میں فرق یہ ہے کہ سہو میں اصل نماز یاد نہیں رہتی اور خطا میں نماز یاد رہتی ہے لیکن پھر اس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً زبان پر یازید وغیرہ کلمات کا جاری ہو جانا اگر ایک لفظ بھی بامعنی زبان سے نکلا تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ مثلاً "ق" اس کے معنی ہیں "بچا"۔

2۔ دعا جو ہمارے کلام کے مطابق ہو۔

3۔ قصداً یا سہواً سلام تحیۃ کرنا۔ یعنی وہ سلام کرنا جو رسمی طور پر باہم کیا جاتا ہے۔

4۔ سلام کا نماز میں جواب دینا، خواہ قصداً ہو یا بھول کر اور خواہ زبان سے جواب دیا جائے یا مصافحہ سے۔

5۔ عمل کثیر یعنی نماز میں کوئی ایسی حرکت کرنا جس کو دور سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ حرکت کرنے والا نماز کے اندر نہیں۔ بشرطیکہ وہ عمل کثیر نماز کی اصلاح کے لئے نہ ہو۔ اگر عمل کثیر نماز کی اصلاح کے لئے ہوگا تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔ مثلاً کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے کسی وجہ سے بے وضو ہو گیا اور نماز چھوڑ کر وضو کے لئے مسجد کے اندر چلا تو چونکہ یہ عمل کثیر نماز کی اصلاح کے لئے ہوگا اس لئے نماز نہ ٹوٹے گی اور اگر عمل کثیر نماز کی اصلاح کے لئے نہ ہوگا۔ مثلاً کپڑے پہننا، کچھ کھانا پینا اور کسی کے دھکا دینے سے نمازی کا چند قدم آگے پیچھے ہٹ جانا وغیرہ تو اس قسم کے افعال سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ کیونکہ یہ عمل کثیر نماز کی اصلاح کے لئے نہیں ہوا خواہ ایسا عمل اپنے قصد وارادہ سے ہو خواہ کسی دوسرے کے قصد وارادہ سے۔ خلاصہ یہ کہ عمل کثیر جو اصلاح نماز کے لئے نہ ہو وہ مفسد صلوٰۃ ہے اور عمل

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کثیر وہ ہے جس کے سبب دوسرا دیکھنے والا یہ سمجھے کہ نمازی نماز کے اندر نہیں خواہ دیکھنے والے کو تردد ہو جائے بہر حال عمل کثیر مفسد صلوٰۃ ہے۔

6۔ سینہ کا قبلہ کی طرف سے پھر جانا۔

7۔ جان بوجھ کر یا جان کر کچھ کھانا خارج سے اگرچہ قلیل ہی ہو۔

8۔ دانتوں میں اٹکی ہوئی چیز کا کھانا جو بقدر نخود (چنا) ہو۔

9۔ کچھ پینا۔

10۔ بلا عذر بلند آواز سے گلا صاف کرنا اور کھنکارنا۔

11۔ کسی تکلیف سے اف کہنا۔

12۔ درد و تکلیف کے سبب رونا۔

13۔ آہ کہنا۔

14۔ درد و مصیبت سے بلند آواز میں رونا۔ اگر جنت و دوزخ کے خیال سے اونچی آواز سے روئے گا تو نماز نہ ٹوٹے گی۔ بلند آواز سے وہ رونا صلوٰۃ مفسد ہے جو درد و مصیبت کے سبب ہو۔

15۔ یرحمک اللہ سے چھینک کا جواب دینا۔

16۔ خوشی کی خبر سن کر سبحان اللہ یا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (صفت:35) کہنا۔

17۔ رنج و غم کی خبر یا مصیبت کی حالت سن کر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (بقرہ) پڑھنا۔

الغرض وہ تمام باتیں جن سے جواب دینے کا قصد کیا جائے، مفسد صلوٰۃ ہیں۔ مثلاً نماز میں کسی غیر نمازی کو کتاب دینے کا کہنا خذ الکتاب یا غیر نمازی کی کسی بات کا جواب دینا۔

18۔ تیمم کئے ہوئے کا پانی کا پالینا یا دیکھ لینا۔

19۔ جس نے موزوں پر مسح کیا ہو اس کی مدت مسح کا ختم ہو جانا یا ان کو پاؤں سے الگ کر دینا۔

20۔ نماز میں غیر نمازی کا کہنا ماننا۔ مثلاً کوئی شخص جہر کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا اور اس

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نے قراءت پر کچھ غلطی کی اور کسی پاس بیٹھے ہوئے کے بتلانے سے اس نے اپنی غلطی کی اصلاح کرلی تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

21۔ ننگے کا بدن ڈھانکنے کے موافق کپڑے کا پالینا۔

22۔ سوائے امام کے اور کسی کو نماز میں لقمہ دینا۔ یعنی اگر جماعت کی حالت میں امام نے کچھ غلطی کی اور مقتدی نے لقمہ دے کر اس کی اصلاح کردی تو یہ جائز ہے لیکن کوئی دوسرا شخص جو نماز میں شامل نہ تھا، الگ بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا تھا اور مقتدی نے اسے لقمہ دیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

23۔ نماز میں اللہ تعالیٰ سے اس قسم کا سوال کرنا جس طرح مخلوق سے کیا جاتا ہے۔ مثلاً یوں کہنا کہ الٰہی فلاں عورت سے میرا نکاح کرادے یا فلاں عہدہ دلوادے وغیرہ

24۔ قرآن شریف میں دیکھ دیکھ کر پڑھنا۔

25۔ قرآن شریف غلط پڑھنا۔ جس کا مفصل بیان پچھلے اوراق میں قراءت غلطیوں کے بیان میں ہوا۔

26۔ امام کا کسی ایسے شخص کو اپنا جانشین بنانا جو امامت کے قابل نہیں ہے۔ مثلاً جماعت ہورہی ہے امام بے وضو ہوگیا اور وہ اپنی جگہ کسی ایسے شخص کو امام بنا کر وضو کرنے چلا گیا جو امامت کے قابل نہیں تو سب کی نماز ٹوٹ جائے گی۔

27۔ نماز فجر پڑھتے ہوئے سورج کا نکل آنا۔ یعنی ایک شخص فجر کی نماز پڑھ رہا تھا اور اسی حالت میں سورج نکل آیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی۔

28۔ عیدین کی نماز میں وقت زوال کا آجانا۔ اگر عیدین کی نماز پڑھتے وقت زوال آگیا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

29۔ جمعہ میں اتنی دیر کردینا کہ عصر کا وقت داخل ہوجائے۔

30۔ زخم سے پٹی کا کھل جانا۔

31۔ معذور کے عذر کا جاتے رہنا۔

32۔ بے وضو ہوجانا۔ خواہ اپنے قصد وارادہ سے خواہ دوسرے کے قصد سے۔ یہ کہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وضو جاتا رہا اور کسی نے پتھر مارا اور بدن سے خون جاری ہو گیا تو ان دونوں صورتوں میں نماز ٹوٹ گئی۔

33۔ بے ہوشی۔

34۔ جنون۔

35۔ دیکھنے سے احتلام ہو جانا۔ یہ تینوں صورتیں مفسد صلوٰۃ ہیں۔

36۔ نماز میں حدث ہو جانے کے باوجود نمازی کا مقام حدث پر بمقدار ایک رکن نماز کے ٹھہرے رہنا۔ یعنی نمازی کو نماز میں حدث ہو گیا، اس کے لئے کیا حکم ہے کہ وہ فوراً اسی وقت نماز سے علیحدہ ہو کر وضو کر کے اپنی بقیہ نماز پوری کر لے۔ نئے سرے سے نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں بشرطیکہ کلام نہ کرے، اگر کلام کرے گا تو از سرِ نو نماز پڑھنی پڑے گی۔ اس حکم کو ترک کر کے نمازی بے وضو ہونے کے بعد اتنی دیر اسی جگہ ٹھہرا رہا۔ جتنی دیر میں ایک رکوع یا سجدہ وغیرہ کیا جاتا ہے، تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

37۔ عورت کا مرد کے برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔

اس میں چند شرطیں ہیں:

پہلی شرط۔ عورت قابل جماع ہو۔

دوسری شرط۔ رکوع و سجود والی نماز ہو۔

تیسری شرط۔ عورت و مرد دونوں شروع تکبیر تحریمہ سے آخر ادائے نماز تک شریک رہیں۔

چوتھی شرط۔ مکان واحد ہو۔ پس اگر عورت قابل جماع نہ ہو، نماز جنازہ ہو، عورت تکبیر تحریمہ سے شریک نہ ہوئی ہو اور مرد کسی بلند جگہ پر اور عورت نیچی جگہ پر ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

پانچویں شرط۔ یہ ہے کہ عورت و مرد میں کوئی چیز حائل نہ ہو۔ اگر درمیان میں سترہ یا ستون وغیرہ حائل ہوگا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

چھٹی شرط۔ یہ ہے کہ عورت ذی عقل ہو، دیوانی نہ ہو۔ اگر دیوانی عورت برابر

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کھڑی ہو جائے گی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

ساتویں شرط۔ یہ ہے کہ امام نے عورتوں کی امامت کی نیت بھی کی ہو۔ اگر نیت نہ کی ہو اور عورت برابر آ کھڑی ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ امامت میں یہ شرط بھی ہے کہ امام نے تکبیر تحریمہ سے قبل عورتوں کی امامت کی نیت کی ہو۔ اگر درمیان مین نیت کی تو عورت کی نماز نہ ہوگی اور مرد کے لئے اس کا آ کھڑا ہونا کچھ مضر نہ ہوگا۔

آٹھویں شرط، یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں ایک رخ نماز پڑھ رہے ہوں۔ اگر عورت اندھیری رات میں کسی اور طرف نماز پڑھ رہی ہو اور مرد اپنی رائے سے کسی اور سمت کو نماز پڑھ رہا ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

الغرض ان آٹھ شرائط کے اور ان کی مذکورہ بالا تفصیلات کے ساتھ عورت و مرد کا برابر کھڑا ہونا مفسد صلوٰۃ ہے۔(1)

38۔ جوان آدمی کا نماز میں چلا کر ہنسنا۔

39۔ بغیر ضرورت کے دو صفوں کی مقدار کے برابر ایک دفعہ چلنا۔

40۔ حدث کے گمان سے مسجد سے باہر نکل جانا۔

یہ ہیں 168 امور میں سے وہ چالیس افعال و اقوال جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے بقیہ صورتوں کو ہم ایک علیحدہ باب میں تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

فساد نماز کے متعلق بقیہ مسائل

گزشتہ امور میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ بلا عذر کھنکارنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اس کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر امام آواز درست کرنے کے لئے یا مقتدی امام کی غلطی بتانے کے لئے کھنکارے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی (شامی)

41۔ ایک مقیم نے اپنے آپ کو مسافر سمجھ کر یا ظہر پڑھنے والے نے جمعہ کی نماز خیال کر کے دوسری رکعت میں سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ اصل نماز میں ہی سہو ہو گیا اور اگر کسی نے دوسری رکعت کے قعدہ میں اس خیال سے سلام پھیر دیا کہ یہ

1۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 89

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

چوتھی رکعت ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اس کو کھڑے ہو کر نماز پوری کر لینی چاہیے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔

42۔ اگر کسی نے قیام یا رکوع و سجود میں سہواً سلام پھیر دیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ (غایۃ الاوطار)

43۔ نماز میں اگر اشارہ سے بھی سلام کا جواب دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (غایۃ الاوطار)

44۔ عورت نماز میں تھی اور بچہ دودھ پینے لگا اور دودھ بھی نکل آیا تو نماز فاسد ہو گئی اور اگر نہ نکلا تو فاسد نہ ہوگی۔

45۔ اگر تکبیر تحریمہ میں اللہ اکبر کی ہمزہ کو کھینچ کر پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

46۔ بدن کا اتنا حصہ جس کا ڈھکنا فرض تھا بقدر اداء رکن کھلا رہا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

47۔ اگر ایسے ناپاک کپڑے سے نماز پڑھی جو قدر معاف سے زیادہ نجاست آلودہ تھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

48۔ مقتدی نے کسی رکن میں امام سے سبقت کی یعنی رکن امام سے پہلے ادا کیا۔ مثلاً امام سے پہلے ہی رکوع میں چلا گیا اور امام نے اس میں شرکت نہیں کی تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

49۔ مسبوق بعد سلام امام یا قبل سلام التحیات پڑھنے کے بعد اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا اور اس رکعت کا سجدہ بھی کر لیا بعد ازاں امام کو یاد آیا کہ اس پر سجدۂ سہو کرنا لازم ہے اس نے سجدۂ سہو کیا اور اس مسبوق نے بھی امام کے اس سجدۂ سہو میں متابعت کی تو اس کی نماز فاسد ہو گئی۔

50۔ اگر کسی نے نیند کی حالت میں نماز کا کوئی رکن ادا کیا اور اس رکن کا اعادہ نہ کیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

51۔ امام نے اپنی نماز کو تمام کرنے کے لئے قہقہہ لگایا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (1)

1۔ نور الایضاح کتاب الصلوٰۃ صفحہ 84، مکتبہ رحمانیہ لاہور

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

52۔عورت کا قدم اگر مرد کے عضو کے مقابل ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

53۔اگر عورت مردوں کی صف میں آ کر مل جائے گی تو تین مردوں کی نماز فاسد ہو جائے گی، دائیں بائیں اور پیچھے والے کی۔ مگر اس میں یہ شرط ہے کہ عورت و مرد دونوں کی نماز ایک ہو۔ اگر دونوں کی نماز ایک نہ ہو گی تو نماز نہ ٹوٹے گی۔

54۔اگر بحالت نماز دانتوں سے خون نکلا اور اس میں خون غالب اور رطوبت کم تھی اس کو نمازی نے نگل لیا تو نماز جاتی رہے گی۔ ہاں اگر خون کم اور رطوبت زیادہ تھی تو نماز نہ ٹوٹے گی۔(1)

55۔ایک رکعت میں تین بار کھجلی کرنا اور ہر بار ہاتھ اٹھانا مفسدِ نماز ہے اور بلا عذر ایک بار کھجلی کرنا مکروہ ہے۔(2)

56۔اگر مٹھائی منہ میں باقی ہو اور مزہ آ رہا ہو یا کوئی چیز تل کے برابر منہ سے باہر آ جائے اور نمازی اسے چبا کر نگل جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ ہاں اگر مٹھائی کھا کر پھر نماز شروع کی اور نماز میں مٹھائی کا کچھ مزہ باقی رہا تو نماز فاسد نہیں ہو گی۔(3)

57۔اگر منہ بھر کر قے ہوئی اور نمازی اس کو نگل گیا حالانکہ باہر پھینک سکتا تھا تو اس کی نماز بھی ٹوٹ گئی اور وضو بھی جاتا رہا۔ اگر منہ بھر کر نہ تھی اور نگل گیا تو بقول محمد رحمۃ اللہ علیہ نماز ٹوٹ گئی مگر وضو باقی رہا۔ یہ دونوں حکم اس صورت میں تھے کہ بلا ارادہ قے آئی ہو۔ اگر قصداً نماز میں قے کی ہو اور وہ منہ بھر کر ہو تو اس کے نکلنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ ورنہ نہیں اور اگر نماز بغیر ارادہ کے منہ بھر کے قے آئی اور تھوک دی تو وضو ٹوٹ گیا مگر نماز فاسد نہیں ہوئی۔ وضو کر کے بغیر جدید نیت کے باقی نماز پوری کر لے اور اگر منہ بھر کر نہ آئی ہو اور تھوک دی ہو تو وضو نہ ٹوٹا اور نہ نماز ی۔(4)

58۔اگر کسی انسان کو درہ کی ایک ضرب ماری تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی نمازی کسی جانور پر سوار تھا اور اس کر جلد چلانے کے لئے تین مرتبہ ہنٹر مارے تو اس کی

1۔فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 102

2۔عالمگیری جلد 1 صفحہ 104

3۔ردالمحتار جلد 2 صفحہ 383

4۔عالمگیری جلد 1 صفحہ 102

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نماز بھی ٹوٹ جائے گی۔(1)

59۔ اگر کسی نے اذان کی نیت سے اذان دی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

60۔ تین کلمات سے زائد لکھنے سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

61۔ اگر کسی نے اسم اللہ سن کر جل جلالہ کہا یا نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی سن کر درود بھیجا تو اگر اس کا ارادہ جواب دینے کا ہوگا تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

62۔ عورت کا بوسہ لینے سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

63۔ اگر دل میں کوئی شیطانی وسوسہ آیا اور لا حول و لا قوۃ کہا تو اب اگر یہ وسوسہ امر آخرت کے متعلق ہوگا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر امر دنیاوی سے متعلق ہوگا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

64۔ اگر کوئی شخص جانور پر سوار نماز پڑھ رہا ہو اور بار بار پاؤں کو حرکت دیتا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

65۔ نماز میں شعر ترتیب دینے اور زبان سے اس کو ادا کرنے سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

66۔ پتھر اٹھا کر پھینکنے سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

67۔ بار بار متواتر کھجلی کرنے سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

68۔ جوں مارنے سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

مسائل متفرقہ

مسئلہ: اگر کسی کو بچھو نے کاٹا اور اس نے بسم اللہ کہا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہ لوگوں کے کلام کے مشابہ نہیں۔

مسئلہ: سانپ اور بچھو کے قتل کر دینے سے بھی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

مسئلہ: اگر کوئی اپنی فوت شدہ نمازوں کی ترتیب بھول کر وقت کی نماز پڑھ رہا تھا اور کسی نے اسے یاد دلایا کہ وہ صاحب ترتیب ہے تو اس کی موجودہ حاضر نماز باطل ہو جائے گی۔

1۔ منیۃ المصلی صفحہ 158۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسئلہ: کوئی شخص کپڑا نہ ملنے کی وجہ سے ننگا ہی نماز پڑھ رہا تھا اور اسے بدن ڈھانکنے کے لئے کپڑا مل گیا تو اس کی نماز فاسد ہو گئی۔

نماز میں وضو ٹوٹ جانے کے مسائل

جو شخص نماز میں ہو اور بے اختیار اس کا وضو ٹوٹ جائے تو اس کو چاہیے کہ فوراً نماز کی جگہ سے علیحدہ ہو کر وضو کرے اور اسی نماز پر بنا کرے۔ مثلاً ایک شخص چار رکعت والی نماز پڑھ رہا تھا، دو رکعت پڑھنے کے بعد بے اختیار اس کا وضو ٹوٹ گیا تو اس کو چاہیے کہ وہ نماز کی جگہ سے ہٹ کر وضو کرے اور اپنی بقیہ دو رکعتیں پوری کرے اس طرح کے جس رکن سے نماز چھوڑ کر وضو کرنے گیا ہو۔ اسی رکن سے آ کر شروع کرے مثلاً حالت قعود میں وضو ٹوٹا تھا تو اب وضو کر کے قعود سے ہی بقیہ نماز پوری کرے مگر جواز بنا کی تیرہ شرطیں ہیں۔ ان کا خیال رکھنا چاہیے وہ شرطیں یہ ہیں:

1۔ حدث سماوی ہو اور اس میں نمازی کو اختیار نہ ہو، اس کے سبب میں اختیار ہو جیسے ریح کا بغیر نمازی کے فعل کے نکلنا۔

2۔ حدث کا تعلق بدن سے ہو، پس اگر خارج سے اس کا بدن یا کپڑے نجاست آلود ہو جائیں تو پھر نماز پر بنا صحیح نہ ہوگی، از سر نو نماز پڑھنی پڑے گی۔

3۔ ایسا حدث ہو جو موجب غسل نہ ہو۔ پس اگر کسی کو حالت نماز میں خیال کرنے یا نظر آنے سے انزال ہو گیا تو نماز نئے سرے سے لوٹانی چاہیے۔

4۔ حدث نادر الوجود نہ ہو جیسے قہقہہ اور غشی وغیرہ تو بنا کرنا جائز نہیں پھر سے نماز پڑھے۔

5۔ کوئی فعل منافی نماز نہ صادر ہوا ہو۔ اگر بے اختیار وضو ٹوٹ جانے کے بعد عمداً دوسرا حدث کیا تو بنا کرنا صحیح نہ ہوگا پھر سے نماز پڑھے۔

6۔ کوئی غیر ضروری فعل نہ کیا ہو مثلاً اگر کنویں سے پانی لیا تو نئے سرے سے نماز پڑھنی ہوگی۔

7۔ حالت حدث میں ادا کی نیت سے کوئی رکن ادا نہ کیا ہو حتیٰ کہ اگر سجدہ میں بے وضو

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہو گیا اور سر کو ادا کی نیت سے بھی اٹھالیا تو بنا کرنا صحیح نہ ہوگا۔ پھر سے نماز پڑھے۔

8۔ چلتے ہوئے کوئی رکن ادا نہ کرے مثلاً ایک شخص حالت قیام میں بے وضو ہوا، فوراً وضو کرنے چلا گیا اور آتے ہوئے ایک آیت بھی پڑھ لی۔

9۔ حدث کے بعد بلا عذر ذرا بھی توقف نہ کرے فوراً وضو کرنے چلا جائے اگر ادائے رکن کی مقدار توقف کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی ہاں اگر یہ توقف کسی عذر کی وجہ سے ہو گیا مثلاً نیند اور نکیر بند نہ ہونے کی وجہ سے تو پھر بناء کرنا صحیح ہے۔

10۔ کوئی دوسرا حدث داخل نہ ہو۔ مثلاً ایک شخص کی مدت مسح پوری ہوگئی تو اس کی نماز باطل ہوگئی۔ اسی طرح ایک شخص موزوں پر مسح کئے ہوئے تھا وہ حالت نماز میں بے وضو ہو گیا اور وضو کرنے گیا، اتنے میں مدت مسح تمام ہوگئی تو اس کو از سر نو نماز پڑھنی چاہیے اسی طرح اگر تیمم کیے ہوئے کو نماز میں حدث ہو گیا جب وہ نماز کی جگہ سے علیحدہ ہوا تو پانی مل گیا تو اس کو بھی وضو کر کے ابتدا سے نماز پڑھنی چاہیے۔

11۔ صاحب ترتیب کو فوت شدہ نماز یاد نہ آئے پس اگر اسے حدث سماوی کے بعد یہ بات یاد آگئی کہ میں تو صاحب ترتیب تھا لیکن وقتی نماز پڑھ رہا تھا تو اس پر بنا نہ کرے اس کی نماز باطل ہوگئی۔

12۔ بقیہ نماز اسی جگہ تمام کرے جہاں بے وضو ہوا تھا۔ مگر یہ مقتدی کے لئے ضروری ہے کہ نماز کا مکان تبدیل نہ کرے اسی جگہ نماز تمام کرے خواہ امام فارغ ہو گیا ہو یا نہیں، منیہ میں ہے کہ جب تک امام نماز سے فارغ نہ ہوا ہو اسی جگہ نماز تمام کرے اگر امام نے سلام پھیر دیا ہو تو اسے منفرد کی طرح جگہ تبدیل کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو اسے اختیار ہے کہ وضو کرنے کے بعد پہلی جگہ نماز تمام کرے یا کسی دوسری جگہ۔ بہتر تو یہی ہے کہ حتی الامکان پہلی ہی جگہ نماز پوری کرے اگر کوئی مجبوری لاحق ہو جائے تو پھر دوسری جگہ پوری کرے۔

13۔ اگر امام کو حدث ہو جائے تو اپنی جگہ کسی ایسے شخص کو جانشین بنائے جو مستحق امامت ہو۔ اگر اپنی جگہ کسی غیر صالح مثلاً لڑکے یا عورت کو امام بنا دیا تو نماز باطل ہو جائے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

گی بنا صحیح نہ ہوگا۔

تنبیہ: حدث والے کو بناء کرنے کا حکم ہے جس کی تفصیلات و شرائط اوپر گزریں۔ سوجاننا چاہیے بنا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بے وضو ہو جانے سے ساری ہی نماز باطل نہیں ہو جاتی بلکہ بے وضو ہونے سے پہلے جتنی نماز ادا کر دی ہے وہ بحالہ باقی رہتی ہے۔ اب وضو کر کے جہاں سے نماز کو چھوڑا تھا وہیں سے بقیہ نماز پوری کرلے اس کو بنا کرنا کہتے ہیں مگر یاد رہے کہ بنا کرنے کا جواز اسی وقت تک باقی رہتا ہے جب تک کوئی منافی صلوٰۃ فعل نہ کرے۔ اگر کوئی شخص وضو کرتے وقت کوئی کلام کرے گا تو نماز سرے سے باطل ہو جائے گی۔

فائدہ: حالت نماز میں بے وضو ہو جانے والے کے لئے نماز کی جگہ سے ہٹ کر وضو کے لئے صرف چلنا پھرنا، لوٹا بھرنا اور وضو کرنا مباح ہو جاتا ہے۔ وہ گویا اس وقت حالت نماز میں ہی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو کوئی فعل منافی صلوٰۃ نہ کرنا چاہیے ورنہ اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔

ھدایت: منیۃ المصلی میں ہے کہ جو شخص حالت نماز میں بے وضو ہو جائے اس کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ اپنی جگہ سے جھکا ہوا اور ناک پکڑے ہوئے علیحدہ ہو تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ اس کی نکسیر پھوٹ پڑی ہے۔

جوہرہ نیرہ میں ہے کہ بعض مشائخ کے نزدیک امام و ماموم اور منفرد سب کے حق میں یہی افضل ہے۔ حدث ہو جانے کی حالت میں از سر نو نماز پڑھیں، بنا نہ کریں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ حکم صرف منفرد کے لئے ہے اور امام و مقتدی کو بنا کرنا افضل ہے۔

امام بنانے کی کیفیت

اگر امام بے وضو ہو جائے تو اس کے لئے حکم ہے کہ وہ ناک پکڑے ہوئے اپنی جگہ سے علیحدہ ہو اور اپنی جگہ کسی کو اپنا خلیفہ بنا کر وضو کرنے چلا جائے۔ مگر امامت کے قابل شخص کو خلیفہ بنائے اور خلیفہ بنانے کی صورت یہ ہے کہ جس شخص کو اپنا خلیفہ بنانا چاہے اس کا کپڑا پکڑ کر محراب کی طرف کھینچے یا اس کی طرف اشارہ کرے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سترہ اور نمازی کے آگے سے گزر جانے کے احکام

سترہ اس لکڑی کو کہتے ہیں جو نمازی آڑ کے لئے سامنے کھڑی کر لیتا ہے۔ سترہ کھڑا کرنے کے بعد اگر لوگ آگے سے گزر جائیں تو ان کے گذرنے سے نماز میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ سترہ کھڑا کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ نمازی اپنے سامنے تین ہاتھ کے فاصلہ پر دائیں ابرو کے مقابل سترہ کو کھڑا کرے۔ (غایۃ الاوطار)

بڑی مسجدوں اور جنگل میں اتنے فاصلہ تک نمازی کے سامنے سے نہ گذرنا چاہیے۔ جہاں تک سجدہ گاہ میں نظر رکھتے ہوئے نمازی کی نظر پہنچے۔ اندازاً سجدہ گاہ سے ڈھائی گز آگے تک نمازی کے سامنے سے نہ گزرنا چاہیے۔ نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کے لئے حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے اور گزرنے والا سخت عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ مگر نمازی کی نماز میں کوئی نقصان و حرج نہیں ہوتا۔ (1)

اگر نمازی کے آگے سے گذرنے والے دو شخص ہوں تو جو شخص نمازی کی طرف ہوگا وہ گناہگار ہوگا اگر نمازی کسی اونچی جگہ نماز پڑھ رہا ہو اور سامنے سے گذرنے والے شخص کا سر بھی اس کے پاؤں سے نیچے رہتا ہو تو سامنے سے گذرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں اگر گزرنے والے کے اعضاء نمازی کے اعضاء کے مقابل ہو جائیں تو گزرنے والا گنہگار ہوگا۔ (2)

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اگر جنگل میں جماعت کی جائے تو صرف امام کے سامنے سترہ کافی ہے۔ مقتدیوں کے سامنے ضروری نہیں۔ کیونکہ امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔

وہ عذر جن کی وجہ سے نماز توڑنا واجب ہے

وہ عذر جن کی وجہ سے نماز توڑ ڈالنی واجب ہو جاتی ہے چھ ہیں:

1۔ کسی مظلوم کی فریاد رسی کرنے کے لئے یعنی اگر کسی شخص پر کوئی ظلم کر رہا ہو اور وہ مظلوم نمازی سے فریاد کرے تو نمازی کو چاہیے کہ نماز توڑ کر اس کی فریاد رسی کرے۔

2۔ پیشاب یا پاخانہ کی انتہائی ضرورت کے وقت۔

3۔ جلتے ہوئے یا ڈوبتے ہوئے کو بچانے کے لئے۔

4۔ اندھے کو گرنے سے بچانے کے لئے۔

5۔ حاکم سے فریاد خواہی کے لئے۔

6۔ مسافر کو سواری چلے جانے یا جانور کے بھاگ جانے کے اندیشہ سے۔

یہ وہ عذر ہیں جن کی وجہ سے نماز توڑ دینا واجب ہے۔

علاوہ ازیں اگر جان و مال کے خوف کی کوئی اور صورت بھی ہو تو نماز توڑ دے کیونکہ اسلام تو اپنے متبعین کو سختی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا بلکہ آسانی چاہتا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ اشد ضرورتوں کے لئے نازک مواقع پر اپنی جان و مال کو بچانے کے لئے نماز توڑ دینے کا حکم ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہر قسم کی رفع حاجت کو مقدم رکھ کر نماز کی پروا نہ کی جائے اور اس کو بازیچہ اطفال بنا لیا جائے۔ پس حتی الامکان رفع حاجات پر نماز کو مقدم رکھے۔

مسئلہ: حالت نماز میں والدین کی آواز کا جواب نہیں دینا چاہیے جب کہ وہ فرض نماز پڑھ رہا ہو۔ اگر نفل نماز پڑھ رہا ہو اور باپ بھی جانتا ہو کہ میرا لڑکا نماز میں مشغول ہے اور پھر اپنے لڑکے کو پکارے تو بھی جواب نہ دے۔ اگر باپ نہ جانتا ہو اور بلائے تو نفل نماز میں جواب دینا چاہیے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وہ عذر جن کی وجہ سے نماز توڑنا جائز ہے

پچھلے چھ عذر جو بیان کیے گئے ہیں ان کی وجہ سے نماز توڑ دینا واجب ہے۔اب ذیل میں وہ عذر بیان کیے جاتے ہیں جن کی وجہ سے نماز توڑ دینا جائز ہے۔

وہ تین عذر یہ ہیں:

1۔سانپ، بچھو اور کوئی موذی جانور کے مارنے کے لئے۔

2۔مسافر کو سواری کے چلے جانے یا بھاگ جانے کے وقت۔

3۔جس چیز کی قیمت کم از کم پانچ آنے ہو اس کے تلف ہونے کے خوف سے خواہ وہ چیز نمازی کی ہو یا کسی اور کی۔

نماز میں کراہت تحریمی پیدا کرنے والے امور

مکروہ محبوب کی ضد ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں:

تحریمی اور تنزیہی۔

ان کا مفصل بیان ان کی جگہ ہو چکا ہے یہاں دوبارہ اتنی بات یاد رکھنی چاہیے کہ مکروہ تنزیہی حلال سے قریب تر ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی حرام سے قریب تر ہوتا ہے۔ یہاں ہم پہلے نماز کے مکروہات تحریمی کو بیان کرتے ہیں بعد میں مکروہات تنزیہی بیان کریں گے۔

1۔کسی کپڑے کے بغیر پہنے ہوئے دونوں کنارے لٹکتے چھوڑ دینا مثلاً چادر یا رضائی وغیرہ کو دونوں مونڈھوں سے لٹکا دینا یا کرتا و انگرکھا وغیرہ کی دونوں آستینیں بغیر پہنے ہوئے گردن پر پیچھے کو ڈال لینا مکروہ تحریمی ہے اگر چادر کا ایک کنارہ دوسرے مونڈھے پر پڑا ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

2۔کرتہ کی آستین نصف کلائی سے زیادہ چڑھانا۔

3۔چادر کو اس طرح اوڑھنا کہ دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں کنارے مونڈھوں پر ڈالے جائیں۔

4۔کپڑوں کو سمیٹے رکھنا تاکہ مٹی نہ لگے یعنی نماز کی حالت میں کپڑا سمیٹنا مکروہ ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

5۔ داڑھی یا کپڑوں اور بدن سے کھیلنا۔

6۔ انگلیوں کو چٹخانا یا ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر جال بنانا۔ یہ امور کیونکہ خشوع وخضوع کے منافی ہیں اس لئے مکروہ ہیں اور ان کی ممانعت کی وجہ یہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ اہل عرب طواف کرتے وقت سیٹی بجایا کرتے تھے اور انگلیاں چٹخاتے رہتے تھے۔ جب اہل اسلام پر نماز فرض ہوئی تو انہوں نے اپنی اس قدیم عادت کو نماز میں بھی جاری رکھا۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ مسجد میں جلوہ افروز تھے اور صحابہ کرام سے باتیں کر رہے تھے اتنے میں ایک یمنی شخص مسجد میں داخل ہوا اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگا حالت نماز میں اس نے کئی مرتبہ انگلیاں چٹخائیں، حضور ﷺ نے اس حرکت کو دیکھا اور خاموش رہے۔ جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اسے اپنے قریب بلا کر فرمایا، میں نے تمہیں نماز میں انگلیاں چٹخاتے دیکھا ہے میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ نماز ایک افضل ترین عبادت ہے اور خدا تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ نماز کی اہمیت کو محسوس کرو اور سوچو کہ اپنے رب کی طرف متوجہ رہنا بہتر ہے یا تفریحاً انگلیاں چٹخانا۔ میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ جب تم نماز شروع کرو تو اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور انگلیاں نہ چٹخاؤ۔

7۔ ایسی چیز کا منہ میں رکھنا جس سے قراءت مسنونہ ادا نہ کر سکے اگر وہ چیز ایسی ہو کہ قراءت فرض ادا نہ کر سکے تو مفسد نماز ہے ورنہ مکروہ تحریمی۔

8۔ ہاتھ کو لبے پر رکھنا۔

9۔ ادھر اُدھر منہ کرنا اور دائیں بائیں توجہ کرنا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے اور سجدہ کی جگہ سے نظر ہٹا کر ادھر اُدھر دیکھنا انتہا درجہ کی لغویت ہے۔ جو شخص انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ نماز میں مشغول ہوتا ہے، حق تعالیٰ کی رحمت خاص اس طرف متوجہ رہتی ہے اور جب وہ ادھر اُدھر دیکھنے لگتا ہے تو اس سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

10۔نماز میں کتے کی طرح بیٹھنا۔

11۔کسی آدمی کے منہ کی طرف نماز پڑھنا یعنی دوسرا آدمی منہ کیے ہوئے بیٹھا ہے اور نمازی اس کے منہ کی طرف نماز پڑھے تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

12۔خود بخود جماہیاں لینا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا جب نماز میں کسی کو جماہی آجائے تو جہاں تک ہو سکے اسے روکے کیونکہ نماز میں جماہی لینا مکروہ تحریمی ہے اگر کوشش کامیاب نہ ہو تو جماہی لیتے وقت منہ پر ہاتھ رکھ لے اور "ہا" نہ کہے۔

13۔امام کو بلا عذر محراب کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھانا۔اگر امام محراب کے باہر کھڑا ہو اور سجدہ محراب کے اندر کرے تو مکروہ نہیں ہے۔یاد رہے کہ حدیث شریف میں امام کے لئے دریا محراب میں کھڑے ہونے کی ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ زمانہ رسالت میں قریب قریب تمام مسجدیں چھوٹی اور تنگ تھیں۔اگر کوئی شخص دریا محراب میں کھڑا ہو جاتا تو روشنی کم ہو جاتی تھی اور ہوا کا گزر بھی مشکل ہو جاتا تھا اس وجہ سے زمانہ رسالت میں نماز پڑھنا مکروہ تھا۔اب چونکہ مسجدیں فراخ ہیں اور مذکورہ بالا وجوہات میں ممانعت نہیں پائی جاتیں اس لئے فراخ و وسیع دروں اور محرابوں میں کھڑے ہونا مکروہ نہیں۔ہاں چھوٹی اور تنگ مسجدوں میں اب بھی مکروہ ہے۔

14۔امام کا ایک ہاتھ اونچے چبوترہ یا کسی اونچی جگہ پر کھڑے ہونا اور مقتدیوں کا نیچے ہونا یا مقتدیوں کا ایک ہاتھ اونچی جگہ پر ہونا اور امام کا نیچے ہونا۔

15۔اس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا جس پر جاندار کی تصویر ہو یا اس مکان یا جگہ نماز پڑھنا جہاں دائیں بائیں یا سامنے جاندار کی تصویریں ہوں اگر تصویر پاؤں کے نیچے ہو تو پھر مکروہ نہیں۔

16۔چادر وغیرہ کو بدن پر اس طرح لپیٹنا کہ کہیں سے ہاتھ باہر نہ ہوں۔

17۔عمامہ یا پگڑی اور صافہ وغیرہ کو سر پر اس طرح باندھنا کہ بیچ میں سے سر کھلا رہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

18۔ ڈھاٹہ باندھ کر نماز پڑھنا کہ اس سے ناک اور منہ ڈھک جائے۔

19۔ مقتدی کو امام کے پیچھے قراءت کرنا۔

20۔ عمامہ کی کور پر سجدہ کرنا بشرطیکہ زمین کی سختی معلوم نہ ہو۔ یعنی زمین پر سر ٹک جائے اور درمیان میں عمامہ کی کور ہو اور اگر زمین کی سختی معلوم نہ ہو تو نماز فاسد ہوگی۔

21۔ کرتہ ہوتے ہوئے صرف پاجامہ سے نماز پڑھنا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ایک دن ایک شخص کو اس حال میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ صرف تہہ بند باندھے ہوئے تھا اور اس کی قمیص اس کے پاس رکھی ہوئی تھی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضور ﷺ نے اسے اپنے قریب بلا کر فرمایا یہ بات مکروہ ہے کہ تم صرف تہہ بند یا پاجامہ پہن کر نماز پڑھو اور قمیص نہ پہنو یا چادر نہ اوڑھو۔

22۔ پیشاب یا پاخانہ کی شدید حاجت میں نماز پڑھنا۔

حضرت عبداللہ ابن ارقم سے روایت ہے کہ ایک دن حضور ﷺ مسجد میں رونق افروز تھے اتنے میں ایک اعرابی آیا اور اس نے پوچھا: یا حضرت جس وقت پاخانہ کی حاجت ہو یا ریاح کا غلبہ ہو اور جماعت بھی قائم ہو گئی ہو تو اس حالت میں شریک جماعت ہونا چاہیے یا نہیں؟

حضور ﷺ نے فرمایا: نماز ایک بہترین عبادت ہے اس میں سکون اور خشوع و خضوع کی ضرورت ہے جب کبھی ایسا اتفاق ہو کہ جماعت تیار ہو اور نماز پڑھنے والے کو پیشاب یا پاخانہ کی شدید حاجت ہو تو بہتر صورت یہ ہے کہ پہلے بیت الخلاء جائے اور بعد میں نماز پڑھے۔

اگر نماز شروع کرنے سے پہلے پیشاب یا پاخانہ کی شدید حاجت ہو اور وقت میں بھی کافی گنجائش ہو تو نماز شروع کرنا ہی ممنوع ہے اور اگر وقت میں گنجائش نہیں ہے تو وقت کی رعایت ضروری ہے نماز پڑھ لے اور اگر نماز پڑھتے ہوئے حاجت ہو اور وقت میں گنجائش ہو تو نماز توڑنا واجب ہے اگر اسی حالت میں اپنے قویٰ پر جبر کر کے نماز پڑھ لی نمازی گنہگار ہوگا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تبنیہ اکثر عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ جوڑا باندھ کر نماز پڑھتی ہیں، ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ جوڑا باندھے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر نماز کی حالت میں کسی عورت نے جوڑا باندھ لیا تو نماز فاسد ہوگئی۔

نماز کی حالت میں کنکریاں ہٹانا بھی مکروہ تحریمی ہے ہاں اگر ایسی صورت ہو کہ سجدہ گاہ پر کنکریاں ہوں اور سجدہ کرنے میں دشواری ہوتی ہو تو کنکریاں ہٹانے کی اجازت ہے۔ نیز نماز کی حالت میں مرد کا سجدہ میں زمین پر کلائیاں بچھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

مذکورہ بالا تمام امور نماز میں کراہت تحریمی پیدا کرتے ہیں اب کراہت تنزیہی پیدا کرنے والے امور بیان کیے جاتے ہیں۔

کراہت تنزیہی پیدا کرنے والے امور

1۔ بلا عذر چار زانو یعنی پالتی مار کر بیٹھنا۔

2۔ جماہی کے وقت منہ کھلا رہنا۔

3۔ آنکھیں بند کر لینا اگر خشوع و خضوع کیلئے آنکھیں بند کر لی جائیں تو جائز ہے۔

4۔ اگلی صف میں گنجائش کے باوجود مقتدی کا پچھلی صف میں اکیلے کھڑا ہونا۔ اگلی صف میں گنجائش نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

5۔ سبحان اللہ وغیرہ تسبیحات کا نماز میں انگلیوں پر یا تسبیح سے شمار کرنا۔ ہاں اگر انگلیوں کے پورے کو اشارے سے دبا کر شمار کرے تو مکروہ نہیں۔

6۔ کوئی عمل قلیل بغیر عذر کے کرنا۔

7۔ بلا عذر تھوکنا۔

8۔ عمل قلیل کے ساتھ آستین یا پنکھے سے ہوا کرنا اور عمل کثیر کے ساتھ ہوا کرے گا تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

9۔ بلا عذر ننگے سر نماز پڑھنا۔

10۔ سجدے میں پاؤں کا ڈھانکنا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

11۔ دائیں بائیں طرف جھک جانا۔

12۔ دائیں بائیں پاؤں پر بلا عذر اور بلا وجہ زور ڈالنا۔

13۔ خوشبو سونگھنا۔

14۔ سجدہ میں ہاتھوں یا پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف پھیر لینا۔

15۔ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے کوئی مخصوص جگہ مقرر کر لینا۔

16۔ امام کو کسی مقتدی کو شامل کرنے کی نیت سے رکوع یا سجدہ میں دیر کرنا۔

17۔ دونوں ہاتھ تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں سے اوپر اٹھانا یا مونڈھوں سے نیچے رکھنا۔

18۔ سجدہ میں مرد کا پیٹ سے رانیں ملائے رکھنا۔

19۔ بلا ضرورت مکھی یا مچھر کا اڑانا۔

20۔ امام کا اذکار مسنونہ جلدی جلدی ادا کرنا۔ نماز میں یہ تمام امور مکروہ تنزیہی ہیں۔

نوٹ: نماز میں اگر سر سے ٹوپی یا عمامہ گر جائے تو بغیر عمل کثیر اس کو دوبارہ سر پر رکھ لینا چاہیے یہی افضل ہے مطلب یہ ہے کہ ایک ہاتھ سے ٹوپی یا عمامہ کو دوبارہ سر پر رکھ لینا افضل ہے۔

ھدایت: نماز چونکہ افضل ترین عبادت ہے اس لئے اس کی ادائیگی میں خاص طور پر دلچسپی، دلجمعی اور فکر و اہتمام کا اظہار کرنا چاہیے۔ دل و دماغ بھی پاک و صاف ہوں۔ بدن پاک ہو اور کپڑے بھی صاف ستھرے ہوں۔ الغرض طہارت و پاکیزگی مفتاح الصلوٰۃ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میلے کچیلے اور پھٹے پرانے کپڑوں سے نماز پڑھنا مکروہ ہے بشرطیکہ صاف کپڑے میسر ہوں اور ان کا صاف کرنا ممکن ہو۔ افسوس کہ مسلمان پاکیزگی و صفائی کا خاطر خواہ فکر و خیال نہیں رکھتے سڑے ہوئے کپڑوں سے نماز پڑھ لیتے ہیں۔

ایسے مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ نفاست پسندی، دینداری اور عبادت کا جوہر ہے اس کے بغیر نہ عبادت قبول ہوتی ہے اور نہ اخلاق سنورتے ہیں، اسلام کو گندگی و غلاظت سے سخت نفرت ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص مسجدوں میں کچا پیاز یا لہسن کھا کر نہ آئے۔ کیونکہ اس کے منہ سے بدبو آئے گی جس کی وجہ سے پاس کھڑے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوؤں کو تکلیف پہنچے گی اور رحمت کے فرشتے نفرت کریں گے۔

ایک دن مسجد نبوی ﷺ میں رسول اللہ ﷺ نے ایک بدوی کو میلے کچیلے کپڑوں سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کیا تمہارے پاس کپڑے نہ تھے کہ ان کو پہن کر نماز پڑھ لیتے۔ اس نے کہا نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم ان کپڑوں کو دھو بھی نہیں سکتے۔ پس حتی الامکان نماز اچھے اور صاف کپڑوں کے ساتھ پڑھنی چاہیے۔ اگر کھدر کے کپڑے میسر ہوں تو انہیں کو صاف رکھے۔ اگر دھونے کو صابن میسر نہ آئے تو صاف پانی ہی سے دھولیا کرو۔ الغرض بدن اور کپڑوں کی صفائی کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے۔

مراقی الفلاح میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص پھٹے پرانے اور میلے کچیلے کپڑوں سے نماز پڑھ رہا ہے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ نے اسے بلا کر دریافت کیا کہ اگر تمہیں کسی بڑے آدمی سے ملنے کے لئے بھیجا جاتا تو کیا تم یہی کپڑے پہن کر جاتے؟ کہا نہیں۔ فرمایا: پھر تم نے ان کپڑوں سے نماز پڑھنا کیسے گوارا کیا۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں آراستہ ہو کر آنا چاہیے۔

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ عمدہ لباس پہن کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: اس بات کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ اگر نمازی واجبات نماز میں سے کوئی واجب عمداً ترک کر دے تو اس سے نماز مکروہ تحریمی ہو جاتی ہے اور سنن نماز میں سے کسی سنت کو عمداً ترک کر دینے سے مکروہ تنزیہی ہو جاتی ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باب الوتر

وتر کی نماز قول صحیح کے مطابق واجب اور اس کی ایک سلام سے تین رکعتیں ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے واجب ہونے کی مضبوط دلیل یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی زَادَکُمْ صَلٰوۃً اَلَا وَھِیَ الْوِتْرُ۔(1)

"یعنی خدا تعالیٰ نے تمہاری نماز میں کچھ اور بھی بڑھایا ہے اور وہ وتر ہے"۔

باوجود مذکور بالا ارشاد رسول کے، نماز وتر کے واجب اور سنت ہونے میں بہت اختلاف ہوا ہے مگر یہ ہمارے علماء کی محض طبع آزمائی ہے۔ ورنہ اس میں کوئی کلام نہیں کہ آنحضرت ﷺ آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم، تابعین اور ائمہ مجتہدین کے قول و فعل میں نماز وتر ثابت ہے اور بطور تو اتراب تک وتر کا یہی طریقہ چلا آرہا ہے اسی طرح وتر کی رکعتوں میں بھی سخت اختلاف ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ایک، تین اور پانچ کا پڑھنا احادیث میں آیا ہے اور مختلف روایتوں میں ایک سے لے کر سات رکعتوں تک کا ثبوت ہوتا ہے۔ لیکن حنفیوں کے یہاں عام طور پر تین رکعت ہی پڑھتے ہیں، اور ہمارے یہاں اسی پر عمل ہے۔

تحقیق رکعات وتر

کتب حدیث میں جو احادیث اس باب میں آئی ہیں وہ مختلف ہیں۔ کسی سے ایک وتر ثابت ہوتا ہے کسی سے تین، کسی سے پانچ، کسی سے سات، کسی سے نو، کسی سے گیارہ، اور کسی سے تیرہ۔ لیکن ہمارے امام صاحب نے تین رکعت والی حدیثوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ کتب حدیث میں جو حدیثیں موافق مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وتر میں تین رکعت ہیں بیک سلام، نہ کم نہ زائد اور وہ آثار صحابہ جن سے

1۔ مسند امام احمد جلد 6 صفحہ 397، المکتب اسلامی بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

موافق مذہب حنفیہ کے ہوتی ہے۔ ان میں سے ہم چند احادیث و آثار پیش کرتے ہیں۔

طحاوی نے شرح معانی الآثار میں شعبی سے روایت کی ہے:

سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ وَّابْنَ عُمَرَ كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَا ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً ثَمَانٍ وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ۔(2)

یعنی پوچھا میں نے عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی بوقت شب۔ پس کہا ان دونوں نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز شب تیرہ رکعت تھی، آٹھ رکعت پڑھتے تھے۔ پھر تین رکعت وتر اور دو رکعت سنت فجر بعد طلوع صبح صادق۔

اس میں کل تیرہ رکعتیں منقول ہیں۔ تین وتر کی اور باقی تہجد کی اور کیونکہ تہجد کی نماز، وتر کے ساتھ ملی ہوئی ہے اس لئے کسی راوی نے ساری نماز کو وتر شمار کیا ہے اور صحیح بات بھی یہی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شب کی نماز سنت فجر کے سوا وتر سمیت تیرہ رکعتیں ہوتی تھیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُسَلِّمُ فِيْ رَكْعَتَي الْوِتْرِ (2)

''یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر میں دو رکعت کے بعد سلام نہ پھیرتے تھے بلکہ تین رکعت بیک سلام پڑھتے تھے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک دوسری روایت ہے:

كَانَ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا(3)

''یعنی شب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت پڑھتے تھے پس تو ان کے حسن اور تطویل سے نہ پوچھ بہت اچھی طرح سے پڑھتے تھے۔ بعد اس کے پھر چار رکعت اسی

1۔ شرح معانی الاثار جلد 1 صفحہ 197 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد 2 صفحہ 91، طبع مدینہ منورہ

3۔ شرح معانی الآثار جلد 1 صفحہ 199، مکتبہ حقانیہ ملتان۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

طرح پڑھتے تھے۔ پس تو ان کے حسن اور تطویل کے بارے میں نہ پوچھ، اور پھر وتر پڑھتے ہیں"۔

اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضور رسول ﷺ رات کو کل تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے یہی بات ایک چوتھی حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ(1)

"یعنی آنحضرت ﷺ نے عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو رکعت، پھر دو رکعت، اور پھر تین رکعت وتر پڑھے"۔

اسی طرح صحاح ستہ کی چند اور حدیثیں ہیں جن سے رسول اللہ کا تین وتر پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اب چند آثار بھی نمایاں کیے جاتے ہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں حسن بصری سے بسند ضعیف روایت ہے:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَايُسَلَّمُ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ(2)

"یعنی اہل اسلام نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ وتر تین رکعت ہیں نہ سلام پھیرا جائے"۔

مگر ان کے آخر میں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

"اَلْوِتْرُ كَصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ"۔ "یعنی وتر مثل نماز مغرب کے ہے"۔

سنن بیہقی میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اَلْوِتْرُ ثَلَاثٌ كَوِتْرِ النَّهَارِ الْمَغْرِبِ

"یعنی وتر تین رکعت ہیں مثل تین رکعت مغرب کے"(3)۔

ان تمام احادیث و آثار مرفوعہ و موقوفہ سے روز روشن کی طرح ظاہر اور ثابت ہو گیا کہ

1۔ شرح معانی الآثار جلد 2 صفحہ 202 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد 2 صفحہ 90

3۔ سنن الکبری جلد 3 صفحہ 31، دار الفکر بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وتر تین رکعت ایک سلام کے ساتھ صحیح ہیں اور حنفیوں کا عمل احادیث صحیحہ کے موافق ہے۔ جو بے سمجھے بوجھے حنفیوں پر طعن کرے وہ بدترین متعصب ہے۔ الغرض بالدلائل ثابت ہو گیا کہ وتر واجب ہیں اور اس کی تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔

وتر کا وقت

وتر کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر صبح صادق تک ہے مگر افضل یہ ہے کہ آخر شب میں پڑھے۔ مگر اس وقت جب آخر میں اٹھنے کا یقین، اعتماد اور انتظام ہو اور آنکھ نہ کھلنے کا خوف ہو تو اول شب میں ہی پڑھ لے۔ خلاصہ یہ کہ جس کو آخر شب میں اٹھنے اور تہجد پڑھنے کی عادت ہو تو اس کیلئے تو افضل آخر شب میں ہے۔ اور یہ عادت نہ ہو تو پھر عشاء کی نماز کے ساتھ ہی پڑھ لینے چاہئیں۔

وتروں کی تین رکعتیں ہوتی ہیں یعنی الحمد اور کوئی سورت ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔ تیسری رکعت میں قراءت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے قبل حنفیہ کے نزدیک دعاء قنوت پڑھی جاتی ہے اور شافعیہ کے نزدیک رکوع کے بعد قومہ میں دعاء قنوت پڑھی جاتی ہے اور دعاء قنوت کا پڑھنا واجب ہے۔ حنفیہ کا عمل اس بارے میں اس حدیث پر ہے جس کو ابن ماجہ اور نسائی وغیرہ ہی نے روایت کیا ہے آنحضرت ﷺ نے وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھی۔

دعاء قنوت

وتر کی تیسری رکعت میں جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ کئی دعائیں ہیں کیونکہ حدیثوں میں متعدد دعائیں آئی ہیں۔ لیکن بالعموم دو دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ انہی دونوں دعاؤں کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ان دونوں میں عام طور پر جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَ نَسْتَغْفِرُکَ وَ نُؤْمِنُ بِکَ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَ نُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَ نَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ۔ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ لَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُوَ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ الْجِدَّ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ۔

''یعنی ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں اور تجھ سے بخشش مانگتے ہیں اور تیری تعریف کرتے ہیں بھلائی سے اور تیری نعمت کی ناشکری نہیں کرتے۔ ہم دل سے بے زار ہوتے ہیں اور چھوڑتے ہیں ایسے شخص کو جو تیری نافرمانی کرتا ہے۔ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی عبادت کی طرف کوشش کرتے ہیں اور خدمت کی طرف دوڑتے ہیں اور تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں اور ہم تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں جو حق ہے۔ اور تیرا عذاب جو حق ہے کافروں کو ملنے والا ہے''۔

اس دعا میں ''مدد مانگتے ہیں'' سے مراد یہ ہے کہ ہم احکام الٰہیہ کی بجا آوری اور ارتکاب معاصی کرنے کیلئے نفس، شیطان اور تمام کافروں پر غالب ہونے کے لئے تجھ سے مدد چاہتے ہیں ہمیں اس مقصد عظمیٰ میں کامیابی دے۔

ایک قابل غور امر

اسلام نے پنجوقتہ نمازوں کے ذریعہ ہمارے اندر وہ اخلاقی خوبیاں پیدا کرنی چاہی ہیں کہ اگر ہم ان کو حاصل کرلیں تو ہمارے اعلیٰ اخلاق کو دیکھ کر ساری دنیا ہماری طرف مائل ہو جائے۔ ہماری ناپاک اور نامراد زندگیوں میں سچائی، ایمانداری، انصاف، رحم دلی، ہمدردی، مساوات، ایثار اور خلوص وغیرہ اوصاف کا نور چمک اٹھے ہم دارین میں کامیاب ہو جائیں ہمارے اسلام اور ایمان میں کوئی خامی نہ رہے اور ہم صحیح معنوں میں خیر الامم بن جائیں۔ لیکن ہمارے دلوں میں یہ خیال راسخ ہو گیا ہے کہ اسلام ہم سے صرف یہ چاہتا ہے کہ بلاسوچے سمجھے رسمی طور پر الٹی سیدھی نمازیں پڑھ لیا کریں اور طوطے کی طرح کے تمام الفاظ وکلمات ادا کیا کریں۔

مثال کے طور پر اسی دعائے قنوت کو لے لیجئے اس کو ہم روز اپنی نماز وتر میں پڑھتے ہیں مگر سمجھتے خاک نہیں کہ ہم روزانہ اپنے خدا سے کیا وعدہ واقرار کرتے ہیں اور اس کو کہاں تک

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پورا کرتے ہیں؟ ذرا انصاف سے دعاء قنوت کے معنوں پر غور کر کے بتلایئے کہ جو نمازی روزانہ اپنے خدا سے مذکورہ باتوں کا اقرار کرے وہ گناہوں کا ارتکاب کر سکتا ہے اور خدا کے نافرمانوں سے اپنا دلی تعلق قائم رکھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ مثلاً اس میں کہا جاتا ہے کہ ہم اس شخص سے بیزار ہوتے ہیں جو تیرا نافرمان ہے۔ اب اگر مسلمان اس عہد کو عملی طور پر پورا کریں تو کیا ہماری قوم میں کوئی عملی خرابی باقی رہ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ ہماری سوسائٹی بد اخلاقیوں اور کمزوریوں سے پاک ہو جائے۔ لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ ہم خدا سے اس کے نافرمانوں سے بیزار ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں اور نافرمانوں سے تعلقات بھی بڑھاتے ہیں۔ مداہنت فی الدین کا ارتکاب بھی دل کھول کر کرتے ہیں۔ اپنے رشتے داروں اور دوستوں کے اعمال کی اصلاح کو اپنا فرض ہی نہیں سمجھتے بلکہ کہا جاتا ہے کہ ہمیں یاری سے مطلب نہ کہ اس کے افعال سے۔ یہ اچھے نمازی ہیں کہ خدا سے کچھ اقرار کرتے ہیں اور کرتے ہیں کچھ اور۔ ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ ہماری نمازیں حقیقت میں نمازیں نہیں بلکہ دل بہلاوا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک کثیر جماعت آج بھی نماز پڑھتی ہے مگر ان نمازوں کا وہ نتیجہ مرتب نہیں ہوتا جو عہد صحابہ میں ہوتا تھا اور جو ان کا فطری نتیجہ ہونا چاہیے۔ ہم نے سرے سے عبادت کا مفہوم ہی نہیں سمجھا، ہم جانتے ہی نہیں کہ عبادت براہ راست بندہ اور خدا کے درمیان ایک مضبوط تعلق قائم کر دیتی ہے اور وہ ہماری معاملت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ کاش ہم ان باتوں کو سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔

دوسری دعا

دعاء قنوت ایک تو یہ ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ دوسری دعا یہ ہے جس کی نسبت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے وتر میں پڑھنے کے لئے یہ دعا بھی تلقین فرمائی ہے:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ وَاِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ۔(1)

''یعنی اے اللہ! تو مجھ کو راہ دکھا ان لوگوں کی جن کو تو نے راہ دکھائی یعنی مجھ کو ہدایت یافتہ لوگوں میں سے کر اور مجھ کو عافیت دے ان لوگوں میں جن کو تو نے عافیت دی اور مجھ کو دوست رکھ ان لوگوں میں جن کو تو نے دوست رکھا اور میرے لئے برکت دے اس چیز میں کہ تو نے مجھ کو عنایت کی اور مجھ کو بچا اس چیز کی برائی سے جس کو تو نے مقدر کیا۔ تو حکم کرتا ہے جو چاہتا ہے اور تجھ پر حکم نہیں کیا جاتا اور وہ شخص ذلیل نہیں ہوتا جس کو تو نے دوست رکھا اور نہ ہمیں وہ شخص عزت والا ہے جس کو تو نے دشمن رکھا تو برکت والا ہے اے ہمارے پروردگار تو برتر ہے ہم تجھ سے بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں''۔

نسائی کی روایت میں بعد دعاء قنوت کے درود پڑھنا بھی آیا ہے۔ چنانچہ سیوطی نے قنوت کے بعد درود روایت کیا ہے صَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نووی نے لکھا ہے کہ قنوت کے بعد اسی درود کا پڑھنا مستحب ہے۔

اگر قنوت پڑھنے والا امام ہو تو اس میں جمع کی ضمیریں لائے۔ مثلاً اِھْدِنِیْ کی جگہ اِھْدِنَا اور وَقِنِیْ کی جگہ وَقِنَا وغیرہ کہے اور اگر اسی طرح مفرد ضمیریں پڑھے۔ تب بھی کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ مستحب یہ ہے کہ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ کے ساتھ اَللّٰھُمَّ اِھْدِنِیْ والے قنوت کو بھی ملا لے۔ مگر پہلے مقدم الذکر کو پڑھے بعد میں مؤخر الذکر کو۔

وتر کا سلام پھیرنے کے بعد کی دعا

جب وتر کا سلام پھیرے تو تین بار سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ یعنی پاکی بیان کرتا ہوں بادشاہ نہایت پاک کی۔ تیسری دفعہ میں اپنی آواز کو کھینچے اور بلند کرے(2)۔ دار لقطنی کی روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ رَبُّ الْمَلَآئِکَةِ وَالرُّوْحِ کو بھی سُبْحَانَ

1۔ مسند امام احمد جلد 1 صفحہ 199

2۔ سنن نسائی جلد 1 صفحہ 252-53۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ کے ساتھ ملا کر پڑھا کرتے تھے۔لہٰذا اگر ان دونوں کو ملا کر کہے تب بھی جائز افضل ہے۔

دعا قنوت پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ تیسری رکعت میں بعد رکوع کے اٹھ کر دعائے قنوت پڑھے۔یعنی الحمد اور سورت پڑھنے کے بعد کانوں تک ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہے اور پھر ہاتھ باندھ کر قنوت پڑھے اور رکعت پوری کرے۔

وتر کے احکام و مسائل

ان دو دعاؤں میں سے جونسی چاہئے دعا یاد کر کے پڑھا کرے۔کوشش کر کے دعاء قنوت کو یاد کرنا چاہیے اگر باوجود کوشش کے یہ دعا یاد نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (بقرہ) پڑھ لیا کرے۔اگر یہ بھی یاد نہ ہو سکے تو تین مرتبہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا پڑھ لیا کرے۔(1)

مسئلہ: اگر وتر سہواً ترک ہو جائیں اور فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد یاد آئیں تو صاحب ترتیب کے لئے لازم ہے کہ دوبارہ پہلے وتر پڑھ کر نماز فجر ادا کرے۔تاکہ ترتیب درست ہو جائے اور اگر اثنائے نماز یاد آئے تو نماز فجر فاسد ہو جائے گی۔کیونکہ اسے فرض کی حالت میں ایک واجب یاد آ گیا۔

ترمذی میں لکھا ہے کہ جو شخص تین رکعتیں پڑھے اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى (الاعلیٰ) دوسری میں قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (کافرون) اور تیسری رکعت قُلْ ھُوَ اللّٰہُ (اخلاص:1) اور معوذتین پڑھے ورنہ جو سورتیں یاد ہوں ان کو پڑھ لے(2)۔

مسئلہ: اگر کسی کو وتر کی دوسری رکعت میں یہ خیال ہوا کہ تیسری رکعت ہے اور اس نے دوسری ہی میں دعاء قنوت پڑھ لی۔پڑھنے کے بعد یاد آیا کہ یہ تو دوسری رکعت تھی تو اس کو تیسری رکعت میں دوبارہ دعاء قنوت پڑھنی چاہیے۔اسی طرح ہر رکعت میں یہ خیال آیا کہ یہ

1۔عالمگیری جلد 1 صفحہ 111   2۔ترمذی باب الوتر جلد 2 صفحہ 326

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تیسری رکعت ہے تو ہر رکعت میں قنوت پڑھے اور ہر رکعت کے بعد قعدہ بھی کرے۔(1)

مسئلہ: اگر مسبوق کو امام کے ساتھ دعاء قنوت مل جائے یا کم از کم تیسری رکعت کے شروع میں شریک ہو جائے تو دوبارہ بقیہ نماز میں دعاء قنوت نہ پڑھنی چاہیے (غایۃ الاوطار

مسئلہ: اگر کسی کو تیسری رکعت میں دعاء قنوت پڑھنا یاد نہ رہا اور رکوع میں جا کر یا رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یاد آیا تو دونوں جگہ قنوت نہ پڑھے اور اگر رکوع سے سر اٹھانے کے بعد قنوت پڑھ لی تو اس رکوع کا اعادہ کرے ورنہ سجدہ سہو کرے کیونکہ قنوت کا موضع اصلی جا رہا۔(2)

مسئلہ: اگر امام رکوع میں چلا گیا اور مقتدی ابھی قنوت سے فارغ نہیں ہوا یا ابھی شروع ہی نہ کی تو اب اگر رکوع کے فوت ہو جانے کا یقین ہے تو امام کی متابعت کرے اگرچہ امام نے قنوت کو ترک کر دیا ہو اگر دعاء قنوت پڑھ کر امام کے ساتھ مل جانے کا امکان ہو تو پڑھ لے اور اگر پڑھنا ممکن نہ ہو تو پھر نہ پڑھے امام کی متابعت کرے۔(3)

ھدایت: فقط رمضان میں وتر کو جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے بہ نسبت آخر رات میں اکیلے پڑھنے کے۔ اسی کو قاضی خاں نے اختیار کیا ہے کہ یہی بات صحیح ہے یعنی جماعت کے ساتھ پڑھنا آخر رات میں پڑھنے سے افضل ہے۔

مؤکدہ اور غیر مؤکدہ سنتوں کا بیان

پنجوقتہ نمازوں میں چھ سنتیں مؤکدہ ہیں۔ یعنی جن کو ادا کرنے کی رسول اللہ ﷺ سے تاکید ثابت ہے۔ وہ چھ مؤکدہ سنتیں یہ ہیں۔

اول، فجر کے دو فرضوں سے پہلے دو رکعتیں۔

دوم، نماز ظہر سے قبل چار اور بعد کی دو رکعتیں۔

سوم، جمعہ کی نماز سے پہلے اور نماز کے بعد چار چار رکعتیں اور دو رکعتیں۔

چہارم، مغرب کی نماز کے بعد دو رکعتیں۔

1۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 111   2۔ نور الایضاح کتاب الصلوۃ صفحہ 93

3۔ نور الایضاح کتاب الصلوۃ صفحہ 93

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پنجم، عشاء کی نماز کے بعد دو رکعتیں۔
ششم، رمضان کی بیس تراویح یہ سب سنت مؤکدہ ہیں۔
جو شخص ان کو بلا عذر محض سہولت پسندی کی وجہ سے ترک کرے گا وہ گنہگار ہوگا۔(1)
ان سنتوں میں فجر کی دو سنتیں سب سے زیادہ مؤکدہ ہیں۔ چنانچہ بعض تو ان کو واجب بتلاتے ہیں۔ ان کے بعد مغرب کی دو سنتوں کا مرتبہ ہے، پھر جمعہ اور ظہر کے بعد کی سنتیں ہیں۔ اسی اعتبار سے ان کا ثواب بھی ہے۔(2)
فجر کی سنتوں میں پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھنا سنت ہے۔ اگر چار رکعت والی سنتوں کو دو دو کر کے دو سلام سے پڑھے تو سنتیں نہ ہوں گی بلکہ نفل ہو جائیں گی۔

غیر مؤکدہ سنتیں

مندرجہ ذیل سنتیں غیر مؤکدہ ہیں جن کو نفل بھی کہتے ہیں۔ عصر کے فرض سے پہلے چار رکعت عشاء کے فرض سے پہلے چار رکعت، عشاء کی دو مؤکدہ سنتوں کے بعد دو سلاموں سے چار رکعت، مغرب کی سنت مؤکدہ کے بعد چار رکعت اور جمعہ کی سنت دو مؤکدہ کے بعد دو رکعت۔

مسئلہ: فرضوں سے پہلے والی سنتیں پڑھ کر دنیوی کاموں میں مشغول ہونا درست نہیں تاوقتیکہ فرض نہ پڑھ لئے جائیں۔ اس سے ان کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک تو وہ سنتیں ہی نہیں رہتیں بلکہ نفل ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا سنتیں پڑھنے کے بعد کسی دنیوی کاروبار میں مشغول نہیں ہونا چاہئے۔

عصر کی سنتوں کا ثواب

عصر کی نماز سے قبل چار رکعت سنتیں غیر مؤکدہ ہیں لیکن ان کا ثواب بہت زیادہ ہے اور احادیث میں ان کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھنے کی عادت کرے۔ اس کے لئے یہ چار رکعتیں قیامت

1۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 112   2۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 112

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے روز آتش دوزخ سے سپر ہو جائیں گی۔(1)

ایک دوسری روایت میں ہے۔پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص عصر سے پہلے چار رکعت سنتیں پڑھے۔اللہ تعالیٰ اس کے لئے بہشت میں ایک قصر عالیشان بناتا ہے۔

تنبیہ: جوں جوں زمانہ عہد نبوت سے دور ہوتا جاتا ہے توں توں مسلمانوں کے دماغوں میں کجی دلوں میں کھوٹ اور طبیعتوں میں سہولت پسندی اور آرام طلبی کا مادہ آتا جاتا ہے۔ح ہے کہ نفس کے بندوں نے بجائے پانچ نمازوں کے تین ہی مقرر کر لی ہیں۔لوگ چاہتے ہیں کہ ہمیں خدا کی محبت واطاعت میں کچھ کرنا نہ پڑے بلکہ ویسے ہی جنت مل جائے۔

الغرض عبادات الٰہی کی بجا آوری میں ہماری سہولت پسندی اور حیلہ جوئی حد سے زیادہ بڑھتی جا رہی ہے۔جو ذرا محتاط دیندار ہیں وہ فرض اور واجب کی ادائیگی تو جبراً اور قہراً کر لیتے ہیں۔مگر سنتوں کی ادائیگی میں غفلت و تساہل سے کام لیتے ہیں۔ایسا نہیں کرنا چاہیے اگر غیر مؤکدہ سنتوں کو بلا عذر چھوڑ دیا جائے تو گناہ لازم آتا ہے۔لہٰذا ان کی ادائیگی میں نفس کشی اور تندہی سے کام لینا چاہیے۔

فجر کی سنتوں اور قنوت نوازوں کی بحث

فجر کی سنتوں کی تاکید وجوب کے درجہ کر پہنچی ہوئی ہے۔ان کے متعلق ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں تصریح ہے کہ فجر کی نماز کے وقت اگر کوئی شخص مسجد میں آوے اور دیکھے کہ فرضوں کی جماعت ہو رہی ہے لیکن اس شخص نے سنت نہیں پڑھی ہیں تو اس صورت میں اگر اسے یہ خوف ہے کہ سنت پڑھنے سے میری ایک رکعت جاتی رہے گی اور ایک مل جائے گی اسے چاہیے کہ جہاں جماعت ہو وہاں سے کسی علیحدہ جگہ ہو کر سنتیں پڑھ لے اور پھر جماعت میں شریک ہو۔

اس پر غیر مقلد صاحبان یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس مسئلہ میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے خلاف کیا ہے جو مسلم میں ابو ہریرہ سے آئی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

1۔الترغیب والترہیب جلد 1 صفحہ 403

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ۔(1)

"یعنی جس وقت کہ کھڑی ہو جائے نماز یعنی تکبیر ہو فرضوں کی، پس نہیں ہے کوئی نماز سوائے فرض"۔

سو حدیث اگر چہ کتب حدیث میں باسند معتبر مروی ہے اور بہ سبب اطلاق کے اسی امر پر دلالت کرتی ہے کہ جب نماز فرض کی تکبیر شروع ہو جائے تو اس وقت کوئی نماز نہ پڑھنا چاہیے مگر وہی فرض۔ لیکن بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کے خلاف بھی مروی ہے۔ چنانچہ طحاوی نے شرح معانی الآثار میں عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے۔

اِنَّہٗ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْاِمَامُ فِی الصَّلٰوۃِ فَصَلّٰی رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ۔(2)

"یعنی وہ مسجد میں اس وقت آئے کہ امام نماز صبح پڑھ رہے تھے۔ پس پڑھی انہوں نے سنت فجر بعد اس کے شریک ہوئے فرض میں"۔

دوسری سند سے ایک اور روایت آئی ہے:

دَعَا سَعِیْدُ بْنُ الْعَاصِ اَبَا مُوْسٰی وَحُذَیْفَۃَ وَعَبْدَاللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہم قَبْلَ اَنْ یُّصَلِّیَ الْغَدَاۃَ ثُمَّ خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِہٖ وَقَدْ اُقِیْمَتَ الصَّلٰوۃُ فَجَلَسَ عَبْدُاللّٰہِ اِلٰی اُسْطُوَانَۃَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ دَخَلَ فِی الصَّلٰوۃِ۔(3)

"یعنی بلایا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری، حذیفہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کو قبل ادا کرنے نمازِ فجر کے۔ پھر نکلے یہ سب ان کے پاس سے اس حالت میں کہ فرض صبح کی اقامت ہو گئی تھی۔ پس بیٹھ گئے ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک ستون مسجد کے پاس اور دو رکعت سنت پڑھنے لگے اس کے بعد شریک جماعت ہوئے"۔

1۔الصحیح لمسلم جلد 5 صفحہ 188 2۔معانی الآثار جلد 1 صفحہ 255

3۔شرح معانی الآثار جلد 1 صفحہ 255۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نیز طحاوی نے ابو مخلد سے ایک تیسری روایت اور لی ہے:

دَخَلْتُ فِیْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ مَعَ ابْنِ عُمَرَ وَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّالْاِمَامُ یُصَلِّیْ فَاَمَّا اِبْنُ عُمَرَ فَدَخَلَ فِی الصَّفِّ وَاَمَّا ابْنُ عَبَّاسٍ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْاِمَامِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ قَعَدَ ابْنُ عُمَرَ حَتّٰی طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَرَکَعَ رَکْعَتَیْنِ۔(1)

''یعنی داخل ہوا میں نماز صبح میں اس حال میں کہ امام نماز پڑھاتا تھا ساتھ عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کے۔ پس ابن عمر تو داخل ہو گئے صف میں اور شریک فرض ہو گئے۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے ادا کیں دو رکعت سنت بعد اس کے شریک جماعت ہوئے پس جب سلام پھیرا امام نے، بیٹھے رہے ابن عمر رضی اللہ عنہما یہاں تک کہ طلوع ہوا آفتاب، پس ادا کیں دو رکعت سنت''۔

اسی طرح شرح معانی الآثار میں اور بھی بہت سے آثار باسانید معتبرہ وطریق متعددہ مروی ہیں جن سے حنفیہ کا مذہب اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے حدیث زیر بحث میں دو سنت کا حکم مستثنیٰ کر لیا گیا ہے یعنی حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جس وقت اقامت کہی جاوے فرض کی، پس نہیں ہے کوئی نماز مگر فرض الا دو رکعت سنت صبح۔ اسی پر حنفیہ کا عمل ہے جو آثار کثیرہ سے مستند ہے۔ پس صحیح طریقہ یہی ہے کہ اگر ایک رکعت فرض نماز کے ملنے کی امید ہو تو سنت کو چھوڑ دے اور شریک جماعت ہو جائے۔

یادداشت

مگر یاد رہے صبح کی سنت کا ادا کرنا مشروط ہے اس امر کے ساتھ کہ صفوف کے پاس سنتیں ادا نہ کرے بلکہ صفوف سے علیحدہ ہو کر مثلاً حجرہ میں یا مسجد کے دوسرے حصہ میں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر صحابہ تابعین اور ائمہ صبح کی سنتیں اپنے گھر ہی ادا کیا کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں جماعت ہو رہی ہو۔ اسی جگہ صفوں کے پاس سنتیں ادا نہ کرے۔ صفوں میں کوئی چیز حائل ہونی چاہیے۔ اس مسئلہ میں عام طور پر بہت بے احتیاطی

1۔ معانی الآثار جلد 1 صفحہ 255۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی جاتی ہے۔لوگ صفوں کے پاس ہی سنتیں پڑھنے لگتے ہیں۔ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

سنت کے ضروری مسائل

کسی نے صبح کی نماز فرض جماعت کے ساتھ ادا کر لی اور سنتیں ادا نہ کی تھیں تو اس کے لئے حکم ہے کہ وہ سورج نکلنے سے پہلے سنتوں کو نہ پڑھے۔نہ اس پر سنت کی قضا کرنا لازم ہے اگر دن نکلے پڑھ لے تو افضل ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کی نماز صبح قضا ہو جائے تو زوال سے پہلے سنت اور فرض دونوں کو قضا کرے اس طرح کہ پہلے سنت پڑھے اور پھر فرض اور اگر زوال تک پڑھنے کا موقع نہ ملے تو پھر صرف فرض کی قضا گزارے۔

قنوت فجر کی بحث

صبح کی نماز میں ہمیشہ دعاء قنوت کا پڑھنا مذہب شافعی میں سنت مؤکدہ ہے۔لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ سوائے نماز وتر کے اور نمازوں میں دعاء قنوت پڑھنی جائز نہیں، چنانچہ حنفیہ کے نزدیک صبح کی نماز میں اور ایسا ہی اور نمازوں میں قنوت سنت نہیں سوائے وتر البتہ نوازل میں سنت ہے یعنی جب کوئی واقعہ عظیمہ جیسے جہاد یا طاعون وغیرہ پیش آئے تو دفع بلا کے لئے صرف فجر کی نماز میں قنوت کا پڑھنا سنت اور جائز ہے اور یہ نماز فجر میں دوسری رکعت کے رکوع میں پڑھا جاتا ہے۔امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کے بعد قنوت پڑھے اور مقتدی آمین کہیں۔

بعض محدثین کا مذہب یہ ہے کہ مصیبت کے وقت سب نمازوں میں قنوت پڑھے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ صرف جہری نمازوں میں پڑھے،لیکن حنفیوں کے نزدیک مصیبت کا قنوت صرف نماز فجر میں پڑھا جاتا ہے اور یہی امر بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابوبکر صدیق،عمر فاروق،عثمان رضی اللہ عنہم کا عمل مروی ہے:

اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَقْنُتُوْنَ فِي الْفَجْرِ۔(1)

1۔مصنف ابن ابی شیبہ جلد 2 صفحہ 101

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

''یعنی یہ صحابہ صبح میں قنوت نہیں پڑھتے تھے''۔

اسی مصنف سے روایت ہے کہ جب حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے نماز فجر میں قنوت پڑھا اس زمانہ میں جب کہ ان میں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں لڑائی درپیش تھی تو لوگوں نے ان پر انکار کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے دشمن پر فتح ونصرت کی دعا کی ہے نیز ابن عباس، ابن مسعود، ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ سے بھی مروی ہے کہ وہ نماز فجر میں قنوت نہ پڑھتے تھے۔ کتاب الآثار میں بھی ایسا ہی مروی ہے۔

شرح معانی الآثار میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز صبح میں ہمیشہ قنوت نہیں پڑھی مگر صرف ایک مہینہ۔ پھر آپ نے اس کا پڑھنا ترک کر دیا۔ (1)

الغرض امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قنوت کا ہمیشگی سے پڑھنا منسوخ ہے اور یہ سند بہت سی حدیثوں سے لائے ہیں۔ باقی رہیں قنوت کی حدیثیں جن پر شافعیوں کا عمل ہے اور جن کی بنا پر وہ نماز فجر میں ہمیشہ دعائے قنوت کا پڑھنا سنت مؤکدہ بتلاتے ہیں، امام صاحب ان حدیثوں کو اس امر پر محمول کرتے ہیں کہ رعل و ذکوان کے دو قبیلوں نے جب قراء کو شہید کیا تو آنحضرت ﷺ نے ایک مہینے تک ان کے حق میں بددعا کی۔ پھر یہ دعا منع کی گئی اور چھوڑ دی۔

خلاصہ یہ کہ ہمارے یہاں مصیبت کے وقت صرف نماز صبح میں قنوت کا پڑھنا جائز ہے۔

ایک ضروری بحث

جس شخص کی فجر کی سنتیں رہ گئی ہوں اس کی نسبت عینی کی شرح ہدایہ میں ہے کہ نہ قضا کی جاوے سنت فجر کی بعد طلوع آفتاب کے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ان کو بعد طلوع آفتاب کے پڑھ لے دو پہر تک۔ اگر نہ پڑھے تو کچھ گناہ نہیں۔

ان تینوں حضرات کے اقوال کا خلاصہ ومدعا یہ ہے کہ بعد طلوع آفتاب کے سنت کا

1۔ شرح معانی الآثار جلد 1 صفحہ 175

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پڑھنا ضروری اور لازمی نہیں ہے۔

یاد رہے کہ ہمارے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بعد نماز فرض صبح قبل طلوع آفتاب سنت فجر کا ادا کرنا مکروہ ہے، ان کے اس حکم کے موافق صحاح ستہ میں حدیث موجود ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ

"یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہ پڑھی جائے کوئی نماز نفل بعد نماز صبح کے تا طلوع آفتاب اور نہ بعد نماز عصر کے تا بہ غروب آفتاب"۔(1)

اس حدیث کے مطابق حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قبل طلوع آفتاب سنت نہ پڑھنے کا حکم دیا ہے اور حنفیوں کو اسی پر عمل رکھنا چاہیے۔ اگر باوجود اس ممانعت کے کوئی شخص پڑھ لے تو اس کی سنتیں مکروہ ہوں گی۔

فوت شدہ نمازوں کی ادائیگی کا بیان

جن نمازوں کو کسی وجہ سے عمداً یا سہواً ترک کر دیا گیا ہو یا وقت کے اندر واجب ہو کر فوت ہو گئی ہوں یا نیند وغیرہ کی وجہ سے جاتی رہی ہوں ان کی قضا واجب ہے۔ البتہ حسب ذیل نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے۔

1۔ اگر حالت ارتداد میں مرتد کی نمازیں فوت ہو گئی ہوں اور پھر وہ مسلمان ہو جائے تو حالت ارتداد کی نمازیں واجب الادا نہیں۔

2۔ اگر مجنون کی جنون کی وجہ سے نمازیں فوت ہو جائیں تو ان کی قضا بھی لازم نہیں۔

3۔ اگر کوئی شخص اتنا بیمار ہو کہ اشارے سے بھی نماز نہ پڑھ سکے اور یہ بیماری کی حالت ایک دن ایک رات سے زائد باقی رہے تو فوت شدہ نمازوں کی قضا لازم نہیں۔

1۔ صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 111

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

4۔ اگر کسی پر بے ہوشی کی حالت ایک دن رات سے زائد طاری رہے تو فوت شدہ نمازیں معاف ہیں۔

5۔ ایام حیض ونفاس کی نمازیں معاف ہیں۔

نوٹ: اوپر بیان ہوا ہے کہ بیماری کی حالت کی نمازیں معاف ہیں جن کی شرائط بھی اوپر بیان کردی گئی ہیں۔ اس کے متعلق اتنی بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر بیمار مذکور کی بیماری کی حالت یا بے ہوش کی بے ہوشی ایک رات دن سے کم رہے تو پھر فوت شدہ نمازوں کی قضا ضروری ہے۔ (1)

مذکورہ بالا پانچ نمازوں اور حالتوں کے علاوہ جتنی نمازیں خواہ کسی وجہ سے رہ گئی ہوں ان کی قضا دینا واجب ہے۔ (2)

مسائل واحکام

اگر حیض ونفاس والی عورت کی ایک نماز قبل حیض ونفاس چھوٹ گئی ہے اور پھر پاک ہونے پر اس کی قضا نہیں کی اور باوجود یاد ہونے کے وقتی نماز پڑھ لی تو جائز نہیں۔ جاننا چاہیے کہ ترتیب درمیان قضا و وقتی نماز واجب ہے پس جس کی نماز قضا ہو جائے اور جب اس کو یاد آوے تو پہلے قضا ادا کرے اور پھر وقتی نماز پڑھے مثلاً اگر کسی شخص کی صبح کی نماز قضا ہو گئی ہے اور ظہر کی نماز کا وقت آ گیا تو اس کو پہلے صبح کی فوت شدہ نماز پڑھنی چاہیے اس کے بعد ظہر کی۔ اگر باوجود یاد ہونے کے اس نے نماز فجر ادا نہ کی اور ظہر کی وقتی نماز پڑھ لی تو اس کی ظہر کی نماز نہ ہوگی کیونکہ اس نے دانستہ ترتیب کو ترک کر دیا۔ ہاں یہ ظہر کی نماز جو اس نے پڑھ لی ہوگی وہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نفل ہو جائے گی۔ (3)

مسئلہ: ایک لڑکا رات کو سوتے وقت نابالغ تھا۔ جب صبح کو اٹھا تو احتلام کی علامتیں موجود تھیں۔ اس پر گذشتہ عشاء کی نماز کی قضا واجب ہے کیونکہ احتلام کے بعد نماز واجب ہو گئی۔ ہاں اگر لڑکی سوتے وقت نابالغ تھی اور صبح کو اٹھنے کے بعد حیض کی

1۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 121   2۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 121

3۔ درمختار جلد 2 صفحہ 531,32

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

علامات نمودار ہوئیں تو اس پر عشاء کی قضا لازم نہیں ہے۔ کیونکہ حیض سے قبل تو نابالغ ہونے کی وجہ سے نماز واجب نہیں تھی اور حیض کے بعد عذر حیض کی وجہ سے نماز معاف ہوگئی۔(1)

صاحبِ ترتیب کسے کہتے ہیں؟

صاحبِ ترتیب اس شخص کو کہتے ہیں جس کی کبھی چھ یا چھ نمازوں سے زائد متواتر قضا نہ ہوئی ہوں۔ یعنی چھ نمازوں تک ایک شخص صاحبِ ترتیب رہتا ہے اور اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ قضا و وقتی نماز میں ترتیب کو ملحوظ رکھے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ترتیب درمیان نماز قضا و وقتی واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

ترتیب ساقط ہونے کی وجوہ

تین چیزیں ہیں جن کی وجہ سے ترتیب کا حکم ساقط ہو جاتا ہے یعنی ترتیب کا حکم جاتا رہتا ہے، ان اعذار کے ہوتے ہوئے قضا نمازوں میں ترتیب رکھنا ضروری نہیں، جس طرح بھی پڑھے گا فوت شدہ نمازیں ادا ہو جائیں گی۔ وہ تین عذر یہ ہیں:

1۔ تنگی وقت مثلاً کسی کی ظہر کی نماز قضا ہوگئی اور عصر کا وقت اتنا تنگ ملا کہ اگر ظہر کی فوت شدہ نماز ادا کرے تو عصر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے۔ اس تنگی وقت کی وجہ سے صاحب ترتیب نہیں رہا۔

2۔ نسیان، یعنی بھول جانا، مثلاً کسی کی مغرب کی نماز قضا ہوگئی تھی اس نے عشاء کے وقت بھول کر عشاء کی نماز پڑھ لی تو اس کی عشاء کی نماز ہو جائے گی۔ کیونکہ نسیان کے عذر کی وجہ سے ترتیب کا حکم جاتا رہا۔

3۔ چھ یا چھ نمازوں سے زائد قضا ہوگئی ہوں تو پھر ترتیب کا حکم ساقط ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص جس نماز کو چاہے پہلے ادا کرے اور جس کو چاہے بعد میں۔(2)

1۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 121　　2۔ نور الایضاح کتاب الصلوٰۃ صفحہ 105

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسئلہ: وتروں کے اندر بھی صاحب ترتیب کے لئے ترتیب ضروری ہے۔ اگر وتر قضا ہو گئے اور باوجود یاد ہونے کے وتر نہ پڑھے اور فجر کی نماز پڑھ لی تو نماز نہ ہوگی۔(1)

مسئلہ: اگر کسی کے ذمہ چھ نمازیں متفرق طور پر ہوں، مثلاً چھ نمازیں فجر کی ہوں اور دیگر اوقات کی نمازیں پڑھ لی ہوں یا یوں کہ چھ عصر کی ہوں یا دو فجر کی، دو عصر کی اور دو عشاء کی ملا کر چھ ہوں۔ ظہر و مغرب کی نہ ہوں تو صحیح قول کے مطابق وہ شخص صاحب ترتیب نہیں رہا۔ جس طرح چاہے ادا کرے۔(2)

مسئلہ: ایک شخص کی عشاء کی نماز قضا ہو گئی فجر کو اس خیال سے کہ وقت میں گنجائش نہیں ہے فجر کی نماز پڑھ لی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ ابھی دو رکعت کے لائق وقت باقی ہے تو یہ شخص دوبارہ فجر کی نماز ادا کرے پہلی نفل ہو جائے گی، اگر سہ بارہ بھی دوگانہ پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ ابھی دو رکعت کے لائق وقت باقی ہے تو تیسری دفعہ بھی فجر کی نماز پڑھے پہلے دونوں نمازیں نفل ہو جائیں گی، الغرض جتنی مرتبہ وقت میں گنجائش نکلتی رہے گی۔ فجر کی نماز پڑھتا رہے گا جو دوگانہ طلوع کے وقت ہوگا وہ فرض ہوگا اور باقی سب نفل۔

مسئلہ: کسی صاحب ترتیب کی فجر کی نماز قضا ہو گئی اور ظہر کے وقت اس نے نماز فجر کی قضا کو بھول کر ظہر کی نماز شروع کر دی، دوسری رکعت میں یاد آیا کہ میرے ذمہ فجر کی نماز باقی ہے تو اس کو چاہیے کہ تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے۔ یہ دونوں رکعتیں نفل ہو جائیں گی پھر فجر کی نماز ادا کر کے ظہر پڑھے۔ اسی طرح تیسری یا چوتھی رکعت پڑھتے وقت یاد آئے تو دونوں صورتوں میں چاروں نفل ہو جائیں گے، بعدہ فجر کی نماز ادا کر کے ظہر پڑھے۔(3)

کثیر نمازوں کی قضا

اگر کسی شخص کے ذمہ مدت کی سیکڑوں نمازیں واجب الادا ہوں، اس نے سب نمازیں ادا کر لیں صرف ایک یا دو نمازیں رہ گئیں۔ اس کے علاوہ پھر نئی نمازوں میں ایک دو قضا ہو گئیں تو اس حالت میں باوجود یاد ہونے کے وقتی نماز پڑھنی جائز ہے کیونکہ جب تک گذشتہ

1۔ شرح وقایہ کتاب الصلوٰۃ جلد 1 صفحہ 216، مکتبہ امدادیہ ملتان

2۔ در مختار کتاب الصلوٰۃ جلد 2 صفحہ 527۔ 3۔ در مختار جلد 2 صفحہ 529۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فوت شدہ نمازوں میں سے ایک بھی اس کے ذمہ باقی رہے گی وہ صاحب ترتیب نہ ہوگا۔ اسی قول پر فتوی ہے۔(1)

ایک شخص نے سال دو سال یا دس سال تک نماز نہ پڑھی پھر شروع کرنے کے بعد اس کی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی۔ اب اگر کوئی نماز قضا ہوگی تو اس کو گذشتہ فوت شدہ نمازوں کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ اور جب تک تمام قضا شدہ نمازیں ادا نہیں کرے گا اس وقت تک وہ صاحب ترتیب نہ ہوگا۔(2)

مسئلہ: اگر کسی کی بہت سی نمازیں قضا ہو جائیں تو انکی ادائیگی میں ترتیب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے مثلاً کسی کی ایک مہینے کی نمازیں قضا ہوگئیں پھر ان کو اس طرح ادا کیا کہ پہلے تیس نمازیں فجر کی ادا کرلیں پھر تیس ظہر کی، پھر تیس عصر کی اور پھر تیس تیس مغرب وعشاء کی تو یہ سب نمازیں درست ہوں گی۔(3)

مسئلہ: ایک شخص کی ایک نماز قضا ہوگئی اور یہ یاد نہیں کہ کون سے وقت کی نماز تھی اور کسی نماز پر گمان غالب بھی نہیں ہوتا کہ فلاں نماز تھی تو ایسی حالت میں پورے ایک رات دن کی نمازوں کی قضا کرنی چاہیے ہاں اگر کسی نماز کے متعلق یقین یا گمان غالب ہو کہ فلاں نماز قضا ہوئی ہے تو صرف اسی ایک نماز کی قضا دے۔(4)

سفر اور قیام کی فوت شدہ نمازیں

یاد رکھنا چاہیے کہ جو نمازیں حالت سفر میں قضا ہوئی ہوں اور حالت قیام میں ان کو ادا کرے یا سفر کی ہی حالت میں ادا کرنا چاہیے تو دونوں صورتوں میں قصر کے ساتھ ہی پڑھے اور جو نمازیں قیام کی حالت میں فوت ہوئی ہوں۔ ان کو ہر حالت میں پوری ادا کرے۔ مثلاً سفر میں ظہر کی نماز فوت ہوگئی اور پھر قیام کی حالت میں اس کو ادا کرنا چاہیے تو دو رکعت پڑھے۔ اگر ظہر قیام کی حالت میں قضا ہوئی ہو اور حالت سفر میں اس کو قضا دینا چاہے تو چار

1۔ ردالمحتار، جلد 2 صفحہ 529 — 2۔ درمختار کتاب الصلوۃ جلد 2 صفحہ 529

3۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 123 — 4۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 124

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رکعت ہی پڑھے۔(1)

مسئلہ: ماں باپ یا کسی اور عزیز رشتہ دار کی طرف سے قضا نمازیں پڑھنا درست نہیں کیونکہ نماز عبادت بدنی ہے جو ہر شخص کے ذمہ علیحدہ علیحدہ فرض ہے۔ یعنی عبادت بدنی میں ہر شخص اپنی ادا اور قضا کا ذمہ دار ہے کسی کی طرف سے کوئی دوسرا شخص ادا نہیں کرسکتا بخلاف عبادت مالی کے کہ وہ ایک کے ادا کرنے سے دوسرے کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے۔(2)

قضا نمازوں کا علی الاعلان مسجد میں ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ نماز میں بلا عذر تاخیر کرنا گناہ ہے اور اس گناہ پر دوسروں کو مطلع کرنا دوسرا گناہ ہے۔ اس سے دوسروں کو شہ ملتی ہے اس لئے قضا نمازوں کو چھپ کر پڑھنا چاہیے۔(3)

اسقاط کا بیان

اوپر بیان ہوا ہے کہ کسی کی قضا نمازوں کو دوسرا ادا نہیں کرسکتا کیونکہ نماز عبادت بدنی ہے البتہ نمازوں کا کفارہ دوسرا شخص ضرور ادا کرسکتا ہے اسی کو اسقاط کہتے ہیں۔ پس اگر ایک شخص نے مرتے وقت اپنے ورثاء کو قضا نمازوں کا کفارہ دینے کی وصیت کی اور اس کا کچھ ترکہ بھی ہے تو اس کے تہائی مال سے یہ وصیت پوری کی جائے گی۔ اس طرح کہ ہر فرض اور وتر نماز کے عوض نصف صاع گیہوں بطور کفارہ دیتے جائیں گے گویا ہر فرض اور وتر کا کفارہ دیتے جائیں گے۔ گویا ہر فرض اور وتر کا کفارہ نصف صاع دو سیر تین چھٹانک گندم ہے۔ اگر میت کا ترکہ موجود نہ ہو تو اس کے مالدار ورثاء کو چاہیے کہ تبرعاً اس کی طرف مذکورہ کفارہ دیں اور اگر وارثوں میں سے کوئی غنی نہ ہو تو یوں کرنا چاہیے کہ نصف صاع گیہوں کسی مسکین کو دے دیے جائیں اور وہ مسکین بطور صدقہ کے کسی فقیر وارث کو دے دے اور پھر یہ وارث کسی مسکین آدمی کو یہ گیہوں بطور کفارہ کے دے دے، اسی طرح دور رکھا جائے یہاں تک کہ سب نمازوں کا کفارہ ادا ہو جائے۔

یاد رہے کہ یہ اسقاط کا جواز صرف امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق ہے ورنہ عام فقہاء

1۔ عالمگیری کتاب الصلوٰۃ جلد 1 صفحہ 121 — 2۔ درمختار جلد 2 صفحہ 535

3۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 125۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حنفیہ کے نزدیک اسقاط جائز نہیں۔ ہم نے محض معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے اس کے جواز کی صورتیں لکھ دی ہیں ورنہ صحیح بات یہی ہے کہ عبادت بدنی مالی کفارہ سے ساقط نہیں ہو سکتی۔

شیخ فانی کا حکم

شیخ فانی اس بوڑھے شخص کو کہتے ہیں جس کے اعضاء وجوارح نے جواب دے دیا ہو اور مرنے کے قریب ہو ایسے بوڑھے کے لئے حکم ہے کہ وہ جس طرح بھی ہو سکے نماز ادا کرے کیونکہ شریعت نے اس عبادت میں اتنی آسانیاں کر دی ہیں کہ کوئی انسان کسی حالت میں ضعف و پیری کا عذر نہیں کر سکتا لہٰذا شیخ فانی کے لئے حکم ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو نماز ادا کرے۔ اگر کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر بیٹھ کر بھی ممکن نہیں تو لیٹ کر اشارے سے ہی پڑھ لے اس سے زیادہ اور کیا آسانی ہو سکتی ہے؟

الغرض شیخ فانی میں جب تک زبان ہلانے کی طاقت ہے اس وقت تک نماز معاف نہیں بہر حال اس کو نماز ادا کرنی چاہیے اسے کفارہ دینا جائز نہیں البتہ روزوں کا کفارہ دے سکتا ہے جیسا کہ کتاب الصوم میں تصریح ہے۔

تتمہ

ہمارے امام صاحب کے نزدیک ترتیب درمیان قضا اور وقتی نماز کے واجب ہے اور اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ جنگ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بوجہ مشغولیت چار نمازیں فوت ہوگئی تھیں پھر آپ نے ترتیب وار ان کی قضا نکال کر فرمایا: صلوا کما رایتمونی اصلی یعنی "تم بھی اسی طرح ترتیب کے ساتھ نماز پڑھا کرو جس نے تم کو مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا"۔ ظاہر ہے کہ یہ امر ترتیب کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

مسافر کی نماز کا بیان

شریعت میں مسافر اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے نکل کر تین روز کی مسافت پر کہیں جائے یہ تین روز کی مسافت درمیانی رفتار سے ہونی چاہیے خواہ پیادہ چلے یا اونٹ پر اور یہ بھی ضروری نہیں کہ رات دن چلتا ہی رہے بلکہ صبح سے دوپہر تک چلنے سے جو مسافت

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قطع ہو وہ ایک روز کی مسافت خیال کی جائے گی۔کوس اور میل کا بھی اعتبار نہیں ہے۔اگر ایک مقام کے دو راستے ہوں ایک تین دن کا اور ایک دو دن کا تو جس راستہ سے جائے گا اسی کے احکام اس پر جاری ہوں گے یعنی تین دن کے راستے سے جائے گا تو مسافر کے احکام جاری ہوں گے اور اگر دو دن کے راستہ سے جائے گا تو مسافر کے حکم میں نہ ہوگا بلکہ مقیم سمجھا جائے گا۔

مسافر کے احکام

مسافر کی تعریف تو تمہیں معلوم ہوگئی ہے اب مسافر کے احکام سنیے۔

شریعت نے مسافر کے لئے پانچ سہولتیں رکھی ہیں۔

1۔ چار رکعت والی فرض نمازوں میں قصر یعنی بجائے چار رکعت کے دو رکعتیں پڑھے، دو معاف ہیں۔

2۔ جمعہ اور عیدین کی نمازیں اس پر واجب نہیں ہیں۔

3۔ رمضان کے فرضی روزے اگر رمضان المبارک میں ترک کر دے تو جائز ہے۔

4۔ موزوں پر تین دن رات تک مسح کر سکتا ہے۔

5۔ قربانی اس کے ذمہ واجب نہیں ہے۔ یہ ہیں وہ پانچ سہولتیں جو شریعت نے مسافر کے لئے رکھی ہیں۔ نماز قصر کے متعلق اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾ (النساء)

”یعنی اے مسلمانو! جب تم جہاد کے لئے کہیں جاؤ اور تم کو خوف ہو کہ کافر تم سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں نماز میں سے کچھ گھٹا دیا کرو۔ بے شک کافر تو تمہارے کھلے دشمن ہیں“۔

اس سے آگے اللہ تعالیٰ نے نماز سفر و نماز خوف کے احکام اور کیفیت بیان کی ہے، ان آیات سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ خوف و سفر کی حالت میں چار رکعت والی فرض نماز کو قصر کرنا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

چاہیے۔ خدا تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ یہاں ہندوستان میں ہمیں خوف کا معاملہ درپیش نہیں۔ البتہ سفر کی حالت باقی ہے اور سفر بالعموم ہر شخص کو پیش آتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں پہلے اس سوال پر غور کرنا چاہیے کہ حالت امن میں سفر ہو تو نماز قصر کرنا چاہیے یا نہیں۔ کیونکہ مذکورہ بالا آیات سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جہاد کے لئے جو سفر ہو اس میں نماز قصر کرنی چاہیے۔

حالت سفر میں قصر صلوٰۃ واجب ہے

اس سوال کے جواب میں ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حالت سفر میں ہمیں نماز قصر کرنی چاہیے اگرچہ وہ حالت امن میں ہو۔ چنانچہ نسائی میں یعلٰی بن امیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آیت اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ الخ (نساء:101) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف حالت خوف میں قصر کیا جائے گا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا: یعلٰی! جس طرح تجھ کو اس آیت کے مفہوم سے تعجب ہوا مجھے بھی ہوا تھا۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ فرمایا: خدا کا تم پر صدقہ ہے تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔

اس حدیث سے صاف پتا چلتا ہے کہ حالت سفر میں قصر صلوٰۃ واجب ہے اور اس کا تارک گنہ گار ہے۔ کیونکہ اصول ہے کہ امر کا صیغہ وجوب کو چاہتا ہے اور تارک وجوب گناہگار ہوتا ہے۔ الغرض قصر صلوٰۃ کا وجوب کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

تفسیر نسفی میں ہے کہ صلوٰۃ کے جواز کے لئے خوف شرط ہے چنانچہ خوارج کا اسی پر عمل ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک خوف شرط نہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ قسطلانی نے تفسیر ثعلبی سے نقل کیا ہے کہ فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وہ پہلی نماز جس میں رسول اللہ ﷺ نے قصر کیا وہ نماز عصر تھی اور یہ واقعہ عسفان میں غزوہ اتحاد میں پیش آیا۔ درمختار کی تصریح کے مطابق قصر صلوٰۃ کا حکم 4ھ میں نازل ہوا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سفر کی نیت اور احکام سفر کی ابتدا و انتہا

نیت سفر کی صحت کی تین شرطیں ہیں:

پہلی شرط یہ ہے کہ سفر کرنے والا نیت کرنے میں مستقل ہو، کسی دوسرے کا تابع نہ ہو یعنی سفر کرنے اور اقامت کرنے میں کسی دوسرے کا تابع نہ ہو پس عورت اور غلام کی نیت معتبر نہیں کیونکہ سفر و اقامت کی نیت میں عورت اپنے خاوند اور غلام اپنے آقا کا تابع ہوتا ہے۔ عورت اور غلام سفر و اقامت کی نیت میں مستقل نہیں ہوتے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مسافر بالغ ہو۔ پس نابالغ لڑکے کی نیت صحیح نہیں۔

تیسری شرط یہ ہے کہ مدت سفر تین دن سے کم نہ ہو۔

جس وقت مسافر اپنی آبادی کی عمارتوں سے نکل آئے۔ یعنی آبادی کے مکانات نظر سے اوجھل ہو جائیں اس وقت سے اس پر سفر کے احکام جاری ہو جاتے ہیں اور وہ مسافر ہو جاتا ہے اور جب تک وطن کی آبادی میں داخل نہ ہو اس وقت تک مسافر ہی رہتا ہے۔

اقامت کی شرطیں

حکم اقامت کی پانچ شرطیں ہیں:

1۔ اتحاد مکان یعنی ایک ہی جگہ اقامت کرنے کی نیت کرے۔ اگر دو جگہ اقامت کرنے کی نیت کریگا تو مقیم نہ ہوگا۔ مثلاً ایک شخص لاہور سے دہلی آتا ہے اور وہ نیت یہ کرتا ہے کہ دہلی میں بھی رہوں گا۔ اور غازی آباد میں بھی تو مقیم نہ ہوگا۔ ہاں اگر وہ ان دونوں جگہ میں سے ایک جگہ کو رات بسر کرنے کے لئے معین کرے تو پھر مقیم ہو جائے گا۔ کیونکہ اقامتِ انسان کا اطلاق رات کے رہنے کی جگہ پر ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ ایک ہی جگہ اقامت کی نیت کرنا شرط ہے۔

2۔ جس جگہ اقامت کی نیت ہو وہ جگہ ٹھہرنے کے قابل بھی ہو۔ جنگل یا دریا یا جزیرہ وغیرہ نہ ہو۔ اگر جنگل یا جزیرہ میں اقامت کی نیت کی تو وہ صحیح نہ ہوگی۔

3۔ مسافر چلنا موقوف کر دے۔ یعنی اپنے سفر کو قطع کر دے، اگر حالت سفر میں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اقامت کی نیت کی تو صحیح نہ ہوگی۔

4۔ پندرہ دن یا اس سے زائد اقامت کرنے کی نیت ہو۔

5۔ پانچویں شرط وہی ہے جو سفر کی نیت کے بیان میں لکھی گئی، یعنی مسافر اپنی رائے میں مستقل ہو، دوسرے کا تابع نہ ہو اور اقامت کی نیت خود اس کی رائے پر موقوف ہو۔

اگر مذکورہ بالا پانچوں شرطیں پائی جائیں گی تو مسافر مقیم ہو جائے گا، احکام سفر اٹھ جائیں گے، اور اگر یہ پانچوں شرطیں نہ پائی جائیں گی تو مسافر پر احکام سفر برابر جاری رہیں گے مثلاً ایک شخص نے اقامت کی نیت تو کی۔ مگر برابر چلتا رہا۔ یا پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی یا بیابان وکوہستان وغیرہ میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا جہاں بالعموم لوگوں کا قیام نہیں ہوتا یا دس روز دوسری جگہ ٹھہرنے کا ارادہ کیا ایک جگہ جم کر اقامت کی نیت نہ کی یا نوکر نے اپنے آقا کے تابع ہو کر اور عورت نے اپنے شوہر کے تابع ہو کر مجبوراً اقامت کی نیت کی تو ان صورتوں میں اقامت کے احکام جاری نہ ہوں گے، وہ بدستور مسافر رہے گا۔

مسئلہ: قصر کا حکم جاری ہونے کے لئے سفر کی نیت شرط ہے خواہ وہ سفر کسی جائز ضرورت کے لئے ہو خواہ کسی ناجائز و معصیت کے کام کے لئے۔ مثلاً جو شخص چوری اور رہزنی کی نیت سے سفر کرے اس کو نماز قصر کرنا چاہیے۔(1)

مسئلہ: فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ جو شخص اقامت وسفر کی نیت میں غیر کا تابع ہے، وہ اسی غیر کی نیت کا مکلف ہے یعنی جس کا تابع ہے وہ اگر اقامت کی نیت کرے گا تو مقیم ہوگا اور اگر سفر کی نیت کرے گا تو مسافر مثلاً عورت اقامت وسفر کی نیت میں اپنے شوہر کے تابع ہے۔(2)

وطن اصلی اور وطن اقامت

وطن اصلی وہ ہے جہاں انسان اپنے اہل وعیال اور دیگر متعلقین کے ساتھ بود و باش رکھتا ہے یا جہاں پیدا ہوا اور جہاں زندگی بسر کرتا ہے اور وطن اقامت وہ ہے جہاں پندرہ دن یا زائد ٹھہرنے کا ارادہ کرلے۔ اگر انسان اپنے وطن اصلی سے قطع تعلق کر کے کسی دوسری جگہ

1۔ نور الایضاح صفحہ 100 2۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 141

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جا کر اقامت اختیار کر لے یعنی اہل وعیال کو بھی اپنے ہمراہ لے جائے تو وہی دوسری جگہ وطن اصلی بن جائے گا اور پہلی جائے رہائش سے وطن اصلی کا حکم جاتا رہے گا۔ وطن اصلی کو تبدیل کرنے کی ایک یہ صورت بھی ہے پھر سابقہ جگہ لوٹ کر آنے کی نیت بھی نہ ہو، نہ وطن اصلی میں کوئی ایسا سلسلہ باقی ہو جس سے بودو باش ظاہر ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ایک جگہ کو چھوڑ کر مع اہل وعیال کسی دوسری جگہ پر رہائش اختیار کر لی جائے اور پہلی بودو باش کا کوئی تعلق بھی نہ رہے تو پھر وطن ثانی ہی وطن اصلی بن جاتا ہے۔ اور وطن اصلی سفر کے حکم میں داخل ہو جاتا ہے، اگر پہلے وطن سے کچھ بھی تعلق باقی ہو مثلاً وہاں زمین ہو یا مکان ہو یا اور کچھ سلسلہ باقی ہو تو پھر یہی اصلی وطن رہے گا۔ اس میں اگر دو روز کے لئے بھی آئے گا تو مقیم سمجھا جائے گا۔ اور وطن ثانی کو دارالاقامت کہا جائے گا۔

مسائل واحکام

مسافر کو صرف چار رکعت والی نمازوں میں قصر کرنی چاہیے تین رکعت یا دو رکعت والی فرض نماز میں قصر نہیں۔ ان کو پوری پڑھے یعنی مغرب اور فجر کی فرض نماز میں قصر نہیں صرف تین نمازوں یعنی ظہر، عصر اور عشاء کی فرض نمازوں میں قصر کرنے کا حکم ہے۔ قصر کہتے ہیں کم کرنے کو یعنی چار رکعت والی فرض نماز میں دو رکعت کم کر کے صرف دو رکعت پڑھے۔ اگر چار رکعت والی نماز میں قصر نہ کرے اور بھول کر پوری چار رکعت پڑھ لے تو آخر میں سجدۂ سہو کرنا لازم ہے سجدۂ سہو کر لینے سے دو فرض ہو جائیں گے اور دو نفل۔

مسئلہ: اگر کوئی گھر میں ہی سفر کی نیت کرے تو جب تک وہ شہر سے باہر نہ ہو مسافر نہ ہوگا۔

مسئلہ: قصر صرف چار رکعت والی نماز میں ہے چار رکعت والی سنتوں میں نہیں۔ سنت کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ مسافر سرے سے سنتیں ہی نہ پڑھے صرف فرض اور واجب نمازوں پر اکتفا کرے اور بعض کہتے ہیں کہ سنتیں بھی ادا کرے۔ (ظہیری)

مسئلہ: اگر کوئی شخص شہر میں اس نیت سے آئے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے گا تو اپنے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شہر میں واپس آجاؤں گا تو وہاں اگر دو سال بھی رہے گا تو مقیم نہ ہوگا۔ بشرطیکہ غرض پندرہ روز سے کم میں پوری نہ ہواور اس وقت اقامت کی نیت کرنے سے مقیم رہے گا۔

مسئلہ: مسافر اس وقت تک مسافر رہتا ہے جب تک وہ اپنے شہر میں نہ آئے جب مسافر اپنے شہر میں آگیا تو مقیم ہوگیا خواہ اقامت کی نیت کرے یا نہ کرے۔ یعنی وطن اصلی میں اقامت کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں۔(1)

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی شہر میں دو سال تک مقیم رہے لیکن اقامت کی نیت نہ کرے اور اس کے دل میں بھی ارادہ رہے کہ میں آج کل میں سفر کروں گا۔ ایسا متردد مسافر دو سال تک بھی مقیم نہ ہوگا جب تک وہ اقامت کی نیت نہ کرے۔ ایسے مسافر کو نمازوں میں قصر کرنی چاہیے خواہ وہ کتنے ہی عرصہ تک رہے۔

قصر میں اقتداء اور امامت کا حکم

مقیم آدمی مسافر امام کی اقتداء وقتی اور غیر وقتی سب نمازوں میں کرسکتا ہے البتہ مسافر آدمی مقیم کی اقتداء میں صرف وقتی نماز ادا کرسکتا ہے۔ غیر وقتی نہیں کرسکتا نیز مسافر آدمی مقیم امام کی اقتداء ظہر، عصر اور عشاء کی قضا نمازوں میں نہیں کرسکتا مغرب اور فجر کی قضا نمازوں میں کرسکتا ہے۔

اگر امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم تو امام اپنی رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اور مقتدی سلام نہ پھیرے بلکہ امام کے ساتھ سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کھڑا ہو اور اپنی دو رکعت بعد میں پوری کرلے اور یہ رکعتیں جو امام کے سلام کے بعد پڑھے گا۔ ان میں قراءت نہ پڑھے بلکہ مقدار قراءت خاموش کھڑا رہے کیونکہ وہ ان میں بھی امام کا تابع رہے گا۔(2)

اگر مقیم مقتدی مسافر امام کے پیچھے چوتھی رکعت میں آکر شریک ہوا تو بقیہ تین رکعتیں اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں جو کہ واقع میں اس کی دوسری رکعت ہے قراءت نہ پڑھے۔ مقدار قراءت خاموش کھڑا رہے پھر رکوع و سجود کرکے قعدہ کرے اس کے بعد

1۔ کنزالدقائق صفحہ 46، مکتبہ امدادیہ سعید کمپنی کراچی

2۔ جوہرہ نیرہ صفحہ 111، میر محمد کتب خانہ کراچی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوسری رکعت میں جو درحقیقت اس کی تیسری رکعت ہے اس میں بھی کچھ نہ پڑھے اور رکوع وسجود کر کے بغیر قعدہ کیے ہوئے کھڑا ہوجائے اس کے بعد تیسری رکعت میں جو دراصل اس کی چوتھی رکعت ہے۔ سبحانک اللھم، الحمد اور سورۃ پڑھ کر رکوع وسجود کر کے قعدہ میں بیٹھ کر سلام پھیر دے۔(1)

اگر مقیم مقتدی مسافر امام کی اقتدا قعدۂ اخیرہ میں کرے تو پہلی دو رکعتوں میں پر نہ پڑھے اور پچھلی دو رکعتیں پر پڑھے۔

ھدایت مسافر امام کے لئے مستحب ہے کہ امامت کرانے سے پہلے کہہ دے کہ میں مسافر ہوں دو رکعتیں پڑھوں گا۔ تم اپنی دو رکعتیں میرے سلام کے بعد پوری کر لینا اس طرح سلام کے بعد بھی کہہ دے کہ تم اپنی نماز پوری کر لو۔

جو لوگ رات دن بوجہ ملازمت دورہ میں رہتے ہیں جیسے گارڈ، ڈرائیور وغیرہ وہ حالت سفر میں مسافر نہیں کہلا سکتے ان کو پوری نماز پڑھنی چاہیے۔

چلتی ریل اور کشتی وغیرہ پر نماز کا طریقہ

اگر مسافر کو چلتی ہوئی ٹرین یا چلتی ہوئی کشتی یا چلتے ہوئے جہاز پر رکوع وسجود کی قدرت ملے تو اس کو اشارہ سے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ رکوع وسجود کرنا چاہیے اسی طرح اگر قیام پر قدرت ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے ہاں گھوڑے، اونٹ اور ہاتھی وغیرہ سواری پر اشارہ ہی سے نماز پڑھ لینی جائز ہے رکوع وسجود کرنا ناجائز ہے۔

اگر کشتی کنارے پر بندھی ہوئی ہے یا زمین پر ٹھہری ہوئی اور یا ریل رکی ہوئی ہو تو رکوع وسجود کرنا چاہیے اور قیام بھی کرنا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو کشتی اور ریل سے باہر اتر کر نماز پڑھے تا کہ رکوع وسجود اور قیام وغیرہ ارکان اچھی طرح ادا ہوسکیں اگر باہر نکل کر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو مثلاً ریل اتنی نہیں ٹھہرتی کہ نماز پڑھ سکے تو پھر بوجہ مجبوری ریل ہی میں پڑھ لے۔

مسئلہ: ایک مسافر اور مقیم کی عصر کی نماز قضا ہوگئی اور دونوں چاہتے ہیں کہ اس قضا شدہ نماز

1۔ درمختار، جلد 1، صفحہ 100، امیر حمزہ کتب خانہ ملتان۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کو جماعت سے ادا کریں تو چاہیے کہ مسافر امامت کرے اور مقیم اقتدا کرے اگر مقیم امامت کرے اور مسافر اقتدا تو مسافر کی نماز ادا نہیں ہوگی۔ البتہ اگر دو آدمی یعنی مقیم اور مسافر وقتی نماز جماعت سے پڑھیں تو دونوں کی امامت صحیح ہوگی خواہ مقیم امامت کرے یا مسافر۔

بیمار کی نماز کا بیان

جہاں اسلام نے حالت سفر میں نمازی کے لئے بقدر ضرورت آسانیاں رکھی ہیں جن کا تفصیل کے ساتھ بیان ہوا، وہاں حالت مرض میں بھی آسانیاں پیدا کر دی ہیں تا کہ نماز نہ پڑھنے کا کوئی تساہل آمیز اور نامعقول عذر باقی نہ رہے۔ شریعت نے مریض کے لئے جو آسانیاں رکھی ہیں وہ تین ہیں:

1۔ اگر کوئی ایسا مریض ہے کہ جو فرض نماز قیام کی مقدار بھی نہیں کھڑا ہو سکتا اور کھڑا ہونے سے واقعی ہی ضرر پہنچتا ہے یعنی مرض بڑھ جاتا ہے یا مرض کے بڑھ جانے کا خوف ہے یا مرض کے دیر میں اچھا ہونے کا اندیشہ ہے تو ان سب صورتوں میں وہ بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے یہ اس صورت میں اجازت ہے کہ مریض بالکل ہی کھڑا نہ ہو سکے اور اگر مریض بالکل سیدھا نہ کھڑا ہو سکتا ہو یا زیادہ دیر تک نہ کھڑا رہ سکتا ہو، جتنا بھی کھڑا ہو سکے اور جتنی دیر کھڑا رہ سکے اتنی ہی دیر قیام کرنا واجب ہے مثلاً ایک مریض تکبیر تحریمہ یا ایک آیت کی مقدار کھڑا ہو سکتا ہے زیادہ کھڑے ہونے کی طاقت نہیں تو اس کو اتنا کھڑا ہونا ضروری ہے۔ اگر لاٹھی کے سہارے سے یا دیوار کی ٹیک لگا کر یا کسی آدمی پر بوجھ ڈال کر کھڑا ہو سکتا ہے تو اسی طرح کھڑا ہو جائے۔ خلاصہ یہ کہ جہاں تک اور جتنا ممکن ہو کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔ جب کوئی امکانی صورت ہی نہ ہو تو پھر بوجہ اتم مجبوری قیام ترک کر کے بیٹھ کر نماز پڑھے۔

2۔ اگر کوئی شخص کھڑا تو ہو سکتا ہے مگر رکوع و سجود نہ کر سکتا ہو افضل یہ ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع و سجود کے لئے اشارہ کرے کیونکہ قیام کی صورت میں رکوع و سجود کے لئے اشارہ کرنا نسبتاً دشوار ہے۔ اس لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا اور رکوع و سجود کے لئے اشارہ کرنا جائز

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور افضل ہے۔

3۔ اگر کوئی شخص قیام اور رکوع و سجود پر قادر نہ ہو تو بیٹھ کر سر کے اشارے سے نماز پڑھے رکوع میں ذرا کم اور سجدہ میں ذرا زیادہ جھکے۔ اگر سیدھا بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکتا ہو تو آدمی دیوار کے سہارے بیٹھ کر نماز پڑھے الغرض جہاں تک ممکن ہو بیٹھ کر نماز پڑھے قعود پر قادر ہوتے ہوئے لیٹ کر نہ پڑھے۔

4۔ اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی کوئی امکانی صورت نہ ہو تو پھر لیٹ کر پڑھنے کی اجازت ہے۔ بیمار کے لئے شریعت نے یہ چار سہولتیں رکھ کر بیماری کے تمام حیلے بہانوں کا قلع قمع کر دیا ہے اور اس حالت میں بھی اس فرض اہم کو اٹل بنا دیا ہے۔

لیٹ کر نماز پڑھنے کی ترکیب

ترکیب یہ ہے کہ چت لیٹ کر قبلہ کی طرف پاؤں کر لے مگر پاؤں موڑے رکھے، پھیلائے نہیں۔ کیونکہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے۔ مذکورہ قاعدہ کے مطابق چت لیٹ کر سر کے نیچے کوئی اونچا سا تکیہ رکھ لے۔ تا کہ رکوع و سجود اور قعدہ سے کسی قدر مشابہت پیدا ہو جائے۔ پھر سر کے اشارے سے رکوع و سجود کر لے۔

اگر اس طرح چت لیٹ کر نہ پڑھ سکے تو دائیں کروٹ لیٹ کر پڑھے۔ اگر دائیں کروٹ سے بھی نہ لیٹ سکے تو بائیں کروٹ پر پڑھ لے۔ مگر بہر صورت منہ قبلہ کی طرف رہے۔ اگر منہ قبلہ کی طرف نہ رہ سکے اور اس طرف منہ پھیرنے والا بھی کوئی نہ ہو تو پھر مجبوری ہے جدھر کو منہ ہو اسی طرف پڑھ لے۔

نماز کب ساقط ہوتی ہے؟

جتنی صورتیں لکھی گئی ہیں ان کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ جب تک بیٹھ کر، لیٹ کر اور سر کے اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے یہ فرض معاف نہیں ہو سکتا۔ اگر کچھ نہیں تو جب تک جان ہے اس وقت تک زبان تو ہلا سکتا ہے۔ اس حالت تک بھی نماز معاف نہیں ہو سکتی۔ البتہ جب انسان سر کے اشارہ سے بھی نماز نہ پڑھ سکے تو پھر نماز ساقط ہو جاتی ہے۔ اب اگر مریض کی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایسی شدت مرض ایک رات دن سے کم رہے تو فوت شدہ نمازوں کی قضا واجب ہے اور اگر ایسی حالت میں ایک دن رات سے زیادہ مدت گزر جائے تو پھر فوت شدہ نمازیں بھی معاف ہیں۔

بے ہوش اور مجنون آدمی کا بھی یہی حکم ہے۔ یعنی اگر بے ہوشی یا جنون کی حالت ایک دن رات طاری رہے تو فوت شدہ نمازوں کی قضا واجب ہے اگر اس سے زیادہ مدت گزر جائے تو قضا بھی معاف ہے لیکن یہ اس صورت میں حکم ہے کہ بے ہوشی، بیماری یا کسی قدرتی سبب کی وجہ سے ہو۔ اگر نشہ کی وجہ سے سرمستی و مدہوشی ہو تو خواہ کتنی ہی مدت تک رہے۔ نمازوں کی قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ: اگر بے ہوش مریض کو تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے کبھی کبھی افاقہ بھی ہو جاتا ہے تو اس افاقہ کی دو صورتیں ہوں گی یا تو افاقہ کا کوئی وقت مقرر ہوگا یا اس کا کوئی خاص وقت مقرر نہ ہوگا۔ اول صورت میں فوت شدہ نمازوں کی قضا واجب ہے۔ مثلاً ایک مرض ایسا ہے کہ اس کو صبح کے وقت افاقہ ہو جاتا ہے تو ایسے مریض پر قضا واجب ہے اور دوسری صورت میں قضا معاف ہے۔ مثلاً کبھی صبح کو افاقہ ہو جاتا ہو اور کبھی شام کو تو ایسے مریض پر قضا واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر مریض قراءت، تسبیح اور تشہد پڑھنے سے بھی عاجز ہو تو بوجہ مجبوری ان کو ترک کردے۔

مسئلہ: اگر مریض خود رکعتوں اور سجدوں کو شمار نہ کرسکتا ہو تو کسی دوسرے شخص کو پاس بٹھا لے اور مریض کو وہ شخص یاد دلائے۔

بیمار یا حاملہ عورت اگر کسی اونچی چیز کو سجدہ کے لئے زمین پر سامنے رکھ لے تو جائز ہے اور اگر وہ چیز کسی آدمی کے ہاتھ پر رکھی ہو تو جائز نہیں، اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

اگر کسی کی پیشانی پر زخم ہو اور پیشانی پر سجدہ نہ کرسکتا ہو تو صرف ناک پر سجدہ کرلے اس صورت میں اشارہ سے سجدہ کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر سجدہ کے لئے نہ جھک سکتا ہو تو پھر اشارہ سے سجدہ کرلے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کسی جانور کی سواری پر فرض اور واجب نماز کا حکم

اگر کوئی شخص کسی جانور کی سواری پر ہو تو اس پر فرض اور واجب نمازیں مثلاً عیدین، نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت جائز نہیں۔ یعنی سواری پر فرض و واجب نمازیں نہیں پڑھی جاسکتیں۔ مگر ضرورۃً مثلاً سواری سے نیچے اتر کر نماز پڑھنے میں کسی چور یا ڈاکو کا ڈر ہے کہ میرے نفس کو یا جانور کو یا کپڑے کو نقصان پہنچے گا یا کسی درندے کا خوف ہے یا زمین پر کیچڑ ہے، یا جانور سرکش ہے کہ پھر اس کا قابو میں آنا مشکل ہے یا اس کے بھاگ جانے کا اندیشہ ہے تو ان سب صورتوں اور ضرورتوں میں فرض و واجب نمازوں کا سواری پر پڑھنا جائز ہے۔

سجدۂ تلاوت سواری پر وہ جائز نہیں جو زمین پر واجب تھا۔ اگر سواری پر تلاوت کرتے ہوئے واجب ہو تو وہ جائز ہے۔

یہی حکم محمل میں نماز پڑھنے کا ہے یعنی اس میں فرض و واجب نمازیں جائز نہیں خواہ جانور چل رہا ہو یا کھڑا ہو۔ ہاں اگر محمل کے نیچے ایسی ٹیک لگا دی گئی ہو جو زمین کے ساتھ لگی ہوئی ہو تو محمل میں کھڑے ہو کر نماز جائز ہے۔ اس وقت وہ زمین کے حکم میں ہے۔(1)

کشتی میں نماز کا حکم

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو کشتی جاری ہو اس میں بلا عذر بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز صحیح ہے اور صاحبین کے نزدیک بیٹھ کر صحیح ہے مگر عذر کی حالت میں۔ جیسے دوران سر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے بلا عذر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا۔ اس امر پر ان تینوں حضرات کا اتفاق ہے۔ کشتی میں اشارہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ جو کشتی پانی کے اندر ٹھہری ہوئی ہو اور ہوا کی شدت سے ہلتی ہو تو وہ مذکورہ بالا احکام کے اعتبار سے جاری کشتی کے حکم میں ہے اور اگر ہوا سے ہلتی نہ ہو تو ٹھہری ہوئی کشتی کے حکم ہے اور اگر کنارے پر بندھی ہوئی ہو تو اس میں بالاجماع بیٹھ کر نماز جائز نہیں۔ کھڑے ہو کر نماز پڑھنی چاہیے

1۔ نور الایضاح، صفحہ 96

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بشرطیکہ کشتی کا کوئی حصہ زمین پر لگا ہوا ہو۔ اگر اس کا کوئی حصہ بھی زمین پر لگا ہوا نہ ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی۔ ہاں اگر کشتی سے باہر نکل کر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو پھر صحیح ہوگی۔(1)

اگر کوئی شخص کشتی میں تکبیر افتتاح کے وقت قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز شروع کرے اور کشتی کا رخ قبلہ سے بدل جائے تو وہ بھی دوسری طرف پھر جائے اور قبلہ کی طرف متوجہ رہے۔

1۔ نور الایضاح، صفحہ 97

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سجدۂ سہو کا بیان

سہو ونسیان سے کوئی بشر خالی نہیں۔ چنانچہ انسان خطاونسیان سے مرکب ہے۔ لہٰذا انسان سے کبھی نہ کبھی غلطی لامحالہ ہو ہی جاتی ہے۔ اس لئے فقہ کی کتابوں میں بسلسلہ بیان نماز سہو کا بھی ایک باب مقرر کیا گیا ہے۔ اور اس کے متعلق تفصیلی احکام بیان کئے گئے ہیں۔

سجدۂ سہو کب واجب ہوتا ہے؟

سجدۂ سہو دو صورتوں میں واجب ہوتا ہے:

اول یہ کہ واجبات نماز میں سے کوئی واجب ترک ہو جائے۔ مثلاً اگر کوئی شخص وتر میں دعاء قنوت پڑھنا یا قعدۂ اولیٰ میں التحیات پڑھنا بھول گیا یا عیدین کی تکبیریں بھول گیا تو اس پر سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

دوسرے یہ کہ کسی فرض میں تاخیر ہو جائے۔(1)

ذخیرہ میں ہے کہ سجدۂ سہو چھ باتوں سے واجب ہوتا ہے:

اول، کسی رکن کو مقدم کر دینے سے مثلاً قراءت سے پہلے رکوع کر لینا یا رکوع سے قبل سجدہ کرنا۔

دوم، کسی رکن میں تاخیر کرنا، مثلاً کوئی سجدہ ترک کر دیا یا دوسری رکعت میں یاد آیا اور وہ سجدہ ادا کر لیا۔

سوم، قیام میں تاخیر کرنا مثلاً رکعت اولیٰ کے سجدے کرنے کے بعد بیٹھ گیا۔ بعد میں یاد آیا اور کھڑا ہو گیا تو چونکہ قیام میں تاخیر ہو گئی اس لئے سجدۂ سہو کرنا چاہیے۔

چہارم، کسی رکن کو دوبارہ ادا کرنا مثلاً دو رکوع کر لینا یا تین سجدے۔

پنجم، کسی واجب میں تغیر کر دینا مثلاً جہری نمازوں میں آہستہ آہستہ قراءت کرنا یا سری نمازوں میں بلند آواز سے قراءت کرنا۔

1۔ منیۃ المصلی صفحہ 163

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ششم، کسی واجب کو ترک کر دینا مثلاً قعدۂ اولیٰ کا ترک کر دینا۔

علاوہ ازیں سجدۂ سہو کی ضرورت اس وقت بھی ہوتی ہے جب کہ نماز میں شک پڑ جائے کہ کوئی رکعت کم پڑھی ہے یا زیادہ۔ مختصر طور پر اتنا یاد رکھنا چاہیے کہ فرض میں تاخیر ہو جانے یا کسی واجب کو ترک کر دینے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔

سجدۂ سہو کا طریقہ

سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کا جواز بھی احادیث سے ثابت ہے اور سلام سے قبل بھی ثابت ہے۔ اسی بنا پر ائمہ میں سجدۂ سہو کے محل کے بابت اختلاف ہے یعنی اس بارے میں سجدۂ سہو سلام سے قبل کرنا چاہیے یا بعد میں۔ ہمارے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا محل سلام پھیرنے کے بعد ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سلام پھیرنے سے قبل ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ صورت ہے کہ اگر نماز میں سہواً کوئی زیادتی ہوئی تو سجدۂ سہو بعد میں کرنا چاہیے اور اگر سہواً کچھ نقصان یا کمی ہوئی ہے تو سلام سے پہلے سجدۂ سہو کرنا چاہیے۔

سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ التحیات پڑھنے کے بعد صرف داہنی طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے ان کے بعد تشہد پڑھ کر سلام پھیرے۔ اگر کسی نے سلام پھیرے بغیر سہو کے سجدے کر لئے تو بھی جائز ہے۔ مگر بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے لہٰذا سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدے کرنے چاہئیں۔

نماز کے واجبات اگرچہ پہلے بیان کئے جا چکے ہیں لیکن آسانی اور حفظ کے لئے دوبارہ لکھے جاتے ہیں کیونکہ سجدۂ سہو کا دارومدار بہت حد تک انہی پر ہے۔

تکبیر تحریمہ میں لفظ اللہ اکبر کہنا۔ الحمد شریف پڑھنا، پھر کوئی دوسری سورت ملانا، فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور وتر و نفل کی ہر ایک رکعت میں واجب ہے، الحمد کا سورت سے پہلے پڑھنا اور ہر رکعت میں سورۃ سے پہلے ایک مرتبہ الحمد شریف پڑھنا، الحمد اور سورۃ کے درمیان کسی چیز کا فاصلہ نہ ہونا، قراءت کے بعد متصلاً رکوع کرنا، ایک سجدہ کے بعد دوسرا سجدہ کرنا، تعدیل ارکان یعنی رکوع و سجود اور قومہ و جلسہ میں کم از کم اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک مرتبہ سبحان اللہ کہتے ہیں، قومہ کرنا یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا، جلسہ کرنا یعنی دو سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا، قعدۂ اولیٰ کرنا اور اس میں تشہد پر کچھ اضافہ نہ کرنا، دونوں قعدوں میں پورا تشہد پڑھنا، وتر میں دعائے قنوت پڑھنا، دعائے قنوت پڑھ کر تکبیر کہنا، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں چھ تکبیریں کہنا، ہر نماز میں امام کو جہر سے قراءت کرنا اور غیر جہری نماز میں آہستہ قراءت کرنا، ہر نماز میں دوسری رکعت سے پہلے قعدہ نہ کرنا، چار رکعت والی نماز میں تیسری رکعت پر قعدہ نہ کرنا، آیت سجدہ پر سجدۂ تلاوت کرنا اور سہو نسیان واقع ہونے پر سجدۂ سہو کرنا امام جب قراءت کرے تو مقتدی کا خاموش رہنا۔

نماز میں یہ تمام امور واجب ہیں اگر ان میں سے ایک چیز بھی رہ جائے تو اس کی تلافی کے لئے سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔ مگر یہ اس صورت میں ہے کہ ان میں سے کسی واجب کا ترک بھول کر ہوا ہو۔ اگر کسی نے قصداً کسی واجب کو ترک کیا تو اس کی سجدۂ سہو سے تلافی نہ ہوگی۔ نماز کا اعادہ کرنا یعنی دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

اگر نماز کا کوئی فرض ترک ہو جائے تو اس کی تلافی بھی سجدۂ سہو سے نہیں ہو سکتی بلکہ نماز دوبارہ پڑھنی چاہیے اگر نماز میں کوئی ایسا واجب ترک ہو جائے جو واجبات نماز میں سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کا وجوب خارج میں ہو تو اس صورت میں سجدۂ سہو کرنا واجب نہیں۔ مثلاً خلاف ترتیب قرآن مجید پڑھنا ترک واجب ہے مگر ترتیب کے موافق پڑھنا کے موافق پڑھنا واجبات تلاوت سے ہے، واجبات نماز میں سے نہیں۔ اس لئے اس پر سجدۂ سہو کرنا واجب نہیں ہوگا۔

سجدۂ سہو واجب ہونے کی جو صورتیں ہیں، ہم نے ان کو بقدر امکان آسان کر کے لکھ دیا ہے اور ہر شخص نے ان کو دیکھ کر معلوم کر لیا ہوگا کہ فرض میں تاخیر ہونے اور واجب سہواً ترک کر دینے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے واجبات نماز کو بھی دوبارہ لکھ دیا ہے، تاہم مزید آسانی کے لئے ہم ان صورتوں کو تفصیلاً درج کرتے ہیں۔

سجدۂ سہو کن صورتوں میں واجب ہوتا ہے

اگر فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور وتر و نفل کی کسی رکعت میں سورۃ الحمد کی ایک آیت

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بھی رہ جائے یا کسی شخص نے سورت سے پہلے دوبارہ الحمد پڑھی یا سورت ملانا بھول گیا، یا سورت کو الحمد پر مقدم کیا یا الحمد کے بعد ایک یا دو چھوٹی آیتیں پڑھ کر رکوع میں چلا گیا اور یاد آنے کے بعد پھر تین آیتیں پڑھ کر رکوع کیا تو ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہے۔

اگر کسی شخص نے الحمد کے بعد سورت پڑھی اور اس کے بعد پھر الحمد پڑھی تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔ اسی طرح فرض کی پچھلی رکعتوں میں فاتحہ کی تکرار سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔

اگر پہلی رکعتوں میں الحمد کا زیادہ حصہ پڑھ لیا تھا پھر اس کا اعادہ کیا تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

اگر کسی شخص نے فرض کی پچھلی رکعتوں میں سورت ملائی تو سجدہ واجب نہیں۔ اسی طرح اگر پچھلی رکعت میں الحمد نہ پڑھی تب بھی سجدۂ سہو واجب نہیں۔ اگر رکوع وسجود اور قعدہ میں قرآن پڑھا تو سجدۂ سہو واجب ہے۔ اگر کوئی شخص الحمد پڑھنا بھول گیا اور سورت شروع کر دی اور بقدر ایک آیت کے پڑھ لی۔ اس کے بعد اسے یہ خیال آیا کہ میں نے الحمد نہیں پڑھی تو اس کو چاہیے کہ الحمد پڑھ کر سورت پڑھے اور سجدۂ سہو کرے۔ اگر کسی نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ کرنا بھول گیا تو سجدہ تلاوت کر کے پھر سجدۂ سہو کرے۔

ھدایت: جو افعال نماز میں مکرر ہیں ان میں ترتیب رکھنا واجب ہے اگر ان میں سے کوئی فعل خلاف ترتیب ہو تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔ مثلاً اگر قراءت سے پہلے رکوع کر دیا اور رکوع کے بعد قراءت نہیں کی تو نماز فاسد ہو گئی۔ کیونکہ فرض ترک ہو گیا اور اگر رکوع کے بعد قراءت تو کی مگر پھر رکوع نہیں کیا تو اس صورت میں بھی نماز فاسد ہو گئی۔

کیونکہ قراءت کی وجہ سے رکوع جاتا رہا اور اگر بقدر فرض قراءت کر کے رکوع کیا مگر واجب قرأت ادا نہیں کی مثلاً الحمد نہیں پڑھی یا سورت نہیں ملائی تو اس صورت میں یہ حکم ہے کہ رجعت اختیار کرے اور الحمد و سورت پڑھ کر رکوع کرے اور پھر سجدۂ سہو کرے اور اگر دوبارہ رکوع نہیں کیا تو نماز جاتی رہی کیونکہ پہلا رکوع جاتا رہا۔

اگر کسی رکعت کا کوئی سجدہ رہ گیا اور آخر میں یاد آیا تو اس بارے میں یہ حکم ہے کہ سجدہ کرے، پھر التحیات پڑھے اور پھر سجدۂ سہو کرے۔ سجدہ سے پہلے جو افعال کئے ہیں وہ باطل نہ ہونگے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اگر کوئی شخص تعدیل ارکان بھول گیا تو سجدۂ سہو واجب ہے اگر کوئی فرض نماز میں قعدۂ اولیٰ بھول گیا تو جب تک سیدھا نہ کھڑا ہو رجعت اختیار کرے۔ یعنی بیٹھ جائے اس صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں۔ اگر سیدھا کھڑا ہو گیا اور اس کے بعد اس نے رجعت اختیار کی تو اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے۔

مسائل متفرقہ

اگر مقتدی بھول کر کھڑا ہو گیا تو اس کے لئے واجب ہے کہ رجعت اختیار کرے تا کہ امام کی مخالفت نہ ہو۔ اگر کوئی شخص قعدۂ اخیرہ کرنا بھول گیا اور تیسری رکعت یا چوتھی رکعت یا پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو جب تک اس رکعت کا سجدہ ادا نہ کیا ہو جو زائد پڑھنے کھڑا ہوا ہے تو رجعت اختیار کرے اور سجدۂ سہو کرے نماز ہو جائے گی۔ مثلاً ظہر کی نماز میں کوئی شخص قعدۂ اخیر کرنا بھول گیا اور پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو کھڑے ہوتے ہی سجدہ سہو واجب ہو گیا اس کو چاہیے کہ جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو رجعت اختیار کرے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دے۔

مسئلہ: اگر کسی نے قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد صرف اتنا پڑھا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ تو سجدۂ سہو واجب ہو گیا(1) یہ سجدۂ سہو اس لئے واجب نہیں ہوا کہ اس نے درود شریف پڑھا بلکہ اس لئے واجب ہوا کہ تیسری رکعت کے لئے بعد تشہد کے فوراً قیام کرنا فرض تھا اس میں تاخیر ہوئی اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قعدۂ اولیٰ میں صرف اتنی دیر بھی خاموش رہے جتنی دیر میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد پڑھتے ہیں تب بھی اس پر سجدۂ سہو واجب ہو گیا۔ اس مسئلے پر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ درود شریف پڑھنے پر سجدۂ سہو کا حکم دینا مناسب نہیں کیونکہ اس سے درود شریف کی توہین ہوتی ہے ان کا یہ جذبۂ محبت رسول تو قابل قدر ہے مگر یہ جذبہ واقعات و احکام کی نوعیت پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس اعتبار سے وہ غلطی پر ہیں۔ ان کو اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ اگر کوئی شخص رکوع و سجود اور قومہ میں قرآن مجید پڑھے تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے حالانکہ

1۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 127

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قرآن مجید کلام الٰہی ہے تو کیا اس سے کلام الٰہی کی توہین ہوئی؟ ہرگز نہیں۔ اسی پر درود شریف کو بھی قیاس کر لینا چاہیے کہ جب سجدۂ سہو سے کلام الٰہی کی توہین نہیں ہوتی تو بدرجہ منزل درود شریف کی بھی توہین نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر فرض نماز کے پہلے دوگانہ میں بحالت قیام الحمد سے پہلے بھول کر تشہد پڑھ لیا تو سجدۂ سہو واجب نہیں اور اگر الحمد کے بعد پڑھا تو واجب ہے۔ کیونکہ الحمد کے بعد اس چیز کا محل ہے جس کا پڑھنا الحمد کے بعد واجب ہے اس واجب میں تاخیر ہوئی لہٰذا سجدۂ سہو واجب آیا اور فرض نماز کے آخر دوگانہ میں بحالت قیام تشہد پڑھ لیا تب بھی سجدۂ سہو واجب نہیں ہے اور اگر یہ قیام وتر یا سنت یا نفل کا ہو تو خواہ پہلا دوگانہ ہو یا پچھلا ہو، بہرحال اس کا وہی حکم ہے جو فرضوں کے پہلے دوگانہ کا ہے یعنی اگر الحمد سے قبل تشہد پڑھ لیا تو سجدۂ سہو واجب نہیں اور اگر بعد میں پڑھا تو واجب ہے۔(1)

مسئلہ: اگر قعدۂ اولیٰ کو بھول کر بغیر قعدہ کئے ہوئے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو اگر سیدھا نہ کھڑا ہوا ہو بیٹھنے کے قریب ہو اور اگر یاد آ جائے تو لازمی طور پر بیٹھ جائے اس صورت میں سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں اور اگر کھڑا ہونے کے قریب ہو گیا تو اب نہ بیٹھے بلکہ اخیر میں سجدۂ سہو کر لے۔ یہ حکم امام اور منفرد دونوں کا ہے اور مقتدی سیدھا کھڑا ہونے کے بعد وجوباً بیٹھ جائے گا۔ اگر نہ بیٹھے گا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ امام کی اقتداء اس کے ذمہ بہرصورت لازم ہے۔(2)

مسئلہ: اگر قعدۂ اخیر کو بھول کر کوئی شخص کھڑا ہو گیا تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو لازم ہے کہ رجعت کرے یعنی بیٹھ کر سلام پھیرے اور سجدۂ سہو کرے (3) اگر پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیا ہو تو ایک رکعت اور ملا کر پوری چھ رکعتیں کرے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے یہ چھ کے چھ نفل ہو جائیں گے۔ کیونکہ قعدۂ اخیر فرض تھا اس فرض کا تارک ہوا۔(4)

اگر قعدۂ اخیرہ میں بقدر تشہد پڑھ کر پھر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہوا تو اس صورت

1۔ فتاوٰی عالمگیری جلد 1 صفحہ 127
2۔ فتاوٰی عالمگیری جلد 1 صفحہ 127
3۔ فتاوٰی عالمگیری صفحہ 129
4۔ فتاوٰی عالمگیری جلد 1 صفحہ 129

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں بھی اگر پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہو تو بیٹھ جانا واجب ہے اگر پانچویں کا سجدہ کرلیا تو پھر پوری چھ کر کے آخر میں سجدۂ سہو کرے۔ اس صورت میں چار فرض اور دو نفل ہو جائیں گے۔(1)

اس فرق کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ اگر قعدۂ اخیرہ ترک کر کے پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہوا ہے تو چھ پوری کرنے کی صورت میں سب رکعتیں نفل ہو جائیں گی اور قعدۂ اخیرہ تشہد کر کے پھر پانچویں کے لئے کھڑا ہوا ہے تو چھ پوری کرنے کی صورت میں چار فرض ہو جائیں گی اور دو نفل۔

مسئلہ: مقتدی سے اگر کوئی واجب ترک ہو گیا ہو تو سجدۂ سہو نہ کرے کیونکہ اس کے لئے امام کی متابعت ضروری ہے اور بحالت متابعت سجدۂ سہو کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر امام کے سلام سے پہلے سجدۂ سہو کرے گا تو امام کی مخالفت لازم آئے گی اور اگر بعد میں کرے گا تو سجدۂ سہو نماز سے فارغ وقت میں ہوگا جو معتبر نہیں ہے (غایۃ الاوطار)

مسئلہ: مسبوق اپنی بقیہ نماز میں منفرد کی طرح ہے بقیہ نماز میں کوئی سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر امام کے ساتھ سہو ہوا ہے تو اتباع امام میں سجدۂ سہو کرے اور اگر اس حصہ نماز میں صرف اسی کو سہو ہوا ہو جو امام کے پیچھے پڑھ رہا تھا تو اس کا حال مقتدی مدرک کی طرح ہے یعنی اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں۔(2)

مسئلہ: مسبوق نے اگر امام کا اقتداء دوسرے سجدۂ سہو میں کی پہلا سجدہ جو امام کر چکا ہے وہ اس سے جاتا رہا تو اب دوسرا سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں اس طرح اگر سہو کے دونوں سجدے کرنے کے بعد اس نے امام کی اقتداء کی تب بھی سجدۂ سہو نہ کرے(3) لاحق سے اگر سہو ہو جائے تو وہ بھی سجدۂ سہو نہ کرے کیونکہ امام کی پیروی میں لاحق مقتدی کی طرح ہے (4) ہاں اگر لاحق کے امام کو سہو ہو گیا اور اس نے سجدہ کیا تو پھر لاحق بھی سجدہ کرے مگر اپنی نماز کے آخر میں کرے کیونکہ امام نے بھی اپنی نماز کے آخر میں کیا ہے اور اگر امام کے ساتھ

1۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 129 — 2۔ درمختار جلد 2 صفحہ 546,47

3۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 128 — 4۔ درمختار جلد 2 صفحہ 547

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرے گا تو تب بھی دوبارہ لازم ہے۔(1)

مسئلہ: اگر امام کو سہو ہونے کے بعد حدث ہو گیا اور اس نے اپنی جگہ مسبوق کو خلیفہ بنا دیا تو اس مسبوق کا چاہیے کہ سجدہ کرنے کے لئے کسی مدرک کو اپنی جگہ قائم کر دے تا کہ وہ امام کی بجائے سجدۂ سہو کرے اور اگر مقتدیوں میں کوئی شخص مدرک نہ ہو تو سب کے سب اپنی بقیہ نماز پڑھنے کے بعد علیحدہ علیحدہ سہو کریں۔(2)

مسئلہ: اگر امام آخیری قعدہ کر لینے کے بعد پانچویں رکعت کو کھڑا ہو گیا تو مقتدیوں کو چاہیے کہ امام کو اس سہو پر متنبہ کریں۔ یا تو اللہ اکبر آواز سے کہہ دیں یا التحیات۔ اگر سہو پر آگاہ کرنے کے بعد بھی امام نہ بیٹھے تو اس کے بیٹھنے کا انتظار کریں۔ اگر امام پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے بیٹھ جائے تو امام کے ساتھ سلام پھیر دیں ورنہ مقتدیوں پر اس حال میں امام کی متابعت واجب نہیں سب سلام پھیر کر علیحدہ ہو جائیں اور اگر امام کی اقتدا کرتے رہیں تب بھی درست ہے یعنی پانچویں رکعت میں مقتدیوں کو امام کی متابعت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے بصورت اقتدا اگر امام نے چھٹی رکعت ملا لی تو یہ بھی چھٹی رکعت کر لیں سب کے چار فرض اور دو نفل ہو جائیں گے اور اگر امام نے پانچویں رکعت کر کے نماز قطع کر دی تو امام پر دو رکعتوں کی قضا واجب نہیں مگر مقتدیوں پر قضا لازم ہے۔(3)

مسئلہ: اگر امام سہواً پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اور مقتدی بھی سہواً اس کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ پھر امام کو پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے یاد آ گیا مگر مقتدیوں کو سجدہ کرنے کے بعد یاد آیا اور وہ سجدہ کرنے کے بعد قعدہ میں لوٹے تو سب کی نماز صحیح ہو گئی کیونکہ اس صورت میں امام سے مقتدیوں کا ایک سجدہ زائد ہوا اور مقتدی کی سہواً ایک رکن کی زیادتی امام کے خلاف مفسد نماز نہیں ہاں اگر امام رکوع سے پہلے قعدہ میں لوٹ آیا اور مقتدی رکوع و سجود کر کے لوٹے تو دو رکنوں کی زیادتی کی وجہ سے سب کی

1۔ درمختار جلد 2 صفحہ 547
2۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 129
3۔ شرح وقایہ جلد 1 صفحہ 222

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نماز فاسد ہو جائے گی۔ (غایۃ الاوطار) یعنی اگر امام کے خلاف مقتدیوں سے ایک رکن کی زیادتی ہوئی ہو تو یہ زیادتی مفسد نماز نہیں اور اگر دو رکنوں کی زیادتی ہوئی ہے تو مفسد نماز ہے۔

مسئلہ: اگر مسافر کو دو رکعتوں کے اندر سہو ہو گیا اور اس نے سجدۂ سہو کر لیا پھر سجدۂ سہو کے بعد قیام کی نیت کر لی تو دوبارہ سجدۂ سہو کرنا چاہیے کیونکہ پہلا سجدۂ سہو نماز کے اندر ہوا ہے اور سجدہ وسط نماز میں نہیں ہوتا بلکہ ختم نماز میں ہوتا ہے لہٰذا سجدۂ سہو اول کالعدم ہو گیا۔(1)

ضروری یادداشتیں وہدایتیں

ہم نے سجدۂ سہو کا طریقہ پہلے بیان کر دیا ہے لیکن چونکہ وہ ذرا مجمل ہے اس لئے مزید تفصیل کے ساتھ اسے دوبارہ درج کیا جاتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ آخری قعدہ تشہد درود اور دعا تینوں چیزوں سے فارغ ہو کر داہنی طرف سلام پھیر دے پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جھک جائے اور سجدہ میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھ کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر جلسہ کر لے، پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر دوسرا سجدہ کر لے اس کے بعد قعدہ میں بیٹھ کر دوبارہ تشہد درود اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر کر نماز کو ختم کر دے۔

1۔ اگر کسی سے ایک نماز میں کئی واجب ترک ہو جائیں مثلاً الحمد شریف پڑھنا اور قعدۂ اولیٰ کرنا دو واجب بھول جائے تو ایک ہی سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے یہ نہیں کہ جتنے واجب ترک ہوں اتنے ہی سجود سہو بھی واجب ہو جائیں سجدۂ سہو ایک ہی دفعہ ہوتا ہے اور چند اسباب کا تدارک ایک سجدۂ سہو سے ہی ہو جاتا ہے۔(2)

2۔ اگر فرضوں کے آخیری دوگانہ میں کسی نے الحمد کے ساتھ سورت ملائی تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔(3)

3۔ تعدیل ارکان اگر سہواً ترک ہو جائے تو سجدہ واجب ہوگا۔(4) اور اگر عمداً ترک کر دیا جائے تو سخت گنہگار ہوگا۔

1۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 130 | 2۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 126
3۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 126 | 4۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 127

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

4۔ سجدہ سہو کا حکم فرض واجب سنت اور نفل سب نمازوں میں یکساں ہے۔(1)

5۔ مقتدی سے اگر کسی واجب کا ترک ہو جائے تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں۔

6۔ اگر امام مسافر کو سہو ہوا ہو تو مقتدی مقیم کو بھی کرنا چاہیے۔(2)

7۔ اگر کسی کو سجدۂ سہو میں ہی سہو ہو گیا ہو تو مزید سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ سجدۂ سہو میں سہو نہیں ہوتا۔ اگر ایسا ہو تو سہو کا سلسلہ ہی لامتناہی ہو جائے۔(3)

8۔ سجدۂ سہو کے بعد بھی التحیات پڑھنا واجب ہے یعنی سجدۂ سہو کر کے دوبارہ التحیات ضرور پڑھنی چاہیے ورنہ واجب کا تارک ہو گا باقی التحیات کے علاوہ درود پڑھنے نہ پڑھنے کا اختیار ہے خواہ پڑھے یا نہ پڑھے۔ اگر نہ پڑھے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

9۔ اگر کوئی شخص قراءت وغیرہ کسی موقع پر سوچنے لگا اور اتنی دیر توقف کیا جتنی دیر میں تین دفعہ سبحان اللہ کہتے ہیں تو سجدۂ سہو واجب ہو گیا کیونکہ فرض کی ادائیگی میں تاخیر ہوئی۔

10۔ اگر امام سجدۂ سہو کرے تو مقتدی پر بھی سجدۂ سہو کرنا واجب ہے اگرچہ مقتدی سہو ہونے کے بعد جماعت میں شامل ہوا ہو اور اگر امام سے سجدۂ سہو ساقط ہو گیا تو مقتدی سے بھی ساقط ہو جاتا ہے۔

11۔ مسبوق کو بھی امام کے ساتھ سجدہ کرنا چاہیے اگرچہ اس کے شامل ہونے سے پہلے سہو واقع ہوا ہو اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سجدۂ سہو نہیں کیا اور اپنی بقیہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا تو آخر میں سجدۂ سہو کر لے اور اگر بقیہ نماز میں مسبوق سے بھی کوئی سہو ہو جائے تب بھی ایک ہی سجدۂ سہو کرنا کافی ہے اس اصول کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ خواہ اسباب وجوب چند ہوں یا ایک سب کا تدارک ایک سجدۂ سہو سے ہو جاتا ہے۔

12۔ مذکورہ بالا مسئلہ کی دوسری صورت بھی ہے وہ یہ کہ اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سجدۂ سہو کیا پھر اپنی بقیہ نماز پڑھنے کھڑا ہوا اور اس میں بھی سہو واقع ہو گیا تو اس صورت میں اسے اپنے سہو کے لئے بھی سجدہ کرنا چاہیے۔

1۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 126 　 2۔ درمختار جلد 2 صفحہ 547

3۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 130

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

13۔اگر مسبوق جلدی سے کھڑا ہو گیا اور امام نے سجدۂ سہو کیا تو جب تک مسبوق نے اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو بیٹھ کر امام کے ساتھ سجدہ کرے اور پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی نماز پوری کرے اگر اس نے رجعت اختیار نہ کی اور بغیر سجدۂ سہو کے اپنی نماز پڑھ لی تو آخر میں سجدۂ سہو کرے ان دونوں صورتوں کے علاوہ مسئلہ کی تیسری صورت یہ ہے کہ اگر اس رکعت کا سجدہ بھی مسبوق نے کر لیا جو سجدہ کئے بغیر کھڑا ہوا تھا تو اب لوٹ کر نہ بیٹھے اگر رجعت کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

14۔امام کے سہو سے لاحق پر بھی سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔

شک وظن اور وہم کے مسائل

پہلے سہو، شک، ظن اور وہم وغیرہ کی تعریف اور فرق معلوم کر لیجئے۔ سہو کے متعلق اتنا جان لیجئے کہ سہو بھول جانے کو کہتے ہیں۔اب شک وظن اور وہم کی تعریف اور ان کا فرق سنیے۔

جو تصور اور خیال انسان کے دل میں آتا ہے اس کی تین حالتیں ہوتی ہیں: اول یہ کہ اس کی صحت اور غلطی دل میں ایک سی ہو، نہ اس کی تصدیق کو غلبہ ہو اور نہ تکذیب کو، تصدیق و تکذیب کی دونوں طرفیں برابر ہوں، اس حالت کا نام شک ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی صحت اور غلطی میں سے ایک کا دل پر غلبہ ہو اور ایک کو دوسرے پر رجحان ہو لیکن ساتھ ہی اس کی ضد اور نقیض کے امکان سے بھی انکار نہ ہو تو اس حالت کو ظن کہتے ہیں۔اب ان دونوں کو دوسرے لفظوں میں سمجھیے تا کہ ساتھ ہی وہم کی تعریف بھی ہو جائے۔شک کسی چیز کے ہونے نہ ہونے میں تردد کرنے کو کہتے ہیں بشرطیکہ کسی جانب گمان غالب نہ ہو اگر گمان غالب ہو گا تو گمان کو ظن اور مغلوب جانب کو جو اس کی ضد و نقیض ہے۔ وہم کہتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اس کی صحت اور غلطی میں سے کسی جانب کو دل پر ایسا غلبہ ہو کہ اس کی ضد و نقیض کے امکان سے بھی انکار ہو تو اس حالت کو یقین کہتے ہیں۔انسان کے دل میں جو خیال و تصور آتا ہے اس کی یہی چار حالتیں ہوتی ہیں جن کو ہم نے اوپر بیان کیا۔

سہو و شک دونوں کا حکم ایک ہے یعنی فقہاء کے نزدیک سہو و شک دونوں حکم میں برابر

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں۔جس طرح سہو سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے اسی طرح شک سے بھی واجب ہو جاتا ہے شک کی سب صورتیں وجوب سجدہ میں برابر ہے(1) اب شک کی مختلف صورتوں کے متعلق چند ضروری احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ: اگر کسی کو نماز میں شک ہو کہ معلوم نہیں میں نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو اس شک کی دو صورتیں ہیں: اول یہ کہ وہ شک کرنے کا عادی ہے اور شکی مزاج کا آدمی ہے اس کو اکثر ایسا ہی شک ہوتا رہتا ہے دوسری صورت یہ کہ اس کو صرف پہلی مرتبہ اتفاق سے شک ہوا ہے۔پہلی صورت میں یعنی شکی مزاج والے کے لئے حکم ہے کہ وہ رکعتوں کی کم تعداد اختیار کرے۔مثلاً چار رکعت والی نماز میں اسے شک ہوا کہ نہ معلوم میں نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تین یا چار تو اسے تین رکعتوں کو اختیار کرنا چاہیے۔کیونکہ یہ کم مقدار ہے اگر پہلی رکعت میں شک ہوا کہ یہ اول ہے یا دوسری تو اسے رکعت اول ہی مقرر کرنا چاہیے۔کیونکہ اس میں غالب گمان اول ہونے کا ہے اور اس رکعت کے بعد قعدہ کرلے کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے جس رکعت کو اول ٹھہرایا ہے وہ اول نہ ہو۔دوسری رکعت ہو اور دوسری رکعت کے بعد بھی قعدہ ضروری ہے پھر دوسری رکعت کا بھی قعدہ کرے کیونکہ ممکن ہے کہ جس رکعت کو اس نے اول مانا ہے وہ اول نہ ہو اور پہلا قعدہ بے محل ہوا ہو۔لہٰذا یہ دوسرا قعدہ برمحل ہو جائے گا۔علیٰ ہذا القیاس تیسری اور چوتھی رکعت کے بعد بھی قعدے کرے گا اس صورت میں چار قعدے ہوں گے مگر کوئی قعدہ فرض یا واجب ترک نہ ہوگا۔پھر آخر میں سجدۂ سہو کرے، نماز صحیح ہو جائے گی (2) دوسری صورت کے متعلق یعنی اگر پہلی مرتبہ شک ہوا ہو تو یہ حکم ہے کہ وہ ازسرنو نماز پڑھے(3)۔

نماز کے اندر بے وضو ہونے کا شک اور اس کا حکم

مذکور بالا حکم رکعتوں کے شک کے بارے میں تھا۔اب بے وضو ہونے کے شک کا حکم سنیے۔اگر کسی کو نماز کے اندر شک ہوا کہ میں بے وضو ہوں تو اسی شک کی حالت میں ہی نماز

1۔فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 131 — 2۔فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 130

3۔فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 130

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پڑھتا رہے اس شک کی وجہ سے نماز کو قطع نہ کرے یہ اس وقت تک حکم ہے جب شک ہی شک رہے اگر یہ شک یقین سے تبدیل ہو جائے اور اس بات کا یقین ہو جائے کہ میں بے وضو ہوں تو اس کو فوراً نماز قطع کر دینی چاہیے اور پھر وضو کر کے از سرِ نو نماز پڑھنی چاہیے۔(1)

مسئلہ: اگر کسی شخص کو کسی رکن کے کرنے نہ کرنے کا تردد ہوا اور کچھ دیر تک یہی سوچتا رہا دیر کے بعد اسے یقین ہوا کہ کر لیا ہے کہ نہیں کیا ہے، تو اسی یقین کے مطابق عمل کرے مگر اس میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر یہ تردد توقف اتنی دیر رہا جتنی دیر میں تین بار سبحان اللہ کہہ سکتے ہیں تو سجدۂ سہو واجب ہو گیا اور اگر اس سے کم تردد توقف کیا تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر وتر کی نماز میں شک ہوا کہ یہ پہلی رکعت ہے یا دوسری یا تیسری تو سب رکعتوں میں دعائے قنوت پڑھنی چاہیے اور رکعت کے بعد قعدہ بھی کرنا چاہیے نماز درست ہو جائے گی۔(2)

مسئلہ: اگر نمازی بھولے سے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے اور یہ خیال کرکے کہ چار رکعتیں ہو گئیں، بعد میں یاد آئے کہ دو رکعتیں ہی ہوئی ہیں تو یاد آتے ہی فوراً کھڑا ہو جائے اور چار رکعتیں پوری کر کے اخیر میں بوجہ تاخیر سجدۂ سہو کر لے یعنی بھول کر دو رکعت کے بعد سلام پھیر دینے سے نمازی نماز سے باہر نہیں ہوتا اسی طرح اگر مسبوق بھی بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو وہ بھی نماز سے خارج نہ ہوگا مگر مسبوق پر سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا۔(3)

مسئلہ: اگر نماز کے بعد کوئی شخص خبر دے کہ تم نے بجائے چار رکعتوں کے تین یا پانچ رکعتیں پڑھی ہیں یا دو کی بجائے تین پڑھ لی ہیں تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ شخص جو کچھ کہتا ہے وہ یقیناً صحیح ہے یا غلط؟ جس طرف یقین ہو اسی طرف عمل کرے۔ یعنی اگر اس کی خبر غلط ہونے پر یقین ہے تو بس نماز ہو گئی، اس کے کہنے سے تردد میں پڑنے کی ضرورت نہیں اور اگر صحیح ہونے کا یقین ہے تو از سرِ نو نماز پڑھے۔ مگر احتیاط اسی میں ہے کہ بہر حال نماز از سرِ نو پڑھ لے۔(4)

1۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 131
2۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 131
3۔ درمختار جلد 2 صفحہ 559
4۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 131

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسئلہ: اگر سہو کے بارے میں امام اور مقتدیوں میں اختلاف ہو جائے، ہر ایک کو اپنے قول کا یقین ہو تو اگر امام کو اپنی صحت نماز کا یقین ہے تو وہ اپنی نماز کا اعادہ نہ کرے لیکن مقتدی ضرور اعادہ کریں کیونکہ غلط گمان سے ان کی نماز فاسد ہوگئی۔(1)

فائدہ اگر سلام پھیرنے اور نماز کو ختم کرنے کے بعد کچھ شک ہوا تو نماز فاسد ہوگئی سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں۔(2)

سجدۂ سہو کب ساقط ہوتا ہے؟

امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم تینوں حضرات کا متفقہ بیان ہے کہ سجدۂ سہو اس وقت واجب جبکہ وقت میں گنجائش ہو اور گنجائش نہ ہو مثلاً نماز فجر میں سہو ہوا ہو سلام پھیرنے کے بعد ابھی پہلا سجدہ بھی نہیں کیا تھا کہ آفتاب طلوع ہو گیا تو سجدۂ سہو ساقط ہو گیا اگر جمعہ کی نماز اور عیدین کی نماز کا وقت بھی قریب الاختتام ہو تب بھی یہی حکم ہے یعنی وقت کی تنگی سے سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے۔

اسی بنا پر یہ مسئلہ ہے کہ اگر مسبوق نے اپنی نماز بچانے کے لئے امام کے ساتھ سجدۂ سہو نہیں کیا اور اس کا یہ خیال ہے کہ اگر میں سجدۂ سہو کروں گا تو نماز جاتی رہے گی مثلاً نماز فجر میں آفتاب طلوع ہو جائے گا یا جمعہ کی نماز میں عصر کا وقت آجائے گا یا موزے پر مسح کی مدت گزر جائے گی تو ان تینوں صورتوں میں امام کے ساتھ سجدۂ سہو نہ کرنے میں کچھ کراہت نہیں۔

1۔ در مختار جلد 2 صفحہ 563   2۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 130

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سجدۂ تلاوت کا بیان

سجدۂ تلاوت کی حقیقت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ جب کلام مجید کی کوئی ایسی آیت پڑھی جاتی ہے جس کو سن کر اور پڑھ کر سجدہ کرنا واجب ہے اور مسلمان ایسی آیت پڑھ کر یا سن کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان اپنے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور بصد افسوس یہ کہتا ہے کہ ہائے میری بدبختی میں یہ دیکھتا ہوں کہ ابن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا اور وہ نہایت اطاعت شعاری کے ساتھ اس حکم کی تعمیل بجالایا مگر میں نے اس حکم کی تعمیل نہ کی اور میرے لئے دوزخ ہے۔(1)

اس حدیث سے سجدۂ تلاوت کی فضیلت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے۔ رہی سجدۂ تلاوت کی حقیقت تو اس کے متعلق امام شیخ عبدہ مصری اپنی کتاب فضیلۃ الصلوۃ میں لکھتے ہیں کہ:

سجدہ خواہ کسی قسم کا ہو وہ اظہار عبودیت کا آخری درجہ ہے، یہ وہ مقام ہے جب کہ انسان اپنی روح، اپنے دل، اپنی تمام قوتوں، اپنے تمام جذبات اور اپنی تمام خواہشوں کے ساتھ حضرت حق جل وعلا شانہ کے آگے جھک جاتا ہے وہ جسے اس نے بلند کیا۔ اس کی ہر مخلوق کے آگے بلند ہو کر اسی کے حضور میں جھکایا جاتا ہے۔ زیادہ عام فہم انداز میں یوں سمجھئے کہ اگر کسی عاجز بندہ نے سجدہ کیا تو اس نے گویا اپنے رب کے حضور میں اپنی عاجزی و تذلل وانکسار کو ظاہر کیا اور باری تعالیٰ کی عظمت وجلالت کو تسلیم کیا۔ ذرا غور کیجئے اور اپنی بصیرت سے کام لیجئے کہ اس انداز اطاعت میں کیسی شان عبودیت پنہاں ہے، اس کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں، جن کو خدا نے حقیقی جذبۂ اطاعت اور پاکیزہ روح عطا فرمائی۔

جس وقت بندہ بارگاہ کبریائی میں سجدہ ریز ہوتا ہے۔ اس وقت باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے کہ اے بندے! ہمیں تیرا یہ انداز اطاعت اور شان عبودیت بہت پسند

1۔ سنن ابن ماجہ جلد 1 صفحہ 559، دارالکتب العلمیہ بیروت۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔ مجھے عارف کامل جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ یاد ہے کہ جب ان سے کسی نے پوچھا کہ نماز میں سجدے کی شرائط کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے لئے تو یہ پیشانی اور ناک زمین سے مس ہو جائے اور ہمارے لئے یہ کہ جب ایک بار سجدہ میں گر جائے تو پھر دوبارہ زمین سے نہ اٹھے۔ اللہ اللہ! سجدہ کے ذریعہ کس قدر شان عبودیت کا اظہار ہوتا ہے۔

میں جہاں تک سجدہ کی حقیقت پر غور کرتا ہوں، میرے نزدیک اظہار اطاعت کا یہ بہترین ذریعہ ہے اور میں صداقت کے ساتھ کہتا ہوں کہ اسلام کے معنی اطاعت حق کے سوا اور کچھ نہیں ہیں پس مسلمانو! سن لو کہ اسلام کا زبانی اور رسمی دعویٰ ہیچ اور بے قدر ہے جب تک عمل سے اطاعت ثابت نہ ہو۔ میں اسلام کا دعویٰ کرنے والوں سے کہتا ہوں کہ اگر حقیقت میں تمہارا دعویٰ صحیح ہے تو اس کا عملی ثبوت دینا چاہیے اور وہ یہی ہو سکتا ہے کہ ہر کام میں حق تعالیٰ کی رضامندی کو سامنے رکھا جائے۔ اگر ہمارے طرز عمل سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی تو ہمیں یقین کر لینا چاہیے کہ ہمارا دعویٰ بے حقیقت ہے اور ہم اس دعویٰ کے ساتھ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

سجدۂ تلاوت کا حکم

جاننا چاہیے کہ سجدۂ تلاوت حنفیہ کے نزدیک واجب ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ سجدۂ تلاوت ہر مسلمان عاقل اور بالغ پر پڑھنے اور سننے سے واجب ہو جاتا ہے (کبیری) پس کافر پر، دیوانہ پر، نابالغ پر، حیض ونفاس والی عورت پر نہ پڑھنے سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے اور نہ سننے سے۔ ہاں اگر ان کے منہ سے کوئی دوسرا عاقل اور بالغ مسلمان سنے تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔ اس کے واجب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ سجدہ کی آیت رواں پڑھی جائے۔ اگر ہجاء کے ساتھ پڑھی جائے گی تو نہ پڑھنے والے پر سجدہ واجب ہوگا اور نہ سننے والے پر۔ (1)

سجدہ کی آیت خواہ کسی زبان میں پڑھی جائے جیسے عربی، فارسی اور اُردو وغیرہ میں بہرحال پڑھنے والے پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے اور سننے والے پر اس وقت واجب ہوتا ہے

1۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 132۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہ اس کو کوئی شخص بتادے کہ یہ سجدہ کی آیت ہے۔ اسی طرح عربی نہ جاننے والے بھی اس وقت تک معذور ہیں جب تک ان کو معلوم نہ ہو۔(1)

سجدۂ تلاوت کا طریقہ

اگر نماز سے خارج سجدۂ تلاوت واجب ہوا ہے۔ یعنی خارج از نماز تلاوت کرتے وقت تو اس صورت میں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سیدھا کھڑا ہو کر ہاتھ اٹھائے ہوئے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے اور سجدہ میں تسبیح پڑھ کر اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے۔ اس ترکیب سے سجدۂ تلاوت کی سنتیں اور مستحب امور بھی آجاتے ہیں۔ سجدۂ تلاوت میں دو تکبیریں سنت اور دو قیام مستحب ہیں۔ یہ طریقہ اس وقت ہے کہ جب سجدہ خارج از نماز واجب ہوا ہو اور اگر سجدہ نماز میں ہی واجب ہوا ہے تو سجدۂ تلاوت کی آیت تلاوت کرتے ہی فوراً اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں چلا جائے اور تین مرتبہ تسبیح پڑھ کر اللہ اکبر کہتا ہوا اٹھ جائے۔

اگر پڑھنے والا ایک اور سننے والے کئی ہوں تو مستحب طریقہ یہ ہے کہ تلاوت کرنے والا آگے اور سننے والے اس کے پیچھے صف باندھ کر سجدہ کریں۔ یہ بھی مستحب ہے کہ سامعین قاری سے پہلے سر نہ اٹھائیں۔ اگر کسی نے بھی اس کے خلاف کیا یعنی قاری کی متابعت نہیں کی اور اپنی جگہ پر سجدہ کر لیا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، بہرحال سجدہ ادا ہو گیا۔

اگر کسی نے بیٹھ کر سجدہ کر لیا یعنی قیام نہیں کیا نہ اللہ اکبر کہا اور نہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھا تب بھی سجدہ ہو جائے گا مگر ایسا کرنا نہیں چاہیے کیونکہ یہ طریقہ حضور سرور کائنات ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے خلاف ہے۔ دوسرے اس میں سہولت پسندی بھی پائی جاتی ہے جو شان عبودیت کے خلاف ہے۔

اگر کوئی شخص تنہا سجدہ کرے تو سنت یہ ہے کہ تکبیر اتنی آواز سے کہے کہ خود سن لے اور دوسرے بھی سن سکیں۔ اگر تکبیر آہستہ سے کہی تب بھی سجدہ ہو جائے گا۔

1۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 133

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سجدۂ تلاوت میں پڑھنے کی دعا

سجدۂ تلاوت میں عام طور پر وہی معروف سجدہ کی تسبیح پڑھی جاتی ہے۔ یعنی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی اس کے علاوہ نسائی، ابوداؤد، ترمذی اور حاکم وغیرہ نے ایک اور دعا بھی روایت کی ہے۔ اور وہ یہ ہے:

سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ

''یعنی میرے چہرے نے اس ذات کے لئے سجدہ کیا جس نے اس کو پیدا کیا اور صورت دی، کان اور آنکھیں کھولیں اپنی قدرت اور طاقت سے''۔(1)

اس دعا کو کئی مرتبہ پڑھے مگر طاق مرتبہ اس کے علاوہ دو ایک دعائیں اور بھی آئی ہیں جن کو ہم بخوف طوالت نظر انداز کرتے ہیں۔ البتہ ایک دعا ضرور لکھ دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص نے حضور سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آج میں نے خواب دیکھا کہ گویا ایک درخت کے نیچے نماز پڑھتا ہوں اور جب میں نے سجدہ کیا تو اس درخت نے بھی سجدہ کیا اور یہ دعا پڑھی۔

اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِیْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَضَعْ عَنِّیْ بِهَا وِزْرًا وَّ اجْعَلْهَا لِیْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ

''یعنی اے میرے اللہ! میرے لیے اپنے پاس اس سجدہ کے سبب سے ثواب لکھ اور مجھ سے اس کے سبب گناہوں کا بوجھ دور رکھ اور اس کو میرے لیے اپنے پاس ذخیرہ کر اور اس کو مجھ سے قبول فرما جیسے تو نے اس کو اپنے بندے داؤد علیہ السلام سے قبول کیا''۔(2)

سجدۂ تلاوت میں '' سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' پڑھنا کافی ہے لیکن وہ دعائیں جو آنحضرت ﷺ سے سجدہ میں پڑھنا ثابت ہوئی ہیں، ان کا پڑھنا بھی افضل ہے۔ بعض

1۔ سنن نسائی جلد 1 صفحہ 169　　2۔ سنن ترمذی جلد 2 صفحہ 473

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

علماء نے کہا ہے کہ سجدۂ تلاوت میں اس آیت کا پڑھنا بہت ثواب ہے۔

سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنۡ كَانَ وَعۡدُ رَبِّنَا لَمَفۡعُوۡلًا ﴿۱۰۸﴾ (الاسراء)

اگر ان میں سے کچھ بھی نہ پڑھے محض سجدہ کرلے تب بھی جائز ہے۔

سجدہ کی آیتیں

سارے قرآن مجید میں سجدہ کی چودہ آیتیں ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی چودہ آیتیں ہیں مگر فرق یہ ہے کہ ان کے نزدیک سجدہ سورۂ ''ص'' کی جگہ دوسرا سجدہ سورۂ ''حج'' کا ہے۔ سورۂ ''ص'' میں ان کے نزدیک سجدہ مؤکدہ نہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گیارہ سجدے ہیں ان کے نزدیک سورۂ ''نجم'' اور اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ﴿۱﴾ (انشقاق) میں اور اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ (علق:1) میں سجدہ نہیں لہٰذا چودہ میں سے تین نکالنے کے بعد صرف گیارہ سجدے رہ گئے۔

ہمارے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چودہ سجدے یہ ہیں:

1۔ سورۂ اعراف کی آخری آیت:

اِنَّ الَّذِيۡنَ عِنۡدَ رَبِّكَ لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوۡنَهٗ وَلَهٗ يَسۡجُدُوۡنَ ﴿۲۰۶﴾ (اعراف)

''جو لوگ پاس ہیں تیرے رب کے بڑائی نہیں کرتے اس کی بندگی سے اور یاد کرتے ہیں اس کی پاک ذات کو اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں''۔

2۔ سورۂ رعد کی یہ آیت:

وَلِلّٰهِ يَسۡجُدُ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّكَرۡهًا وَّظِلٰلُهُمۡ بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ (الرعد)

''اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی ہے آسمانوں اور زمین میں خوشی سے اور زور سے اور ان کے سائے صبح اور شام''۔

3۔ سورۂ نحل کی یہ آیت:

وَلِلّٰهِ يَسۡجُدُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ مِنۡ دَآبَّةٍ وَّالۡمَلٰۤئِكَةُ وَ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ (النحل)

"اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے جانداروں سے اور فرشتے اور وہ بڑائی نہیں کرتے"۔

4۔ سورۂ بنی اسرائیل کی یہ آیت:

اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّ یَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾

"بے شک وہ لوگ جنہیں دیا گیا ہے علم اس سے پہلے جب اسے پڑھا جاتا ہے ان کے سامنے تو گر پڑتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے اور کہتے ہیں (ہر عیب و نقص سے) پاک ہے ہمارا رب۔ بلاشبہ ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے اور گر پڑتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل گریہ وزاری کرتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے (خضوع و خشوع) کو بڑھا دیتا ہے"۔ (سورۂ بنی اسرائیل) (ضیاء القرآن)

5۔ سورۂ مریم کی یہ آیت:

اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِیًّا ﴿۵۸﴾ (سورۂ مریم)

"جب تلاوت کی جاتی ہیں ان پر آیتیں رحمٰن کی گر تے ہیں سجدے کرتے اور روتے"۔

6۔ سورۂ حج کی یہ آیت:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَ الدَّوَآبُّ وَ كَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَ كَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْهِ الْعَذَابُ ؕ وَ مَنْ یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ﴿۱۸﴾ (سورۃ الحج)

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو سجدے کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج، چاند، تارے، پہاڑ، درخت، جانور اور بہت آدمی اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن پر عذاب مقرر ہو چکا ہے۔ اور جس کو اللہ ذلیل

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔ اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے"۔

7۔ سورۂ فرقان کی یہ آیت:

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَ مَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا ۩ (سورۃ الفرقان)

"اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ سجدہ کرو رحمٰن کو، کہیں رحمٰن کیا ہے۔ کیا سجدہ کرنے لگیں گے ہم جس کو تو فرمائے گا اور بڑھاتا ہے ان کا سرکشی کرنا۔

8۔ سورۃ النمل کی یہ آیت:

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ۝ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۩ (سورۃ النمل)

"کیوں نہ سجدہ کریں وہ اللہ کو جو نکالتا ہے چھپی چیز آسمانوں میں اور زمین میں اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو۔ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں جو عرش عظیم کا رب ہے"۔

9۔ سورۂ سجدہ کی یہ آیت:

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ (سورۃ سجدہ)

"ہماری آیتوں کو وہ مانتے ہیں کہ جب ان کو یاد دلایا جاتا ہے تو گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے رب کی خوبیوں سے اور وہ بڑائی نہیں کرتے"۔

10۔ سورۂ ص کی یہ آیت:

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ قَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَ ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ ﴿۲۴﴾ (سورۂ ص)

"داؤد نے فرمایا بے شک یہ تجھ پر زیادتی کرتا ہے کہ تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کو مانگتا ہے اور بے شک اکثر ساجھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور وہ بہت تھوڑے ہیں اب داؤد سمجھا کہ ہم نے یہ اس کی جانچ کی تھی تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا"۔

11۔سورۂ حم السجدہ کی یہ آیت:

وَ مِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَ النَّهَارُ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ هُمْ لَا یَسْـٴَـمُوْنَ ﴿۳۸﴾ (سورۃ حم السجدہ)

"رات، دن، سورج اور چاند اللہ کی قدرت کے نمونے ہیں۔ سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو۔ اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان کو بنایا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو پھر اگر وہ غرور و تکبر کریں تو جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں رات دن اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور وہ نہیں تھکتے"۔

12۔سورۃ النجم کی یہ آیت:

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ (سورۃ النجم)

"سو سجدہ کرو اللہ کے آگے اور عبادت کرو اس کی"۔

13۔سورۂ انشقاق کی یہ آیت:

وَ اِذَا قُرِئَ عَلَیْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا یَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ (سورۃ الانشقاق)

"اور جب پڑھا جاتا ہے ان پر قرآن کو تو سجدہ نہیں کرتے"۔

14۔سورۃ العلق کی یہ آیت:

لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾ (سورۃ العلق)

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"اور سجدہ کر اور نزدیک ہو"۔

سجدہ کی چودہ آیتیں ہیں ان میں سے کسی آیت کو سن کر اور پڑھ کر ہر حال میں سجدہ واجب ہو جاتا ہے خواہ قصداً سنے یا بلا قصد۔ سجدہ واجب ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ پوری آیت پڑھی جائے بلکہ صرف وہ لفظ جس میں سجدہ کا مادہ موجود ہے۔ اس کے ساتھ اس کے قبل یا بعد کا کوئی لفظ ملا کر پڑھنا کافی ہے۔

احکام ومسائل

اگر کسی نے سجدہ کی آیت اتنی آواز سے پڑھی کہ سننے میں کوئی تکلیف نہیں ہوسکتی، مگر شور وغل یا بہرہ ہونے کی وجہ سے آواز نہیں آئی اور کسی دوسرے آدمی نے یہ کہا کہ سجدۂ آیت پڑھی گئی ہے تو سجدہ واجب ہو گیا اور اگر محض ہونٹ ہلے اور آواز پیدا نہیں ہوئی تو سجدہ واجب نہ ہوا۔

1۔ اگر کسی نے سجدہ کی آیت پڑھی لیکن کسی دوسرے نے نہیں سنی تو سجدہ واجب نہیں ہوا اگر امام نے سجدہ کی آیت پڑھی مگر سجدہ نہیں کیا تو مقتدی کو بھی سجدہ نہ کرنا چاہیے کیونکہ امام کی متابعت ضروری ہے۔ اگرچہ صاف طور پر سجدہ کی آیت سنی ہو۔

2۔ ایک شخص خارج از نماز تلاوت قرآن کر رہا تھا اس نے سجدہ کی آیت پڑھی اور ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اس نے بھی سجدہ کی آیت سن لی تو اس نمازی پر سجدہ واجب ہو گیا اسے چاہیے کہ نماز سے فارغ ہو کر پھر سجدہ کرے۔ اگر نماز میں ہی سجدہ کرے گا تو کافی نہ ہوگا۔ دوبارہ سجدہ کرنا پڑے گا مگر نماز فاسد نہ ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ جو سجدہ کی آیت بحالت نماز خارج سے سنی جائے گی تو خارج ہی میں سجدہ کرنا چاہیے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر اس نمازی نے تلاوت کرنے والے کے ساتھ ہی اس کی اتباع کی نیت سے نماز میں سجدہ کیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

3۔ ایک شخص سجدہ کی آیت پڑھ کر نماز میں شامل ہو گیا تو اس سے سجدہ ساقط ہو گیا۔

4۔ اگر کسی شخص نے خارج از نماز سجدہ کی آیت پڑھی تو فوراً سجدہ کرنا واجب نہیں۔ کچھ دیر بعد بھی کر سکتا ہے۔ مگر بہتر یہی ہے کہ فی الفور سجدہ کرے تاکہ بھول نہ جائے اور اگر وضو نہ ہو

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یا کوئی ضروری کام درپیش ہو۔ غسل کی حاجت ہو تو پھر مجبوراً سجدہ میں تاخیر کرنی پڑے گی کسی دوسرے وقت سجدہ کر لے۔ اگر سجدہ کی آیت سننے کے بعد کوئی شخص فی الفور سجدہ نہ کر سکے تو تلاوت کرنے والے کو اور سجدہ سننے والے کو یہ کہہ لینا مستحب ہے۔

سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ (بقرہ)

مسئلہ: اگر کوئی مقتدی بحالت اقتداء کوئی سجدہ کی آیت تلاوت کرے تو یہ اس پر سجدہ واجب ہے نہ امام پر اور نہ مقتدیوں پر۔ ہاں اگر کوئی بیرونی شخص مقتدی کی آیت سن لے گا تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔ (1)

مسئلہ: اگر کسی بیرونی آدمی نے امام سے سجدہ کی آیت سنی اور امام اس وقت پہلی رکعت میں تھا مگر اس شخص نے اسی نماز کی دوسری رکعت میں آکر اقتداء کی تو اس کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ سجدہ خارج از نماز سن کر واجب ہوا ہے۔ خارج ہی میں کرنا چاہیے اور اگر اس نے پہلی رکعت میں آکر اقتداء کی اور امام نے اس وقت تک سجدہ نہ کیا ہو تو امام کے ساتھ سجدہ کرے۔ اگر امام سجدہ کر چکا ہو تو اس سے سجدہ ساقط ہو گیا نہ نماز کے اندر سجدہ کرے نہ نماز سے باہر۔ (2)

مسئلہ: ایک نمازی پر نماز کے اندر سجدہ واجب ہوا مگر سہواً یا قصداً سجدۂ تلاوت نہ کیا، تو پھر نماز سے باہر سجدہ نہ کرے کیونکہ جو سجدہ نماز کے اندر واجب ہوتا ہے۔ اس کے ادا کرنے کا محل نماز ہی ہے۔ نماز سے باہر قضا نہیں ہو سکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کا سجدہ نماز کا جزو ہے۔ جو شخص قصداً ترک کرے گا وہ گنہ گار ہوگا اس کی تلافی توبہ استغفار سے کرنی چاہیے۔ (غایۃ الاوطار)

مسئلہ: سوتے ہوئے یا نشہ والے آدمی سے اگر سجدہ کی آیت سنی جائے تو بھی سجدہ واجب ہوتا ہے بلکہ خود سونے والے اور نشہ والے پر بھی سجدہ واجب ہے۔ بشرطیکہ اس کو سجدہ کی آیت تلاوت کرنے کی اطلاع دی جائے۔ (3)

1۔ شرح وقایہ جلد 1 صفحہ 230 ‏ 2۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 133

3۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 132

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسئلہ: اگر کسی نے نماز کے اندر سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ کرنے سے پہلے نماز کسی وجہ سے فاسد ہو گئی تو اب یہ نماز کا سجدہ نہ رہا۔ نماز فاسد ہونے کے بعد تلاوت کا سجدہ ہو گیا لہٰذا خارج از نماز سجدہ کرنا واجب ہے۔(1)

چند سجدوں کی بجائے ایک سجدہ کافی ہونے کا بیان

چند سجدوں کی بجائے ایک سجدہ اس وقت کافی ہے جبکہ سجدہ کی آیت ایک ہی ہو اور اسی کو ایک مجلس میں بار بار پڑھا جائے۔ یعنی چند سجدوں کی بجائے صرف ایک سجدہ اس وقت کافی ہے جب کہ سجدہ کی آیت اور اس کی تلاوت کی جگہ ایک ہو۔ اگر آیت یا جگہ کا اختلاف ہوگا تو جتنی دفعہ مختلف آیتیں پڑھی جائیں گی۔ اتنی دفعہ ہی سجدے واجب ہوں گے اس کو پھر دوبارہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں سجدہ کی ایک آیت کوئی دفعہ پڑھا یا سنا تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اگرچہ اس مجلس میں کئی آدمیوں سے اس آیت کو سنا ہو۔

ہاں اگر پڑھنے والے نے کئی مجلسوں میں ایک آیت بار بار پڑھی اور سننے والے کی مجلس نہ بدلی تو پڑھنے والا جتنی مجلسوں میں پڑھے گا اس پر اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے اور سننے والے پر صرف ایک سجدہ واجب ہوگا۔

اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں آیت سجدہ پڑھی یا سنی اور سجدہ کر لیا اور پھر اسی مجلس میں وہی آیت پڑھی یا سنی تو اب دوبارہ سجدہ کرنا واجب ہوگا۔ وہی پہلا سجدہ کافی نہیں ہے، اگر مجلس میں چند بار آیت پڑھی یا سنی اور آخر میں اتنی ہی دفعہ سجدے کرنا چاہے تو یہ خلاف مستحب ہے۔ بہتر یہ ہے کہ صرف ایک ہی دفعہ سجدہ کر لے۔

مجلس کس طرح بدلتی ہے؟

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں سجدہ کی ایک آیت کو کئی دفعہ پڑھا یا سنا تو اس پر ایک ہی سجدہ واجب ہوتا ہے اور اگر پڑھنے والے نے کئی مجلسوں میں بار بار ایک آیت کو پڑھا اور سننے والے کی مجلس نہ بدلی تو پڑھنے والا جتنی مجلسوں میں پڑھے گا

1۔ درمختار جلد 2 صفحہ 586

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس پر اتنے سجدے واجب ہوں گے اور سننے والے پر ایک سجدہ واجب ہوگا اور اگر پڑھنے والا ایک مجلس میں بار بار پڑھتا ہے۔ مگر سننے والے کی مجلس بدلتی رہے تو پڑھنے والے پر ایک سجدہ واجب ہوگا اور سننے والے پر مجلسوں کی تعداد کے مطابق سجدے واجب ہوں گے۔

اب اس بات کو سمجھ لیجئے کہ مجلس کس طرح بدلتی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دو لقمہ کھانے یا ایک دو گھونٹ پانی پینے یا کھڑے ہونے یا ایک دو قدم چلنے یا سلام کا جواب دینے یا بات چیت کرنے یا مکان کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ میں چلے جانے سے مجلس نہیں بدلتی یعنی مجلس بدلنے کے حکم میں مذکورہ بالا باتیں داخل نہیں بلکہ مجلس بدلنے کے لئے اہم و نمایاں تغیر کی ضرورت ہے۔

مثلاً ایک بڑا محل ہے جس کے مختلف اور علیحدہ علیحدہ کچھ فاصلے سے متعدد کمرے اور حصے ہیں، ایسے محل کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ میں چلے جانے سے مجلس بدل جاتی ہے اگر معمولی مکان ہے تو نقل و حرکت سے مجلس نہ بدلے گی۔

اگر کوئی شخص کشتی میں سفر کر رہا ہے اور وہ چل رہی ہے تو نقل و حرکت سے مجلس نہ بدلے گی میرے خیال میں ریل کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔

اگر کوئی شخص جانور پر سوار ہے اور وہ چل رہا ہے تو مجلس بدل رہی ہے نیز تین لقمے کھانے، تین گھونٹ پینے، تین کلمے بولنے، تین قدم میدان چلنے، کچھ خرید و فروخت کرنے اور کچھ دیر لیٹ کر سو جانے سے مجلس بدل جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص سواری پر نماز پڑھ رہا ہے۔ اور کوئی دوسرا آدمی بھی اس کے ہمراہ سوار ہے یا وہ کسی دوسری سواری پر چل رہا ہے مگر نماز میں مشغول نہیں ہے تو ایسی حالت میں اگر سجدہ کی آیت بار بار پڑھی جائے تو اس سے پڑھنے والے پر ایک سجدہ واجب ہوتا ہے اور ساتھ چلنے والے پر اتنے سجدے واجب ہوتے ہیں جتنی دفعہ وہ سجدے کی آیت کو سنے۔

کسی مجلس میں دیر تک بیٹھنے اور تسبیح و تقدیس، درس و تدریس اور وعظ و تلقین میں مشغول رہنے سے مجلس نہیں بدلتی۔ ہاں اگر اس عرصہ میں اگر کوئی دنیاوی کام کیا مثلاً کوئی شخص کپڑا سینے میں مشغول ہو گیا تو مجلس بدل گئی۔ اسی طرح اگر کوئی عورت کچھ دیر تک تسبیح و تقدیس میں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مشغول رہی پھر اس نے اپنے بچہ کو دودھ پلایا تو مجلس بدل گئی۔

اگر کسی نے نماز سے باہر سجدے کی آیت تلاوت کی اور سجدہ کرنے کے بعد پھر نماز شروع کی اور نماز میں پھر وہی سجدے کی آیت پڑھی تو دوبارہ سجدہ کرنا چاہیے۔ اگر پہلے سجدہ نہیں کیا تھا تو یہ سجدہ جو نماز میں کیا ہے باہر کے سجدے کا قائم مقام ہو جائے گا بشرطیکہ آیت پڑھنے اور نماز کے درمیان کوئی اجنبی فعل فاصل نہ ہوا۔ اور اگر پہلے بھی سجدہ نہ کیا تھا اور اب بھی نہیں کیا یعنی نماز میں بھی سجدۂ تلاوت نہیں کیا تو اب دونوں سجدے ساقط ہو گئے۔ لیکن جس نے قصداً ایسی کوتاہی کی وہ گناہ گار ہوگا اسے توبہ کرنی چاہیے۔

اگر کسی نے ایک رکعت میں بار بار سجدہ کی آیت پڑھی تو اس کے لئے ایک ہی سجدہ کافی ہے خواہ کئی دفعہ پڑھ کر سجدہ کیا یا صرف ایک دفعہ پڑھ کر سجدہ کیا۔ اگر کسی نے ایک نماز کی تمام رکعتوں میں وہ آیت پڑھی تو سب کے لئے ایک سجدہ کافی ہے۔

اگر کسی نے نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ کر لیا اور سلام پھیرنے کے بعد پھر وہی آیت پڑھی تو اگر اس نے کلام نہیں کیا تھا، تو وہی نماز والا سجدہ جو پہلے نماز میں کر چکا ہے اس دوسرے سجدہ کا بھی قائم مقام ہو جائے گا۔ دوبارہ سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر سلام پھیرنے کے بعد کچھ کلام کر لیا تھا تو دوبارہ سجدہ کرنا چاہیے۔ تیسری صورت اسی مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر نماز میں سجدہ نہیں کیا تھا اور سلام پھیرنے کے بعد پھر وہی آیت پڑھی تو اندرون نماز کا سجدہ ساقط ہو گیا۔ یعنی صرف ایک سجدہ کرنا چاہیے۔

مسئلہ: اگر مجلس میں سجدہ کی چند آیتیں پڑھی گئیں تو اتنے ہی سجدے کرنے چاہئیں۔ ایک سجدہ کافی نہیں۔

متفرق ھدایات: اگر سجدہ کی آیت پڑھنے کے بعد فوراً نماز کا سجدہ کر لیا تو اگرچہ سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کی ہو تا ہم سجدہ ہو گیا۔ اگر سجدہ کی آیت سورت کے درمیان میں ہے تو افضل یہ ہے کہ اسے پڑھ کر سجدہ کرے۔ اگر سجدہ کی ایک آیت پر سورت ختم ہے اور آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا تو سجدہ سے اٹھنے کے بعد دوسری اگلی سورت کی کچھ آیتیں پڑھ کر رکوع کرنا چاہیے۔ اگر دوسری صورت کی آیتیں پڑھے بغیر رکوع کر لیا تب بھی جائز ہے، اس میں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کوئی حرج نہیں۔ اگر سجدہ کی آیت کے بعد سورت کے ختم ہونے میں دو تین آیتیں باقی ہیں تو چاہے فوراً رکوع کر دے یا سورت ختم کرنے کے بعد کرے، دونوں طرح جائز ہے۔ اگر تلاوت کے بعد امام رکوع میں گیا اور سجدہ کی نیت کر لی اور مقتدیوں نے نہیں کی تو مقتدیوں کا سجدہ نہیں ہوا۔ لہٰذا امام جب سلام پھیرے تو مقتدی سجدہ کر کے قعدہ کریں اور سلام پھیریں اس قعدہ میں تشہد واجب ہے۔ اور اگر قعدہ نہیں کیا تو نماز فاسد ہو گئی۔ مگر یاد رہے کہ یہ حکم جہری نماز کے متعلق ہے۔ سری نماز میں چونکہ مقتدی کو علم نہیں ہوتا لہٰذا وہ معذور ہے اور اگر امام نے رکوع سے سجدۂ تلاوت کی نیت نہیں کی تو اسی سجدہ نماز سے مقتدیوں کا بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا اگرچہ نیت نہ کی ہو۔ اس صورت میں امام کو چاہیے کہ رکوع میں سجدہ کی نیت نہ کرے۔ کیونکہ اگر مقتدیوں نے نیت نہیں کی تو ان کا سجدہ ادا نہیں ہو گا۔

اگر جہری نماز میں امام نے سجدہ کی آیت پڑھی تو سجدہ کرنا بہتر ہے یعنی قیام سے بغیر رکوع کیے ہوئے سجدہ میں چلا جائے۔ اگر سری نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی تو امام کو رکوع کرنا بھی مناسب ہے تاکہ مقتدیوں کو غلط فہمی نہ ہو جائے۔

اگر امام نے سجدۂ تلاوت کیا اور مقتدیوں کو رکوع کا گمان ہوا اور وہ رکوع میں چلے گئے تو رکوع توڑ کر سجدہ کریں۔ اگر رکوع کے بعد سجدہ کر لیا تب بھی جائز ہے۔ اگر رکوع کے بعد دو سجدے کیے تو ان کی نماز فاسد ہو گئی از سر نو نماز پڑھنی چاہیے۔

سجدۂ تلاوت کے بھول جانے کا حکم

اگر کوئی نمازی سجدۂ تلاوت کرنا بھول گیا اور رکوع یا سجدہ یا قعدہ میں اسے یاد آیا تو بہتر یہ ہے کہ فوراً سجدہ کرے اور جس رکن میں تھا اس کی طرف عود کرے۔ مثلاً اگر وہ رکوع میں تھا تو سجدہ کرنے کے بعد رکوع کرے۔ اگر رکن کا اعادہ نہ کیا تب بھی نماز ہو گئی۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ رکن کا اعادہ کر لیا جائے۔

اگر کسی نے سجدہ کی ایک آیت پڑھی اور پھر اسی جگہ کسی دوسرے آدمی سے وہی آیت سنی تو اس پر ایک ہی سجدہ واجب ہوا (غایۃ الاوطار)

اگر ایک شخص نے سجدہ کی ایک آیت کو آتے جاتے دونوں وقت پڑھا اور سننے والے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نے ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے سنا تو پڑھنے والے پر دو سجدے واجب ہو گئے اور سننے والے پر ایک کیونکہ پڑھنے والے کا مکان بدل گیا اور سننے والے کا مکان ایک ہی رہا۔

اگر کوئی شخص ایک ہی جلسہ میں سارا قرآن پڑھ لے تو اس پر چودہ سجدے واجب ہوں گے۔ ساری سورت پڑھنا اور سجدہ کی آیت کو قصداً چھوڑ دینا مکروہ ہے۔

اگر امام، شافعی ہو، اور مقتدی، حنفی اور شافعی امام سجدہ کی وہ آیت تلاوت کرے جو حنفیہ کے نزدیک آیت سجدہ نہیں ہے تو متابعت امام کی وجہ سے مقتدی حنفی بھی سجدہ کرے ہاں اگر نماز سے باہر مذکورہ آیت سنے تو سجدہ نہ کرے (غایۃ الاوطار) یہی حکم مالکی امام کا بھی ہے۔

اقتداء کی حالت میں وجوب سجدہ کی ایک شرط یہ ہے کہ امام سجدہ کرے۔ چنانچہ اگر حنفی امام بھی سجدہ نہ کرے تو مقتدی پر بھی سجدہ نہیں ہے۔ خواہ مقتدی نے امام کی تلاوت کردہ آیت کو سنا ہو یا نہ سنا ہو۔

اگر کسی نے نماز کے اندر سجدہ کی آیت تلاوت کی تو فوراً سجدہ کرنا چاہیے۔ اس صورت میں تاخیر کرنا مکروہ تحریمی ہے اور نماز سے باہر جو سجدہ واجب ہوا ہے تو اس میں تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (غایۃ الاوطار)

سجدہ کی آیت پڑھنے والے پر اس وقت سجدہ واجب ہوتا ہے جب کہ وہ نماز کا اہل ہو۔ اگر وہ نماز کا اہل نہیں ہے تو اس پر سجدہ بھی واجب نہیں ہے۔ پس اگر کافر یا مجنون یا نابالغ یا حیض ونفاس والی عورت نے سجدہ کی آیت پڑھی تو ان پر سجدہ واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر مسلمان عاقل اور نماز کے اہل نے ان سے سجدہ کی آیت سنی تو اس پر سجدہ واجب ہے۔

اگر بے وضو شخص نے یا اس شخص نے جس پر غسل واجب تھا سجدہ کی آیت پڑھی تو اس پر بھی سجدہ واجب ہو گیا، وضو یا غسل کے بعد سجدہ کرنا چاہیے۔

اگر کسی عورت نے نماز میں سجدہ کی آیت تلاوت کی اور سجدہ نہیں کیا یہاں تک کہ حیض جاری ہو گیا تو اب اس پر سے سجدہ ساقط ہو گیا اب اسے سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

سجدۂ شکر کا بیان

جس وقت کوئی نعمت انسان کو حاصل ہو یا کوئی مصیبت اور تکلیف سر سے ٹل جائے تو

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سجدۂ شکر کرنا چاہیے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدۂ شکر مکروہ ہے اس کے کرنے والے کو نہ ثواب ملتا ہے اور نہ ترک کرنے والے کو عذاب۔ مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اور اس کی ہیئت وہی ہے جو سجدۂ تلاوت کی ہے (1)۔

سجدۂ شکر کے لئے صرف ایک سجدہ کیا جاتا ہے اور کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھا جاتا ہے اوقات مکروہہ میں سجدۂ شکر نہ کرنا چاہیے۔

اکثر لوگ بلاسبب محض عادۃً سجدہ کیا کرتے ہیں۔ فقہاء نے اس کو مکروہ لکھا ہے۔ لہٰذا اس عادت کو ترک کر دینا چاہیے۔

امامت و جماعت

اسلام میں نماز ایک ایسی عبادت ہے جو انفرادی حیثیت سے بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن چونکہ اسلام کی فطرت نظام اجتماع ہے اور وہ دینی و دنیوی امور میں سختی کے ساتھ اطاعت امیر کی تاکید و ہدایت کرتا ہے۔ اسلام بتلاتا ہے کہ مسلمان بہترین امت ہیں وہ اقوام عالم کے رہبر ہیں اور دنیا میں ان کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے اتحاد و اتفاق کی قوت قاہرہ سے خدا کی حکومت و بادشاہت قائم کریں اور یہ مقصد عظیم اس وقت بحسن و خوبی سرانجام پاسکتا ہے جب کہ مسلمان اطاعت امیر کے عادی ہوں، اپنے امیر کے اشارہ پر اپنا جان و مال سب کچھ قربان کر دینے کے خوگر ہوں، اس لئے اسلام نے نماز باجماعت کی تاکید کی ہے۔

دنیاوی امور میں انقیاد امام کی روح سے جو قوت و کامیابی حاصل ہوتی ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور دنیا کی سمجھ دار قومیں اپنے ڈکٹیٹروں کے ذریعے جن قوتوں اور کامیابیوں کا مظاہرہ کر رہی ہیں ان کو ساری دنیا جانتی ہے۔

اسلام نے ہمیں تاکیدی حکم دیا ہے کہ ہم انفرادی حیثیت سے علیحدہ علیحدہ نماز نہ پڑھیں بلکہ ایک امام کے پیچھے سب مجتمع ہو کر پڑھیں۔ اپنے میں سے ایک امیر یا امام کا انتخاب کر کے اس کی اقتداء میں نماز پڑھیں تاکہ ان کی عبادت میں اجتماعیت کی شان پیدا

1۔ نورالایضاح صفحہ 114

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہواور مسلمانوں کو دن میں پانچ مرتبہ عملی طور پر اتحاد و اتفاق اور اطاعت و انقیادِ امام کا سبق ملتا رہے۔ اسلام نے اس چیز کو ترقی و کامیابی کا پہلا قدم بتلایا ہے۔

جماعت کی ضرورت پر اس سے زیادہ کسی لمبی چوڑی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ یہ لفظ خود اپنی خوبی، قوت، کامیابی اور شاندار اعمال کو ظاہر کر رہا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اتحاد اور قومی یگانگت کی زندہ تصویر جماعت میں نظر آتی ہے اور باہم ایک دوسرے کے ملنے ملانے سے وہ اہم قومی اغراض و مقاصد حاصل ہوتے ہیں جو قومی زندگی کے لئے لابد ہیں۔ ان اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے مغربی تہذیب نے کانفرنسوں، لیکچروں اور انجمنوں کا طریقہ ایجاد کیا ہے لیکن نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ سو سال پہلے ہی اپنی امت کو ان چیزوں سے بے نیاز کر دیا اور نماز باجماعت کا طریقہ ایجاد کر کے اتحاد قومی کی ایک بہترین سبیل پیدا کر دی۔

نماز اور اطاعت امیر

مسلمانوں کو دن میں پانچ مرتبہ اطاعت امیر کا عملی سبق دیا جاتا ہے اور ان کی عبادت میں اجتماعیت کی شان پیدا کی جاتی ہے۔ ذرا غور کیجئے! کہ اسلام نے عبادت کی بہترین صورت میں کس خوبصورتی کے ساتھ نظم اتحاد عمل اور اطاعت امیر کو قائم رکھا ہے۔ اس سے بڑھ کر اطاعت امیر کا اور کیا عملی سبق ہوگا۔ تمام دنیا کے مسلمان دن میں پانچ مرتبہ ایک امام کے پیچھے ہو کر اپنے حرکات و سکنات کو امام کی حرکات و سکنات کے تابع کر کے خدا کے حضور میں سجدہ ریز نظر آتے ہیں اور یہی چیز قومی زندگی کی اصل روح ہے۔

ہمارے اسلاف کی ترقی و کامیابی کا راز صرف اس امر میں مضمر تھا کہ وہ اپنے اندر اطاعت امیر کا مخلصانہ جذبہ رکھتے تھے۔ ہر مسلمان اپنے امیر کے حکم پر اپنی جان و مال کو فدا کرنا جانتا تھا اور ان کے تمام اعمال و افکار کا ایک مرکز تھا جہاں سے ان کے رگ و پے میں روح حیات دوڑتی تھی اور مسلمان خدا کی راہ میں اپنی جانیں ہنس ہنس کر فدا کر دیتے تھے چنانچہ اسلامی تاریخ اس قسم کے واقعات سے لبریز ہے۔

اسلام اپنے متبعین سے کہتا ہے کہ تمہاری بقا نظام اجتماع میں ہے اور اسی سے مسرت

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

افزاءحضارت اور حسین تمدن پیدا ہوتا ہے۔ اسلام نے اس چیز کا اس درجہ اہتمام و انتظام کیا ہے کہ اپنے تمام عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق و آداب میں اس کو ملحوظ رکھا اور اسلامی احکام کی روح رواں ٹھہرایا۔ چنانچہ اسلام نے اس کو عقائد میں "توحید" سے، عبادت میں "نماز باجماعت" سے اور سیاسیات میں "حاکم و محکوم کے درمیان رشتہ اتحاد اور اطاعت امیر" سے استوار و مستحکم ہے۔ کاش! مسلمان جماعت کے فوائد سے آگاہ ہوتے اور کما حقہ فائدہ اٹھاتے۔

قرآن و حدیث سے جماعت کا ثبوت

خدائے حکیم و بصیر نے مسلمانوں میں نظام اجتماع باقی رکھنے کے لئے حکم دیا ہے کہ وہ مسجدوں میں نماز باجماعت پڑھیں ارشاد ہوتا ہے: وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (بقرہ) "اور رکوع کیا کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ"۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھا کرو اس میں لفظ ارْكَعُوْا اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ یہود کی نماز میں رکوع نہیں تھا اور چونکہ رکوع میں انتہائی تواضع پائی جاتی ہے اس لئے تمام نماز پر رکوع کا لفظ لایا گیا ہے۔ اور الرّٰكِعِيْنَ سے مراد جماعت ہے پس مطلب یہ ہے کہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھا کرو۔

یہ زمانہ کج روی اور عقل پرستی کا ہے ممکن ہے کہ کوئی کہنے والا یہ کہے کہ اگر نماز میں جماعت کی اتنی ہی اہمیت ہوتی جتنی کہ ظاہر کی جاتی ہے تو چاہیے تھا کہ قرآن میں نماز باجماعت کا بالکل صاف اور واضح الفاظ میں حکم دیا جاتا۔ لیکن یہاں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ "رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ" اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت ہے کہ اس نے نہایت خوبصورتی سے ایک مفہوم کو ادا کر دیا اب اس کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جو زبان عربی سے واقفیت رکھتے ہوں۔

مقصود تو یہ تھا کہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھا کرو، اس مفہوم کو مذکورہ بالا الفاظ میں ادا کر کے مقصود اصلی کو پورا کر دیا۔ اب یہ کیا ضروری ہے کہ جماعت کے الفاظ بھی ہوتے جو لوگ اس قسم کا مطالبہ کرتے ہیں وہ اپنی کوتاہ فہمی، سطح النظری اور کم عقلی کا ثبوت دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں ہمیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسلام میں قرآن کے بعد حدیث کا درجہ ہے جو قرآن ہی کا جزو ہے۔ سنت کیا ہے؟ قرآن کریم کی تفصیل وتشریح بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے:

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوة الجماعة تفضل صلوة الفذ بسبع وعشرین درجة۔(1)

''ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جماعت کی نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ بڑھی ہوئی ہے''۔

اس حدیث میں صاف طور پر ''صلوٰۃ الجماعت'' کے الفاظ موجود ہیں گویا قرآن کریم سے معناً نماز باجماعت کا ثبوت ہوتا ہے اور حدیث سے لفظاً اور قرآن وحدیث دونوں سے مل کر نماز باجماعت کا قطعی طور پر ثبوت ہوگیا۔

جماعت کی تاکید

اسلام جس طرح دنیاوی امور میں انفرادی زندگی کو مسلمانوں کی موت بتلاتا ہے اسی طرح دینی امور یعنی عبادت میں بھی انفرادیت کو گوارا نہیں کرتا اور مسلمانوں کو ایک نظام کے ماتحت لانا چاہتا ہے اس چیز پر اسلام نے کتنا زور دیا ہے؟ اور کیونکر مسلمانوں میں اجتماعیت کی روح پھونکی ہے؟ سنئے:

عن عثمان بن عفان رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من ادرک الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجة وهو لایرید الرجعة فهو منافق

''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس شخص نے مسجد میں اذان پائی پھر وہ بغیر حاجت کے مسجد سے نکل گیا اور پھر واپس آنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس نے اذان سنی اور وہ مسجد میں آنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو اس کی نماز فاسد نہیں

1۔ بخاری شریف جلد 1 صفحہ 119۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مگر عذر کے ساتھ۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! مدینہ میں سانپ بچھو بکثرت ہیں اور میں نابینا ہوں کیا میرے لیے ترک جماعت کی رخصت ہے حضور نے فرمایا کہ کیا تم "حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة حَيَّ عَلَى الْفَلَاح" کی آواز سنتے ہو؟ کہا ہاں فرمایا تو بس تمہیں مسجد میں آ کر جماعت میں شامل ہونا چاہیے۔(1)

حضور ﷺ کے ان ارشادات عالیہ سے اندازہ لگائیے کہ آپ نے جماعت کی کس قدر تاکید کی ہے اور مسلمانوں کو کیونکر عبادات میں اجتماعی زندگی کا سبق پڑھایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں اور جب لکڑیاں جمع ہو جائیں تو نماز کا حکم دوں اور اس کے لئے اذان کہی جائے پھر میں ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوئے، ان کے گھروں میں آگ لگا دوں۔

اس سے زیادہ نماز باجماعت کی تاکید کیا ہو سکتی ہے کہ آپ جماعت میں شریک نہ ہونے والوں اور گھروں میں تنہا نماز پڑھنے والوں کے گھروں کو نذر آتش کر دینے کی آرزو فرما رہے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جماعت ترک کر کے تنہا نماز پڑھنا شدید ترین دینی و دنیوی نقصان کا باعث ہے، جب ہی تو آپ نے اتنے شدید الفاظ میں ایسے غیظ و غضب کا اظہار کیا اگر تنہا نماز پڑھنا ایسی ہی معمولی بات ہوتی جیسی کی اس زمانہ کے لوگ سمجھے ہوئے ہیں تو رحمۃ للعالمین کے الفاظ میں اتنا جوش اور اتنا غیظ نہ ہوتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو عام طور پر حکم دے دیا تھا کہ تم نماز میں خیال رکھا کرو کہ کون آیا اور کون نہیں آیا۔ اگر کچھ لوگ تمہیں نماز میں نظر آئیں تو تم ان کے گھر عیادت کے لئے جایا کرو اگر وہاں جا کر وہ تمہیں تندرست ملیں تو نماز باجماعت ترک کرنے سے انہیں منع کیا کرو اس لئے کہ جماعت میں سستی اور غفلت کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

1۔ مشکوۃ شریف صفحہ 97

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عالیہ اور صحابہ کے طرز عمل و ہدایات نے اس زمانہ کے لوگوں کو جماعت کا اتنا محافظ و پابند دیا تھا کہ وہ جماعت ترک کرنے والوں کی تلاش میں رہتے تھے جماعت کی خود بھی سختی سے پابندی کرتے تھے اور دوسروں سے بھی کراتے تھے، انتہا یہ ہے کہ تاریخ اسلام میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ لوگ جماعت ترک کرنے والوں اور نماز چھوڑ دینے والوں کے یہاں مصنوعی طور پر ''نماز کا جنازہ'' بنا کر جایا کرتے تھے۔ عوام کا احساس و احتساب اتنا تیز اور سخت تھا کہ لوگوں کو ہمت نہ پڑھتی تھی کہ نماز کو ترک کر دیں یا جماعت میں نہ آئیں۔ لوگ اسے نہایت ہی معیوب و مصیبت سمجھتے تھے۔

نماز با جماعت اور اس کے فضائل

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت اور ثواب محض اتنا ہی نہیں کہ تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب کا باعث، بلکہ اس سے روز و شب کے معاصی و ذنوب بھی اس سے معاف ہو جاتے ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ نماز با جماعت ایک ''جشن عبادت'' ہے اس سے ذاتی و ملی فوائد و برکات پر فتح ہوتی ہے اس کا سب کو فائدہ پہنچتا ہے خود کو بھی نفع ہوتا ہے اور ملت کو بھی۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص ظہر کی نماز با جماعت پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ فجر سے لے کر اس وقت تک معاف کر دے گا، پھر عصر کی نماز جماعت سے پڑھے گا تو اس وقت تک کے سب گناہ معاف کر دے گا۔ پھر اگر مغرب کی نماز جماعت سے پڑھے گا تو عصر سے اس وقت تک کے گناہ معاف کر دے گا اور جب فجر کی نماز جماعت سے پڑھے گا تو فجر تک کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت کے ساتھ پنج وقتہ نمازیں دن و رات کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں اس سے زیادہ نماز با جماعت کی فضیلت اور کیا ہوگی؟ مگر یہاں اس امر کو سمجھ لینا چاہیے کہ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک تو کبیرہ اور دوسرے صغیرہ۔ پھر ان دونوں کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو حقوق اللہ سے متعلق ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں۔ سو صغائر تو نماز با جماعت سے معاف ہو جاتے ہیں اور

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کبائر توبہ استغفار سے معاف ہو جاتے ہیں پس نماز صغائر کا کفارہ ہو جاتی ہے نہ کہ کبائر کا۔

اللہ اللہ! خدا اور اس کا رسول امت مسلمہ پر کتنا مہربان ہے کہ صغیرہ گناہوں کی معافی کی کیسی آسان تدبیر بتلا دی ہے کہ اگر ہم اس پر عمل کریں یعنی نماز باجماعت کی پابندی کریں تو صغیرہ گناہوں سے پاک وصاف ہو جائیں۔ چنانچہ رسول خدا ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ نماز پڑھنے والوں کے پاس بیٹھا کرو جو شخص ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھے گا وہ نقصان میں نہیں رہے گا۔ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)! اگر تم چاہتے ہو کہ اپنے جسم کو تمام آلائشوں سے پاک رکھو اور تمام برائیوں سے محفوظ رہو تو نماز باجماعت کبھی ترک نہ کرو اس لئے کہ جو شخص بھی جماعت کی پابندی کرے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے دنیا و آخرت دونوں کی نعمت و بزرگی عطا فرمائے گا۔

فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں جو شخص ہمیشہ جماعت سے پنج وقتہ نماز ادا کرتا رہے گا اس کو خدا تعالیٰ پانچ باتیں عطا فرمائے گا۔

1۔ تنگی عیش اس سے اٹھا لی جائے گی۔

2۔ وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

3۔ نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا جس کی وجہ سے حساب میں نرمی اور سہولت ہوگی۔

4۔ وہ پل صراط سے تیز پرندہ کی طرح گزر جائے گا۔

5۔ وہ جنت میں بلا حساب داخل ہوگا۔

تازیانۂ عبرت

حقیقت نماز سے غافل مسلمان نمازیو! اور سستی اور غفلت سے جماعت کرنے والے نفس کے بندو! مذکور بالا حدیث کو بار بار غور سے پڑھو، اس کے مطالب و معانی پر غور کرو اور اپنی حالت کا جائزہ لو۔ ذرا غور تو کرو کہ رسول اللہ ﷺ نے جماعت کی کتنی تاکید فرمائی ہے؟ اور کیا فرنا گئے ہیں؟ ان تمام ہدایات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب نمازیوں کے ساتھ نماز پڑھی جائے گی اور ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھی جائے گی۔ تو لازماً ہم میں محبت و

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہمدردی پیدا ہوگی۔ اخوت اسلامیہ کا جذبہ بڑھے گا اجتماعی قوتوں میں جان آئے گی اور کینہ سے پاک ہوں گے، خلوص وایثار بڑھے گا، اجتماعی قوتوں میں جان آئے گی اور تمام صغیرہ گناہ معاف ہوں گے۔ اور اگر سرے سے مسجد میں قدم ہی نہ رکھا جائے تو ان اوصاف حمیدہ اور فوائد وبرکات میں سے کوئی چیز بھی حاصل نہ ہوگی اور سراسر نقصان ہوگا کتنا بدبخت اور نادان ہے وہ مسلمان جو باوجود اتنے فضائل اور اتنی مہتم بالشان ذاتی وملی فوائد رکھنے والی چیز کو اپنی غفلت وسستی سے ترک کردے اور نقصان میں پڑا رہے اس کی بدبختیوں، محرومیوں اور غداریوں کو کن الفاظ میں واضح کیا جائے؟ اور ان کی حالت پر کس طرح ماتم کیا جائے؟ مسلمانو! خدا کے لئے اب بھی ہوش میں آؤ، اب بھی خواب غفلت سے بیدار ہو، اب بھی سمجھو، اپنی مسجدوں کو آباد کرو، نمازیں پڑھو، جماعت کی پابندی کرو اور دونوں جہان کی رسوائی نہ خریدو۔

ترک جماعت کا عذاب

بقائے قوم کا راز اجتماع اور اتحاد واتفاق میں ہے۔ اگر غور سے دیکھو تو یہ نظام عالم اور عظیم الشان کارخانہ حیات جذبات باہمی اور تناصر وتعاون پر چل رہا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو نظام عالم درہم برہم ہو جائے یہی چیز قوموں کی کامیابی اور بقاء کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اپنے متبعین سے کہتا ہے کہ تمہاری بقا نظام اجتماع میں ہے۔ سب متحد ومتفق ہو کر اللہ کی رسی یعنی قرآن کو مضبوط پکڑ لو اور اس نظم واتحاد میں تفرقہ نہ ڈالو۔ اگر تم اس ہدایت کی پروا نہ کرتے ہوئے آپس میں پھوٹ ڈالو گے تو تمہارا شیرازہ بکھر جائے گا تمہاری ہوا خیزی ہو جائے گی اور تم ہر طرح ذلیل وخوار اور غلام ومحکوم ہو جاؤ گے۔

مسلمانوں کو نظم واتحاد سے جکڑنے اور پھوٹ سے محفوظ رکھنے کے لئے اسلام نے نماز باجماعت کا حکم دیا ہے جب تک ہم جماعت کے پابند رہے، ہمارا قدم آگے ہی بڑھتا رہا اور جب جماعت کو ترک کردیا تو ہماری زندگی موت سے بدتر ہوگئی ترک جماعت نے اور ذرا ذرا سی باتوں پر تنہا نماز پڑھنے کی عادت ودستور نے صرف یہ کہ ہماری نمازوں کو بے لطف کردیا ہے۔ بلکہ ان کو ایک قسم کا بار بنا دیا ہے ان کو بے اثر اور بے کیف کردیا ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نمازوں کی وہ اہمیت باقی نہ رہی جو عہد خلافت میں تھی اور اس طرح مسلمان نماز کے حقیقی فوائد سے محروم ہو گئے۔ ترک جماعت نے نمازوں کو بے اثر کر کے ان کو ایک رسمی چیز بنا دیا ہے، لوگوں کو سرے سے ترک نماز کی جرأت دلائی ہے، ان کو گناہوں پر دلیر کیا ہے، خدا سے باغی بنایا ہے اور نمازوں سے ان کی توجہ کو ہٹایا ہے۔ جب تک مسجدوں میں جماعت کے ساتھ نمازیں پڑھی جاتی تھیں مسلمانوں میں باہمی محبت و ہمدردی تھی۔ نماز نہ پڑھنے میں شرم محسوس ہوتی تھی، مسلمان ایک جسم و جان تھے، نفس و شیطان نے ان پر پوری طرح قبضہ نہ کیا تھا، وہ اوصاف حمیدہ سے متصف تھے اور ان کی روحیں زندہ تھیں۔ لیکن جب سے جماعت کی اہمیت نظروں سے اوجھل ہوئی اور تنہا نماز پڑھنے کا منحوس و مطعون و ملعون رواج ہوا، ان سے اسلام کی حقیقی روح رخصت ہو گئی اور گویا اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ مل گیا یعنی سست کاروں اور مداہنت برتنے والوں نے اس پردہ اور آڑ میں نماز ہی پڑھنی چھوڑ دی، پہلے ایک ایک دو دو وقت کی نمازیں قضا ہونی شروع ہوئیں پھر رفتہ رفتہ میدان ہی صاف ہو گیا اور ترک نماز کا ایک اچھا خاصہ معقول بہانہ ہاتھ آ گیا جہاں کسی نے مسجد میں نہ آنے پر ٹوکا تو کہہ دیا کہ ہم تو گھر پر پڑھ لیتے ہیں۔ امراء نے مسجد مین جانا ہی ترک کر دیا مخملی جانمازیں تیار ہونے لگیں۔ مسجدیں ویران ہو گئیں اور افتراق ملی کی تباہ کن اساس قائم ہو گئی۔

نماز با جماعت کا مقصود اصلی

نماز کا مدعا تو یہ تھا کہ شاہ و گدا اور محمود و ایاز ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر دنیا کے سامنے اسلامی مساوات کا ایک نہایت شان دار، جاذب توجہ اور انسانیت پرور منظر پیش کرتے، غرور و نخوت خاک میں ملتی، امارت و غربت کا امتیاز باقی نہ رہتا، ایک دوسرے کا ہم درد و غم گسار ہوتا، اتحاد و اتفاق قائم رہتا اور ساری دنیا مسلمانوں کی طاقت کے سامنے جھکتی۔ مگر ہوا یہ کہ ساری باتیں جاتی رہیں۔ امیروں کو غریبوں سے نفرت پیدا ہو گئی، امراء کو مسجدوں میں جانے سے شرم آنے لگی، اخوت اسلامیہ کا رشتہ پارہ پارہ ہو گیا۔ دلوں میں بغض و عناد کی آگ بھڑک اٹھی، امت واحدہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، مسجدیں اکھاڑہ بن گئیں، حسنات کی جگہ سیئات نے لے لی اور مسلمانوں پر دینی و دنیوی ترقی کے تمام

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دروازے بند ہو گئے۔

ہم خدا کو کیوں بھول گئے ہیں؟ اس لئے کہ ہم نمازوں کی پابندی سے غافل ہو گئے ہیں اور نماز با جماعت کی طرف سہل انگار ہوتے ہیں۔ ہم پر افتراق و تفرقہ اور بغض وعناد کی لعنت کیوں مسلط ہے؟ محض اس لئے کہ جماعت کے تارک ہیں۔ ہم نے نماز با جماعت کو ایک قانونی درجہ دے دیا ہے اور اس کی حکمت و مصلحت کو یک سر فراموش کر دیا ہے۔ انسانی فطرت میں تکاہل و نسیان بھی موجود ہے، اس میں بہت جلد سستی و غفلت آ جاتی ہے اور انسان بہت جلد خدا کو بھول جاتا ہے اس تکاہل و نسیان سے بچانے کے لئے خدائے قدوس نے ہمیں پنج گانہ نمازوں کا حکم دیا ہے کہ مسلمان اپنے خدا کو نہ بھول جائیں۔ نمازوں کے ذریعہ دن و رات میں پانچ بار اپنے خدا کا ذکر کرتے رہیں۔ مگر آہ ہم نے سرے سے نمازوں ہی کو ترک کر دیا اور خدا کو بھول گئے۔

جماعت کے بارے میں مسلمانوں کی کجروی

خدارا سوچو اور ذرا غور کرو کہ اگر مسلمان نماز با جماعت کی پابندی کرتے تو کیا وہ فرقہ بند، منتشر، آوارہ اور پریشان حال ہوتے؟ ہرگز نہیں۔ وہ ایک جسم، ایک جان ہوتے اور دشمنوں کے مقابلہ میں کَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ (صف) افسوس ایسا نہیں ہوا۔

مسلمان نمازیو! جماعت کی تاکید اور اس کا فلسفہ تمہارے سامنے ہے۔ اب بتلاؤ تمہارے اندر کتنے ایسے نمازی ہیں جنہوں نے جماعت کے فلسفہ کو سمجھا ہو اور اس اجتماعی نظام کو ان کے اندر اصلی رنگ میں قائم و برقرار رکھا ہو۔ صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے جماعت کے فوائد و برکات کو سمجھا ہی نہیں۔ اگر کسی نے سمجھا بھی ہے تو محض اتنا کہ یہ اسلامی شریعت کا حکم ہے۔ مگر اس سے کوئی خاص فائدہ اور غرض مقصود نہیں۔ بلکہ شارع نے اس کی یونہی تاکید و ہدایت کر دی ہے۔ جبھی تو بلا عذر تنہا نماز پڑھ لی جاتی ہے۔ جہاں کہیں کسی امام یا کسی مقتدی سے ان بن ہوئی اور جھٹ اپنی اڑھائی اینٹ کی علیحدہ مسجد بنالی۔ اب کیا مجال کہ جو مسجد میں قدم بھی رکھیں، اپنا گھر اور پنج وقتہ نمازیں۔ بعض سفلہ مزاج نمازی صرف اس وجہ سے امام صاحب سے بگڑ جاتے ہیں کہ اس نے جماعت میں ان کا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انتظار نہیں کیا۔ الٰہی توبہ یہ خدا پرستی ہے یا نفس پرستی کہ ذرا ذرا سی باتوں پر جماعت کو ترک کر دیا جاتا ہے اور شریعت کی اس نافرمانی کو چنداں نافرمانی بھی نہیں سمجھا جاتا۔

آہ! ہماری حالت میں کس درجہ انقلاب آ گیا ہے اور کیسا عظیم دردناک فساد و اختلال رونما ہوا کہ مسجدیں اس لئے تھیں کہ ان سے مسلمانوں کو دین میں پانچ مرتبہ نظم و اتحاد، مودت و اخوت، محبت و یگانگت اور خدا پرستی کا عملی سبق ملتا رہے مگر اب ان مسجدوں سے فتنہ پردازی، تکفیر و تفسیق، بغض و عناد، ہنگامہ آرائی اور جنگ و جدال کا سبق ملتا ہے۔

امامت کا بیان

امامت کے معنی سرداری کے ہیں اور امام کسی قوم کے پیشوا کو کہتے ہیں۔ امامت کی دو قسمیں ہیں: اول امامت کبریٰ یعنی دین و دنیا کے مصالح کی حفاظت کے لئے آنحضرت ﷺ کا نائب ہونا اس کو خلیفہ بھی کہتے ہیں۔ دوسری امامت صغریٰ یعنی نماز میں مقتدیوں کی چند شرائط کے ساتھ پیشوائی کرنا۔ یہاں اسی امامت کا بیان کرنا مقصود ہے۔

امامت اذان سے افضل ہے۔ شروط صحت امامت مردوں کے لئے چھ چیزیں ہیں:

۱۔ اسلام ۲۔ بلوغ ۳۔ عقل

۴۔ ذکورت ۵۔ قراءت ۶۔ عذروں سے سلامت ہونا جیسے نکسیر وغیرہ۔

یعنی امامت کی صحت کی چھ شرطیں ہیں۔

۱۔ مسلمان ہونا ۲۔ بالغ ہونا ۳۔ عاقل ہونا ۴۔ مرد ہونا

۵۔ قرأت پڑھنے کے قابل ہونا ۶۔ اعذار سے سلامت ہونا۔

پس کافر، نابالغ لڑکے، نشہ سے سرمست انسان اور عورت کی امامت صحیح نہیں، اسی طرح جو ہمیشہ صاحب عذر رہتا ہے۔ مثلاً قطرے کا مرض ہے یا نکسیر کا مرض ہے یا کوئی ایسا مرض ہے کہ پاک نہیں رہ سکتا اس کی امامت بھی صحیح نہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نابالغ کی امامت

صحیح اور مختار قول کے مطابق کسی نماز میں نابالغ کے پیچھے بالغ کی نماز صحیح نہیں خواہ عید کی نماز ہو یا کسوف و خسوف کی یا وتر کی یا تراویح کی، الغرض کوئی نماز بھی نابالغ کے پیچھے صحیح نہیں۔ کیونکہ نابالغ لڑکے کے ذمہ کوئی نماز واجب نہیں۔ اس کو صرف عادت ڈالنے کے لئے قبل از بلوغ نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

جن مشائخ کے نزدیک نابالغ لڑکے کے پیچھے نفل نماز ادا ہو جاتی ہے۔ ان کے نزدیک بھی نابالغ لڑکے کو امام بنانا درست نہیں۔ کیونکہ نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والوں کا امام نہیں بن سکتا۔ یہ صورت تو فرض نمازوں کی اقتداء کی ہے باقی نفلوں میں نابالغ کی امامت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ بالغ کی نفل نماز نابالغ کی نفل نماز سے قوی تر اور متفق علیہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بالغ کی نفلیں شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتی ہیں۔ اگر کسی وجہ سے نیت توڑ دی گئی تو قضا کرنی لازم ہے۔ بہرصورت دونوں قولوں کے بموجب نابالغ لڑکے کی کسی نماز میں بھی امامت درست نہیں۔ (غایۃ الاوطار)

امام بننے کا کون شخص زیادہ مستحق ہے؟

امامت کے لئے لائق تر وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ عالم و فقیہ اور نماز کی صحت و فساد کے مسائل زیادہ جاننے والا ہو۔ اس کے بعد وہ شخص جو عمر میں زیادہ ہو۔

بہرحال امام ایسا ہونا چاہیے جو زیادہ متقی ہو یعنی ظاہر گناہوں پر مطعون ہونے سے بچا ہوا ہو اور قرأت مسنونہ سے بھی اچھی طرح واقف ہو۔ اگر اس بات میں دو آدمی برابر ہوں تو جو قاری ہو یعنی فن تجوید و قرأت سے واقف ہو، اسے امام بنایا جائے۔ اگر اس صفت میں بھی دو آدمی شریک ہوں اور ایک جیسے ہوں تو جو صاحب ورع ہو یعنی مشتبہ گناہوں سے بچتا ہو اس کو امام بنایا جائے۔ اس کے بعد زیادہ عمر کا لحاظ کیا جائے گا۔ اگر ان تمام باتوں میں بھی کچھ آدمی برابر کے شریک ہوں تو پھر ان میں سے خوش اخلاق آدمی کو ترجیح و فضیلت دی جائے گی۔ اس کے بعد وجیہ اور خوبصورت آدمی کو قابل ترجیح سمجھا جائے گا پھر شرافت حسب اور ذاتی کمالات کا لحاظ کیا جائے گا۔ اگر اس میں بھی مساوات ہو تو سب سے زیادہ شریف

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

النسب کو اولیٰ سمجھا جائے گا اور سید کی امامت افضل مانی جائے گی۔ اس کے بعد سب سے زیادہ خوش آواز کو مقدم رکھا جائے گا۔

اس کے بعد زیادہ مالدار اور دنیوی جاہ و اعزاز زیادہ رکھنے والے کا لحاظ رکھا جائے گا۔

بہر حال مطلب یہ ہے کہ امام ایسا شخص ہونا چاہیے جو بلحاظ علم و تقویٰ اخلاق حمیدہ سے متصف ہو، فن قراءت سے اچھی طرح واقف ہو، نماز کے مسائل جانتا ہو اور صحیح الاعضاء تندرست ہو۔ اس کو اس مثال سے سمجھ لینا چاہیے کہ گویا امام مسلمانوں کا کمان افسر ہوتا ہے اور مقتدی سپاہی کی مانند ہوتے ہیں ان اللہ کے سپاہیوں کا دنیا میں کام یہ ہے کہ نماز کے ذریعہ ہر قسم کی طہارت اور پاکیزگی حاصل کر کے دنیا میں خدا کی حکومت و بادشاہی قائم کریں۔ اب سب جانتے ہیں کہ فوج کا کمان افسر وہی ہوتا ہے جو عقل و علم رکھتا ہو، اپنے فرائض منصبی سے کماحقہ واقف و آگاہ ہو اور ہر وقت مستعد و سرگرم رہے۔ تم نے کہیں نہیں دیکھا ہوگا کہ کسی فوج کا کمان افسر جاہل، بدھو، اندھا اور خسیس طبیعت ہو مگر یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ مسلمانوں کے امام اسی قسم کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ آج دنیا بھر کے ناکارہ اور اپاہج لوگ ہماری مسجدوں میں بھرے ہوئے ہیں۔

وہ لوگ جن کی امامت ناجائز یا مکروہ ہے

اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مذکورذیل اشخاص کے پیچھے نماز ناجائز ہے:

۱۔ دائمی مجنون ۲۔ مدہوش ۳۔ نابالغ

۴۔ عورت ۵۔ خنثیٰ ۶۔ معذور

یعنی وہ شخص جو توتلا ہو یا ہکلا ہو، یا سلسل بول وغیرہ مرض میں مبتلا ہو۔ اور مقتدی غیر معذور ہوں اگر مقتدی و امام کو ایک ہی عذر ہو۔ مثلاً دونوں ہکلے ہوں یا دونوں توتلے ہوں یا دونوں کو سلسل البول کا عارضہ ہو تو ان صورتوں میں نماز ناجائز نہیں ہے، کیونکہ دونوں صاحب عذر ہیں،

۷۔ مسبوق ۸۔ لاحق ۹۔ بدعتی

کے پیچھے بھی نماز ناجائز ہے۔ مسبوق اور لاحق کا بیان آگے آتا ہے۔ بدعتی بداعتقاد

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لوگوں کو کہتے ہیں۔ یعنی جو دین میں اعتقاداً کوئی نئی بات پیدا کریں۔ مثلاً رافضی یا خارجی یا جبری اور قدری وغیرہ۔

فاسق کی امامت

فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو علانیہ گناہ کبیرہ کرتا ہو مثلاً شراب پیتا ہو یا زنا کرتا ہو یا جوا کھیلتا ہو وغیرہ وغیرہ۔ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کبیرہ گناہوں کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا جائے تاکہ لوگوں کو انتخاب امام میں آسانی ہو اور ان کی نظر و فکر کو مدد ملے۔ کبیرہ گناہ اس کو کہتے ہیں جس کے لئے شرع میں حد مقرر ہوئی ہے یا اس پر وعید مقرر ہوئی ہو یا جس کی قرآن شریف اور صحیح و قطعی حدیث سے ممانعت آئی ہو۔ کبیرہ گناہوں کی تعداد جو حدیث سے ثابت ہے، سترہ ہے۔ ان کبائر کے درجوں میں تفاوت ہے بعض بعض سے بدتر اور قبیح ہیں وہ یہ ہیں: چار گناہ دل سے تعلق رکھتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

اول: شرک کرنا، اس کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً اللہ کی ذات میں، عبادت میں، علم میں، قدرت میں، حکم چلانے میں، پیدائش میں شرک کرنا۔

دوسرا: کبیرہ گناہ پر اصرار اور ہٹ دھرمی کرنا۔

تیسرا: اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا۔

چوتھا: اللہ کی پکڑ سے بے خوف ہونا۔

یہ چار کبیرہ گناہ ہیں جو دل سے تعلق رکھتے ہیں۔ چار گناہ زبان سے تعلق رکھتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

اول: جھوٹی قسم کھانا۔

دوم: جھوٹی گواہی دینا۔

سوم: نیک مرد یا عورت کو گالی دینا۔

چہارم: جادو کرنا۔

تین گناہ پیٹ سے تعلق رکھتے ہیں جو یہ ہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اول: شراب پینا۔

دوم: یتیم کا مال کھانا۔

سوم: سود لینا۔

دو گناہ قبل و دبر سے علاقہ رکھتے ہیں۔

اول: زنا

دوم: لواطت

دو گناہ ہاتھ سے علاقہ رکھتے ہیں۔

اول: ناحق کسی کو مار ڈالنا۔

دوم: چوری کرنا۔

ایک گناہ پاؤں سے علاقہ رکھتا ہے۔

اول: جہاد سے بھاگنا۔

ایک گناہ تمام بدن سے رکھتا ہے۔

اول: والدین کی نافرمانی کرنی اور ان کو ستانا و دکھ دینا ہے۔

یہ کل سترہ کبیرہ گناہ ہوئے۔ جو شخص علانیہ ان گناہوں کا مرتکب ہو وہ فاسق ہے جس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

مذکورذیل اشخاص کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

۱۔ غلام ۲۔ جاہل ۳۔ حرامی ۴۔ بے وقوف

یعنی سادہ لوح، فالج زدہ، مبروص اور جذامی، یہ کراہت اس وقت ہے کہ جب کہ مقتدیوں میں ان سے بہتر اور کوئی شخص امامت کرنے والا موجود ہو ورنہ نہیں۔

(غایۃ الاوطار)

نابینا کی امامت

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نابینا کی امامت مکروہ ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

يكره تنزيها امامة عبد واعرابي وفاسق واعمى الا ان

يكون غير الفاسق اعلم القوم(1)

"یعنی غلام یا بدوی، فاسق اور اندھے کا امامت کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ مگر یہ کہ ہو سوائے فاسق کے یعنی غلام، بدوی اندھا بہ نسبت اوروں کے زیادہ علم رکھنے والا"۔

پس اگر مقتدیوں میں سب سے زیادہ عالم اندھا ہو تو اس کی امامت مکروہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ اندھے کی امامت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں مکروہ تنزیہی ہے جب کہ مقتدیوں میں اس سے زیادہ عالم موجود ہو ورنہ نہیں۔

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن ام مکتوم کو امام بنایا تھا حالانکہ وہ نابینا تھے اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو اس وقت امام بنایا تھا جب کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے سفر کیا تھا اور مدینہ میں ان سے بڑھ کر کوئی عالم موجود نہ تھا۔ اس حالت میں رسول اللہ نے عتبان کو بھی امام بنالیا تھا جو نابینا تھے۔ خلاصہ یہ کہ اندھے سے زیادہ عالم کی موجودگی میں اس کا امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے۔

تنبیہ: مسلمانوں کو اس مسئلہ پر غور کرنا چاہیے کہ وہ اس پر کہاں تک عامل ہیں۔ سو دیکھنے میں تو یہ آرہا ہے کہ اکثر جاہل اندھے ہماری مسجدوں میں بھرے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان سے بہتر لوگ موجود ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس بات کا خاص خیال رکھیں اور اندھوں کے پیچھے اپنی نمازوں کو مکروہ نہ کریں۔

امامت کا مقصود

مسلمانوں کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ ان کی جماعتی زندگی اور ترقی وکامیابی کا راز انتخاب امام، انقیاد امیر اور اتحاد عمل میں پوشیدہ ہے جس کا عملی سبق انہیں پنج وقتہ نمازوں میں ملتا ہے۔ اگر مسلمانوں نے آج تک امامت اور نماز باجماعت کی حقیقت کو نہیں سمجھا تو آج سمجھ لیں کہ ان کا مقصد اصلی یہی ہے کہ لوگ امیر کا انتخاب کریں اور انتخاب کے بعد اس کی پوری پوری اطاعت کرنے کے عادی ہوجائیں۔ یہی وجہ ہے کہ امامت کے لئے لازمی اور

1۔ درمختار جلد 3 صفحہ 298

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ضروری ہے کہ مسلمانوں کا امام اعلیٰ درجہ کا متقی، پرہیزگار، عالم، عاقل اور وجیہہ ہو اور اس کی امامت کو لوگ دل سے قبول کرتے ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

ثلثة لایقبل اللہ صلوتھم من یقدم قوما وھم له کارھون

"تین شخص ہیں کہ جن کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں ایک وہ کہ قوم کا امام ہو اور لوگ اس سے ناراض ہوں"۔

یعنی جس امام سے لوگ ناراض ہوں ان کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ اس کا مسلمانوں کو خاص خیال رکھنا چاہیے۔

مذکورہ بالا باتوں سے دو باتوں کا ثبوت ہوا۔ ایک تو یہ کہ امامت کے لئے بہترین شخص کا انتخاب ہونا چاہیے جو لوگوں میں اپنے علم و عمل کے لحاظ سے ممتاز و نمایاں ہو اور انتخاب کے بعد سچے دل سے اس کا اتباع کرنا چاہیے۔ امامت کا فائدہ اور نتیجہ اسی وقت مرتب ہو سکتا ہے جب کہ یہ دونوں باتیں پائی جائیں۔

ائمہ مساجد کی اجارہ داری

امامت کوئی دنیا کمانے اور اس پر ناجائز قبضہ جمائے رکھنے کا نام نہیں۔ لیکن ائمہ مساجد نے یہی سمجھ رکھا ہے۔ مصیبت یہ ہے کہ نماز کے بارے میں مسلمانوں کی کوئی بات بھی شریعت کی روشنی میں اپنی اصلی حالت میں باقی نہیں۔ مقتدی اور امام دونوں نااہل ہیں، مقتدی انتخاب کرنا نہیں جانتے اور امام امامت کرنا نہیں جانتے۔ مقتدی صرف اتنا چاہتے ہیں کہ انہیں کوئی الٹی سیدھی نمازیں پڑھا دے خواہ وہ کوئی ہو اور کیسا ہی ہو اور امام اپنا پیٹ بھرنا چاہتے ہیں کہ خواہ مقتدی راضی ہوں یا ناراض چونکہ مسلمان ائمہ مساجد کا انتخاب و تقرر کرنا نہیں جانتے۔ اس لئے امامت پر نااہلوں، اندھوں اور جمعراتی ملاؤں کا قبضہ ہو گیا ہے، انہوں نے امامت کو اپنی ریاست سمجھ رکھا ہے، امامت ان کی، ان کے باپ کی اور ان کے بیٹے کی جاگیر ہے، جب تک وہ زندہ رہے گا جمعرات کی روٹیاں کھاتا رہے گا اور مسجد کا واحد ٹھیکے دار بنا رہے گا اور جب وہ مر جائے گا تو اس کی امامت اس کے بیٹے کو بطور وراثت مل جائے گی۔ گویا اس زمانے میں امامت ایک مطلق العنان بادشاہت بن گئی ہے کسی مسلمان کو

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کیا مجال کہ اپنے امام سے آنکھ ملا سکے چاہے، وہ دین الٰہی کی حرمت کفار و مشرکین کے ہاتھ بیچیں، خواہ وہ کتنے ہی جاہل، کندہ ناتراش، فتنہ انگیز اور دنیا پرست کیوں نہ ہوں۔ مسلمانوں کے ہاتھ سے ائمہ مساجد کے نصب وعزل کا اختیار ختم ہوا ہے اور مساجد اللہ میں استبداد و مطلق العنانی کی نحوست و لعنت آئی ہے۔ اسی وقت سے ہماری مسجدیں اپنی حقیقی شان کھو چکیں اور علوم و عرفان سے محروم ہو گئیں اور منبروں پر گندم نما جو فروش، غلامی پسند، اغیار نواز، فتنہ انگیز اور کندہ ناتراش دھرے ہوئے ہیں۔

ائمہ مساجد کی ہٹ دھرمی

بعض جگہ تو ائمہ مساجد کی ہٹ دھرمی سے یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ لوگ ان کی امامت سے ناخوش ہوتے ہیں مگر وہ امامت چھوڑنے میں نہیں آتے۔ اپنی امامت کو بحال رکھنے کی خاطر وہ طرح طرح کی خوشامد و چاپلوسی، ہتھکنڈوں اور مکر و فریب سے کام لیتے ہیں۔ مسلمانوں میں تفریق اور جتھہ بندی کی آگ مشتعل کرتے ہیں، سر پٹول کراتے ہیں اور فوجداری کرا دیتے ہیں۔ بہر حال اپنی امامت کو نہیں جانے دیتے۔ اس ہٹ دھرمی و اجارہ داری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مخالف و موافق دو جماعتیں پیدا ہو جاتی ہیں، ایک مسجد میں دو جماعتیں ہونے لگتی ہیں۔ مسجدیں اکھاڑہ و دنگل بن جاتی ہیں اور شریعت عظمیٰ کا مقصد امامت فوت ہو کر رہ جاتا ہے۔ ذرا غور کرو جب بد بخت و ناسمجھ قوم کے ائمہ مساجد ایسے ہوں ان کی نمازیں اور مقتدی کیسے ہوں گے۔

یہ سب خرابیاں کیوں رونما ہوئیں؟ اس لئے کہ مسلمان یہ جانتے ہی نہیں کہ امامت کیا چیز ہے؟ امام کیسا ہونا چاہیے اور اس کے نصب وعزل کے شرعی قوانین کیا ہیں؟ اگر مسلمان احکام شرعیہ کی روشنی میں سچے دل کے ساتھ امامت کے فوائد و نتائج کو حاصل کرنا چاہیں تو آج جمعراتی ملاؤں اور خرابیوں سے نجات مل سکتی ہے۔

فائدہ: مذکورہ بالا تفاصیل کا مقصود یہ ہے کہ مسلمان منصب امامت کے بارے میں سختی سے احکام شرعیہ کو ملحوظ رکھیں اور امامت کے بارے میں نہایت حزم و احتیاط سے کام لیں تا کہ نماز با جماعت کا اثر و نتیجہ مرتب ہو اور ان کی نمازوں میں جان آئے۔ مگر یاد رہے سابق

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں ہم نے امام کے جتنے اوصاف لکھے ہیں۔ وہ صرف امامت کی افضیلت سے متعلق ہیں۔
اگر ایسا قابل امام نہ ملے تو بہر حال جماعت ساقط ہو جاتی ہے اور تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ جماعت کو ہر حال میں لازم سمجھنا چاہیے اور انفرادیت سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ انفرادیت موت ہے اور جماعت سے مسلمانوں میں اتحاد و الفت کا سلسلہ منظم رہتا ہے مسائل شرعی سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ ہمسایوں، اہل محلہ اور اہل شہر کا حال دریافت ہوتا رہتا ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اخوت اسلامیہ کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے اور مسلمانوں کو غیر مذاہب کی نظر میں جلال وقوت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا اپنی طرف سے پہلے کوشش تو یہ کرنا چاہیے کہ امام بہتر، قابل اور لائق ملے۔ اگر ایسا نہ ملے تو فاسق و فاجر کے پیچھے بھی مجبوراً نماز ہو جاتی ہے الغرض جماعت کو بہر صورت قائم رکھنا چاہیے۔

جماعت کے احکام و مسائل

پنج وقتہ فرض نمازوں میں جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے۔ بلا عذر جماعت ترک کرنے والا گنہ گار ہے اور نماز کی اقتداء کی شرطیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ مقتدی اقتدا کی نیت کرے۔

۲۔ مقتدی اور امام کی جگہ ایک ہو۔

۳۔ مقتدی اور امام کی نماز بھی ایک ہی ہو۔

۴۔ مقتدی کے گمان میں امام کی نماز صحیح ہو۔

۵۔ امام سے مقتدی کے پاؤں کی ایڑیاں آگے نکلی ہوئی نہ ہوں۔

۶۔ مقتدی یہ جان رہا ہو کہ اب امام رکوع میں گیا، اب سجدہ میں گیا، اب کھڑا ہوا اور اب بیٹھا مطلب یہ ہے کہ مقتدی کو امام کی حرکات و سکنات سے آگاہی ہونا شرط ہے۔ اب یہ بات خواہ دیکھ کر جانے یا سن کر یا دوسروں کو دیکھ کر، مقصود تو امام کی حرکات کو جاننا ہے وہ خواہ کسی طرح ہو۔

۷۔ مقتدی امام کی حالت جانتا ہو کہ امام مقیم ہے یا مسافر؟ خواہ یہ علم نماز سے پہلے ہو یا بعد کو ہو جائے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۸۔ مقتدی تمام ارکان میں امام کی اقتدا کرے۔

۹۔ مقتدی بہ نسبت امام کے نماز کے ارکان و شرائط کی بھی بجا آوری میں کمتر ہو یعنی اگر امام رکوع وسجدہ کرے اور مقتدی بھی رکوع وسجدہ کرے تو اقتدا صحیح ہے یا امام رکوع وسجدہ کرتا ہو اور مقتدی کسی عذر کی وجہ سے رکوع وسجود اشارہ سے کرے تب بھی اقتدا صحیح ہے یا امام ومقتدی دونوں معذور ہوں دونوں اشارہ سے رکوع وسجود کررہے ہوں تب بھی اقتدا صحیح ہے۔ ہاں اگر امام رکوع وسجود کا اشارہ کرتا ہو اور مقتدی رکوع وسجود کرتا ہو تو اقتدا صحیح نہیں۔(1)

اقتدا صحیح ہونے کی یہ نو شرطیں ہیں، جن کا اوپر بیان ہوا۔ ان شرائط کی بنا پر جو عدم صحت اقتدا کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ اگر امام سوار ہو اور مقتدی پیادہ، یا مقتدی سوار اور امام پیادہ یا مقتدی ایک سواری پر ہو اور امام دوسری سواری پر، یا امام ایک مکان میں ہو اور مقتدی دوسرے مکان میں تو ان سب صورتوں میں چونکہ اتحاد مکان نہیں اس لئے اقتدا صحیح نہیں۔

۲۔ اگر امام نفل پڑھتا ہو اور مقتدی فرض، یا امام فرض پڑھتا ہو اور مقتدی دوسرے فرض تو اقتدا صحیح نہیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ امام فرض پڑھتا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے نفل پڑھ لے۔

۳۔ اگر مقتدی کی دانست میں امام کی نماز صحیح نہ ہوگی تو امام کی امامت اور مقتدی کی اقتداء صحیح نہیں۔

۴۔ پانچویں شرط کی صورت اور مطلب یہ ہے کہ اگر ایک ہی مقتدی ہو اور دائیں ہاتھ کو کھڑا ہو تو مقتدی کی ایڑیاں امام سے آگے نہیں ہونی چاہئیں ورنہ مقتدی کی نماز نہ ہوگی۔ ہاں اگر مقتدی کے قدم لمبے ہوں اور اس کے طول کی وجہ سے مقتدی کے پاؤں کی انگلیاں امام کے پاؤں سے آگے بڑھ جائیں تو کچھ حرج نہیں۔

۵۔ ساتویں شرط کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر ایسی صورت ہو کہ امام نے چار رکعت والی نماز میں دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا اور مقتدیوں کو یہ معلوم نہیں کہ امام نے بھول کر سلام پھیرا یا سفر کی وجہ سے تو اقتدا صحیح نہیں۔

1۔ فتاوی شامی جلد 2 صفحہ 286 طبع بیروت

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۶۔ اگر کسی رکن میں مقتدی نے اپنے امام کی متابعت نہ کی یا کسی رکن کو امام سے پہلے کرلیا تو اقتدا صحیح نہیں۔

ترک جماعت کے عذر

بلاعذر جماعت کو ترک کرنا سخت گناہ ہے مگر مذکورہ ذیل عذروں کی وجہ سے جماعت کا ترک کرنا گناہ نہیں۔ وہ اعذار یہ ہیں:

۱۔ بیماری کی وجہ سے۔

۲۔ اپاہج ہونے کی وجہ سے۔

۳۔ مینہ اور کیچڑ کی وجہ سے۔

۴۔ زیادہ سردی کی وجہ سے کہ بیماری کا اندیشہ ہو۔

۵۔ سخت اندھیرا ہونے کی وجہ سے۔

۶۔ رات کے وقت آندھی آجانے کی وجہ سے۔

۷۔ زیادہ بوڑھا ہونے کی وجہ سے۔

۸۔ علم دین میں مشغول ہونے کی وجہ سے۔

۹۔ مریض کی خدمت کرنے کی وجہ سے۔

۱۰۔ مال کے چوری ہوجانے کے خوف سے۔

۱۱۔ قرض خواہوں کے خوف سے۔

۱۲۔ ظالم کے ظلم کی وجہ سے۔

۱۳۔ قافلہ کے چلے جانے کے خوف سے۔

یہ تیرہ اعذار ہیں جن کی وجہ سے جماعت ترک کرنا گناہ نہیں۔ ان کے علاوہ اگر کسی خود ساختہ عذر یا تن آسانی و سہل پسندی کی وجہ سے جماعت ترک کرے تو سخت گناہ لازم آتا ہے اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ منافق ہی جماعت کو ترک کرتا ہے۔

یاد رہے یہ اعذار بھی اسی وقت قابل قبول ہو سکتے ہیں جب کہ یہ اپنی انتہائی صورت

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں موجود ہوں۔ یہ نہیں کہ تیماردار کے مسجد جانے میں مریض کو کوئی خطرہ نہیں اور محض سستی کی وجہ سے تیمارداری کو عذر بنا کر جماعت ترک کر دی یا معمولی اندھیرا، کیچڑ یا آندھی کی وجہ سے گھر سے نہ نکلے۔ خلاصہ یہ کہ ان اعذار کے پردہ میں کسل مندی اور غفلت و سستی کو نہ آنے دینا چاہیے۔ تن آسانی کی وجہ سے یا امارت کی وجہ سے یا کسی نفسانی بغض و عناد کی وجہ سے جماعت ترک کرنا گناہ ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادہ ہے، وہ تمام ڈھکی چھپی باتوں کو جانتا ہے۔ اگر کوئی شخص مذکورہ اعذار کی وجہ سے جماعت کی نماز نہ پڑھ سکے لیکن دل میں جماعت کی حسرت ہے تو اسے جماعت کا ثواب ملتا رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تمام کمزوریوں سے اور عذروں سے واقف ہے اس کی نظر دلوں پر ہے اور وہ اپنے بندوں کی آسانی چاہتا ہے۔

جماعت کے متعلق مختلف مسائل

اگر پنج وقتہ فرضی نماز میں امام کے سوا دو آدمی ہوں اور جمعہ میں امام کے سوا تین آدمی ہوں تب جماعت کا حکم ہے۔ یعنی جماعت کا نصاب دو مقتدی اور ایک امام ہے۔ خواہ دو مقتدیوں میں ایک سمجھدار لڑکا ہی ہو۔ ایسی صورت میں بھی جماعت ترک کرنے کا حکم نہیں ہے۔(1)

جماعت جس طرح مسجدوں میں ہوتی ہے۔ اسی طرح گھروں میں دوکانوں میں اور جنگل میں بھی ہوتی ہے۔ رہا مسجد کی جماعت کا ثواب تو وہ تو مسجد ہی کے ساتھ مخصوص ہے گھروں اور جنگلوں میں ثواب نہیں مل سکتا۔ چنانچہ محلّہ کی مسجد میں گھر کی نماز سے پچیس گنا زیادہ ثواب ہے۔ جامع مسجد میں محلّہ کی مسجد سے پانچ سو نمازوں کا زیادہ ثواب ہے۔ بیت المقدس کی مسجد میں پانچ ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ مدینہ منورہ کی مسجد میں پچیس ہزار کا ثواب ملتا ہے اور مکہ معظمہ میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ (درمختار)

اگر محلّہ کی مسجد میں جماعت ہوتی ہو تو محلّہ داروں کے لئے محلّہ کی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں جا کر نماز پڑھنا درست نہیں۔ خواہ وہ جامع مسجد میں کیوں نہ ہو۔ کیونکہ محلّہ داروں

1۔ فتاویٰ شامی جلد 2 صفحہ 289

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پر اسی مسجد کا حق ہے جو ان کے محلہ میں ہے۔ لہٰذا اسی مسجد میں اذان کہہ کر تنہا پڑھ لینی چاہیے تاکہ مسجد آباد رہے۔ اس مسجد میں تنہا نماز پڑھنا اور مسجدوں میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے ان کے حق میں افضل ہے۔ (درمختار)

اگر محلہ میں دو مسجدیں ہوں تو جو سب سے زیادہ قریب ہو اس میں نماز پڑھنی چاہیے۔ (درمختار)

اگر دونوں کا فاصلہ برابر ہو تو جو زیادہ قدیمی مسجد ہو اس میں پڑھنی چاہیے۔ (غایۃ الاوطار)

اگر کسی مسجد میں اذان ہو جائے تو پھر بغیر نماز پڑھے مسجد سے چلے جانا مکروہ ہے ہاں امام و مؤذن کو اگر دوسری جگہ میں اذان دینی اور نماز پڑھانی ہو تو ان کے لئے مکروہ نہیں۔ (عالمگیری)

صفوں کی درستی و ترتیب

وہ چیز جو اسلام کو تمام مذاہب سے ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ اس کی ہر عبادت میں باطنی آداب اور دلی رجوع کے ساتھ ساتھ ظاہری طور پر نظم و درستگی ترتیب، خوش سلیقگی، صفائی اور ظاہری خوبصورتی کو بھی رکھا گیا ہے۔ چنانچہ نماز کی ہر بات میں یہی نظم و انضباط اور درستی و ترتیب نظر آتی ہے جو دیکھنے والے کو بھی معلوم ہوتی ہے۔ صفوں کی درستی و ترتیب کے لئے حدیث میں آیا ہے:

یمسح مناکبنا فی الصلوٰۃ یقول استووا ولا تختلفوا فتختلف قلوبکم لیلنی منکم اولو الاحلام والنھی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم(1)

"جماعت کی نماز کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے: سیدھے ہو جاؤ اور آگے پیچھے نہ رہو اگر تم بے ترتیبی اور اختلاف کرو گے تو تمہارے قلوب میں اختلاف پڑ جائے گا۔ میرے نزدیک وہ لوگ کھڑے ہوں جو

1۔ مشکوٰۃ المصابیح صفحہ 98

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بہت عقل مند اور سمجھ دار ہیں پھر وہ جو ان سے قریب ہوں اور پھر وہ جوان سے قریب ہوں"۔

نیز حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

سووا صفوفکم فان تسویۃ الصفوف من تمام الصلوۃ (1)

"صفوں کو سیدھا کرو کیونکہ صفوں کا سیدھا کرنا نماز کا کمال ہے"۔

نیز فرمایا اپنی صفوں کو مضبوط باندھو، دو صفوں میں نزدیکی رکھو اور اپنے کندھوں کو ملالو، خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں صفوں کی درزوں سے شیطان کو داخل ہوتا دیکھتا ہوں۔ اندازہ لگایئے حضور ﷺ نے صفوں کی درستی و ترتیب پر کتنا زور دیا ہے۔ اس بات کا بھی نمازیوں کو خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے۔

امام کے نزدیک ایسے لوگوں کو کھڑا ہونا چاہیے جو دین میں زیادہ سمجھ رکھتے ہوں۔ پہلی صف میں شامل ہونے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے۔ مقتدیوں کو لازم ہے کہ پہلے پہلی صف کو پوری کریں پھر دوسری تیسری وغیرہ کو، کندھے سے کندھا اور قدم ملا کر کھڑا ہونا چاہیے، صف سے الگ ہو کر نماز پڑھنی درست نہیں۔

سب سے اول مردوں کی صفیں ہوں پھر لڑکوں کی پھر خنثوں کی اور پھر عورتوں کی، اس ترتیب کا اچھی طرح خیال رکھنا چاہیے۔ نماز میں لڑکوں کو پیچھے کھڑے ہونے کا اس لئے حکم ہے کہ ایسا نہ ہو کسی کی ہوا خارج ہو جائے یا کسی امر پر ہنس پڑیں تو دوسروں کی نماز میں خلل آئے۔

شریعت نے جو جماعت کی نماز میں زیادہ ثواب رکھا ہے اور صفوں کی درستی و ترتیب کی تاکید کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے وحدت و یگانگت اور یک رنگی و یک جہتی پیدا ہوتی ہے، اس وحدت کو عمل میں لانے کی شارع نے یہاں تک تاکید و ہدایت کی ہے کہ باہم پاؤں بھی مساوی ہوں، صف سیدھی ہو اور ایک دوسرے کے کندھے ملے ہوئے ہوں، اس سے غرض یہ ہے کہ ایک کے انوار دوسرے میں سرایت کر سکیں وہ تمیز جس سے خودی اور خود غرضی پیدا ہوتی ہے، نہ رہے۔ یاد رکھو انسان میں قدرت نے یہ قوت رکھی ہے کہ وہ دوسرے

1۔ مشکوۃ المصابیح صفحہ 98

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے انوار کو جذب کر لیتا ہے۔ تمام جماعت میں وحدت اور نورانیت کی ایک برقی لہر دوڑ جاتی ہے اور تمام نمازیوں میں وحدت و یک رنگی پیدا ہو جاتی ہے۔

وہ امور جو امام کے لئے مکروہ تحریمی ہیں

اماموں کو چاہیے کہ وہ ان امور سے اجتناب کریں کیونکہ یہ امور مکروہ تحریمی ہیں:

ا۔ قراءت و اذکار مسنونہ کو زیادہ طول دینا یعنی امام کو ضعفاء، کمزور، بیمار اور حاجت مندوں کا خیال رکھ کر قراءت میں تخفیف کرنی چاہیے۔

۲۔ ایسی جگہ میں صرف اجنبی عورتوں کی امامت کرنی جہاں امام کی محرم عورتوں میں سے کوئی موجود نہ ہو۔

۳۔ امام کا صف کے بیچ میں کھڑا ہونا بشرطیکہ صف میں دو مقتدیوں سے زائد ہوں اگر دو مقتدیوں کے بیچ میں کھڑا ہوگا تو وہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے دائیں جانب کھڑا ہو اور مقتدی کے پاؤں کی انگلیاں امام کی ایڑی کے پاس ہوں، ایک مقتدی کا بائیں طرف کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے۔

مسئلہ: اگر ایک مقتدی امام کے برابر کھڑا تھا اور دوسرا آ گیا تو یہ دوسرا شخص اس مقتدی کو پیچھے کھینچ لے خواہ نیت باندھ کر کھینچے یا نیت باندھنے سے قبل۔ مقتدی کھینچتے وقت اصلاح نماز کی نیت کرے۔ اگر مقتدی کی یہ نیت نہ ہوگی تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر پہلا مقتدی اپنی جگہ سے نہ ہٹے گا اور اس کے پیچھے اور مقتدی صف باندھ لیں گے تو نماز بالاتفاق مکروہ ہوگی ہاں اگر پیچھے ہٹنے کی جگہ نہ ہو تو امام کو پھر ایک قدم بڑھ جانا چاہیے۔

اگر ایک شخص ایسے وقت میں آیا کہ پہلی صف بالکل بھر چکی تھی اور اس میں ایک آدمی کی بھی گنجائش نہ تھی تو اسکو امام کے رکوع تک دوسرے مقتدی کا انتظار کرنا چاہیے، اس اثناء میں اگر کوئی دوسرا مقتدی آ جائے تو دونوں کو پچھلی صف میں امام کے پیچھے کھڑا ہو جانا چاہیے۔ اگر دوسرا مقتدی نہ آئے تو جس وقت امام رکوع میں جائے کسی مسئلہ جاننے والے کو اول یا دوسری صف میں سے کھینچ لے اور اگر ایسا شخص نہ ہو جو اس مسئلہ کو جانتا ہے تو خود اکیلا امام کے پیچھے دائیں ہاتھ کو بچا ہوا کھڑا ہو جائے اس وقت اکیلے کھڑا ہونا مکروہ نہ ہوگا ورنہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مکروہ۔(غایۃ الاوطار)

مسئلہ: عیدگاہ میں، جنازہ گاہ میں اور مسجد میں تو امام اور مقتدیوں کے درمیان جتنا فاصلہ بھی ہو جائز ہے۔ مگر جنگل میں ایک صف کے لائق فاصلہ ہونا چاہیے۔ اس سے زائد اگر بقدر دو صفوں کے ہوگا تو ناجائز ہے اور اگر امام سر راہ نماز جنازہ پڑھانے کو کھڑا ہو اور مقتدی بھی اس کے پیچھے راستہ میں کھڑے ہوں تو اس قدر فاصلہ چھوڑنا چاہیے کہ گاڑی درمیان سے گزر سکے اس سے زائد فاصلہ چھوڑنا ناجائز ہے۔ نماز صحیح نہ ہوگی۔(1)

مسئلہ: اگر امام مسجد کی چھت پر ہو اور لوگوں پر اس کی حالت مشتبہ ہو، اس کی حرکات و سکنات دیکھ سکتے ہوں تو اقتدا جائز ہے۔ ورنہ نہیں۔(2)

وہ صورتیں جن میں مقتدی پر امام کی تابعداری لازم نہیں

مقتدی کو امام کی اقتدا و تتبع کرنا لازم ہے۔ رکوع، قیام اور سجدہ میں سبقت نہیں کرنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص رکوع یا سجدہ میں امام سے پہلے سر اٹھائے گا، اس کا سر قیامت کے روز گدھے جیسا ہوگا۔ یعنی جو امام سے پہلے سر اٹھائے وہ بے وقوف اور احمق ہے اس نے اطاعت امام کے فلسفہ کو سمجھا ہی نہیں، پس امام سے پہلے کوئی رکن ادا نہ کرنا چاہیے۔ لیکن مذکورہ ذیل صورتوں میں مقتدی پر امام کی تابعداری لازم نہیں۔

۱۔ اگر امام عیدین کی تکبیریں سولہ سے زائد کہے تو مقتدی اس کا ساتھ نہ دیں

۲۔ اگر امام جنازہ کی نماز میں چار سے زائد تکبیریں کہے تو مقتدی اسکی تابعداری نہ کریں صرف چار تکبیریں کہیں۔

۳۔ اگر امام کسی رکن میں زیادتی کرے مثلاً دو سجدوں کی بجائے تین کرے یا ایک رکوع کی بجائے دو رکوع کرے تو مقتدی تیسرے سجدے اور دوسرے رکوع میں امام کا ساتھ نہ دیں۔

1۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 87 2۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 88
عالمگیری میں مسئلہ کی جو صورت مذکور ہے اس میں یہ ہے کہ مقتدی مسجد کی چھت پر ہو اور امام مسجد کے اندر ہو۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۴۔ اگر امام پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو مقتدی کھڑے نہ ہوں۔

(غایۃ الاوطار)

یہ چار صورتیں ہیں جن میں مقتدی پر امام کی تابعداری لازم نہیں اور وہ امور جن کو اگر امام ترک کر دے تو مقتدی ان کو ترک نہ کرے بلکہ ان کو مقتدی ادا کریں یہ ہیں:

۱۔ اگر تکبیر تحریمہ کے وقت امام ہاتھ نہ اٹھائے تو مقتدی ضرور اٹھالیں امام کی متابعت میں ترک نہ کریں۔

۲۔ اگر امام سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ نہ پڑھے تو مقتدی ضرور پڑھیں۔

۳۔ اگر امام تکبیرات انتقالی یعنی رکوع و سجود کے وقت اللہ اکبر نہ کہے تو مقتدی ضرور کہیں۔

۴۔ اگر امام رکوع سجود میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی نہ کہے تو مقتدی ضرور کہیں۔

۵۔ اگر امام قومہ میں سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہ نہ کہے تو مقتدی رَبَّنَالَکَ الْحَمْد ضرور کہیں

۶۔ اگر امام تشہد نہ پڑھے تو مقتدی ضرور پڑھیں۔

۷۔ اگر امام لفظ السلام علیکم نہ کہے تو مقتدی ضرور کہیں۔

۸۔ اگر امام ایام تشریق کی تکبیریں نہ کہے تو مقتدی ضرور کہیں۔

ھدایات: امام سے پہلے رکوع و سجود میں جانا یا سر اٹھانا مکروہ تحریمی ہے۔(1) اگر مقتدی سے قبل امام قعدۂ اولیٰ میں التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے یا قعدہ اخیرہ میں مقتدی سے قبل امام درود و دعا پڑھ کر سلام پھیر دے یا رکوع و سجود کی تسبیحات پڑھ کر مقتدی سے قبل امام سر اٹھالے اور یا مقتدی سے پہلے امام دعائے قنوت پڑھ کر رکوع میں چلا جائے تو ان سب صورتوں میں مقتدی پر لازم ہے کہ باقی حصہ چھوڑ کر امام کی تابعداری کرے۔(2)

1۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 90　　2۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 90

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مقتدی کی قسمیں

مقتدیوں کی چار قسمیں ہیں:

مدرک، لاحق، مسبوق اور مسبوق لاحق۔

مدرک کے معنی ہیں پانے والا یعنی وہ مقتدی جس نے امام کے ساتھ اول سے آخر تک پوری نماز ادا کی۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ مدرک وہی ہے جو تکبیر تحریمہ سے امام کے ساتھ شامل ہوا بلکہ وہ بھی مدرک ہے جس نے پہلی رکعت کے رکوع میں امام کے ساتھ شرکت کی۔

لاحق وہ ہے جس نے امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کی نیت باندھی لیکن درمیان نماز میں بے وضو ہو گیا یا اور کوئی وجہ ہو گئی اور مقتدی چلا گیا، بعد میں آ کر قضا شدہ رکعت تنہا پوری کی۔ مطلب یہ کہ لاحق مقتدی وہ ہے جو شروع نماز سے امام کے ساتھ شریک ہوا پھر درمیان میں کوئی امر مانع صلوٰۃ لاحق ہو گیا اور وہ نماز چھوڑ کر چلا گیا اور پھر بقیہ نماز تنہا ادا کی۔

مسبوق وہ ہے جو ایک دو رکعت فوت ہو جانے کے بعد جماعت میں آ کر شریک ہوا ہو۔

مسبوق لاحق وہ ہے جو دوسری رکعت میں بحالت قیام جماعت شریک ہوا پھر تیسری یا چوتھی رکعت میں بے وضو ہو گیا یا سو گیا اور نماز کے آخری حصہ میں یا امام کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد وضو کر کے آیا یا بیدار ہوا بقیہ نماز پوری کی، اب ان سب کے احکام الگ الگ بیان کیے جاتے ہیں۔

مسبوق کے احکام

مسبوق کی نماز ادا کرنے کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس طرح اس کی نماز فوت ہوئی ہے اسی طرح بقیہ نماز ادا کرے۔ مثلاً ظہر کی نماز میں مسبوق کو امام کے ساتھ صرف چوتھی رکعت ملی یعنی امام کے ساتھ صرف ایک رکعت ملی تو جس وقت امام سلام پھیر دے۔ یہ مسبوق کھڑا ہو جائے اور اس طرح نماز پڑھے گویا اب نماز شروع کی ہے۔ یعنی سبحانک اللھم اعوذ باللہ، بسم اللہ، الحمد اور کوئی سورۃ پڑھ کر رکوع کر کے سجدہ کرے اور تشہد

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لئے بیٹھ جائے۔ کیونکہ ایک رکعت اس کو امام کے ساتھ ملی ہے اور ایک رکعت یہ ہوگئی اس طرح دو رکعتیں ہوگئیں اور دو رکعتوں کے بعد تشہد بیٹھنا لازم ہے۔ تشہد سے فارغ ہو کر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے، یہ دوسری رکعت پوری کر کے تیسری رکعت پوری کر کے سلام پھیر دے اس طرح پوری چار رکعتیں ہو جائیں گی ایک امام کے ساتھ اولٰی اور تین یہ مگر اپنی اخیر کی دو رکعتوں کو اس طرح پڑھے گا کہ تشہد سے اٹھنے کے بعد بسم اللہ شریف، سورہ فاتحہ اور کوئی سورت ملائے گا اور کچھ نہ پڑھے گا۔ اس طرح دو رکعتیں پڑھے گا اور دو خالی کیونکہ ظہر کی رکعتیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ الغرض جس طرح نماز فوت ہوئی ہو، اسی طرح پڑھی جائے گی۔

مسئلہ: مسبوق اگر امام کے سلام پھیرنے سے قبل کھڑا ہو گیا اور امام کے ساتھ بقدر تشہد نہ بیٹھا تو خواہ ایسی حرکت کسی عذر کی وجہ سے کی یا بلا عذر بہر حال نماز فاسد ہوگئی۔ کیونکہ قعدہ اخیرہ جو فرض تھا اس کا ترک ہو گیا۔ اگر بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد سلام سے پہلے بلا عذر کھڑا ہو گیا تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی، اگر کسی عذر کی وجہ سے ایسا کیا تو نماز میں کوئی حرج واقع نہ ہوگا۔(1)

تشریح: وہ اعذار جن کی وجہ سے مسبوق کو بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد امام کے سلام پھیرنے سے قبل کھڑا ہو جانا جائز ہے یہ ہیں:

۱۔ بے وضو ہو جانے کے خوف سے۔

۲۔ وقت کے جاتے رہنے کے خوف سے۔

۳۔ مدت مسح پوری ہو جانے کی وجہ سے۔

۴۔ کسی آدمی کے سامنے سے گزر جانے کے خوف سے۔(2)

مسئلہ: اگر مسبوق بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد عذر کی وجہ سے امام کے سلام پھیرنے سے قبل کھڑا ہو گیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ امام نے سجدہ سہو کیا تو اب اگر مسبوق نے اپنی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو جس حالت میں ہو اس سے عود کر کے سجدہ سہو میں شریک ہو جائے۔ اگر اپنی رکعت کا سجدہ کر لیا ہے تو اخیر میں سجدہ سہو کر لے۔ اگر اخیر میں سجدہ سہو نہ کرے گا تو نماز فاسد

1۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 91 　　2۔ درمختار جلد 2 صفحہ 349

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوگی (غایۃ الاوطار)۔

مذکورہ صورت میں اگر بعد میں معلوم ہوا کہ امام نے سجدہ تلاوت کیا ہے تو جب تک اپنی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو لوٹ کر سجدہ تلاوت میں شریک ہو جائے اور سجدہ بھی کرے پھر اپنی نماز پڑھے، اور اگر اپنی رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو پھر خواہ عود کرے یا نہ کرے بہر حال نماز فاسد ہو جائے گی۔(1)

مسئلہ: اگر مسبوق دوسری رکعت میں اس وقت شریک ہوا کہ امام بلند آواز سے قراءت پڑھ رہا تھا یعنی جہری نماز تھی، تو اس کو سبحانک اللھم نہ پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ قرآن کا سننا واجب ہے اور ثناء کا پڑھنا سنت، لہٰذا واجب کے مقابلہ میں سنت کو ترک کر دے اور اگر مسبوق سری نماز کی دوسری رکعت میں شریک ہوا ہو تو اس صورت میں سبحانک اللھم پڑھے اور اپنی رکعت میں بھی۔ یعنی جب امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی نماز پڑھنے کھڑا ہو تو اس میں بھی ثناء پڑھے۔(2)

اگر مسبوق نے امام کو رکوع یا سجدہ میں پایا اور اس کو ظن غالب ہے کہ میں ثناء پڑھ کر رکوع یا سجدہ میں شریک ہو سکوں گا تو ثناء پڑھ لے ورنہ ثناء ترک کر کے رکوع یا سجدہ میں شریک ہو جائے۔(3)

مسئلہ: اگر امام چوتھی رکعت کا قعدہ اخیرہ کر کے سہواً پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اور مسبوق بھی اس کی اقتداء میں کھڑا ہو گیا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ مسبوق نے امام سے علیحدہ ہو جانے کی صورت میں اس کی اقتداء کی اور اگر امام قعدہ اخیرہ ترک کر کے پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہوا ہو تو مسبوق کی نماز اس وقت تک فاسد نہ ہوگی جب تک امام پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کرے۔ پانچویں رکعت کا سجدہ کر لینے کے بعد مسبوق کی، امام کی اور سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔(4)

1۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 92
2۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 91
3۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 90
4۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 92

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسبوق کے لئے ہدایات

۱۔ مسبوق کو چاہیے کہ جب امام دونوں طرف سلام پھیر دے اور یہ معلوم ہو جائے کہ اب امام کے ذمہ کوئی سجدہ سہو وغیرہ باقی نہیں تو اس وقت اپنی بقیہ نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہوتا کہ ہر طرح کی خرابی اور احتمال سے محفوظ رہے۔(1)

۲۔ مسبوق کو چاہیے کہ جب امام قعدۂ اخیرہ میں بیٹھے تو جلدی جلدی تشہد نہ پڑھے بلکہ ذرا ٹھہر ٹھہر کر اتنی دیر میں پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے تک ختم ہو اور خالی نہ بیٹھا رہے۔ اگر امام کے سلام سے پہلے تشہد فارغ ہو گیا تو صرف اشھد ان لا الہ الا اللہ کی تکرار کرتا رہے یا خاموش بیٹھا رہے، اختیار ہے (غایۃ الاوطار)۔(2)

۳۔ اگر مسبوق نے امام کو قعدہ میں پایا تو ثناء نہ پڑھے قعدہ میں شریک ہو جائے۔(3)

لاحق کا حکم

لاحق جس وقت وضو کر کے آئے تو جس رکن میں امام ہو اس میں آ کر شریک نہ ہو۔ بلکہ جس طرح اور جس رکن کو امام ادا کر چکا ہے۔ اس ترتیب سے یہ بھی پہلے اسی رکن کو ادا کرے، مثلاً پہلی رکعت کے سجدہ میں اس کو حدث ہو گیا اور یہ وضو کرنے چلا گیا۔ حتی کہ جتنی دیر میں وہ وضو کرتا ہے اتنی دیر میں امام دوسری رکعت کے قعدہ میں پہنچ گیا تو اس کو یہ نہیں چاہیے کہ قعدہ میں ہی آ کر شریک ہو جائے بلکہ اس کو چاہیے کہ جس سجدہ میں اس کو حدث ہوا تھا پہلے وہ سجدہ ادا کرے۔ پھر وہ دوسری رکعت ادا کرے جو امام اس کی عدم موجودگی میں پڑھ چکا ہے۔ اب امام آگے بڑھتا جائے گا اور یہ اس کے ادا کیے ہوئے ارکان کو ادا کرتا جائے گا۔ اگر آخر نماز میں امام کی نماز تک پہنچ جائے تو فبہا اور اگر امام نماز ختم کر چکے اور یہ اس کو نہ پکڑ سکے تو اپنی نماز پوری کرے مگر ترتیب کا خیال رکھے۔ لاحق کے لئے ادائے نماز کا طریقہ یہی ہے۔(4)

1۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 91
2۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 91
3۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 91
4۔ درمختار جلد 2 صفحہ 345

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسبوق لاحق کا طریقہ اداء نماز

مسبوق لاحق پہلے اس نماز کو ادا کرے جو اقتداء کی حالت میں فوت ہوئی ہو اور پھر اس نماز کو ادا کرے جو شروع ہی سے فوت ہو چکی ہے۔ مثلاً ایک شخص ظہر کی نماز کی دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا اور تیسری رکعت میں اس کو حدث ہو گیا تو اس کو چاہیے کہ جماعت سے علیحدہ ہو کر وضو کرے پھر پہلے تیسری اور چوتھی رکعت ادا کرے۔ مگر خالی بغیر سورۃ کے پھر قعدۂ اخیرہ میں بیٹھ کر تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور اس رکعت کو ادا کرے، جو ابتداء ہی سے رہ گئی تھی، اس رکعت میں سبحانک اللھم، اعوذ، بسم اللہ، الحمد اور کوئی سورت پڑھے پھر بیٹھ کر باقاعدہ سلام پھیر دے۔(1)

بناء نماز کے احکام

اگر امام کو نماز میں حدث ہو جائے تو اس کے متعلق ہم پہلے تفصیلی روشنی ڈال آئے ہیں۔ یہاں دوبارہ مختصراً اس کے احکام لکھے جاتے ہیں۔ جس وقت امام کو نماز میں حدث ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اپنی جگہ کسی ایسے شخص کو جو خلیفہ ہونے کے مسائل سے واقف ہو، خلیفہ بنا کر فوراً اپنی جگہ سے ہٹ جائے اور وضو سے فارغ ہو کر واپس آ جائے اور خلیفہ کی جگہ کھڑے ہو کر خلیفہ کے پیچھے اپنی بقیہ نماز پوری کرے اسی کو بناء کہتے ہیں۔

امام، مقتدی، اور تنہا نماز پڑھنے والے کو سب کو بناء نماز جائز ہے۔ ان میں سے جس کسی کا بھی وضو ٹوٹ جائے تو وضو کر کے گذشتہ پڑھی ہوئی نماز سے آگے آ کر شروع کرے مگر امام و مقتدی کے لئے بناء کرنا از سر نو نماز پڑھنے سے افضل ہے ورنہ جماعت کے ثواب سے محروم رہیں گے اور تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے از سر نو نماز پڑھنا افضل ہے۔(2)

ضروری مسائل

اگر کسی امام کی امامت سے لوگ کسی امر شرعی کی بناء پر ناخوش ہوں اور اس کو امام رکھنا نہ چاہتے ہوں، تو اس حالت میں اس امام کو امامت کروانا مکروہ تحریمی ہے، اور لوگ کسی امر

1۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 91   2 فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 93

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دنیاوی کی وجہ سے امام سے ناراض ہوں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔اس کی امامت صحیح ہوگی۔
(غایۃ الاوطار)

مسئلہ: اگر امام اور مقتدیوں میں نماز کے کسی امر پر اختلاف ہو جائے مثلاً مقتدی کہیں کہ تین رکعتیں پڑھی گئیں اور امام کہے پوری چار ہو گئیں اور امام کو اس بات کا کامل یقین بھی ہو تو امام کا قول معتبر ہوگا۔اور مقتدیوں کے کہنے سے نماز کا دوبارہ اعادہ نہ کیا جائے۔اور اگر امام کو اپنے قول میں شک ہو تو پھر مقتدیوں کا قول قابل اعتبار ہوگا اور نماز مکرر پڑھی جائے گی۔(1)

مسئلہ: اگر مقتدیوں میں باہم اختلاف ہو جائے، کوئی کہے تین رکعتیں ہوئی ہیں اور کوئی چار کہے تو جس فریق کے ساتھ امام ہوگا اسی کا قول قابل اعتبار ہوگا خواہ امام کے ساتھ ایک ہی آدمی ہو اگر ایک مقتدی کو یقین ہے کہ تین رکعتیں ہوئیں۔دوسرے کو یقین نہیں تو بس کچھ نہ کیا جائے نماز ہوگئی مکرر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔(ص)

ایک مقتدی کو یقین ہے کہ تین رکعتیں ہوئیں اور باقی مقتدیوں اور امام کو تین یا چار ہونے میں شک ہے تو احتیاطاً دوبارہ نماز پڑھنی چاہیے۔(3)

مسئلہ: ایک شخص کو فجر یا ظہر یا عصر کی امام کے ساتھ ایک رکعت ملی تو یہ جماعت سے نماز پڑھنے والا شمار نہ ہوگا۔مگر جماعت کا ثواب ضرور مل جائے گا۔(4)

— اگر چار رکعتوں والی نماز میں سے تین رکعتیں امام کے ساتھ مل گئیں تو جماعت سے نماز پڑھنے والا شمار کیا جائے گا۔(5)

اگر کوئی شخص امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے قبل شریک ہو گیا تو اسے وہ رکعت مل گئی اور اگر اس کے رکوع میں جھکنے سے پہلے امام نے سر اٹھایا تو رکعت فوت ہوگئی۔(6)

اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ اگر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو گیا تو وہ رکعت مل گئی ورنہ نہیں۔بعض علماء نے کہا ہے کہ رکعت پانے کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم رکوع میں

1۔فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 93
2۔فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 93
3۔فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 93
4۔ردالمحتار جلد 2 صفحہ 514
5۔عالمگیری جلد 1 صفحہ 120
6۔فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 120

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک مرتبہ سبحان ربی العظیم بھی کہا ہو تب وہ رکعت ملے گی ورنہ نہیں۔

مسئلہ: ایک شخص فجر یا مغرب کی تنہا نماز پڑھ رہا تھا۔ اتنے میں جماعت کھڑی ہو گئی تو اگر اس نے دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو اپنی نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو پھر نہ توڑے اسی کو پورا کرے۔(1)

مسئلہ: اگر ظہر یا عصر یا عشاء کی تنہا نماز پڑھ رہا تھا، کہ اتنے میں جماعت کھڑی ہو گئی تو اگر دوسری رکعت کو سجدہ نہ کیا تو نماز قطع کر کے جماعت میں شریک ہو جائے اس کی تنہا دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی اور فرض امام کے ساتھ ہو جائیں گے۔ اگر تین رکعتیں پڑھ چکا تھا کہ جماعت کھڑی ہو گئی تو اگر تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو قطع کر کے جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر کر لیا ہو تو قطع نہ کرے۔ اپنی نماز پوری کر لے، اس کے بعد اختیار ہے چاہے جماعت میں شریک ہو یا نہ ہو مگر عصر میں یہ اختیار نہیں، یعنی عصر کی جماعت میں شریک نہ ہو کیونکہ اپنی نماز علیحدہ پڑھ کے جو شخص جماعت میں شریک ہوتا ہے۔ وہ نفل ہو جاتے ہیں اور عصر کے بعد کوئی نفل نہیں لہٰذا عصر کی نماز میں دوبارہ شریک جماعت نہ ہو۔ ظہر اور عشاء کی نماز میں شریک ہو جائے مگر اپنے اختیار پر منحصر ہے۔ اسی طرح مغرب کی نماز میں بھی شریک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ نفل تین ہوں گے اور نفل تین نہیں ہوتے۔ فجر کی نماز میں بھی شریک نہ ہو۔ کیونکہ فجر کی نماز کے بعد کوئی نفل ہی نہیں۔(2)

مسئلہ: اگر کوئی شخص فجر کی سنتیں پڑھ رہا تھا اور جماعت کھڑی ہو گئی تو اس وقت تک قطع نہ کرے جب تک جماعت کے ساتھ کم از کم قعدۂ اخیرہ مل جانے کا قوی خیال ہو، ورنہ قطع کر دے اور اگر فجر کی سنتوں کے علاوہ کسی اور وقت کی سنتوں میں ایسا اتفاق ہو تو اگر پہلی دو رکعت کے بعد جماعت کھڑی ہو تو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اور جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر تیسری یا چوتھی رکعت کے وقت جماعت کھڑی ہو تو چاروں رکعتیں پوری کر کے جماعت میں شریک ہو۔(3)

1۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 119
2۔ درمختار جلد 2 صفحہ 06-505
3۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 120

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مگر یاد رہے اگر جماعت میں شریک ہونے کے لئے سنتوں کو قطع کیا ہو تو پھر دوبارہ بعد میں سنتوں کی قضا کرنی ہوگی۔(1)

مسئلہ: ایک شخص بوقت فجر ایسی حالت میں مسجد میں آیا کہ جماعت ہو رہی تھی اور اس نے سنتیں نہ پڑھی تھیں تو اگر اسے قعدۂ اخیرہ مل جانے کی قوی امید ہو تو کسی علیحدہ جگہ سنت ادا کر کے جماعت میں شریک ہو ورنہ مجبوراً سنتوں کو ترک کر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے۔ مگر یہ حکم صرف فجر کی نماز کے ساتھ مخصوص ہے، ظہر و جمعہ کی سنتوں کا یہ حکم نہیں ہے، ظہر یا جمعہ کی جماعت شروع ہو جائے اس وقت بھی سنتیں شروع نہ کرے(2) فرض نماز کے بعد ظہر و جمعہ کی سنتیں پڑھ لے۔(3)

مگر یہ سنتیں آخری سنتوں سے پہلے ادا کرے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ فجر کی سنتیں قضا ہونے کے بعد پھر ادا نہیں کی جاسکتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ظہر و جمعہ کی سنتوں کا وقت جماعت ہونے کے بعد موجود ہے اور فجر کی سنت کا وقت جماعت کے بعد موجود نہیں ہے۔ ہاں اگر طلوع آفتاب کے بعد فجر کی قضا شدہ سنتوں کو پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں، امام محمد کے نزدیک طلوع آفتاب کے بعد فجر کی سنتیں ادا ہو جاتی ہیں۔(4)

عصر اور عشاء کی سنتوں کی قضا نہیں ہے۔ کیونکہ عصر و عشاء کی سنتیں مؤکدہ نہیں کیونکہ ظہر و جمعہ کی سنتیں مؤکدہ ہیں اس لئے وقت کے اندر ان کی قضا ہو سکتی ہے۔ وقت گزر جانے کے بعد ان کی بھی قضا نہیں۔ (کبیری)

جماعت ثانیہ کا حکم

محلہ کی اس مسجد میں جس میں امام، مؤذن اور مقتدی معین ہوں دوسری جماعت محراب سے ہٹ کر بغیر دوسری اقامت کے بالاتفاق جائز ہے۔ ہاں ایسی مسجد میں دوسری اذان دے کر مکرر جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر مسجد ایسی ہو کہ نہ امام مقرر ہو، نہ مؤذن اور نہ نمازی تو ایسی مسجد میں دوسری اذان کے ساتھ بھی مکرر جماعت بلا کراہت جائز ہے۔(5)

1۔ درمختار جلد 2 صفحہ 506　　2۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 120　　3۔ نور الایضاح صفحہ 07-106
4۔ ردالمحتار جلد 2 صفحہ 512　　5۔ عالمگیری جلد 1 صفحہ 83

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

امام کے لئے دس آداب

انتخاب امام کے سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ امام ایسا شخص ہونا چاہیے جو قرآن سب سے زیادہ اچھا پڑھتا ہو۔ یعنی بقدر ضرورت فن تجوید و قراءت سے واقف ہو یا کم از کم صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن پڑھتا ہو۔ دیکھا گیا ہے کہ اکثر ائمہ مساجد غلط قرآن مجید پڑھتے ہیں اور مقتدیوں کو ذرا بھی احساس نہیں ہوتا اور نہ امام کو مقرر کرتے وقت اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ صحیح قرآن پڑھنے والا امام رکھا جائے۔ حالانکہ اس پر نماز کا ایک رکن قراءت موقوف ہے۔ حضرت امام شافعی نے تو اس چیز کو یہاں تک اہمیت دی ہے کہ ان کے نزدیک قرآن کا اچھا پڑھنے والا عالم پر مقدم ہے۔

علاوہ ازیں امام کیلئے دس انسانی اور شرعی آداب ہونے ضروری ہیں۔ تا کہ مقتدیوں کی نماز اچھی طرح ہو۔ وہ آداب یہ ہیں:

۱۔ تکبیریں باقاعدہ اور کامل طور پر کہے۔

۲۔ رکوع و سجود اچھی طرح یعنی اطمینان و سکون کے ساتھ کرے۔

۳۔ اپنے آپ کو حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچائے رکھے۔

۴۔ بدن اور لباس کو حتی الامکان پاک و صاف رکھے۔

۵۔ قراءت میں لوگوں کا لحاظ رکھے یعنی زیادہ طویل نہ کرے تا کہ مقتدیوں پر بار نہ گزرے۔

۶۔ دماغ میں غرور و نخوت نہ ہو۔

۷۔ نماز شروع کرنے سے پہلے تمام گناہوں سے استغفار کرے۔

۸۔ مقتدیوں کے لئے بھی استغفار کرے کیونکہ ان کا امام ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد صرف اپنے ہی لئے دعا نہ کرے بلکہ سب کے لئے دعا کرے۔

۹۔ جب مسجد میں کوئی مسافر آ جائے تو اس کی حاجت دریافت کرے، بقدر طاقت خود اس کی امداد کرے اور دوسروں سے کرائے۔

۱۰۔ ہر ایک کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آئے اور اپنے مقتدیوں کے دلوں میں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

گھر کرے۔

تنبیہ: بعض ائمہ کو دیکھا گیا ہے کہ وہ قرآن کو راگ کی طرح پڑھتے ہیں اور اس کو مقتدی قاری سمجھتے ہیں۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ قرآن کو گا کر پڑھنا بہت گناہ ہے بلکہ قرآن مجید کی توہین ہے۔ یہ کتنی بڑی کور ذوقی اور دماغی افلاس ہے کہ جو امام قرآن کو گا کر پڑھے اس کو قاری سمجھا جاتا ہے۔ خواہ وہ غلط پڑھتا ہو۔ اچھی آواز کو دیکھا جاتا ہے اور قرآن کو صحیح یا غلط پڑھنے کا ذرا سا بھی ذوق و احساس نہیں ہوتا۔

مسجد کے احکام و آداب

اسلام میں مساجد کا درجہ

مفردات میں ہے: "المسجد بکسر الجیم موضع السجود" (یعنی مسجد بکسر جیم ہے اور اس سے مراد وہ مقام ہے جس میں اپنے معبود حقیقی کے سامنے جبین نیاز رکھی جائے یعنی سجدہ کرنے کی جگہ مساجد کے لئے اللہ پاک سورۂ جن میں فرماتا ہے:

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (الجن:18)۔

"مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے ہیں"۔

یعنی مسجدوں کے اندر صرف وہی اعمال سرانجام دینے چاہئیں جو صرف اللہ کے لئے مخصوص ہوں۔ دوسری جگہ باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (جن) مسجد میں سوائے اللہ کے کسی کی بندگی و پرستش نہ کرنی چاہیے ان کو خالص طور پر خدا کے ذکر و عبادت کے لئے مخصوص رکھنا چاہیے۔ فضول ولغو اور بیکار دنیاوی ذکر و اشغال، حکام و حکومت کی خوشامد و چاپلوسی غلامانہ اغراض اور شرک و بدعت کی نشر و اشاعت سے مساجد اللہ کو ملوث اور بے حرمت نہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس آیت مقدسہ کی تفسیر میں حضرت امام طبری حضرت ابن عباس کی تفسیر یوں نقل کرتے ہیں:

افردوا المساجد بذکر اللہ تعالی ولا تجعلوا لغیر اللہ فیھا نصیبا

"مسجدوں کو صرف اللہ کے ذکر کے لئے مخصوص کردو۔ اللہ کے سوا غیروں کے ذکر

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے لئے وہاں کوئی حصہ نہ ہو"۔

ا۔ مساجد کی تعمیر اوران کا قیام صرف اس لئے ہے کہ یہ اللہ کے ذکر کیلئے مخصوص کر دی جائیں۔ ان میں مسلمان محض اس لئے جمع ہوں کے وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر وعبادت بجالائیں۔

۲۔ مساجد میں بادشاہوں، حکام، امراء اور اغیار واجانب کی قصیدہ خوانی اور تعریف و توصیف بیان کرنا ان کی خوشامد وچاپلوسی کا ذلیل ومکروہ مظاہرہ کرنا اوران کے لئے دعائیں مانگنا ناجائز ہے۔

۳۔ مساجد میں دنیاوی امید کا سرانجام دینا اور فضول اور لغو باتیں کرنا سخت ممنوع ہے اس ممانعت میں وہ باتیں داخل نہیں جن کا تعلق ملکی وملی فلاح وبہبود سے ہو۔

پس جو لوگ آج کل مساجد میں دنیاوی باتیں کرتے ہیں وہ مساجد کی حرمت وعظمت کو بٹہ لگاتے اور سخت گنہگار ہوتے ہیں۔ اس مفسدہ کی روک تھام ہر مسلمان کا فرض ہے تاکہ مساجد کی حرمت قائم ہو اور وہ اللہ کے ذکر وعبادت کے لئے مخصوص ہو جائیں۔

اسلام کی پہلی مسجد اور اس کے اغراض ومقاصد

جب آنحضرت سرور کائنات ﷺ مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے، تو آپ نے شہر سے باہر بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں قیام فرمایا اور سب سے پہلے اس مسجد کی بنیاد ڈالی جس کو مسجد نبوی یا مسجد قبا کہا جاتا ہے اور اب تعمیر ملت کا اصلی کام شروع ہوا، گویا یہ مسجد مسلمانوں کی دینی، سیاسی اور مجلسی اصلاح وتعمیر کا پہلا مرکز اور ہال تھی جہاں ملکی وملی ضروریات پر غور ومشورہ کیا جاتا تھا اور اہم امور سرانجام پاتے تھے۔

مدینہ میں جو منافق تھے اور اسلامی اثر واقتدار کے سامنے خائب وخاسر ہو کر مسلمانوں کی تعمیر وترقی کو دیکھ دیکھ کر اندر ہی اندر آگ کے انگاروں پر لوٹے جا رہے تھے، ان کے روساء نے مسجد قبا کے مقابلہ میں اپنی اسلام آزار اغراض کی تکمیل اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کے لئے اپنی علیحدہ مسجد بنا ڈالی جس کا مقصد وحید نفاق وفساد تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ توبہ میں ان دونوں مسجدوں کا ذکر ان الفاظ میں فرماتا ہے:

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۝ (سورۃ التوبہ)

”اور جن منافقوں نے اس غرض سے ایک مسجد بنا کر کھڑی کی کہ خدا اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کریں، مسلمانوں میں پھوٹ ڈالیں اور ان لوگوں کو پناہ دیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ قتال کر چکے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ اس مسجد سے ہمارا مقصد صرف بھلائی ہے۔ سو اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ بالکل جھوٹے ہیں اگرچہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اس سے ہمارا مقصد سوائے نیکی کے اور کچھ نہیں۔ اے پیغمبر! آپ اس مسجد میں جا کر کھڑے بھی نہ ہونا۔ ہاں وہ مسجد مقدس جس کی بنیاد روز ازل سے ہی اتقاء اور پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے، وہ یقیناً اس بات کی مستحق ہے کہ آپ اس میں نماز کے لئے کھڑے ہوں کیونکہ اس میں ایسے لوگ ہیں جو صاف وستھرا رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ بھی ایسے لوگوں کو درست رکھتا ہے“۔

مساجد کی آبادی اور سعی تخریب

مساجد کی غرض یہ ہے کہ ان سے مسلمانوں کو دن میں پانچ مرتبہ اتحاد و اتفاق کا سبق ملتا رہے اور ان کے قلوب وارواح کو احکام الٰہیہ کی روشنی ملتی رہے پس اگر مسجدوں سے یہ غرض پوری ہوتی ہے اور منبروں سے کتاب وسنت کے مطابق ان کی صحیح رہنمائی ہوتی ہے، تو وہ مسجدیں آباد ہیں خواہ وہ کچی ہوں اور ظاہری ساز و سامان کچھ نہ ہو۔ درحقیقت مساجد کی آبادی کے معنی یہ ہیں کہ ان کے ائمہ دینی بصیرت رکھنے والے اور اسلام کی صحیح روشنی دینے والے ہوں اور مسلمانوں کی تعمیر و اصلاح کا کام بخوبی سرانجام پا رہا ہو، اور جن مسجدوں سے ملت مسلمہ کی غرض پوری نہیں ہوتی، وہ ویران ہیں۔ خواہ وہ کتنی ہی شان دار اور باعظمت

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوں۔ مسلمانوں کو اچھی طرح سن لینا چاہیے کہ مسجدوں کی آبادی ورونق تین چیزوں سے ہے: ایک تو یہ کہ ان میں نمازیوں کی کثرت ہو اور وہ سب کے سب کسی نہ کسی حد تک اسلامی عقائد و اخلاق کا سچا نمونہ ہوں اور دوسرے یہ کہ ان میں ایسے ائمہ ہوں جن سے قرآن حکیم کے صحیح علم و عمل کے چشمے جاری ہوں اور اتحاد و اتفاق کا سبق ملتا ہو اور تیسرے یہ کہ مسجدوں میں ہر مسلمان کو ذکر و عبادت الٰہی کرنے کی آزادی ہو۔ اور سعی و تخریب سے مراد یہ ہے کہ نمازی کم ہوں، جو ہوں بھی تو اسلام کے علم و عمل سے محروم ہوں، خدا کے بندوں کو خدا کے ذکر سے روکا جاتا ہو اور فرقہ بندی و ہنگامہ آرائی کا سبق ملتا ہو۔ چنانچہ شیخ علی البہائی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ویذکر فیھا اسمہ اذا منع لم یھتم لعمارتھم فکانما سعی فی خرابھا۔

"جب کہ کسی نے لوگوں کو ذکر الٰہی سے روکا تو اس نے مسجد کی آبادی کا اہتمام نہیں کیا اور ایسا کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ گویا اس نے مساجد کی خرابی کی سعی کی"۔

حضرت امام رازی اس کی مزید تشریح و توضیح یوں کرتے ہیں:

السعی فی تخریب المسجد قد یکون لوجھین احدھم مع المصلین و المتعبدین و المتعھدین لہ فیکون ذلک تخریبا والثانی بالھدم والتخریب۔

"مسجدوں کو ویران کرنے کی کوشش کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ نماز پڑھنے والوں، عبادت گزاروں اور وابستگان مساجد کو منع کیا جائے۔ ایسا کرنا مسجد کی تخریب ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کی عمارت کو منہدم کیا جائے"۔

سعی تخریب کرنے والوں کے لئے سخت وعید

مذکورہ بالا تفاصیل سے ثابت ہوا کہ سعی تخریب یہ ہے کہ مسجدوں میں اللہ کے ذکر سے لوگوں کو روکا جائے، ان کی آبادی کا انتظام و اہتمام نہ کیا جائے اور اس کی عمارت کو منہدم کیا جائے۔ جو لوگ مسجدوں کی ویرانی میں ساعی ہوئے ہیں، ان کو یہ سخت وعید سن کر لرز جانا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

چاہیے اور اپنی اسلام شکن حرکت پر ماتم کرنا چاہیے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (سورۃ البقرہ)

"اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں اللہ کا ذکر کئے جانے سے روکے اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے ان لوگوں کو تو کبھی بے خوف ہو کر ان میں قدم بھی نہ رکھنا چاہیے تھا۔ ان لوگوں کو دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور آخرت میں بھی سزائے عظیم ہوگی"۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین مکہ نے ویرانی مسجد حرام کی کوشش کی تھی حق تعالیٰ نے صیغہ عموم سے اس کی قباحت ظاہر کرتے ہوئے ارشاد کیا: "اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں اللہ کا ذکر کئے جانے سے روکے الخ"۔

اس آیت کی رو سے وہ لوگ بڑے ظالم اور شریر ہیں جو ذکر الٰہی سے روکتے اور فتنہ و فساد برپا کر کے ملت واحدہ کے شیرازہ کو اور زیادہ بکھیرتے ہیں۔ پس مسلمانوں کو اپنی اس حرکت قبیحہ سے باز آ جانا چاہیے اور مساجد کو خدا تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور تسبیح و تقدیس کے لئے عام کر دینا چاہیے، ورنہ ظالم و شریر ٹھہریں گے اور وہ دین اور دنیا میں رسوائی حاصل کریں گے۔

مسجدوں کے متولی کیسے ہونے چاہئیں؟

حقیقت یہ ہے کہ مسلمان جس قدر زیادہ قرآن حکیم سے دور ہوتے جا رہے ہیں اسی قدر ان کی زندگی اور ذہنیت تاریک ہوتی جا رہی ہے اور ان کا دینی نظام ابتر و ناکارہ ہوتا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کی تمام خرابیوں اور گمراہیوں کی جڑ یہ ہے کہ وہ اسلامی احکام و فرامین کو سامنے رکھ کر اپنے کسی دینی کام کو سرانجام دینا نہیں جانتے۔

چنانچہ مساجد کی تعمیر و تولیت کے بارے میں تو وہ جانتے ہی نہیں کہ اس باب میں اسلام نے کیا حکم دیا ہے اور ہم کیا کر رہے ہیں؟ عموماً مساجد کی تعمیر و تولیت کے لئے ایسے شخص کا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انتخاب کیا جاتا ہے جو محلہ و شہر میں صاحب اثر و رسوخ، بڑا سمجھا جاتا ہو، حکام رس ہو، مال دار ہو یا اس کا باپ دادا پہلے سے مسجد کا متولی چلا آتا ہو۔

الغرض ہم نے اپنی ناسمجھی سے امامت کی طرح تولیت کو بھی جدی وراثت سمجھ لیا ہے مگر اسلام نے مساجد کی تعمیر و تولیت کے لئے کس شخص کو مستحق ٹھہرایا ہے؟ ذرا سنیئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾ (سورہ توبہ)

"اللہ کی مسجدیں آباد کرنے والا تو وہ شخص ہو سکتا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا نماز قائم کی زکوٰۃ ادا کی، اور پھر یہ کہ وہ کسی سے نہ ڈرا مگر صرف اللہ سے تو بے شک ایسا شخص قریب ہے جو ہدایت یافتہ اور کامیاب ہو"۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مسجدوں کو آباد کرنے والا اور متولی بننے کا وہ شخص مستحق ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھے۔ پنج وقتہ نماز کی پابندی کرے زکوٰۃ دے اور سوائے اللہ کے کسی سے نہ ڈرے ایسا ہی شخص ہدایت یافتہ ہے۔ جو شخص ان صفات سے محروم ہے اور دین دار نہیں، وہ شخص مسجد کا متولی نہیں بنایا جا سکتا۔ پس مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی مسجدوں کے متولیوں کا جائزہ لیں۔ اگر وہ ان صفات سے محروم نظر آئیں تو ان کو تولیت سے الگ کر دیں اور تعمیر و تولیت کے انتخاب کے وقت ان صفات اربعہ کو مدنظر رکھا کریں۔

مسجد کا متولی بے خوف و نڈر ہونا چاہیے

آیت مذکورہ میں جو تولیت کی چار شرطیں بیان کی گئی ہیں ان میں آخری شرط نہایت اہم اور ضروری ہے اور اگر سچ پوچھو تو سب شرطوں کی جان ہے۔ آخری شرط گویا اصل ہے اور بقیہ تین شرطیں اس کی فرع اور وہ اہم شرط یہ ہے کہ مسجد کا متولی اپنے تمام اعمال و افعال میں نڈر اور بے خوف ہو۔ اللہ کے سوا اور کسی کی قوت و عظمت سے مرعوب نہ ہو۔ دراصل یہ بے خوفی ایمان باللہ کا لازمی نتیجہ ہے۔ اللہ پر ایمان رکھنے والے حقیقی مومن کی علامت ہی یہ ہے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہ وہ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ نماز کا اثر اور سچے نمازی کی پہچان ہی یہی چیز ہے۔

نماز کے ذریعہ مسلمانان عالم کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ انسان کے سینہ میں ایک دل ہے اور ایک سر ہے دل میں صرف ایک اللہ ہی ہونا چاہیے۔ اور سر بھی صرف خدائے واحد ہی کے سامنے جھکنا چاہیے۔ مسلمان نمازی صرف اپنے خالق و مالک کا بندہ ہے وہ اللہ کے سوا کسی کا بندہ نہیں ہو سکتا اور وہ دنیاوی حاکموں اور حکمرانوں کے سامنے نہیں جھک سکتا۔ ایک سچے مسلمان نمازی کی پہچان یہی ہے کہ وہ صرف اللہ سے ڈرے اور اپنے دل سے تمام فراعین و نمارده کے خوف کو نکال ڈالے۔

ماسوی اللہ را مسلماں بندہ نیست　　　پیش فرعونے سرش افگندہ نیست

اس وقت توحید اور جذبہ ملی کا اظہار مسجدوں میں نمایاں طور پر ہونا چاہیے بالخصوص مسجد کے متولی اور امام کو تو ضرور اس نقشہ توحید اور جذبہ اعلون سے سرشار ہونا چاہیے جو غیر ذں سے ڈرتے اور کفر و تثلیث کی غلامی کرتے ہوں وہ مسجدوں کے متولی اور مسلمانوں کے امام ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اگر آج ہماری بدقسمتی سے ایسا ہی نظر آتا ہے تو کہنا پڑتا ہے۔

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

ائمہ مساجد کی حالت پر خون کے آنسو

اسلام نے امامت و جماعت کے ذریعہ مسلمانوں کی ترقی و فلاح اور اصلاح و تعمیر کا ایک ایسا مضبوط اور نتیجہ خیز نظام قائم کر دیا ہے کہ اگر یہ دونوں چیزیں اپنی اصلی حالت اور بنیادوں پر استوار ہو جائیں اور مسلمان اس کی عظمت و حقیقت کو سمجھ لیں تو ان پر آج ہی دینی و دنیوی ترقی کے ابواب کھل جائیں اور وہ آسمان عزت پر چڑھتے ہوئے نظر آئیں مگر ایسا نہیں۔ ہم نے امامت و جماعت کی حقیقت کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسجدیں صلاح و فلاح اور ہدایت و کامرانی کے نور سے محروم ہیں۔ ہماری بستیوں میں الحادو ارتداد کی وبائیں پھیل رہی ہیں۔ امت مسلمہ عصیان و طغیان کے سیلاب میں بری طرح بہی چلی جارہی ہے۔ فرقہ بندی اور تکفیر و تفسیق کی آگ ہماری امیدوں اور عزائم کے دامن کو جلائے جارہی ہے، پھوٹ اور نفاق کی آندھیوں نے تعمیر ملت کی شاندار عمارتوں کو پیوند

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

زمین بنا رکھا ہے اور فرقہ بندی، بدنظمی، جہالت وافلاس اور غلامی ومحکومی نے ہماری شخصی اور جماعتی زندگی کی ہر شاخ کو مردہ اور پامال کر رکھا ہے۔

حالانکہ نصب امامت سے مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کی شخصی و جماعتی زندگی کی ہر شاخ کو قوت وسرسبزی ملے، ان کی دینی وسیاسی زندگی مضبوط بنیادوں پر قائم رہے۔ اوران کو دن میں پانچ بار علی العموم اور جمعہ کے دن بالخصوص قرآنی احکام وہدایات ملتی رہیں۔ مگر ہمارے ذوق انتخاب کی پستی اور دینی نظام کا مسخرہ پن ملاحظہ ہو کہ ہم نے امامت کے تاج اور دینی بادشاہت کے لئے دنیا بھر کے اندھے، بہرے، اپاہج، مریض، نکمے عہدی، جاہل، کودن، شکم پرست، مردہ شو، بدباطن اور بداخلاق، قل اعوذی، ملانوں کو منتخب کر رکھا ہے۔ ہماری مسجدوں میں ایسے نااہل امام بھرے پڑے ہیں جن کے پاس نہ صحت مند جسم ہے، نہ ذمہ دار روح، نہ روشن ذہن ہے، نہ باحساس دماغ، نہ مستقیم نظر ہے نہ مصلحت اندیش عقل اور نہ حیات افروز اخلاق۔ ان کے علم (عمل) کی کل کائنات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر نماز کے مفہوم ومطالب تک سے ناآشنا ہیں، ان کا کام صرف اتنا ہے کہ الٹی سیدھی نمازیں پڑھا دیا کریں۔ جمعرات کی روٹیاں اکٹھی کر کے کچھ کھالیا کریں اور کچھ بیچ دیا کریں۔ مریض اور آسیب زدہ بچوں کو جھاڑ اپھونکی اور تعویذ گنڈے کر دیا کریں۔ یہ ہے ہمارے ائمہ مساجد کی اہلیت وحقیقت اور اس میں ہمارا سارا معاشرہ قصوروار ہے جو اپنے ذہین افراد کی ایک بڑی کھیپ تو دوسرے امور کے لئے وقف کر دیتا ہے اور جو کہیں کا نہ ہو۔ اسے کسی مسجد کے لئے وقف کر دیا جاتا ہے، اس طرح ہم نہ دین کے رہتے ہیں نہ دنیا کے۔ کیونکہ امور دنیا میں مصروف شخص تو دین سے بے بہرہ رہتا ہے اور ایک نااہل فرد صحیح طریقے سے علم حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی معاشرے کی صحیح راہنمائی کر سکتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے دین کو زندہ کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ قابل افراد اس کے لئے وقف کریں۔

مساجد کے بارہ میں ایک ضروری اور قابل توجہ چیز

اسلام میں مذہب وسیاست کی تفریق نہیں۔ وہ بیک وقت مذہب بھی ہے اور سیاست بھی۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے یہ دونوں چیزیں ایک ہیں۔ مسلمانوں میں مذہبی وسیاسی تفریق کی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ابتداء کرنے والا مغربی دماغ ہے۔ جس نے اپنے اغراض ومقاصد کے لئے مسلمانوں کے دل ودماغ میں اس تفریق کو گھسیڑ دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر یہ اسلام سوز فتنہ دیکھنے اور سننے میں آتا رہتا ہے کہ مسجدیں تو صرف خدا کی عبادت کے لئے ہیں۔ ان کو خطبات سیاسیہ سے پاک رکھنا چاہیے۔ اس تباہ کن اور خلاف اسلام ذہنیت کی بناء پر مسجد کا ہر متولی فرد آزادی و بے باکی کے ساتھ جس کو چاہتا ہے، سیاسی تقریر سے روک دیتا ہے۔

سخت حیرت اور تعجب ہے کہ اغیار نواز اور غلامی پسندوں کو مذہب وسیاست تفریق کر کے مساجد میں خطبات سیاسیہ بند کر دینے کی جرأت وہمت کیونکر ہوتی ہے اور وہ اس قسم کا جاہلانہ و گمراہ کن اعلان کر کے اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ اور یقین کیسے کرتے ہیں۔ وہ قرآن حکیم اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ناواقف اور اسلام کے دشمن ہیں۔ وہ مسلمانوں کی ذلت ورسوائی اور ناکامی وپستی کا سامان کرتے ہیں۔ قرآن حکیم پر ایمان رکھنے والے اس کو سمجھنے والے اور سیرت نبوی سے تمسک کرنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ مذہب و سیاست کی تفریق کا خیال کرنا ہی کفر ہے۔

یاد رکھیے اسلام صرف نماز، روزہ اور حج وزکوٰۃ کا نام نہیں، وہ صرف اللہ اللہ کرنا اور تسبیح پھیرتے رہنا ہی نہیں سکھاتا۔ بلکہ جسمانیات و مادیات کا انتظام وانصرام بھی کرتا ہے۔ دنیوی وتمدنی ترقی کو مذہبی ترقی قرار دیتا ہے۔ دنیا کو آخرت کی کھیتی بتلاتا ہے۔ آزادی کی تعلیم دیتا ہے، غلامی کی ہر طرح بیخ کنی کرتا ہے، مسلمانوں سے تمکین اور استخلاف فی الارض کا وعدہ کرتا ہے۔ تجارت اور صنعت وحرفت کی ترغیب دلاتا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کے احکام دیتا ہے، نکاح وطلاق اور دیگر معاملات دنیوی کے قوانین نافذ کرتا ہے اور چوروں و زانیوں کی سزا مقرر کرتا ہے۔ اگر یہ تمام باتیں قرآن وحدیث میں موجود ہیں تو پھر بتاؤ سیاست کس چیز کا نام ہے اور مسجدوں کے متولی مسلمان ہوتے ہوئے خطبات سیاسیہ سے کیونکر روک سکتے ہیں؟

مسجد نبوی اور سیاسی امور

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس امر پر شاہد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر مسجد میں بیٹھے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوئے اللہ اللہ ہی نہیں کرتے رہے اور آپ کے صحابہ نے راہبانہ زندگی بسر نہیں کی بلکہ حضور ﷺ نے جہاد کیے۔ دوسرے ممالک پر لشکر کشیاں کیں، اقوام وممالک سے معاہدے کئے اور مخالف اسلام قوتوں کا مقابلہ کیا اور وہ سب امور سیاسی، مسجد ہی میں سرانجام پاتے تھے۔ عہد نبوی ﷺ میں مسجد کے اندر صرف نماز وروزہ ہی کے وعظ نہ ہوتے تھے بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے خطبات بھی دیے جاتے تھے، عساکر مرتب ہوتے تھے، ان کے احکام و فرامین نافذ کئے جاتے تھے۔ سفراء اور وفود سے ملاقاتیں ہوتی تھیں، مقدمات ونزاعات کے فیصلے ہوتے تھے، اموال غنیمت تقسیم کئے جاتے تھے اور یہ تمام سیاسی امور خود داعی برحق ﷺ اپنی مسجد میں سرانجام دیتے تھے، ان روشن امور کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کی طاقت ہے جو کہ مسجدوں سے سیاست کو خارج کر سکے؟

اور اگر متولیان وائمہ مساجد کا کوئی دوسرا خود ساختہ مذہب ان سیاسی امور کو مسجد سے خارج کرتا ہے تو ایسے ناپاک، سڑیل اور مردہ مذہب کو پتھر پر دے مارو۔

الغرض مسلمانوں کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ مسجدوں میں وہ تمام مذہبی، سیاسی اور ملکی امور کے لئے صلاح ومشورہ اور تقریر کی جاسکتی ہے جن کا تعلق اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ترقی وترفع سے ہو اور پوری آزادی کے ساتھ مساجد میں سیاسی مجالس کا انعقاد ہوسکتا ہے کسی سرکار پرست متولی کو سیاسی تقریر سے روکنے کا حق نہیں ہے۔

یہ مسجد ہے جہاں دخل کلیسا ہو نہیں سکتا
یہاں قانون کا جھگڑا گوارا ہو نہیں سکتا

مسلمانوں کے لئے واضح اور روشن صراط عمل

اگر مسلمان حقیقی مسلمان بننا چاہتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ سب سے پہلے اپنی تمام تر توجہ مسجدوں کو آباد، آزاد کرنے اور بہترین وقابل اماموں کے پیدا کرنے پر مبذول کردیں۔

ان کا مقدم فرض یہ ہے کہ یہ ائمہ مساجد کی تعلیم وتربیت کا انتظام کریں اور ایسے امام پیدا کریں جو اپنے مقتدیوں کو صحیح معنوں میں مسلمان بنا دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں جو منشائے شریعت کے مطابق ان کی دینی ودنیوی زندگی کی تعمیر واصلاح کریں، اس کے بغیر مسلمانوں کی تنظیم واصلاح کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کیا تم نے سنا نہیں کہ مدینہ کے مسلمانوں کے پاس صرف ایک مسجد تھی جس سے انہیں وہ طاقت ملی تھی کہ ان کی قلت و بے سروسامانی نے کثرت کے چھکے چھڑا دیے، طاغوتی طاقتوں کے دل بادل کو کائی کی طرح پھاڑ کر رکھ دیا اور وہ دین و دنیا کے مالک بن گئے۔ ملکی زندگی کی تباہ حالی اور مظلومیت کو اسی ایک مسجد نے موج اقبال و کامرانی سے بدلا، حیرانی اور تعجب ہے کہ صحابہ کو تو صرف ایک مسجد نے سب کچھ بنا دیا تھا۔

مگر آج ہم ہندوستان میں آٹھ کروڑ ہوتے ہوئے اور ستر ہزار مساجد رکھتے ہوئے بھی مظلومیت و تباہ حالی کے فرش ذلت پر پڑے ہوئے ہیں۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ ہمارے امام و متولی قابل نہیں۔ ہم نماز و جماعت کی حقیقت کو نہیں جانتے اور تمام مساجد ایک نظام کے ماتحت نہیں۔

غضب خدا کا مسجدیں ویران و غلام ہیں اور زنا کاری کے بازار گرم ہیں، شراب خانے آباد ہیں اور مجلسیں پر رونق ہیں، پھر بھلا ہم خدا کے گھروں کو ویران غلام اور منتشر کر کے کیسے دین و دنیا میں فلاح یاب ہو سکتے ہیں؟

مسجد کے آداب

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: مرد کی نماز جماعت سے مسجد کے اندر گھر میں نماز پڑھنے سے پچیس درجے زائد ہے اور جب کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد کی طرف جاتا ہے تو ہر قدم پر اسے اجر و ثواب ملتا ہے اور اس کے بہت سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ ہر قدم پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جو اطمینان سے وضو کر کے مسجد میں نماز کے لئے آتا ہے تو وہ مسجد سے خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا۔ بلکہ اپنے ساتھ اجر و ثواب کا ایک سرمایہ لے جاتا ہے اور زیادہ نفع میں وہ رہتا ہے جو زیادہ دور سے چل کر آتا ہے۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلس میں فرمایا: جس وقت طبیعت میں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سستی و کاہلی کا غلبہ ہو اس وقت وضو کر کے نماز کے لئے مسجد میں آنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا گناہوں کی تاریکی اور غفلت و سستی کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح صابن سے میل دور ہو جاتا ہے۔ بالخصوص صبح و شام کے وقت مسجد میں آنا از قسم جہاد فی سبیل اللہ ہے اور جو لوگ رات کے وقت اپنے گھر سے چل کر مسجد میں آتے ہیں حق تعالیٰ قیامت کے دن انہیں ایک نور کامل عطا فرمائے گا۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے مسلمانو! جب تم کسی شخص کو مسجد میں جانے کا عادی دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مسجدیں وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو شخص اللہ کی رضا مندی کا طالب ہے وہ کبھی سستی اور کاہلی کی وجہ سے مسجدوں میں جانا ترک نہیں کرتا اور گھر میں نماز پڑھنے کی عادت نہیں ڈالتا۔

مسجد میں آنے کے اور ٹھہرنے کے آداب و احکام

ابوداؤد میں یہ روایت آئی ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِوَجْھِہِ الْکَرِیْمِ وَسُلْطَانِہِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (1)

"یعنی میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی جو عظمتوں والا ہے، اس کی بزرگ ذات کی اور اس قدیم بادشاہت کی شیطان مردود سے"۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی مسجد میں جانے کے وقت یہ دعا پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہ شخص تمام دن مجھ سے محفوظ رہا۔ مسجد میں داخل ہونے کے آداب یہ ہیں: مسجد میں پہلے دایاں پاؤں رکھے۔ بعد میں بایاں اور نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں نکالے اور پھر دایاں۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ حاتم نے مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پیر رکھا تھا کہ

1۔ سنن ابی داؤد جلد 2 صفحہ 374

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اچانک اس خلاف ادب فعل کا خیال آ گیا اسی وقت ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور گھبرا کر نکل آئے اور پھر دوبارہ داہنا پاؤں رکھ کر داخل ہوئے لوگوں نے اس گھبراہٹ کا سبب پوچھا تو کہا کہ میں نے مسجد کے آداب میں ایک ادب چھوڑ دیا تھا مجھے خوف ہوا کہ مباداللہ تعالیٰ ولایت وفضل کی نعمت مجھ سے نہ چھین لے۔

مشہور ہے کہ سفیان ثوری نے مسجد میں پہلے بایاں پاؤں رکھا تھا، ان کے استاذ نے ترک ادب پر انہیں تنبیہا ثور (بیل) کہا۔ یعنی بیل ہے کہ مسجد کا اُدب نہیں جانتا۔ آپ اسی روز سے سفیان ثوری مشہور ہو گئے۔

مسجد کا ایک قابل اہتمام ولائق توجہ اُدب یہ ہے کہ بے ضرورت دنیا کی کوئی بات نہ کرے۔ اشباہ ونظائر میں لکھا ہے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا عملوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے لکڑیوں کو آگ جلاتی ہے۔ آج کل نمازی اس ادب کا قطعاً خیال نہیں رکھتے اور مسجد میں آتے ہی دنیا جہاں کے قصے جھگڑے چھیڑ دیتے ہیں۔ چخ چخ بک بک سے ایک طرف اپنے اعمال ضائع کرتے ہیں۔ دوسری طرف دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل ڈالتے ہیں۔ انہیں اس قبیح عادت کو فوراً ترک کر دینا چاہیے اور مسجدوں کو بیٹھک نہ بنانا چاہیے۔ بلکہ مسجد میں آ کر ذکر الٰہی، نماز، تلاوت، قرآن، علوم دینی، امر بالمعروف میں مصروف ہو جائیں، اگر ان امور میں سے کچھ نہ کریں تو کم از کم اللہ کی طرف متوجہ ہو کر چپکے سے ہی بیٹھے رہیں۔

ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ نے نقل کیا ہے:

واذا دخل المسجد احدکم فلیسلم علی النبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم (1)

''اور جب مسجد میں داخل ہو تو چاہیے کہ پیغمبر خدا ﷺ پر سلام بھیجے''۔

یعنی یوں کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں ایک روایت میں یوں دعا آئی ہے:

1۔ سنن ابی داؤد جلد 2 صفحہ 372

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَسَھِّلْ لَنَا اَبْوَابَ رِزْقِکَ

''یا اللہ! ہمارے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول اور ہمارے لئے اپنے رزق کے دروازے کو آسان کر''۔

مسجد میں خرید وفروخت

ترمذی اور نسائی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو مسجد میں کچھ خرید وفروخت کرتے ہوئے دیکھے تو یوں کہے کہ اللہ تیری سوداگری میں نفع نہ دے۔اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں خرید وفروخت کی سخت ممانعت ہے۔اسی طرح مسلم اور ابوداؤد وغیرہ میں آیا ہے:

من سمع رجلا ینشد ضالة فی المسجد فلیقل لا ردھا الله علیک فان المساجد لم تبن لھذا(1)

''اگر مسجد میں ایسے شخص کی آواز سنے جو گم ہوئی چیز کو ڈھونڈتا ہے تو چاہیے کہ یوں کہے کہ اللہ اس کو تجھ پر نہ پھیرے یعنی خدا کرے وہ چیز تجھے نہ ملے کیونکہ مسجدیں اس کام کے لئے نہیں بنائی گئیں''۔

ظاہر یہ ہے کہ دعا کے ساتھ اخیر جملہ کو بھی ملالے اور اس کی تنبیہ کے لئے زبان سے دعا کرے نہ کہ دل سے، تاکہ وہ مسجد میں پھر ایسی حرکت نہ کرے۔اس حکم میں سب ایسی چیزیں داخل ہیں جن کے لئے مسجدیں نہیں بنائی گئیں مثلاً خرید وفروخت، دنیاوی باتیں، سینا پرونا، اُجرت پر لکھنا اور وہ باتیں جن سے نماز پڑھنے والے کا دھیان بٹے، یہ سب باتیں منع ہیں۔یہاں تک کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا حرام ہے۔اسی لئے سائل کو مسجد میں مانگنا بھی منع ہے۔بعض علماء تو حرام بتلاتے ہیں۔

ابن عباس کہتے ہیں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں ہنسنا، قبر میں اندھیرا ہونے کا باعث ہے۔نیز فرمایا: ہر ایک چیز کے لئے ایک میل اور آلودگی ہوتی ہے اور مسجد کی آلودگی لَاوَاللّٰہِ اور بَلٰی وَاللّٰہِ کہنا ہے۔

مسجد میں کھانے پینے کے لئے بیٹھنا، سونا، پچھنے لگانا ناجائز ہے۔حضرت امام احمد رحمہ

1۔ مسلم بشرح نووی جلد 5 صفحہ 46

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ نے ایک ایسے شخص سے جو مسجد میں کچھ بیچ رہا تھا فرمایا کہ دنیا کے بازاروں میں جا کر بیچ یہ تو آخرت کا بازار ہے۔

مسجد سے نکلنے کا بیان

جب مسجد سے نکلے تو چاہیے کہ پیغمبر خدا ﷺ پر سلام بھیجے اور یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِىْ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ(1)

"یا اللہ! مجھ کو شیطان سے بچاؤ" یا یہ الفاظ کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ (2)

"یعنی میں نکلتا ہوں اللہ کے نام سے اور سلام ہو رسول خدا پر"۔

بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ نہ بیٹھے مسجد میں جا کر یہاں تک کہ دو رکعتیں نہ پڑھ لے(3)۔ اس دوگانہ کا واجب ہونا ثابت کیا ہے اور ہمارے امام صاحب کے نزدیک یہ دوگانہ مستحب ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں آ کر قضا نماز پڑھے یا سنتیں یا اور کوئی نماز، تب بھی اس کو تحیۃ المسجد کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔

مسجد کی خدمت کرنے کا ثواب

ابن عباس فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس بندہ کو اللہ تعالیٰ دوست رکھنا چاہتا ہے، تو اسے مسجد کا خادم اور محافظ بنا دیتا ہے۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو خدا کو دوست رکھنا چاہے اسے چاہیے کہ مجھے دوست رکھے اور جسے میری محبت کا خیال ہے اسے میرے صحابہ کو دوست رکھنا چاہیے اور میرے صحابہ سے دوستی کرنے والوں کو لازم ہے کہ قرآن سے محبت کریں اور جو شخص قرآن سے محبت رکھتا ہے اسے مسجدوں سے محبت کرنی چاہیے کیونکہ مسجدیں خدا کے صحن اور اس کے گھر ہیں خدا نے ان کے اونچے کرنے اور پاک رکھنے کا حکم فرمایا ہے، ان میں اپنی برکت رکھی ہے۔ وہ خود بھی مبارک اور ان میں رہنے والے بھی مبارک ہیں۔ وہ خود محبوب اور اسکے رہنے والے بھی محبوب

1۔ ابن ماجہ جلد 1 صفحہ 42   2۔ ابن ماجہ جلد 1 صفحہ 420

3۔ بخاری شریف جلد 1 صفحہ 89

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں۔ وہ تو نماز میں ہوتے ہیں اور خدا ان کی حاجتیں پوری کرنے میں مشغول ہوتا ہے۔

قرطبی کی تفسیر سورۂ نور میں ہے۔ فرمایا جناب نبی کریم ﷺ نے: مسجد کا چراغ جلانے والے کے لئے عرش کے اٹھانے والے فرشتے اور دوسرے فرشتے اس وقت تک اس کے لئے رحمت کی دعا مانگتے اور بخشش چاہتے ہیں جب تک چراغ کی روشنی رہتی ہے۔

جب تمیم داری نے مسجد میں قندیلیں لٹکائیں تو رسول خدا ﷺ نے اس سے فرمایا: تو نے اسلام کو روشن کیا ہے خدا تعالیٰ تجھ پر دنیا اور آخرت میں نور برسائے۔ اگر میری کوئی لڑکی بے نکاحی ہوتی تو میں اسے تیرے نکاح میں دے دیتا۔ یہ سن کر ایک شخص نے کہا: کہ حضرت میں اپنی بیٹی کو اس کے نکاح میں دیے دیتا ہوں چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

ایک اور حدیث میں یوں آیا ہے کہ جو شخص مسجد میں سے کوڑا کرکٹ نکال کر پھینک دے گا خدا تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

تصویر کے متعلق احکام

جس کپڑے پر کسی جاندار کی تصویر ہو۔ اسے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی ایسا کپڑا پہننا ناجائز ہے۔ اسی طرح اگر یہ صورت واقع ہو کہ نماز پڑھنے والے کے سامنے یا چھت پر یا محل سجود پر کسی جاندار کی تصویر ہو تب بھی نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ اسی طرح دائیں طرف یا بائیں طرف تصویر کا ہونا بھی باعث کراہت ہے۔ ہاں اگر تصویر جاندار کی نہ ہو بلکہ کسی عمارت یا صحرا یا سمندر کی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اگر ہاتھ میں یا بدن میں کسی اور جگہ تصویر ہو تو اس صورت میں نماز مکروہ نہ ہوگی، جس مکان میں نماز ہو رہی ہے اس کی دیوار پر کسی جاندار کی تصویر آویزاں ہے۔ اس کا چہرہ مٹا ہوا ہے تو اس صورت میں نماز مکروہ نہ ہوگی۔

حکومت کے سکے جیسے نوٹ اور روپے وغیرہ جن پر بادشاہ کی تصویر ہوتی ہے اگر نماز کے وقت جیب میں رہیں تو نماز میں کراہت نہیں۔

ایک صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جس گھر میں کسی جاندار کی تصویر ہوتی ہے، اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے اسلئے فرمان رسالت کی رو سے گھر میں ایسی تصویر رکھنا ممنوع ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نماز جمعہ کا بیان

جاننا چاہیے کہ نماز جمعہ فرض عین ہے جو کتاب وسنت اور اجماع تینوں سے ثابت ہے۔
اس کو جمعہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں لوگ جمع ہوتے ہیں یعنی یہ مبارک دن شہر کے تمام مسلمانوں کو جمع کرتا اور ان کو درس اخوت اور اتحاد دیتا ہے۔ نماز باجماعت محلّہ کے مسلمانوں کا نظام اجتماع ہے اور جمعہ تمام اہل شہر کے لئے۔ قرآن پاک سے اس کا ثبوت اس آیت مبارک سے ہوتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ (جمعہ:9)

"اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو ذکر الٰہی یعنی نماز کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو"۔

نیز ابوداؤد اور حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے:

انَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال الجمعة حق واجب علي كل مسلم في جماعة الا اربعة عبدا مملوكا اوامراة اوصبيا او مريضا (1)

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ ہر مسلم پر واجب ہے سوائے ان چار کے: غلام، عورت، لڑکا نابالغ اور مریض"۔

جمعہ کہاں فرض ہوا

اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ جمعہ کہاں اور کس موقع پر فرض ہوا؟ بغوی سورۂ اعراف کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ مدینہ میں فرض ہوا اور شرح مہذب میں ابوحامد سے منقول ہے کہ مکہ میں فرض ہوا۔ طحطاوی حاشیہ درمختار میں اکثر علماء کہتے ہیں کہ مدینہ میں

1۔ سنن ابی داؤد جلد 4 صفحہ 385

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فرض ہوا کیونکہ آیت جمعہ مدنی ہے۔ حاشیہ ابی مسعود میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے پہلا جمعہ مدینہ میں بطن وادی وادی رانوناء کی مسجد میں ادا کیا۔ جب آپ ہجرت کر کے مدینہ میں رونق افروز ہوئے۔ حاشیہ شبلی میں ہے کہ انصار نے کہا کہ یہود کے لئے ہفتہ کا دن ہے جس میں وہ جمع ہوتے ہیں۔ اسی طرح نصاریٰ کا بھی ایک دن ہے۔ کاش! ہمارے لئے بھی ایک ایسا دن ہوتا کہ ہم اس میں جمع ہوتے، اللہ کا ذکر کرتے اور نماز پڑھتے؟ اس کے جواب میں لوگوں نے کہا کہ یہ یوم ہفتہ یہود کے لئے ہے اور اتوار نصاریٰ کے لئے۔ مگر ہمیں یوم عروبہ کو اختیار کر لینا چاہیے۔

چنانچہ اس قرار داد کے مطابق لوگ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور اس روز دو رکعتیں پڑھیں اور لوگوں سے اس بات کا ذکر کیا تو لوگوں نے بوجہ اجتماع کے اس دن کا نام جمعہ رکھ دیا۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے یوم عروبہ کا نام جس نے سب سے پہلے جمعہ رکھا وہ کعب بن لوی ہے۔ اس روز کو ایام جاہلیت میں عروبہ کہا جاتا تھا اور روز جمعہ اس کا اسلامی نام ہے۔

جمعہ کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جمعہ کی رات و دن کی چوبیس گھڑیاں ہیں ان میں سے کوئی گھڑی بھی ایسی نہیں جس میں خدا تعالیٰ چھ لاکھ گناہ گاروں کو عذاب دوزخ سے آزاد نہ کرتا ہو۔

ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کی رات کو خدا تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بخش دیتا ہے۔ حدیث اوس بن اویس میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ جملہ ایام میں بہترین یوم جمعہ ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ سید الایام یوم جمعہ ہے۔ اس روز حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اسی روز بہشت میں داخل ہوئے، اسی روز زمین پر آئے اور اسی روز قیامت برپا ہوگی۔

امام احمد سے ایک روایت یوں آئی ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے ایک مرتبہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فرمایا: لوگو! کیا میں تمہیں وہ تین خوش خبریاں نہ دوں جس کی بشارت مجھے جبریل علیہ السلام دے گئے ہیں؟

حاضرین نے عرض کیا: ضرور، فرمایا: ایک بات تو جبریل مجھ سے یہ کہہ گئے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر جمعہ کی رات کو ستر ہزار گنہگار دوزخ سے آزاد فرماتا ہے۔ دوسری یہ کہ ہر جمعہ کی شب کو ننانوے مرتبہ باری تعالیٰ میری امت پر نظر رحمت فرماتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس خوش نصیب پر حضرت حق جل وعلا شانہ کی نظر رحمت پڑ جائے وہ عذاب الٰہی میں مبتلا نہیں ہوسکتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب جمعہ کی رات ہوتی تو جناب رسول خدا ﷺ فرماتے:

مرحبا بليلة العتق والمغفرة طوبى لمن عمل فيك خيرا وويل لمن عمل فيك شرا

"یعنی جس رات کو لوگ دوزخ سے آزاد کئے جاتے ہیں اور مغفرت حاصل کرتے ہیں۔ وہ نہایت ہی مبارک رات ہے، اس رات میں بھلائی کرنے والوں کے لئے خوشی ہو اور برائی کرنے والوں کے لئے ہلاکت وخرابی ہو"۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر! جمعہ کی نماز پر مداومت کرو کیونکہ وہ گناہوں کو ایسے جھاڑ دیتی ہے جیسے تمہارا ایک غلام اپنے گھر سے خاک مٹی جھاڑتا ہے۔ اے عمر! جو بندہ نماز جمعہ کے لئے نہا دھو کر اور پاک صاف ہو کر گھر سے نکلتا ہے، ہر پتھر اور ڈھیلا اس کی گواہی دیتا ہے اور ہر کنکر اور پتھر اس کے لئے بخشش کی دعا مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی دنیاوی اور اخروی حاجت کو پورا کرتا ہے۔ عمر! خدا تعالیٰ جمعہ کے دن اپنے فرشتوں کو دنیا میں بھیجتا ہے۔ وہ یہاں آ کر اذان ہونے تک چلتے پھرتے ہیں۔ جب اذان ہوتی ہے تو وہ فرشتے مسجدوں کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔ اذان سے پہلے کون کون لوگ مسجد میں آتے ہیں جب وہ نمازیوں کو رکوع وسجود میں دیکھتے ہیں تو یوں دعا مانگتے ہیں:

الٰہی! ان بندوں کے گناہوں سے درگزر کر اور ان کی نماز قبول فرما۔ پھر وہ نماز پڑھنے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

والوں سے مصافحہ کرتے ہیں اور ان کی بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔ جب امام منبر پر خطبہ کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو خطبہ سنتے ہیں اور سننے والوں کے لئے دعا کرتے ہیں۔

جمعہ کی رات افضل ہے یا دن؟

امام احمد فرماتے ہیں کہ شب جمعہ افضل ہے کیونکہ حضور سرور کائنات ﷺ نے شب جمعہ کو ہی رحم مادر میں قرار پایا تھا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنی مشہور کتاب غنیۃ میں لکھتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت نے جمعہ کی رات کو شب قدر پر ترجیح وفضیلت دی ہے کیونکہ شب جمعہ مکرر اور بار بار آتی ہے۔ جب یہ بات ہے تو اس کا ثواب بھی زیادہ ہوگا۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سے آثار ہیں جن سے شب جمعہ کی فضیلت و برتری ثابت ہوتی ہے لیکن قرین عقل وقیاس سے یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ روز جمعہ افضل ہے کیونکہ اس میں جماعت کا بھلا ہوتا ہے اور لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اور ایک دوسرے کی نورانیت، قلوب وارواح میں سرایت کرتی ہے۔

جمعہ کے دن یا شب میں مرنے والے خوش قسمت مسلمان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جناب سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری امت کا کوئی شخص جمعہ کے دن یا شب کو مرے گا تو خدا تعالیٰ اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ بخش دے گا (صغیرہ گناہ، کبیرہ نہیں)۔

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن یا شب میں مرے گا، وہ قیامت کے دن عذاب الٰہی سے امن میں رہے گا اور اس پر شہیدوں کی سی مہر لگائی جائے گی۔

رویانی کہتے ہیں جو شخص جمعہ کے دن یا رات کو مر جائے اس پر نماز پڑھنا اور اس کے دفن میں شریک ہونا تاکیدی استحباب میں ہے۔

پس وہ مسلمان بڑے خوش قسمت ہیں جن کو جمعہ کے دن یا رات میں موت آئے مگر یاد رہے جو شخص کفریہ وشرکیہ عقائد رکھتا ہو اور نماز وروزہ وغیرہ عبادات اسلامی کا پابند نہ ہو، بداخلاق ہو، معاملات میں اچھا نہ ہو۔ حقوق العباد کی ادائیگی نہ کرتا ہو اور بدکار وعصیاں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شعار ہو، اس کے لئے سب دن برابر ہیں، اس کے لئے جمعہ کے دن یا رات میں مرنا باعث اجروثواب نہیں۔

جمعہ کے احکام ومسائل

وجوب جمعہ کی چار شرطیں ہیں:

(1) مرد ہونا (2) آزاد ہونا

(3) بے عذر ہونا (3) مقیم ہونا

پس عورت پر، غلام پر اور مسافر پر جمعہ فرض نہیں۔ اسی طرح بیمار، تیماردار، اندھے، لنگڑے اور اپاہج وغیرہ پر بھی جمعہ فرض نہیں، قیدی پر بھی جمعہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سب معذور ہیں۔ ہاں اگر غلام کو اس کا مالک اجازت دے دے تو وہ پڑھ لے، لیکن فرض پھر بھی نہیں۔ مزدور پر جمعہ واجب ہے اور مزدور کی مزدوری بھی بحساب اجرت وضع کر لی جائے گی۔ مثلاً مسجد اتنی دور ہے کہ آمدورفت میں دو گھنٹے لگتے ہیں اور بارہ گھنٹے یومیہ کام کرنا پڑتا ہے تو اسی حساب سے دو گھنٹے کی مزدوری وضع ہو جائے گی۔ ہاں اگر مسجد اتنی دور نہ ہو تو پھر مزدوری ساقط نہ ہوگی۔ (شامی)

الانوار الساطعہ میں ہے کہ نماز کے واجب ہونے کی بارہ شرطیں ہیں:

(1) عاقل ہونا، مجنون پر واجب نہیں۔

(2) اسلام، کافر پر واجب نہیں۔

(3) بالغ ہونا، نابالغ لڑکے پر جمعہ واجب نہیں۔

(4) مرد ہونا، عورت پر اور خنثیٰ پر نہیں۔

(5) آزاد ہونا، غلام پر نہیں۔

(6) شہر میں یا اس کے آس پاس ہونا، مسافر پر نہیں۔

(7) تندرست ہونا، بیمار پر واجب نہیں۔

(8) چلنے پر قادر ہونا، پس ایسا بوڑھا جو چلنے پر قادر نہیں اور ایسا شخص جس کے پیر کٹے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوئے ہوں اس پر جمعہ واجب نہیں۔ اگر کوئی غیر اس معذور کو مسجد میں لے جائے تو وہ قادر نہ سمجھا جائے گا۔

(9) بینا ہونا، اندھے پر جمعہ نہیں۔

(10) قیدی نہ ہونا، قیدی پر جمعہ نہیں۔

(11) کسی ظالم کا خوف نہ ہونا۔ پس جس کو کسی ظالم یا ڈاکو کا خوف ہو تو اس پر جمعہ نہیں

(12) سخت بارش کا نہ ہونا، لہٰذا اگر شدید بارش ہو رہی ہو اور مسجد کے راستے سے گزر مشکل ہو تو جمعہ واجب نہیں۔

مسئلہ: وہ شخص جس پر جمعہ واجب نہیں۔ جیسے مسافر، غلام اور مریض وغیرہ اگر وہ جمعہ ادا کرے تو جائز ہے اور وہ ظہر کی نماز سے مستغنی ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے جمعہ کی نماز، ظہر کی نماز کے لئے کافی ہے۔

جمعہ کے دن سفر کرنے کا حکم

جس شخص پر جمعہ فرض ہو۔ اس کے لئے جمعہ کے دن فجر کی نماز کے بعد سے سفر کرنا حرام ہے۔ لیکن اگر اس کا خیال اور ارادہ ہو کہ مجھے راستہ میں جمعہ مل جائے گا اور میں اسے ادا کرلوں گا تو پھر سفر کرنا حرام نہیں، سفر کی اجازت ہے اور اگر کسی کو اس دن سفر نہ کرنے سے سخت ضرر کا خوف ہو یا اپنے رفیقوں سے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے وحشت وتنہائی کا خیال ہو، تو ان دو صورتوں میں بھی سفر کی اجازت ہے۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عشاء کا وقت ہونے سے لے کر جمعہ کی نماز تک سفر کرنا حرام ہے لیکن محب طبری بعض علماء سے نقل کرتے ہیں کہ جمعہ کی رات کو سفر کرنا مکروہ ہے۔

صحت جمعہ کے شرائط

پہلے وجوب وصحت کی شرطوں کا فرق معلوم کر لینا چاہیے۔ وجوب جمعہ کے اور صحت جمعہ کی شرائط میں فرق یہ ہے کہ اگر صحت جمعہ کی شرطیں نہ ہوں گی تو جمعہ صحیح نہ ہوگا اور اگر وجوب کی شرطیں نہ ہوں گی تو جمعہ تو صحیح ہو جائے گا۔ مگر واجب نہیں ہے۔ مثلاً بیمار یا عورت یا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسافر وغیرہ شرائط صحت کے ساتھ جمعہ ادا کریں تو اس وقت کا فرض ظہر ان کے ذمہ سے ادا ہو جائے گا اور نماز ظہر ان کے ذمہ باقی نہ رہے گی اور اگر کوئی شخص جوان ہو، تندرست ہو اور مرد بھی ہو مگر ظہر کا وقت نہ ہو یا جماعت نہ ہو، یا خطبہ نہ ہو، یا علاوہ ازیں شرائط صحت جمعہ میں سے کوئی ایک شرط نہ ہو اور وہ جمعہ پڑھے تو درست نہیں جمعہ صحیح نہ ہوگا اور ظہر کی وقتی نماز بدستور اس کے ذمہ باقی رہے گی۔ جو لوگ معذور ہیں ان کو بہ نسبت ظہر کے جمعہ پڑھنا افضل ہے اور عورت کے لئے جمعہ سے ظہر افضل، باوجود اس کے اگر عورت نے جمعہ کی نماز پڑھ لی تو ادا ہو جائے گی۔(1)

اب شرائط صحت جمعہ کی چھ شرائط ہیں:

(1) شہر کا ہونا۔

(2) سلطان یا نائب سلطان کا ہونا۔

(3) ظہر کا وقت ہونا، اس سے قبل صحیح نہیں۔

(4) نماز جمعہ سے پہلے خطبہ پڑھنا۔

خطبہ کے لئے حسب ذیل باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ اول خطبہ کا قصد بھی ہو۔ پس اگر خطیب کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا تو یہ تحمید کے قائم مقام نہ ہوگی۔ دوسرے خطبہ کے سننے والے بھی ہوں۔ خواہ ایک ہی سننے والا ہو۔

(5) اذن عام کا ہونا۔

(6) جماعت کا ہونا اور جماعت کا اطلاق سوائے امام کی تین مقتدیوں پر ہوتا ہے خواہ وہ تین مقتدی غلام ہوں یا مریض و مسافر وغیرہ۔ ان تین مقتدیوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ امام کے ساتھ کم از کم پہلی رکعت کے سجدہ تک شامل رہیں اگر نماز فاسد ہونیکی وجہ سے وہ امام کو چھوڑ کر چلے جائیں گے تو اکیلے امام کا جمعہ ہو جائے گا(2)۔

مصر کی بحث

صحت جمعہ کی پہلی شرط یعنی شہر کا ہونا ہے۔ اب شہر کی تعریف میں اختلاف ہے۔ بعض

1۔ درمختار جلد 1 صفحہ 30، باب 3 2۔ نور الایضاح صفحہ 116

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

علماء نے شہر کی تعریف یہ کی ہے جہاں امیر اور قاضی ہو وہ شہر ہے۔ یہ تعریف غلط ہے کیونکہ اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر ہندوستان کا کوئی بڑے سے بڑا شہر مصر کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا اور کہیں بھی جمعہ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہاں اسلامی حکومت نہیں ہے، امیر اور قاضی کہیں موجود نہیں۔ کوئی بڑے سے بڑا شہر بمبئی، کلکتہ اور دہلی تک میں امیر اور شرعی قاضی نہیں۔ جس کے پاس شریعت کے مطابق دیوانی اور فوجداری مقدمات کے فیصلے ہوتے ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہر کی یہ تعریف غلط ہے اگرچہ یہ تعریف بڑے بڑے فقہاء نے کی ہے حد یہ ہے کہ دُرِمختار اور ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں بھی یہی تعریف درج ہے۔ اکثر علماء نے دوسری تعریف شہر کی یہ کی ہے کہ شہر اتنی بڑی بستی کو کہتے ہیں کہ اگر وہاں کے تمام مکلّف مسلمان نمازِ جمعہ کے لئے اکٹھے ہوں تو وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں نہ سما سکیں اور بڑی مسجد سے مراد وہ مسجد ہے جو کم از کم پچیس گز کی ہو۔ یعنی طول میں ۲۵ گز اور عرض میں بھی اتنی ہی ہو۔ اس سے یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جہاں اتنی بڑی مسجد نہ ہو وہاں جمعہ ہی نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ اس بستی کی آبادی کی مقدار، مذکور شرط کے مطابق ہو، مسجد اتنی بڑی ہو یا نہ ہو جمعہ ہو جائے گا۔

یہ تعریف اکثر دیہات پر بھی صادق آتی ہے۔ چنانچہ صاحب شامی کہتے ہیں:

هذا يصدق على كثير من القرى(1)

"یعنی اس تعریف میں اکثر دیہات بھی آ جاتے ہیں"۔

پس بڑے بڑے دیہات میں جن کی آبادی مذکور شرط کے موافق ہو۔ بلا تکلف جمعہ ہو جاتا ہے اور ہونا چاہیے۔ اکثر فقہاء کا مفتی بہ قول یہی ہے اور اسی پر ہندوستان میں عمل درآمد ہے۔

گاؤں میں جمعہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

مسلمانوں کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ حنفیہ کے نزدیک گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ جو تخریج احادیث ہدایہ میں مذکور ہے:

1۔ ردالمختار جلد 3 صفحہ 5

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

روی عبدالرزاق عن عَلِيٍّ موقوفا لا تشریق ولا جمعة الا فی مصر جامع واسناد صحیح (1)

"یعنی روایت کی عبدالرزاق نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ نہیں ہے تشریق اور نہ نماز جمعہ مگر شہر میں اس کی اسناد صحیح ہے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شہر کے ساتھ جمعہ کو خاص کر دیا ہے اور گاؤں میں جمعہ جائز نہیں رکھا اور حسب قاعدہ اصول حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

بعض اہل حدیث حضرات حنفیہ کے اس مسلک پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا خلاف کیا ہے جو بخاری اور ابوداؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آئی ہے کہ جمعہ جواثی میں پڑھا گیا جو بحرین کے گاؤں میں سے ہے۔ ہماری طرف سے اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اگرچہ روایت میں قریہ کا لفظ آیا ہے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مقام جواثی گاؤں تھا، شہر نہ تھا۔ اس وجہ سے کہ لفظ قریہ اگرچہ بلغت عرب گاؤں کے معنی میں بھی آتا ہے۔ مگر بہت سے مواقع پر اس کا اطلاق شہر پر بھی آتا ہے۔ مثلاً قرآن پاک میں ایک مقام پر آیا ہے: وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ (سورۃ البقرۃ:58) اس میں شہر پر لفظ قریہ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن میں اور بہت سی جگہ شہر پر قریہ کا اطلاق کیا گیا ہے پس کسی جگہ قریہ کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بالضرور گاؤں ہی ہو شہر نہ ہو۔ ممکن ہے جواثی شہر ہو۔

خطبہ کا بیان

صحت جمعہ کے لیے شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ظہر کے وقت کے اندر خطبہ پڑھا جائے۔ خطبہ سے مقصود یہ ہے کہ شہر میں مسلمان ہفتہ میں ایک مرتبہ مذہب کی جملہ ضروریات سے واقف و باخبر ہو جائیں۔ آٹھویں دن ان کو اسلامی احکام و قوانین اور ملکی و ملی ضروریات سے آگاہی ہوتی رہے۔ ذرا غور کیجئے۔ اسلام نے کس خوبصورتی کے ساتھ مذہبی

1۔ ہدایہ باب الجمعہ جلد 1 صفحہ 168

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

واقفیت حاصل کرنے کا کتنا آسان اور قلیل وقت نکالا ہے۔ اکثر لوگ اپنے اپنے دنیاوی کاروبار اور معاشی مشاغل میں مصروف رہتے ہیں۔

انہیں فکر معاش گھیرے رہتا ہے۔ اس لیے وہ مذہبی واقفیت حاصل کرنے کا وقت نہیں نکال سکتے۔ جن لوگوں کو ذوق وشوق ہے وہ تو کسی نہ کسی طرح بھاگ دوڑ کر وقت نکال ہی لیتے ہیں۔ مگر یہاں ان لوگوں کا ذکر نہیں۔ عدیم الفرصت لوگوں کے لئے باری تعالیٰ عزاسمہ نے اس ضرورت کی تکمیل کا بھی عبادت کے ساتھ ہی انتظام کر دیا ہے کہ اگر اس کے مقصد اعلیٰ کو سمجھ لیں، خطبات کو ضروریات ملکی وملی کے مطابق بنالیں اور ان کی تنظیم کر لیں تو مذہب سے ناواقفی نہ رہے جواب دیکھنے میں آ رہی ہے۔

مسلمانوں کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کے خطبات عبادت کا ایک جز ولاینفک نہایت ضروری اور اہم حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خطبہ کو اس لئے فرض کیا ہے کہ شہر کے تمام مسلمانوں کے کانوں تک تمام ضروری ومذہبی وملی معلومات وضروریات پہنچتی رہیں کہ مسلمان مذہبی، سیاسی، تمدنی، اخلاقی اور قومی ضروریات سے ناواقف وجاہل نہ رہے۔ پھر اسلام نے نمازِ جمعہ سے بیشتر خطبہ مقرر کر کے اس کی نفع خیزی کو بھی زیادہ وسیع واہم کر دیا ہے لامحالہ ہر مسلمان کو طوعاً وکرہاً خطبہ سننا پڑتا ہے اور زبردستی اس کے کانوں میں آواز مذہب ڈالی جاتی ہے اگر خطبہ نماز کے بعد پڑھے جانے کا حکم ہوتا تو اکثر لوگ نماز پڑھتے ہی بھاگ جایا کرتے۔

دنیا نے آج اصلاح وترقی کے کئی وسائل معلوم کیے ہیں اور ہر قوم اپنی اصلاح وترقی کے لیے مختلف انجمنیں بناتی، مختلف کانفرنسیں کرتی اور شاندار جلسے منعقد کرتی ہے مگر قربان اس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے جس نے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی اپنی امت کی اصلاح وترقی کا سامان کر دیا تھا اور خطبات جمعہ میں مسلمانوں کے ہاں ہر شہر وقصبہ میں ہر ساتویں دن ایک عظیم الشان اجتماع جلسہ بڑی آسانی واہتمام کے ساتھ ہوتا ہے جس میں پرشکوہ تقریر کی جاتی ہے جس کو پورے ادب واحترام سے سننا ہر عالم وجاہل مسلمان پر فرض ہے۔ تنظیم مسلمین کا اس سے بڑھ کر مظاہرہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ گویا یوں سمجھے کی یہ مسلمانوں کی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مذہبی، ملی، تنظیمی، تعلیمی، معاشرتی اور اقتصادی اصلاح و ترقی کا ایک خدائی و ابدی لائحہ عمل ہے۔

کاش! مسلمان اس خدائی انتظام و اہتمام کی قدر کریں اور اس سے کما حقہ فائدہ بھی اٹھائیں۔ انہیں اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ جو چیز اور جو بات غیر مسلموں کو ہزاروں روپے بیک وقت صرف کرنے اور صد ہزار مساعی عمل میں لانے سے بھی میسر نہیں آسکتی وہ مسلمانوں کو مفت اور بے منت آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے۔

خطبہ کی مقدار واجب و مسنون

اسقاط فرضیت کے لئے صرف الحمدللہ یا لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ ایک بار کہنا کافی ہے۔ مگر یہ محض جواز کی صورت ہے نہ کہ عملی حکم۔ لہٰذا اس مقدار میں کفایت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ کیوں کہ سنت رسول اللہ کے خلاف ہے۔(1)

ایک طویل مفصل سورت کی برابر خطبہ پڑھنا مسنون ہے۔ اس سے کمی بیشی کرنا مکروہ ہے اور یہ مقدار دونوں خطبوں میں سے ہر ایک میں ہونی چاہیے۔(2)

دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کرنا بھی مسنون ہے اس جلسہ میں خواہ درود شریف پڑھے یا خاموش رہے اختیار ہے۔

خطبہ کے وقت رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک آنے پر بعض لوگ بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ ہاں دل ہی دل میں یا چپکے چپکے زبان سے پڑھنا درست ہے۔ خلفائے راشدین، اہل بیت اطہار حضرت امیر حمزہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کا ذکر کرنا مستحب ہے۔(3)

خطیب کا اِدھر اُدھر منہ کر کے لوگوں کی طرف دیکھنا بدعت ہے۔ خواہ خطبہ اولیٰ میں ایسا کرے یا ثانیہ میں دونوں صورتوں میں بدعت ہے۔(4)

حمد و ثناء کے بعد کلمہ "اما بعد" کا کہنا مسنون ہے۔ چنانچہ بخاری نے اس کے لئے

1۔ درمختار جلد 3 صفحہ 20
2۔ شرح وقایہ صفحہ 242
3۔ درمختار جلد 3 صفحہ 21
4۔ فتاویٰ شامی جلد 3 صفحہ 21

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک علیحدہ باب باندھا ہے۔ نیز فتح الباری میں اس امر کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ کلمہ اول کس نے کہا! طبرانی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع سے لائے ہیں کہ وہ داؤد علیہ السلام ہیں۔ اسی طرح اور بھی بہت سے اقوال ہیں۔

خطبہ کے وقت عصا یا تلوار کا رکھنا

خطبہ کے وقت کمان یا عصا پر تکیہ کرنا چاہیے۔ لیکن روایات فقہ حنفی میں آیا ہے کہ کمان یا عصا وغیرہ پر تکیہ کرنا مکروہ ہے۔ مدارج النبوۃ میں ہے کہ صحیح یہ کہ مکروہ نہیں بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر خطبہ دارِ حرب میں دیا جائے تو تلوار پر سہارا کرنا چاہیے۔ صاحب سفر السعادت کہتے ہیں کہ کمان وعصا پر تکیہ کرنا منبر بننے سے پہلے تھا۔ جب منبر بن گیا تو کسی چیز پر تکیہ کرنا محفوظ نہ رہا۔ لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ کسی چیز پر تکیہ نہ کرنا چاہیے۔

آنحضرت سرور کائنات ﷺ بہ نسبت نماز کے خطبہ کو کوتاہ اور نماز کو دراز کیا کرتے تھے۔ ابی داؤد میں آیا ہے کہ حضور کی نماز اور خطبہ دونوں میانہ ہوتے تھے اور آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ نماز میں درازی اور خطبہ میں کوتاہی کرنا فقہ ودانشوری کی علامت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وعظ ونصیحت کے لئے ایک حرف ہی کافی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: ''کردار باید نہ گفتار''۔ یعنی عمل ہونا چاہیے نہ کہ گفتار۔

خطبہ پڑھنے کی ترکیب

اول امام منبر پر جائے جب مؤذن اذان سے فارغ ہو چکے تو پھر کھڑا ہو کر لوگوں کی طرف منہ کر کے آہستہ اعوذ پڑھے پھر بسم اللہ کہے۔ پھر حمد وثناء پڑھ کر شہادت وتوحید وشہادت رسالت کہے پھر درود شریف پڑھ کر موقع کے موافق لوگوں کو وعظ ونصیحت کرے۔ اخیر میں قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھ کر ختم کر دے پچھلا خطبہ بھی اسی طرح پڑھے۔ مگر اس میں آیت قرآن کا پڑھنا مسنون ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خطبہ کے مسائل

دونوں خطبے ثواب میں جمعہ کی نصف نماز کے برابر ہیں (شامی)

اگر خطبہ ونماز کے درمیان فصل ہوجائے مثلاً امام خطبہ کے بعد گھر چلا جائے یا کھانا کھالے یا کوئی کام مانع نماز کرلے تو خطبہ ازسرنو پڑھا جائے گا۔

جو باتیں نماز میں کرنا ناجائز ہیں وہی خطبہ کے وقت کرنا ناجائز ہیں۔ کیونکہ خطبہ بھی عبادت ہے۔ مثلاً کھانا، کلام کرنا، سلام کا جواب دینا اور سلام کرنا اور چلنا پھرنا وغیرہ تمام امور ناجائز ہیں۔ البتہ اگر کسی کو اشارہ سے کسی بری بات یا شور وغل سے منع کیا جائے تو جائز ہے۔(1)

امام کو خطبہ پڑھنے سے قبل محراب کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

خطیب کے سوا کسی دوسرے شخص کو امامت کرنا نامناسب ہے۔(2)

ہاں اگر خطبہ پڑھنے کے بعد امام کو حدث ہوجائے تو کسی ایسے آدمی کو اپنا جانشین کردے جو خطبہ سننے میں شریک رہا ہو۔ اگر کسی ایسے شخص کو خلیفہ بنائے جس نے خطبہ نہیں سنا تو جائز نہیں اور اگر خطیب کو نماز کے اندر حدث ہوا تو جس کو چاہے خلیفہ بنادے۔(3)

اگر کسی قلعہ کے اندر مسجد میں آنے جانے یا اور کسی کو آنے جانے سے روکے اور اپنے آپ چند فوجی اور باشندگان قلعہ کو لے کر جمعہ ادا کرے تو دوسرے لوگوں کا جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ جمعہ کے لئے اذن عام کی ضرورت ہے اور یہاں اذن عام نہیں بغیر اذنِ عام کے جمعہ صحیح نہیں ہوتا۔ اذنِ عام صحتِ جمعہ کے لئے بہت ضروری ہے۔ علیٰ ہذا القیاس قیدی جمعہ ادا کرنہیں کرسکتے۔ کیونکہ یہاں بھی اذن عام نہیں ہوتا۔ اگر ایسے لوگ جمعہ کی نماز پڑھیں گے تو ان کے ذمہ سے ظہر کی نماز ادا نہ ہوگی۔(4)

مسئلہ: شہر میں جمعہ کی نماز سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنا جائز نہیں۔ ہاں جس پر جمعہ فرض ہی نہیں۔ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے ظہر پڑھ لیں تو ان کی نماز ہوجائے گی۔ مگر

1۔ درمختار جلد 3 صفحہ 35
2۔ درمختار جلد 3 صفحہ 39
3۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 147
4۔ درمختار جلد 3 صفحہ 25-26

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جماعت نہ کریں۔ کیونکہ جمعہ کے روز ظہر کی نماز کے واسطے جماعت مکروہ تحریمی ہے۔(1)

مسئلہ: جہاں پر جمعہ درست نہیں وہاں کے باشندے ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔صرف شہر والوں کو جماعت کے ساتھ جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھنا درست نہیں۔(2)

مسئلہ: ایک شخص نے ظہر کی نماز، جمعہ کی نماز سے پہلے اپنے گھر پڑھ لی اور پھر جمعہ کی نماز پڑھنے گھر سے نکلا تو اگر اس کو امام کے ساتھ جمعہ مل گیا تو ظہر کی فرضیت باطل ہوگئی جمعہ کی نماز پڑھ لے خواہ معذور ہو یا غیر معذور اور اگر اس کو جمعہ نہ ملا تو اگر امام اسی وقت فارغ ہوا۔جس وقت یہ گھر سے نکلا تھا تب تو بالا جماع ظہر کی فرضیت باطل ہوگئی اور پہلی نماز نفل ہوگئی از سر نو ظہر کی نماز پڑھے۔(3)

مسئلہ: اگر کوئی شخص نماز جمعہ میں تشہد میں امام کے ساتھ شریک ہوا تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس کو جمعہ کی نماز پوری کرنی چاہیے خواہ مسافر ہو یا مقیم بلکہ اگر سجدہ سہو کی التحیات میں بھی آکر شریک ہوا۔تب بھی یہی حکم ہے۔(4)

مسئلہ: اگر گاؤں والے جن پر جمعہ واجب نہیں ہے۔جمعہ کے دن شہر میں نماز جمعہ پڑھنے کے لئے آئیں اور مقصود اصلی نماز جمعہ ہی ہو تو ان کو جمعہ کا ثواب مل جائے گا اور اگر اصلی غرض کچھ اور ہے۔مثلاً سودا سلف لینے آئیں، ضمناً نماز جمعہ بھی پڑھ لی تو جمعہ کا ثواب نہ ملے گا۔

فرض احتیاطاً

جمعہ کے بعد چار رکعت فرض احتیاطاً اکثر لوگ پڑھتے ہیں اور اس سے یہ نیت ہوتی ہے کہ اگر جمعہ کی نماز ہوگئی تو چاروں نوافل ہو جائیں ورنہ ظہر کی نماز ادا ہو جائے اور فرض یقینی طور پر ذمہ سے ساقط ہو جائے۔یہ صورت احتیاط پر مبنی ہے اور اس احتیاط کی وجہ وہی مصر کا اختلاف ہے۔اسطرح فرض احتیاطاً پڑھنا اچھا ہے۔مگر شرط یہ ہے کہ ان چار رکعتوں کا

1۔درمختار جلد 3 صفحہ 30 — 2۔ردالمحتار جلد 3 صفحہ 30

3۔فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 148 — 4۔درمختار جلد 3 صفحہ 33

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پڑھنے والا عدم فرضیت جمعہ کا قائل ومعتقد نہ ہو جائے یعنی یہ نہ سمجھے کہ جمعہ سرے سے ہوتا ہی نہیں۔

ان چار رکعتوں کا پڑھنے والا ان کی نیت اس طرح کرے: ''نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز اس ظہر کی جس کا وقت میں نے پایا اور ابھی تک اس کو ادا نہ کیا۔'' اس نیت کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر بموجب روایات ضعیفہ کے جمعہ نہ ہوا تب تو چار رکعتیں ظہر کی ہو جائیں گی اور ظہر کا فرض اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور اگر بموجب اقوال یہ جمعہ درست ہو تو کوئی ظہر کی قضا نماز اگر اس کے ذمہ ہوگی تو وہ ادا ہو جائے گی اور اگر قضا نماز نہ بھی ہوگی تو نوافل ہو جانے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں۔(1)

ان چار رکعتوں کو پُر پڑھنا چاہیے۔ بشرطیکہ اس کے ذمہ کوئی اور قضا نماز نہ ہو اور اگر ہو تو دو پر اور دو خالی پڑھنی چاہیے۔ ہم نے عام فقہ کی کتابوں کے مطابق اس مسئلہ کو لکھ دیا ہے لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ اس جھنجھٹ میں پڑنے اور خواہ مخواہ احتیاط کرنے کی ضرورت کیا ہے جب اقوال قویہ کے مطابق جمعہ درست ہو جاتا ہے پس خواہ مخواہ شبہہ میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یہ سب ایجاد بندہ ہیں۔ قرآن وحدیث کی تصریح کے مطابق کیوں نہ یقین کر لیا جائے کہ جمعہ درست ہے اگر شک وتذبذب کے پیر اسی طرح پھیلنے دیے جائیں تو شاید اسلام کے اس قسم کے دوسرے مسائل بھی یقینی طور پر ثابت نہ ہو سکیں گے۔ واللہ علم بالصواب

مسئلہ: جمعہ کی دو رکعتیں ہوتی ہیں اور دونوں جہر کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ ان میں سورۂ جمعہ، سورۂ منافقون، سورۂ اعلیٰ اور سورۂ غاشیہ کا پڑھنا مسنون ہے ورنہ جو یاد ہو وہی پڑھ سکتا ہے۔

جمعہ کی اذان

جمعہ کے لئے ایک اذان کا ہونا تو آنحضرت کے عہد مبارک اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت سے برابر چلا آرہا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں کی زیادہ کثرت ہونے اور دور بیٹھنے والوں کو نماز قائم ہونے کی

1۔ فتاویٰ شامی جلد 3 صفحہ 17

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شناخت میں دشواری ہونے لگی تو آپ نے دوسری اذان کا حکم دے دیا اور اس وقت دوسری اذان شروع ہوئی۔

پہلی اذان کو سن کر خرید و فروخت اور دوسرے دنیاوی کاروبار ترک کر کے حسب ارشاد الٰہی نماز کے لئے مسجد میں آ جانا چاہیے۔ اس پہلی اذان کو سن کو کاروبار دنیاوی میں مشغول رہنا مکروہ تحریمی ہے۔(1)

جمعہ کے دن کیا کیا باتیں مسنون و مستحب ہیں

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب کوئی مرد اور اس کی بیوی جمعہ کے دن غسل کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان دونوں کے غسل کے پانی کے ایک ایک قطرہ سے ایک ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت کے دن تک ان دونوں کے لئے بخشش کی دعا مانگتے رہیں گے۔

احیاء العلوم میں ہے کہ جب مدینہ طیبہ کے دو مرد باہم ایک دوسرے کو برا بھلا کہا کرتے تھے تو یوں کہتے تھے تو اس شخص سے بدتر ہے جو جمعہ کا غسل نہیں کیا کرتا۔ گویا یہ ایک ضرب المثل تھی جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ تو تمام لوگوں سے بدتر ہے۔ یعنی جمعہ کا غسل ترک کرنا بہت بری بات ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں نے سفر و حضر میں کبھی جمعہ کا غسل نہیں چھوڑا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا: عرش کے نیچے ایک شہر اس دنیا سے ستر حصے زیادہ آباد ہے۔ اس میں فرشتے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ وہ ہر وقت کہتے ہیں: الٰہی! جو شخص جمعہ کے دن غسل کر کے مسجد میں آئے اُسے بخش دیجیے۔

کبیر و اوسط میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرتا ہے اس کے تمام گناہ اور خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں اور جب مسجد کی طرف چلنا شروع کرتا ہے۔ ہر ہر قدم پر بیس بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ پھر جب نماز سے فارغ ہو کر واپس آتا ہے تو دو سو برس کے عمل سے کفایت کرتا ہے۔

1۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 149۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان تمام آثار و اقوال سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا بہت بڑے ثواب کا موجب ہے۔ نیز یہ بات بھی واضح کر دینے کے قابل ہے کہ کوئی شخص غسل جنابت اور غسل جمعہ دونوں اکٹھا کرنا چاہے تو اسے جنابت کی نیت مقدم کرنا اولیٰ ہے۔

کتاب النورین فی اصلاح الدارین میں ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص جمعہ کے دن اپنے ناخن اتار لیتا ہے وہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک تمام آفات سے محفوظ رہتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن لبیں لے اور اپنی بیوی کی خوشبو میں سے کچھ ملے۔ اگر اس کے پاس خوشبو ہو، عمدہ کپڑے پہنے۔ پھر جمعہ میں لوگوں کی گردنیں پھاندتا ہوا نہ آئے اور خطبہ نہایت خاموشی کے ساتھ سنے تو ان دونوں جمعوں کے درمیان جس قدر گناہ ہوئے ہوں گے، یہ ان کا کفارہ ہو جائے گا۔ اور جو شخص لوگوں کی گردنیں پھاندتا ہوا جائے گا اور خطبہ کے وقت لغو باتیں کرے گا، اسے جمعہ کا ثواب نہ ملے گا۔ بلکہ وہ نماز ظہر ہو گی۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تو نے خطبہ کے وقت اپنے پاس والے سے کہا: انصت یعنی خاموش رہ تو لغو کیا۔ یعنی جمعہ کے ثواب سے محروم رہا۔

جمعہ کے دن وہ خوشبو ملنی چاہیے جو سب سے زیادہ پاکیزہ اور معطر ہو اور ایسی خوشبو کا ملنا مستحب ہے جس کا رنگ تو مخفی ہو اور خوشبو ظاہر ہو۔

رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں: مجھے تمہاری دنیا کی تین چیزیں بھاتی ہیں، خوشبو، عورتیں اور نماز اور خصوصاً نماز تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مہر کا دو ثلث حصہ عطر و خوشبو کے لئے مقرر کرنا۔ رسول خدا ﷺ مشک کا اکثر استعمال کیا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ عطریات کے استعمال سے بالکل بے نیاز تھے۔ حضور ﷺ کے جسم اطہر سے قدرتی طور پر نہایت تیز اور پاک خوشبو کے حلے اُڑ اُڑ کر گلیوں اور بازاروں کو معطر کیا کرتے تھے۔ پھر آپ کے لئے مشک و عنبر کی کیا حقیقت تھی۔ آپ کو خوشبو محض فرشتوں کے حقوق پورا کرنے اور اپنی امت کو تعلیم دینے کے لیے محبوب تھی۔ الغرض جمعہ کے دن غسل کرنا اور خوشبو لگانا اور

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوسرے تمام غسلوں سے زیادہ مؤکدہ اور باعث ثواب ہے۔

جمعہ کے دن عمامہ باندھنا اور سفید کپڑے پہننا مستحب ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر رحمتیں نازل کرتے ہیں جو جمعہ کے دن عمامے باندھتے اور سفید کپڑے پہنتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ عمامہ سے ایک نماز پڑھنا ان پچیس نمازوں سے افضل ہے جو بے عمامہ پڑھی جائیں۔

رسول خدا ﷺ جب کوئی نیا کپڑا بنواتے تو اسے جمعہ کے دن زیب بدن فرمایا کرتے تھے۔ (خیر المونس)

جمعہ کے دن کے درود واذکار

سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اسی مرتبہ درود شریف پڑھے گا خدا تعالیٰ اس کے اسی سال کے گناہ بخش دے گا، لوگوں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ پر کیوں کر درود پڑھیں؟ فرمایا یوں کہا کرو: "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَنَبِیِّکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ" احیاء العلوم میں ہے کہ جو شخص اس درود کو سات جمعوں تک سات سات مرتبہ پڑھے اسے آنحضرت ﷺ کی شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (1)

رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص جمعہ کی رات کو یٰسین پڑھے گا اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور جو جمعہ کے دن یا رات کو حٰمٓ الدُّخان پڑھے گا۔ خدا اس کے لئے جنت میں ایک خوش نما مکان بنائے گا۔

جمعہ کے دن فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں الٓمٓ السَّجْدَہ اور دوسری میں ھَلْ اَتٰی (دہر:1) پڑھنا مستحب ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں انسان کی پیدائش مبدأ اور قیامت کا بڑی تفصیل کے ساتھ بیان ہے اور جس میں آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور جس میں قیامت برپا ہوگی، وہ جمعہ کا دن ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھے گا اس کے لئے دو

1۔ احیاء علوم الدین جلد 1 صفحہ 186۔ طبع دار المعرفہ بیروت

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جمعوں کے مابین تک نور چمکتا رہے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن سورۂ آل عمران پڑھے گا۔ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے غروب آفتاب تک اس پر رحمتیں نازل کرتے رہیں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن اس طرح چار رکعتیں پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار اور قُلْ هُوَ اللهُ پندرہ بار، تو خدا تعالیٰ اس کے لئے جنات عدن میں سونے کے دس ہزار شہر بنائے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جناب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کی رات کو غروب آفتاب کے بعد اس طرح دو رکعت پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اِذَا زُلْزِلَتِ اور ص پندرہ بار تو خدا تعالیٰ اس پر موت کی سختی بالکل آسان کر دے گا اور اُسے عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا اور اس ایک نماز کا ثواب ستر برس کی عبادت کے ثواب کے برابر لکھا جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کی نماز کے بعد سو دفعہ یوں کہے گا: ''سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ'' خدا تعالیٰ اس کے ایک لاکھ گناہ اور اس کے ماں باپ کے چوبیس ہزار گناہ بخش دے گا۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو شخص جمعہ کے دن امام کے سلام کے بعد اپنا پاؤں بچھانے سے پہلے سورہ فاتحہ، قُلْ هُوَ اللهُ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھے گا، خدا تعالیٰ اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ بخش دے گا۔

جمعہ کی ساعت مقبولہ

ابن عماد اکثر علماء سے نقل کرتے ہیں کہ جمعہ کہ وہ ساعت جس میں دعا قبول ہوتی ہے وہ آفتاب کے ڈوبنے کا وقت ہے۔ ایک روایت میں یوں آیا کہ اسے عصر کے بعد کی آخری ساعتوں میں ڈھونڈو، اسی طرح اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں اور تقریباً 42 روایتیں ہیں؟ مگر صاحب روضہ کہتے ہیں کہ صحیح بات یہی ہے کہ ساعت اجابت وہی ہے جس کا ذکر صحیح مسلم میں آیا ہے وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ ساعت امام کے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خطبہ پڑھنے اور منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز کے پورے ہونے تک ہے۔ اس میں جو دعا کی جائے انشاء اللہ قبول ہوگی۔ لیکن چونکہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا واجب ہے اس لئے دل میں دعا کرے۔

ترک جمعہ کا عذاب

رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کی اذان سن کر مسجد میں نہیں آتا اور پھر دوسری دفعہ بھی اذان سن کر نہیں آتا تو خدا تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے اور اس کے دل کو منافق کا دل کر دیتا ہے۔ اگر کسی بستی کے ایک شخص نے جمعہ کی اذان سنی جس پر نماز جمعہ فرض نہ تھی اور سنی بھی ان لوگوں کے شہر سے جن پر لازم تھا تو تمام بستی والوں پر جمعہ کی نماز میں شریک ہونا واجب ہے گویا اس وقت یہ بستی فناء مصر کے حکم میں داخل ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس دن اس مہینہ اور سن میں تم پر جمعہ فرض کیا گیا ہے، اس کے بعد سے جو شخص اسے خفیف اور ہلکی سی بات سمجھ کر ترک کرے گا تو اس کی نماز ہی کیا، اس کے روزے ہی کیا، اس کی زکوٰۃ ہی کیا اور اس کا حج ہی کیا ہوگا۔

خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کی پریشانیاں کبھی دور نہ کرے گا، نہ ان کی عمروں میں برکت عطا فرمائے گا۔ ہاں جو شخص اس کے بعد توبہ کر کے مرے گا تو اس کی توبہ قبول ہوگی۔

ایک دوسری جگہ فرمایا: جس نے تین جمعے بلا عذر متواتر ترک کر دیے اس نے اسلام کو اٹھا کر پس پشت ڈال دیا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نمازعیدین کا بیان

انسان کی زندگی میں غم زیادہ ہوتے ہیں اور خوشی کم۔ وہ اکثر مصائب وآلام کا شکار رہتا ہے۔ اس پر ہمیشہ رنج والم کا ہجوم رہتا ہے اور اسے ہر وقت تفکرات گھیرے رہتے ہیں۔ اگر مذہب ان تفکرات کو دور کرنے کی صورت پیدا نہ کرتا تو یہ زندگی اجیرن ہو جاتی۔ اس نظریہ کے ماتحت ہر مذہب نے کچھ مذہبی تہوار اور رسمیں مقرر کی ہیں جن میں قسم قسم کے فائدے ہیں اور ہر طرح کی مصلحتیں ہیں۔ ایک مصلحت وفائدہ تو یہ ہے کہ سال میں ایک دو دفعہ عزیز واقارب باہم مل جل کر خوش ہوں، دوست واحباب ایک دوسرے سے مل کر خوش ہوں اور ہم صحبت ہو کر تھوڑی دیر کے لئے افکار دنیا سے نجات پائیں، گویا سال بھر میں یہ چند دن عین خوشی اور قومی جشن کے ہوتے ہیں۔ الغرض تہوار کسی نہ کسی پہلو سے مذہب ہی کے سایۂ حمایت وتربیت میں ہوتے ہیں۔ الغرض عام خوشی اور قومی جشن قوم میں پائے جاتے ہیں۔ وہ اپنی اصل کے اعتبار سے کسی مفید پہلو پر مبنی ہیں، لیکن ان میں فطرت شناسی، حقیقت دانی اور روحانیت کا شائبہ تک نہیں۔ لیکن دیگر اقوام کے مذہبی تہوار کھیل کود، لہو ولعب، ناچ رنگ، شراب وکباب اور شور وغل سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔

دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی شان سب سے نرالی ہے۔ اس نے سچی فطرت شناسی اور پوری حقیقت دانی کے ساتھ ساتھ اپنے تہوار اور رسوم کو معقولیت تہذیب اور روحانیت کا رنگ دیا ہے اور ان میں عبودیت وبندگی کی ایک اعلیٰ شان پیدا کر دی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے اصلی تہوار دو ہیں: عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ اسلام نے ان دونوں کو نہایت پاکیزہ اور پسندیدہ مذہبی شان دے دی ہے۔ ان میں سب سے مقدم دوگانہ نماز کو رکھا ہے اور اس تخیل کو لازمی قرار دیا ہے کہ مسلمان عام خوشی اور قومی جشن منانے سے پہلے خالق ذوالجلال والاکرام کے انعام واحسان کا شکریہ بجالائیں جس نے اپنی عنایت والطاف بے پایاں سے ان کو یہ مبارک دن دیکھنے نصیب کیے، اس طرح یہ دونوں تہوار مادی وروحانی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جذبات کے ماتحت پوری شان وشوکت کے ساتھ منائے جاتے ہیں اور فرزندان توحید کو مسرت وخوشی وخورمی کے پاکیزہ وپسندیدہ جذبات سے لبریز کر دیتے ہیں۔

جس طرح حیات انفرادی کے لئے تفریح کی ضرورت ہے، اسی طرح حیات قومی کے لئے بھی تفریح ضروری ہے اس کیلئے اس سے اجسام میں ایک تازگی پیدا ہوتی اور روح میں بالیدگی نمایاں ہوتی ہے۔

عیدین کی اجتماعی شان جہاں ایک طرف قلبی مسرت اور روحانی انبساط پیدا کرتی ہے وہاں دوسری طرف تعلقات محبت وقرابت کو بھی گہرا کرتی، شناسائی ودوستی کی طرف منجر ہوتی، جذبات اخوت کو ابھارتی، حیات قومی کو ابھارتی اور درس مساوات دیتی ہے۔ یہ کتنی خوبی اور کمالات کی بات ہے کہ اسلام نے ان دونوں تہواروں کا تخیل اتنی خوبصورتی سے پیش کیا ہے کہ کپڑوں کی نمائش، ساز وسامان کی چمک دمک اور کام ودہان کی تواضع کی خوشی ہوتی ہے۔ لیکن سچ پوچھو تو عیدین کی ساری خوشی عیدگاہ جانے اور نماز پڑھنے تک ہوتی ہے اور پھر جو کچھ ہوتا ہے وہ نماز کے بعد ہوتا ہے۔

رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ لوگو! اپنی عیدین کو تکبیر وتہلیل اور تحمید وتقدیس کے ساتھ زینت ورونق دو۔

عید کا نام عید کس لئے رکھا گیا؟

عید کا نام اس لئے عید رکھا گیا ہے کہ اس دن میں خدا کی طرف سے اس کے بندوں پر طرح طرح کے عوائد احسان اور فوائد امتنان ہوتے ہیں یا اس لئے کہ وہ ہر برس ایک تازہ اور نئی مسرت وخوشی کے ساتھ عود کرتی ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ عید کو عید اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ایماندار خدا کی محبت واطاعت کا اظہار کرتے اور اس کے عادی ہوتے ہیں۔

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہر عید کے دن ابلیس لعین نہایت دردناک آواز سے روتا ہے۔ اس کے رونے کی آواز سن کر تمام شیاطین جمع ہو کر کہتے ہیں کہ اے ہمارے سردار! تجھے کس چیز نے دکھ پہنچایا؟ اور کس نے غصہ میں ڈالا؟ شیطان کہتا ہے: آج میری

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جان پر بڑا غضب یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے امت محمدیہ کو بخش دیا۔ لہٰذا تم سے جہاں تک بن پڑے انہیں ناجائز لذات، بیجا خواہشات، لہو ولعب اور شراب نوشی وغیرہ میں مشغول کر دو۔ یہاں تک کہ ان پر خدا کے غصے کی آگ بھڑک اٹھے۔

اس قول سے مقصود یہ ہے کہ عید کی ساری خوشی اس بات میں ہے کہ امت محمدی عیدین کے دن محبت واطاعت الٰہی کا اظہار کرے اور تمام گناہوں سے اپنے آپ کو روک لے اس میں قلبی مسرت اور روحانی انبساط ہے۔ اس کے بغیر عیدین کی تمام مادی خوشیاں ہیچ اور لغو ہیں۔

عیدین کے احکام ومسائل

جاننا چاہیے کہ عیدیں دو ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ دونوں عیدوں کی نمازیں واجب ہیں۔ نماز عیدین شہر والوں پر اسی طرح واجب ہے جس طرح جمعہ واجب ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ نے امام ابوحنیفہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

صحیح قول یہ ہے کہ جس پر جمعہ واجب ہے اسی پر صلوٰۃ عیدین بھی واجب ہے۔ پس مسافر، مریض، عورت اور غلام پر واجب نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ مگر ہمارے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول صحیح ہے۔

علاوہ ازیں عیدین شعائر اسلام میں سے ہیں۔ حاشیہ طحطاوی میں ہے کہ وہ سن اولیٰ ہجری میں شروع ہوئی (1)۔ چنانچہ ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول خدا ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو مدینہ والوں کے ہاں دو دن تھے جن میں وہ کھیلتے کودتے اور خوشیاں مناتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: یہ کیا دن ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہم ان میں کھیلتے کودتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَبْدَلَكُمَا بِهِمَا خَيْراً مِنْهُمَا يَوْمَ الْاَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ (2)

"اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان دونوں دنوں کو ان سے بہتر دنوں سے بدل دیا

1۔ طحطاوی شریف جلد 1 صفحہ 351   2۔ سنن ابی داؤد جلد 4 صفحہ 477

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے اور وہ یوم الاضحیٰ اور یوم فطر ہیں''۔

عیدین کی شرائط

عیدین کی نماز کی شرائط وجوب وادا وہی ہیں جو جمعہ کی ہیں۔ صرف دو باتوں کا فرق ہے:

۱۔ جمعہ میں خطبہ شرط ہے۔ بغیر خطبہ کے جمعہ صحیح نہیں اور عیدین میں خطبہ سنت ہے۔

۲۔ جمعہ میں خطبہ نماز سے پہلے ہوتا ہے اور عیدین میں نماز کے بعد۔

عید کے دن مسنون امور یہ ہیں:

۱۔ صبح کی نماز اپنے محلہ کی مسجد میں پڑھنا۔

۲۔ غسل کرنا۔

۳۔ مسواک کرنا۔

۴۔ خوشبو لگانا۔

۵۔ نئے یا دھلے ہوئے کپڑے پہننا۔

۶۔ خاص عید گاہ کو جانا۔

۷۔ واپسی میں راستہ کو بدل دینا۔

۸۔ راستہ میں آتے جاتے تکبیر پڑھنا۔ عید الفطر کے دن آہستہ آہستہ تکبیریں پڑھے اور عید الاضحیٰ کے دن بلند آواز سے اور عید گاہ میں پہنچ کر ختم کر دی جائیں۔

۹۔ عید الفطر کی نماز سے پہلے صدقہ فطر دینا۔

۱۰۔ عید الفطر کی نماز سے پہلے کچھ میٹھا کھانا، چھوہاروں کو طاق کھانا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

عید الاضحیٰ میں نماز سے پیشتر نہ کھانا مستحب ہے۔ خواہ قربانی کرے یا نہ کرے۔

عیدین کی نماز پڑھنے کی ترکیب

امام اور مقتدی دونوں عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز کی نیت کریں پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ کر سبحانک اللھم پڑھیں۔ پھر اللہ اکبر ہاتھ اٹھا کر کہیں اور ہاتھ چھوڑ دیں دوسری مرتبہ ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کے ہاتھ چھوڑ دیں۔ تیسری مرتبہ پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔ مقتدی خاموش رہیں اور امام اعوذ بسم اللہ، الحمد اور کوئی سورت پڑھ کر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور سب مقتدی بھی چلے جائیں۔ پھر حسب معمول سجدہ سے فارغ ہو کر مقتدی و امام دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ امام حسب دستور قراءت کرے۔ الحمد اور سورت سے فارغ ہو کر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے، دوسری بار بھی ایسا ہی کرے، تیسری بار بھی اسی طرح کرے، اور چوتھی بار بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے تکبیر انتقال کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور سجدہ وغیرہ کر کے نماز ختم کر دے۔

ھدایات: عید کی نماز میں دوسری رکعت میں رکوع کو جاتے وقت تکبیر انتقال کہنا واجب ہے۔ نماز سے فارغ ہو کو امام خطبہ پڑھے۔ تکبیرات کے درمیان خاموش رہنا چاہیے۔ ہر دو تکبیروں کے درمیان بقدر تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے خاموش رہے۔ تکبیروں کے بعد ہاتھ باندھنے اور نہ باندھنے کا عام قاعدہ اور اُصول یہ ہے کہ جن تکبیروں کے بعد کچھ پڑھا جاتا ہے ان کے بعد ہاتھ باندھے جاتے ہیں اور جن تکبیروں کے بعد کچھ نہیں پڑھا جاتا ان کے بعد ہاتھ چھوڑ دیے جاتے ہیں۔ جیسے عیدین کی تکبیریں اور جنازہ کی نماز میں تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لئے جاتے ہیں کیونکہ ان کے بعد پڑھا جاتا ہے۔

جو طریقہ نماز عیدین کا ہم نے سابق میں لکھا ہے، اس کو مزید تفصیل کے ساتھ سمجھ لینا چاہیے۔ کیونکہ اکثر لوگ نماز عیدین میں غلطی کرتے ہیں۔ اول رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد جو فرض ہے ہاتھ باندھ لینے چاہئیں اور اول سے آخر تک سبحانک اللھم پڑھنا چاہیے۔ اس کے بعد تین تکبیریں زائد کہنی چاہئیں۔ ان تکبیروں میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ ان کے بعد اعوذ، بسم اللہ، الحمد اور سورت پڑھ کر رکوع کے لئے تکبیر انتقالی کہنی چاہیے۔ یہ تکبیر واجب ہے، پس اس طرح اول رکعت میں پانچ تکبیریں کہنی چاہئیں ایک تکبیر افتتاح، تین زائد تکبیریں کہنی چاہئیں۔ اور ہاتھ اٹھانے چاہئیں اور تکبیر انتقالی کہہ کر رکوع میں جانا چاہیے اور حسب دستور نماز تمام کرنی چاہیے۔

عیدین کے خطبہ کے مسائل و احکام

یاد رکھنا چاہیے کہ تین خطبے الحمد سے شروع کئے جاتے ہیں۔ جمعہ کا، استسقاء کا اور نکاح

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کا۔لیکن عیدین کا خطبہ الحمد سے شروع نہیں کیا جاتا، بلکہ دونوں عیدوں کے اور تینوں خطبے حج کے اللہ اکبر سے شروع کئے جاتے ہیں۔

عید کا پہلا خطبہ شروع کرنے سے قبل نو بار تکبیریں متواتر کہنی چاہئیں اور دوسرا خطبہ شروع کرنے سے قبل سات بار۔(1)

جمعہ کے خطبے کو خطبہ شروع کرنے سے قبل امام تھوڑی دیر منبر پر بیٹھتا ہے۔ مگر حنفیہ کے نزدیک عیدین کے خطبوں شروع کرنے سے پہلے نہ بیٹھنا چاہیے۔(2)

جس وقت امام تکبیریں کہے تو حاضرین کو بھی کہنی چاہئیں۔(3)

مسئلہ: اگر عید کی نماز سے پہلے جنازہ بھی حاضر ہو تو عید کی نماز پڑھ کر پھر جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے اور پھر خطبہ پڑھنا چاہیے۔(4)

عید الفطر کے خطبہ میں تکبیر، تسبیح اور درود وغیرہ کے بعد صدقہ فطر کے احکام بیان کیے جائیں اور عید الاضحیٰ کے خطبہ میں تکبیر و تسبیح وغیرہ کے بعد قربانی کے احکام بیان کیے جائیں۔ کیونکہ خطبہ صرف تعلیم احکام کے لئے ہے جس چیز کی ضرورت ہو حسب موقع اسی کی تعلیم دینی چاہیے۔(5)

مسائل عید

عیدین کی نماز کا وقت سورج بلند ہونے سے شروع ہوتا ہے۔ جس وقت نماز اشراق پڑھی جاتی ہے اور دوپہر تک باقی رہتا ہے۔ مگر عید الفطر کی نماز میں کسی قدر تاخیر کرنا بھی جائز ہے۔ لیکن عید الاضحیٰ کی نماز میں تعجیل کرنی چاہیے۔ اس کی وجہ صاف ہے کہ عید الاضحیٰ میں چونکہ قربانی کرنی ہے اس لئے اس میں جلدی کرنی چاہیے۔ بہر حال نمازیں زوال سے پہلے پہلے ہو جانی چاہئیں۔

مسئلہ: اگر نماز عید کسی وجہ سے عید کے دن نہ ہو سکے۔ مثلاً اختلاف رویت ہلال ہو اور دوپہر کو چاند کی خبر ملے، یا شدت بارش سے باہر نکلنا ہی مشکل ہو تو دوسرے روز صبح کو نماز عید

1۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 150 2۔ در مختار جلد 3 صفحہ 58
3۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 151 4۔ ایضاً صفحہ 152 5۔ در مختار جلد 3 صفحہ 58-60

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پڑھنی چاہیے۔

مسئلہ: جس وقت نماز پڑھی گئی اس وقت ابر تھا۔ نماز کے بعد معلوم ہوا کہ زوال کے بعد نماز ہوئی ہے یا امام نے بے وضو نماز پڑھا دی تو ان دونوں صورتوں میں بھی عید الفطر کی نماز دوسرے دن زوال سے پہلے دوبارہ پڑھنی چاہیے۔ دوسرے روز کے بعد عید الفطر کی نماز درست نہیں ہاں عید الاضحیٰ کی نماز تیسرے دن بھی ہو سکتی ہے۔ یعنی بارہویں تاریخ کو۔(1)

مسئلہ: عیدین کی نماز کی دو رکعتیں ہوتی ہیں۔ بغیر اذان و اقامت کے۔(2)

مسئلہ: اگر تکبیریں ہو جانے کے بعد کوئی شخص پہلی رکعت میں آ کر شریک ہوا تو پہلے تکبیریں کہنی چاہئیں اور پھر اقتدا کرنی چاہیے۔(3)

اگر کوئی شخص پہلی رکعت کے رکوع میں امام کو پائے تو اگر بحالت قیام تکبیریں کہہ کر رکوع پالینے کی امید ہو۔ تب قیام میں تکبیریں کہہ کر رکوع میں شریک ہو جائے اگر رکوع پانے کی امید نہ ہو تو تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں باقی تکبیریں کہہ لے۔ اب اگر رکوع میں اتنا وقت نہ ملا کہ پوری تکبیریں کہہ سکتا اور امام نے اس کی تکبیریں پوری کرنے سے پہلے سر اٹھا لیا، تو جتنی تکبیریں وہ کہہ چکا ہے وہ تو ہو گئیں اور باقی اس کے ذمہ سے ساقط ہو گئیں۔(4)

مسئلہ: اگر قومہ میں آ کر امام کے ساتھ شریک ہوا، تو اب اس رکعت میں تکبیریں نہ کہنی چاہئیں یہ رکعت اس سے فوت ہو گئی۔ اب یہ مسبوق ہو گیا۔ جس وقت یہ امام کے سلام کے بعد اپنی رکعت ادا کرے اس وقت قراءت کے بعد رکوع سے پہلے یہ فوت شدہ تکبیریں کہہ لے۔ یہی حکم پہلی رکعت کے سجدہ میں شامل ہونے کا ہے۔ ہاں لاحق تمام تکبیریں امام کی طرح کہے گا۔ کیونکہ وہ حکماً امام ہی کے پیچھے ہوتا ہے۔ منفرد نہیں ہوتا اور مسبوق بقیہ رکعت پڑھنے میں منفرد ہوتا ہے۔(5)

مسئلہ: اگر کسی شخص نے امام کو تشہد کی حالت میں پایا، خواہ تشہد اصل نماز کا ہو یا سہو کا تو یہ

1۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 152 2۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 150, 53

3۔ در مختار جلد 3 صفحہ 55, 56 4۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 151 5۔ ایضاً

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دونوں رکعتیں مع چھ تکبیروں کے امام کی طرح ادا کرے۔(1)

مسئلہ: اگر امام نے پہلی رکعت میں تکبیریں بھول کر قراءت شروع کر دی تو اگر الحمد اور سورت دونوں پڑھ چکنے کے بعد یاد آیا تو تکبیریں کہلا کر رکوع میں چلا جائے اور اگر صرف الحمد پڑھی تھی کہ یاد آ گیا تو الحمد چھوڑ کر تکبیریں کہے اور پھر دوبارہ الحمد اور سورت پڑھ کر رکوع میں جائے (غایۃ الاوطار)۔

مسئلہ: اگر امام دوسری رکعت میں تکبیریں کہنا بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو رکوع میں ہی تکبیریں کہہ لے، قیام کی طرف عود نہ کرے۔(2)

مسئلہ: اگر کسی کی عید کی نماز فوت ہو جائے تو اس کی قضا نہیں، ہاں گھر میں آ کر چار رکعت نفل بغیر تکبیروں کے پڑھ لے۔(3)

ھدایات: اگر کوئی شخص نماز عید کی ایک رکعت بھی پالے تو اسے ثواب نماز مل جائے گا عیدہ گاہ پیادہ پا جانا مسنون ہے۔ سواری پر جانا بھی جائز ہے۔ مگر افضل یہی ہے کہ پیادہ پا جائے عیدگاہ سے آتے وقت راستہ بدل دینا چاہیے کیونکہ اس سے اسلامی شوکت واجتماع کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص شب عید کو خلوص وطلب ثواب کی نیت سے قیام کرے گا تو اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن تمام دل مر جائیں گے۔(4)

عید کی نماز عورتوں کے لئے گھروں میں مستحب ہے۔ خواہ انہیں میں کوئی عورت امام بن جائے یا وہ شخص جس پر یہ عورتیں حرام، مثلاً باپ، بیٹا اور بھائی وغیرہ خواہ کوئی تمیزدار لڑکا امامت کرے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص عید کے دن تین سو دفعہ سبحان اللہ وبحمدہ کہے گا اور اس کا ثواب مسلمانوں کے مردوں کو پہنچائے گا تو ہر ایک قبر میں بے حد نور ہوگا

1۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 151 — 2۔ درمختار جلد 3 صفحہ 57

3۔ درمختار جلد 3 صفحہ 58 — 4۔ کنزالعمال جلد 8 صفحہ 549 طبع حلب۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور جب یہ شخص مرے گا تو اس کی قبر انتہائی نور سے منور ہو گی۔

صدقہ فطر

ہمارے امام صاحب کے نزدیک صدقہ فطر واجب ہے لیکن حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض۔ پس حنفیوں کے نزدیک منکر فطر کافر نہیں۔ فتاویٰ سراجی میں ہے کہ جو شخص صدقہ فطر دیتا ہے اس کے روزے قبول ہو جاتے ہیں اور اس کو جان کنی وعذاب قبر کی سختی نہ ہو گی۔

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک صدقہ فطر نہ دیا جائے روزے آسمان وزمین میں معلق رہتے ہیں، جو لوگ فارغ البال اور کھاتے پیتے ہیں ان پر واجب ہے کہ عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کریں تاکہ غریبوں کی بھی عید ہو جائے اور عام جشن مسرت میں وہ بھی شامل ہو جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ہر ایک آزاد مسلمان صاحب نصاب کو جس کے پاس ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی ہو یا اس میں سے کسی ایک چیز کی قیمت کے برابر نقدی روپیہ ہو۔ یعنی صاحب زکوٰۃ کو اپنی طرف سے اور اپنی بیوی بچوں کی طرف سے اگرچہ کوئی بچہ شیر خوار ہی کیوں نہ ہو، ماں باپ کی طرف سے اگر اس کی تحت میں ہوں۔ نیز لونڈیوں اور غلاموں کی طرف سے صدقہ فطر دینا چاہیے۔

مسائل: صدقہ فطر عید گاہ جانے سے قبل ہی دے دینا چاہیے۔ اگر عید گاہ جانے سے پہلے نہیں دیا تو نماز پڑھنے سے قبل دے دے اور اگر کسی خاص مجبوری سے قبل نماز بھی نہیں دے سکا تو بعد میں دے دے۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ صدقہ فطر دینے میں عید کے روز حتی الامکان جلدی کرنی چاہیے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص صاحب زکوٰۃ تو نہیں ہے۔ مگر صدقہ فطر دینا چاہے تو دے سکتا ہے یہ اس کی مرضی وحوصلہ ہے۔ ورنہ شریعت اس پر بار نہیں ڈالتی۔

صدقہ فطر کی مقدار

صدقہ فطر کی مقدار ہر ایک کی طرف سے نصف صاع شرعی ہے۔ یعنی مروجہ وزن کے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مطابق 2 سیر 3 چھٹانک ہے۔ یہ گیہوں کی، اس کے آٹے کی اور ستو کی مقدار ہے۔ اگر گیہوں ستو کے علاوہ چنے یا جو یا ان کا آٹا یا ان کا ستو یا کشمش یا چھوہارے دے دیے جائیں تو گیہوں کے وزن سے دوگنے دینے چاہئیں۔ یعنی چار سیر 6 چھٹانک۔

مسئلہ: صدقہ فطر اپنی اور اپنی بیوی بچوں کی طرف سے دینا چاہیے۔ اگر فرزند خود اپنا مال نہ رکھتے ہوں۔ اگر وہ اپنا مال رکھتے ہوں تو خود دیں۔ پھر باپ پر دینا واجب نہیں جو فرزند جوان ہے اس کا صدقہ فطر باپ پر واجب نہیں۔ لیکن اگر جوان فرزند کا صدقہ باپ دے دے اور اس سے نہ کہے تو روا ہے۔ ہاں عورت کا بغیر اس کے کہے فطرہ دینا روا نہیں۔ (1)

مسئلہ: اگر صدقہ فطر آئندہ دس سال کا ایک دم دے دیا جائے تو جائز ہے (کافی)۔

صدقہ فطر کا مصرف

صدقہ فطر اپنے شہر اور بستی کے محتاجوں، اپنے غریب و مفلس رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں کو، مانگنے والوں کو دے دینا چاہیے۔ دینی مدارس کے طلبہ کی امداد و اعانت بھی کی جا سکتی ہے۔

تنبیہ اکثر دیہاتوں اور قصبوں وغیرہ میں بعض جاہل اور مسئلہ نہ جاننے والے لوگ محض رواجاً و رسماً تھوڑا سا غلہ باندھ کر عید گاہ لے جاتے ہیں اور قبل از نماز یا بعد نماز کے غیر مستحق ہٹے کٹے فقیروں کو دیتے ہیں یا عید گاہ کے فرش پر ڈال کر چلے آتے ہیں جو تکیہ کا سائیں یا امام سمیٹ کر لے جاتا ہے۔ اس طرح بغیر پوری مقدار دیے اور غیر مستحق محتاجوں کو نہیں ملتا۔ لہٰذا اس مسئلہ کو اچھی طرح یاد رکھنا اور دوسروں کو بتلا دینا چاہیے کہ صدقہ فطر لینے کے حق دار صرف غریب، فقیر، مسکین، محتاج اور وہ یتیم و بیوائیں ہیں جن کا کوئی وارث، مددگار اور ذریعہ معاش نہیں۔ الغرض خیال کر کے حق داروں کو دینا چاہیے۔ بجائے غلہ کے اس کی قیمت دینا بھی درست ہے۔

1۔ ہدایہ جلد 1 صفحہ 225۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قربانی کا بیان

علماء کہتے ہیں کہ عید الاضحیٰ، عید الفطر سے افضل و برتر ہے، کیونکہ وہ تمام سال کے افضل ایام عشرہ ذی الحجہ میں واقع ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں عید الاضحیٰ، ابراہیمی قربانی اور اسمٰعیلی ایثار کی عظیم الشان یادگار ہے۔ عید قربان سال بہ سال ہمیں یہ سبق دینے آتی ہے کہ مسلمانوں کی خوشیاں و بے آرامیاں، عیش و راحت، اضطراب و پریشانی اور الفت و عداوت سب کچھ ایزدِ متعال کی مرضی کے تحت ہونی چاہیے۔ ان کا مرنا جینا، ان کی نمازیں، ان کے روزے اور اُن کی قربانیاں سب کچھ اللہ عزوجل کے لئے ہونی چاہئیں، اور ان کے تمام کام اس لئے ہونے چاہئیں کہ ان کا معبودِ حقیقی ان سے راضی ہو جائے۔

عید قربان ہمیں ایثار و قربانی کا سبق دینے اور روح حیات دینے آتی ہے کاش! ہم اس کے پیغام حیات کو سمجھیں۔

قربانی کا مسئلہ انسانی فطرت کا ایک ایسا مسلمہ مسئلہ ہے کہ یہ ہر قوم و مذہب میں کسی نہ کسی رنگ میں پایا جاتا ہے۔ مگر اسلامی قربانی کی شان سب سے نرالی ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

قربانی کی غایت کیا ہے؟

مسلمان ہمیشہ عید الاضحیٰ مناتے اور قربانیاں کرتے ہیں۔ مگر اس کی حقیقت اور مقصد کو مدنظر نہیں رکھتے۔ صرف اتنا جانتے ہیں کہ قربانی کے جانور پل صراط پر سواری کا کام دیں گے اور بس۔ یہ ہے ان کی قربانیوں کی کل کائنات۔ پھر ان میں ایثار و قربانی کا رنگ کیسے پیدا ہو سکتا ہے جبکہ وہ اس کے مغز و حقیقت کو جانتے ہی نہیں اور صرف چھلکوں پر قناعت کئے بیٹھے ہیں۔ لہٰذا قربانی کی غایت اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے۔ خدا کرے کہ ہم اس پر عمل کر سکیں اور وہ کیفیت ہم میں پیدا ہو جائے جو قربانی کا اصل مقصود ہے۔ آمین۔

قربانی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کی جاتی ہے اور اس امر میں امت محمدیہ علی صاحبہا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

افضل الصلوٰۃ والسلام تمام پچھلی امتوں سے گوئے سبقت لے گئی ہے۔ یہ قربانیاں جو ہماری اس روشن شریعت کے ماتحت ہوتی ہیں، احاطہ شمار سے باہر ہیں اور ان کو ان قربانیوں پر سبقت ہے جو پہلی امتوں کے لوگ کیا کرتے تھے۔ یہ عظیم البرکت کام، ہمارے دین میں ان کاموں میں شمار کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا کا موجب ہوتے ہیں اور قربانی کے جانور اس سواری کی طرح سمجھے گئے ہیں جو بجلی سے مشابہ ہو اور جن کو بجلی کی چمک سے مماثلت ہو اس مماثلت و تشابہ کی وجہ سے ذبح ہونے والے جانوروں کا نام قربانی رکھا گیا ہے۔

احادیث میں آیا ہے کہ یہ قربانیاں خدا تعالیٰ کے قرب اور ملاقات کا موجب ہیں، مگر اس شخص کے لئے جو اخلاص، خدا پرستی اور ایمانداری سے کرتا ہے۔ قربانی اسلامی عبادتوں میں سے ایک بزرگ ترین عبادت ہے اور اسی لئے قربانی کا نام عربی میں نسک ہے اور نسک کے معنی ہیں: اطاعت و فرماں برداری اور بندگی۔ اس کا اطلاق جانوروں کے ذبح کرنے پر بھی ہوتا ہے جن کو ذبح کرنا مشروع ہے۔ پس یہ اشتراک جو نسک کے معنوں میں پایا جاتا ہے، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا حقیقی پرستار اور سچا عابد وہی ہے جو اپنی تمام خلاف شرع قوتوں، ناجائز خواہشوں اور خدا سے الگ کرنے والے محبوبوں کو اپنے رب کی رضا جوئی و فرماں برداری کے لئے ذبح کر ڈالے۔ یہی قربانی کی روح ہے اور اس کی غرض یہی دل کی بیداری اور جذبہ محبت اور اطاعت الٰہی کی آبیاری و پرورش ہے۔

قربانی ظاہر میں تو صرف یہی ہے کہ ہم ایک موٹے تازے جانور کو اللہ کی راہ میں ذبح کر دیں اور اس کا گوشت تقسیم کر کے کھالیں۔ لیکن درحقیقت وہ ہمیں سبق دیتی ہے کہ اصلی عبادت وہی ہے جو آخرت کے خسارہ سے نجات دے اور وہ نفس امارہ کا ذبح کر ڈالنا ہے۔ کیونکہ وہ ہم کو ہمیشہ برے کاموں اور ناجائز خواہشوں کی طرف بلاتا رہتا ہے۔ لہٰذا سب سے بڑی عبادت اور قربانی یہ ہے کہ اس کو انقطاع الی اللہ کی چھری سے ذبح کر دیا جائے اور خلقت سے قطع تعلق کر کے اپنے محبوب و معبود حقیقی کو اپنا مونس اور آرام جان قرار دیا جائے۔

یعنی احکام الٰہی کی بجا آوری میں انواع و اقسام کی سختیوں، تلخیوں، مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کیا جائے۔ تاکہ نفس غفلت کی موت سے نجات پائے۔ یہی اسلام کے معنی ہیں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور یہی کام اطاعت کی حقیقت ہے پس سچا اور کامل مسلمان وہ ہے کہ اپنی اطاعت کی گردن خدا کے سامنے جھکا دے اور اپنے نفس کو ذبح کرنے کے لئے اس کے سامنے رکھ دے۔

یہ قربانیاں جو اسلام میں مروج ہیں، ان کا مقصود ضبط نفس، بذل نفس اور اطاعت الٰہی ہے۔ وہ اس چیز کے لئے بطور یاددہانی کے ہیں اور مذکور بالا مقام حاصل کرنے کی ترغیب کا ایک ذریعہ ہیں۔ پس قربانی کرنے والے مرد و عورت پر جو خدا تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں، واجب ہے کہ اس حقیقت و غایت کو سمجھے اس کو اپنے مقصود کا ایک عین قرار دے۔ اس حقیقت کو اپنے نفس کے اندر داخل کرے، غفلت و راحت اختیار نہ کرے۔ جب تک اس قربانی کو اپنے رب ودود کے لئے ادا نہ کرے اپنی ساری عقل، دل کی روشنی اور پرہیزگاری کے ساتھ قربانی کی روح کو حاصل کرے اور نادانوں و جاہلوں کی طرح صرف نمونہ اور پوست بے مغز پر قناعت نہ کر بیٹھے۔

ہم نے اپنی ناقص عقل و سمجھ کے مطابق کافی وضاحت کے ساتھ قربانی کی حقیقت کو لکھ دیا ہے۔ اس سے زیادہ بحث اس موقع پر مناسب نہیں اور کتاب کو طویل دینا ہے۔ لہٰذا ہم صرف اسی پر اکتفا کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

کیا قربانی کرنا ظلم اور بے رحمی ہے؟

دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں: ایک خدا کے قائل اور دوسرے منکر، جو منکر ہیں وہ جانتے ہی نہیں کہ رحم کیا ہے اور ظلم کس جانور کا نام ہے۔ وہ قربانی پر اعتراض ہی نہیں کر سکتے۔ ہاں جو لوگ خدا کے قائل ہیں اور کسی نہ کسی مذہب کو مانتے ہیں وہ صرف رحم اور ظلم کے نام ہی جانتے ہیں۔ ان دونوں لفظوں کے مفہوم حقیقی سے نا آشنا ہیں۔ محض اس ناسمجھی کی وجہ سے قربانی پر وہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ مسلمان بڑے ظالم ہیں، وہ جانوروں کو ذبح کر کے کھا جاتے ہیں اور وہ بڑے ہی بے رحم ہیں جو ہتھیا کرتے ہیں۔ اس قسم کے اعتراض کرنے والے لوگ بے چارے کسی حد تک معذور بھی ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ غریب ظلم و رحم کو جانتے ہی نہیں۔ لہٰذا ان معترضین کی حالت پر ہمیں رحم آتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنی جہالت سے اسلام پر اعتراض کر کے اپنی عقل و سمجھ پر ظلم کرتے ہیں مگر چونکہ ہمارا کام رحم کرنا ہے اس لئے ہمیں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رحم آہی جاتا ہے۔ ایسے معترض غور سے اس اعتراض کا جواب سنیں۔

کیوں صاحب! کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاہین اور شکرو غیرہ پرند جانور کتنے بڑے بے رحم جانور ہیں جو پرندوں کو پکڑ کر کھا جاتے ہیں، ذرا بھی ان پر رحم نہیں کرتے اور شیر و چیتے کیسے ظالم ہیں کہ جنگل کے جانوروں کو چیر پھاڑ کے بے ڈکار ہضم کر جاتے ہیں؟ صاحب عقل و خرد انسان تو ان جانوروں کو ظالم و بے رحم نہیں کہہ سکتا اور دیوانہ سے ہمیں سروکار نہیں۔ ان جانوروں کی غذا خالق ارض و سماء نے گوشت ہی بنائی ہے اور انہیں اوزار بھی ایسے ہی دیے ہیں۔ وہ اپنی فطرت سے مجبور ہیں کہ دوسرے جانوروں کو چیر پھاڑ کر اپنے پیٹ بھریں۔ وہ جیو ہتھیا کا وعظ سن کر بھوکے نہیں مر سکتے۔

بتلاؤ کہ کیا ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے نہیں بنایا؟ بلی کو چوہا پکڑنا کس نے سکھایا؟ بڑی مچھلی کو چھوٹی مچھلی کا کھانا کس نے بتایا؟ کون ہے جو ایسے بے رحم و ظالم جانوروں کو دوسرے کمزور جانوروں پر مسلط کرتا ہے؟

پھر اس سے زیادہ نظر کو وسیع کر کے دیکھو کہ حضرت ملک الموت کتنے بڑے بڑے انسانوں کو مار کر ہلاک کرتے ہیں۔ غور کرو اگر ہم جانوروں کو ذبح نہ کریں تو اور کیا کریں۔ کیا ان کی تکلیف کے خیال سے ہم اس دنیا کو چھوڑ دیں؟ اگر ہم ان کو ذبح نہ کریں تو کیا اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ اور ان پر یہ رحم ہوگا کہ وہ نہ مریں۔

اس الزامی تمہید کے بعد معترضین کی خدمت میں گذارش ہے کہ اگر جانوروں کو ذبح کرنا ظلم ہوتا تو اللہ تعالیٰ شکاری اور گوشت خور جانوروں کو پیدا ہی نہ کرتا اور اگر پیدا کیا تھا تو ان کا پیٹ بھرنے کے لئے کھیتی باڑی کا انتظام کرتا، اگر ہم ان کو ذبح نہ کریں گے تو وہ خود بیمار ہو کر مریں گے اور اس وقت نعوذ باللہ خود اللہ تعالیٰ بھی کہلائے گا۔ ان تمام باتوں سے ہر صاحب عقل انسان بادنیٰ تامل معلوم کر سکتا ہے کہ درحقیقت جانوروں کا ذبح کرنا ظلم و بے رحمی نہیں۔ بلکہ منشائے ربانی اور اقتضائے فطرت ہے۔

اب ذرا ان رحم رحم پکارنے والوں کے رحم کی حقیقت بھی سن لیجئے۔ اگر یہ ایسے ہی دھرماتما اور جانوروں پر رحم کرنے والے ہیں تو ان جانوروں سے ہل کیوں چلواتے ہیں؟ ان پر

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سواری کیوں کرتے ہیں؟ ان کے بچے باندھ کر خود دودھ مزے لے لے کر کیسے پیتے ہیں۔
کیا یہ تمام باتیں بے رحمی کی نہیں؟

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اشرف کی صحت و بقاء کے لئے ارذل مارا جاتا ہے۔ اگر جوئیں پڑ جائیں تو محض انسان کے آرام کے لئے ہلاک کردی جاتی ہیں اور کسی جانور کو کیڑے پڑ جائیں تو اس کے فائدہ کے لئے ان کو مار دیا جاتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر ذبح و قربانی ہی پر اعتراض کیوں ہے؟ پس جب ہم قانون الٰہی میں یہ نظارا دیکھتے ہیں جس کا اوپر بیان ہوا تو پھر کس کی ہمت و جرأت ہے جو ذبح کو منشائے الٰہی کے خلاف ظاہر کر سکے جب موت ضروری ہے تو ذبح ظلم نہیں ہو سکتا اور جو لوگ ذبح کو ظلم سمجھتے ہیں وہ عقل و خرد سے بے بہرہ اور قانون الٰہی سے ناآشنا ہیں۔

قربانی کا ثواب

جناب نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے دنیا میں خدا کے لئے قربانی کی ہوگی، جب وہ قبر سے زندہ ہو کر اٹھے گا اپنی قبر کے سرہانے اس قربانی کو کھڑا پائے گا۔ اس کے بال سونے کے تاروں کے، آنکھیں یاقوت کی اور سینگ خالص سونے کے ہوں گے۔ وہ شخص کہے گا: تو کون ہے، میں نے تجھ سے زیادہ حسین و جمیل کسی کو نہیں دیکھا؟ وہ کہے گی: میں تیری وہی قربانی ہوں جس کو تو نے دنیا میں خدا کے لئے ذبح کیا تھا۔ اب تو میری پیٹھ پر سوار ہو جا۔ وہ شخص سوار ہو جائے گا وہ اسے لے جا کر عرش کے سایہ تلے کھڑا کر دے گی۔

ایک دوسری جگہ فرمایا: جب بندہ اپنی قربانی زمین پر پچھاڑتا اور ذبح کرتا ہے تو اس کے خون کا پہلا قطرہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور اس کے ہر ہر بال کے عوض ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔

لوگو! خبردار ہو جاؤ کہ قربانی آدمی کو نجات دلانے والی ہے، وہ اپنے صاحب کو دنیا و آخرت میں برائی سے نجات دیتی ہے۔

نیز فرمایا: جس نے قربانی کی اس نے گویا اپنے نفس کو دوزخ سے آزاد کیا۔ قربانی کا جانور پل صراط پر سے ایسے گزرے گا جیسے بجلی چمک گئی۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ھدایت: یاد رہے کہ محض ان ثوابوں پر ہی نظر نہیں رکھنی چاہیے۔ بلکہ اس میں بھی قربانی کی اصلی روح حاصل کرنا چاہیے۔ جس کا ہم نے اوپر بیان کیا۔ یہ نہ سمجھیے کہ قربانی کی غرض محض اتنی ہی ہے کہ وہ آخرت میں فائدہ دے اور عذاب دوزخ سے نجات دے۔ بلکہ اس دنیا میں بھی فائدہ حاصل کرنا چاہیے۔ جس نے اپنی قربانیوں سے اس دنیا میں کوئی سبق اور روحانی فائدہ حاصل نہیں کیا، وہ آخرت میں بھی کوئی نفع حاصل نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر اعلان فرما دیا ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾ (سورۂ حج)

''نہیں پہنچتے اللہ تعالیٰ کو ان کے گوشت اور نہ ان کے خون، البتہ پہنچتا ہے اس کے حضور تک تقویٰ تمہاری طرف سے، یوں اس نے فرمانبردار بنا دیا ہے انہیں تمہارے لئے تاکہ تم بڑائی بیان کرو۔ اللہ تعالیٰ کی اس (نعمت) پر کہ اس نے تم کو ہدایت دی اور اے حبیب! صلی اللہ علیہ وسلم خوشخبری دیجیے احسان کرنے والوں کو''۔

قرآن اور قربانی

صفحات سابقہ میں ہم نے لکھا ہے کہ قربانی ایک اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے جو قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ اپنے کلام بلاغت نظام میں مذکورہ بالا آیت سے اوپر فرماتا ہے:

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿ۙ۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَ الْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖۗ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾

''اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی ٹھہرادی ہے تاکہ مویشی چار پایوں کی قسم سے جو اللہ نے ان کو دیا ہے، اس پر اللہ کا نام لیں۔ تو تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، سو اسی کی فرماں برداری کرو اور ان عاجزی کرنے والوں کو بشارت دے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر ہوجاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں جو اس تکلیف پر صبر کرنے والے ہیں جو ان کو پہنچے اور نماز کے قائم کرنے والوں کو اور جو ہمارے دیے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے ہیں اور قربانیوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے قرار دیا ہے۔ تمہارے لئے ان میں بہتری ہے تو ان پر جب کہ وہ تین پاؤں پر کھڑے ہوں، اللہ کا نام لو۔ پھر جب وہ اپنے کسی پہلو پر گر جائیں تو ان میں سے کھاؤ اور قناعت پیشہ اور مانگنے والوں کو کھلاؤ۔ یوں ہی ہم نے ان کو تمہارے بس میں کیا تاکہ تم شکر کرو''۔ (سورۃ حج)

ان آیات مبارکہ میں قربانی کی غرض وغایت کو بیان کیا گیا ہے، جس کو ہم تفصیل کے ساتھ پہلے کہہ آئے ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی سے مقصود یہ ہے کہ ہم توحید، فرمانبرداری، عاجزی، صبر اور نماز وزکوۃ کے جذبات عالیہ حاصل کریں جو لوگ قربانی تو کرتے ہیں۔ مگر ان کے جذبات عالیہ اور صفات مبارکہ حمیدہ سے محروم رہتے ہیں۔ ان کی قربانیاں فضول وبیکار ہیں۔

احکام قربانی

قربانی کس پر واجب ہے؟

جو لوگ صاحب نصاب شرعی ہیں یعنی جن کے پاس حوائج ضروریہ سے بچا کر ساڑھے ست تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا ان کی قیمت وغیرہ ہے۔ ان پر قربانی واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقیم مالدار پر قربانی واجب ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقیم ومسافر دونوں پر واجب ہے مگر وہ حاجی مسافر مستثنیٰ ہے جو منیٰ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں موجود ہو۔ کیونکہ اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کے مسنون ہونے کے قائل ہیں۔

تمام گھر والوں کی طرف سے ایک ہی قربانی یا دو مینڈھوں کی قربانی کافی ہے جبکہ باقی گھر والے صاحب نصاب نہ ہوں۔ نبی کریم ﷺ عام طور پر ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ البتہ حجۃ الوداع میں تمام بیویوں کی طرف سے علیحدہ علیحدہ قربانی فرمائی۔ قربانی بچوں کی طرف سے بھی ہو سکتی ہے، ابوداؤد اور موطا میں بہت حدیثیں ہیں جن میں بیان ہے کہ تمام گھر کی طرف سے قربانی ہو سکتی ہے۔

قربانی کے معنی

قربانی کے معنی ہیں: تقرب الٰہی حاصل کرنے میں کوشش و سعی کرنا اور اصطلاح شرع میں قربانی عبادت کی نیت سے خاص وقت میں حیوان کے ذبح کرنے کو کہتے ہیں اور اس کی شرطیں یہ ہیں:

قربانی کرنے والا مسلمان عورت ہو یا مرد، مقیم ہو یا سفر میں ہو اور اتنا مالدار ہو کہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر کرتا ہو، قربانی کا سبب اس کا وقت ہے یعنی ایام نحر سے مراد ذی الحجہ کی 10 تاریخ کی فجر سے لے کر 12 تاریخ سورج غروب ہونے سے پہلے تک کا وقت ہے یعنی 10، 11، 12 ذی الحجہ کی تاریخیں مگر بہتر اور افضل 10 کو قربانی کرنا ہے۔

یاد رہے کہ زکوٰۃ کی طرح قربانی کے لئے بھی نصاب کا سال بھر تک باقی و قائم رہنا شرط نہیں۔ قربانی قدرت ممکنہ پر واجب ہے۔ خواہ قربانی کرنے والا شہر کا رہنے والا ہو یا دیہات اور جنگل کا۔

قربانی کی نیت

قربانی کرنے میں یہ نیت ہونی چاہیے کہ میں خدا کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں، دنیا میں، میں خدا کی محبت اور قرب حاصل کروں گا اور آخرت میں مجھ کو اس کا ثواب ملے گا بہتر یہ ہے کہ قربانی اپنے ہاتھ سے کی جائے اور جب قربانی کا جانور ذبح کرنے لگے تو یہ پڑھے:

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۝ (انعام)

''میں تے تو ایک ہی کا ہو کر اپنا منہ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمان و زمین کو بنایا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں''۔

یہ پڑھ کر بسم اللہ اکبر کہہ کر گلے کے پاس سے ذبح کر دے۔ اگر اپنی طرف سے قربانی کرے تو یوں کہے: ''اللھم تقبل منی'' اور اگر دوسرے کی طرف سے کرے تو یوں کہے: '' اللھم تقبل من فلان '' فلاں کی جگہ اس کا نام لے دے یا دل میں نیت کر لے۔ یہ ضروری نہیں کہ ان الفاظ کو عربی میں ادا کرے یا اپنی زبان میں بلکہ غرض یہ ہے کہ دل میں نیت اور ارادہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تو اس کو قبول فرما۔

قربانی کے جانور

قربانی کے واسطے چھ قسم کے جانور مقرر ہیں۔ ان کے سوا جانور قربان نہیں ہو سکتا خواہ وہ گھر میں ہی کیوں نہ پلے ہوں۔

وہ چھ قسم کے جانور یہ ہیں:

(1) گائے (2) بھینس (3) اونٹ

(4) بکری (5) مینڈھا (6) دنبہ

ان میں سے نر ہو یا مادہ۔ سب کی قربانی جائز ہے۔ مادہ جانور اگر گابھن ہو تو وہ بھی قربان ہو سکتی ہے۔ مگر اس کے پیٹ میں سے جو بچہ نکلے اس کو بھی ذبح کر کے دفن کر دینا چاہیے۔ بشرطیکہ بچہ پیٹ سے زندہ نکلے۔

ایک راس بکرا یا مینڈھا یا دنبہ صرف ایک شخص کی طرف سے قربانی ہو سکتا ہے لیکن اونٹ، گائے اور بھینس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہر شریک ہونے والے کی نیت قربانی کی ہو۔ اگر کسی شریک کی قربانی کی نیت کے علاوہ اور کچھ نیت ہو گی۔ مثلاً گوشت فروخت کرنا وغیرہ تو سب کی قربانی ناجائز ہو گی پس ایسے شخص کو شریک نہ کرنا چاہیے۔ جس کی وجہ سے سب کی قربانی ناجائز ہو۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قربانی کا جانور خوب موٹا تازہ اور تندرست ہونا چاہیے۔ یہ بیمار اندھا کانا لنگڑا، لولھا، کان چرا، ناک دم نہ ہو، سینگ یا اور کوئی عضو تہائی تک کٹا ہوا نہ ہو یا وہ بھیڑ، بکری اور دنبی نہ ہو جس کا ایک تھن نہ ہو بھینس یا اونٹنی کے دو دو تھن نہ ہوں، یا علاج سے ایسے سوکھ گئے ہوں کہ دودھ نہ اتر سکے یا وہ دیوانہ جانور جس کو چارہ پانی کی پروانہ ہو اور اس قدر دبلا کمزور کہ خود ذبح کرنے کی جگہ پر نہ جاسکے۔ ایسے تمام جانوروں کی قربانی نہیں ہوسکتی۔

اگر کوئی جانور پیدائشی منڈا ہو یا جس کے نصف سے زیادہ دانت گر گئے ہوں یا جس کے پیدائشی کان چھوٹے ہوں یا خصی ہو یا جس دنبہ دنبی کی چوتھائی سے کم چکنی کٹی ہوئی ہو یا وہ لنگڑا کر چلتا ہو۔ یعنی چاروں پاؤں زمین پر ٹیکنے سے بھی اٹک کر چلتا ہو، یا دیوانہ جانور چرتا بھی ہو یا جس جانور کے مرض خارش ہو تو مگر دبلا نہ ہوا ہو اور یا جس جانور کی بیماری ظاہر نہ ہو ایسے تمام جانوروں کی قربانی ہوسکتی ہے۔

کسی جانور کا سینگ اس طرح پر ٹوٹا کہ اندر گودا ثابت ہے تو اس کی قربانی بھی ہوسکتی ہے۔

مسئلہ: اگر کسی صاحب مقدرت شخص نے قربانی کے واسطے تندرست اور بے عیب جانور خرید امگر قربانی کرنے سے پہلے اس میں کوئی عیب، پیدا ہو گیا تو وہ جانور قربان نہیں ہوسکتا دوسرا جانور خرید کر قربان کرنا چاہیے البتہ اگر کوئی غریب آدمی جس پر قربانی واجب نہیں تھی اور قربانی کرنا چاہتا تھا اور اس کے جانور میں کوئی عیب پیدا ہو گیا تو وہ اسی عیب دار جانور کو قربان کرسکتا ہے۔ دوسرا خریدنے کی ضرورت نہیں

قربانی کا جانور کس عمر کا ہو؟

اونٹ پانچ برس کا، بھینس دو برس کی، بکری ایک برس کی، دنبہ اور بھیڑ چھ چھ ماہ کی بھی ہوسکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ فربہی کے سبب سال بھر کی معلوم ہوتی ہو ورنہ سال بھر کا بھیڑ اور بھیڑی ہونی چاہیے۔ ان سے کم عمر جانوروں کی قربانی نہیں ہوسکتی۔

مسئلہ: اگر کسی نے قربانی کے واسطے جانور خریدا اور وہ مر گیا یا گم ہو گیا اور دوسرا جانور خرید لیا مگر اس کے بعد وہ گم شدہ جانور بھی مل گیا تو اگر قربانی کرنے والا مال دار ہے تو دونوں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جانور قربان کر دے اور اگر غریب ہے تو صرف ایک (ہدایہ) مرے ہوئے کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر امیر ہے تو دوسرا جانور خرید کر قربان کرے اور اگر غریب ہے تو دوسرا جانور خریدنا ضروری نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص ایام قربانی میں بجائے قربانی کے جانور کی قیمت کے برابر یا کم وبیش نقد روپے خیرات کر دے تو قربانی ادا نہیں ہو سکتی۔ اس کے ذمہ قربانی بدستور باقی رہے گی۔ لہٰذا جانور کی قیمت خیرات نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ اصل جانور ہی کی لازمی طور پر قربانی کرنی چاہیے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص دسویں اور گیارہویں تاریخ تک مالدار نہ تھا، مگر اتفاق سے بارہویں تاریخ کو ہو گیا تو اس پر قربانی واجب ہو گئی۔ لہٰذا بارہویں تاریخ کو سورج ڈوبنے سے پہلے قربانی کر دے۔ اگر کسی عذر اور مجبوری کی وجہ سے نہیں کر سکا تو ایک جانور کی قیمت خیرات کر دے۔

مسئلہ: قربانی کے تینوں دنوں میں صرف دن کو قربانی ہو سکتی ہے رات کو نہیں پس جس دن بھی کرنا چاہے سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے کر دے۔

مسئلہ: نابالغ یتیم صاحب نصاب کی طرف سے اس کا ولی یا وارث قربانی کر سکتا ہے مگر نہ کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی غریب آدمی جس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ اگر قربانی کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور ثواب عظیم کا مستحق ہوگا۔ مگر قرض لے کر نہ آئے۔ اگر کسی ایسے شخص نے جس پر قربانی واجب نہیں مگر اس نے قربانی کی منت مان لی تو اس پر قربانی کرنا واجب ہو گیا اور یہ واجب اس نے خود اپنے ذمہ عائد کیا ہے۔

مسئلہ: گائے بھینس اور اونٹ میں شریک ہونے والوں کا حصہ برابر ہونا چاہیے اگر کوئی شخص ساتویں حصہ سے کم لینے کی نیت سے شریک ہوگا تو سب کی قربانی ناجائز ہوگی۔ ہاں اگر قربانی کے جانور میں کوئی عقیقہ کی نیت سے شریک ہونا چاہے تو اس کو شریک کر لینا جائز ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قربانی کے گوشت کی تقسیم

قربانی کے گوشت کے تین حصے کرنے چاہئیں ایک حصہ اپنے اور اپنے متعلقین کے لئے، دوسرا حصہ دوست واحباب کی تقسیم کے لئے اور تیسرا حصہ فقراء مساکین کے لئے قربانی کا گوشت اندازہ سے نہیں بلکہ وزن سے تقسیم کرنا بہتر ہے لیکن اگر کسی طرف پائے یا کھال بھی لگا دی جائے تو پھر اندازہ سے تقسیم کرنا بھی درست ہے۔

مسئلہ: اگر کسی غائب کی جانب سے بغیر اس کی اجازت کے قربانی کی تو جائز نہیں ہاں اگر وہ اجازت دے دے تو پھر جائز ہوگی۔

مسئلہ: قربانی کا گوشت یا کھال یا چربی یا کلیجی اور چھیچھڑے وغیرہ قصاب کو مزدوری میں دینا جائز نہیں۔ کیونکہ اس طرح یہ ایک قسم کی تجارت ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں قربانی ناجائز ہے۔ لہذا مزدوری اپنے پاس سے الگ دینی چاہیے۔

قربانی کی کھال

قربانی کی کھال اپنے صرف میں آسکتی ہے مثلاً اس کی چھلنی یا ڈول یا مشک یا جائے نماز بنا لے تو جائز ہے البتہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت کو اپنے صرف میں لانا ناجائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کی کھال فروخت کر کے اس کی قیمت فقراء مساکین یتیموں اور محتاجوں کو دے دے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ کسی مسجد کے متولی یا اسلامی مدرسہ کے ناظم کو دے دے تاکہ اس سے غریب و مسکین طلبہ کی تعلیمی ضروریات پوری ہوں۔ قربانی کی کھال یا اس کی قیمت مسجد کے صرف میں لانا ناجائز ہے۔

ھدایات: قربانی کے جانور کو بائیں پہلو قبلہ رخ لٹانا چاہیے۔ بعد ذبح پانی وغیرہ ڈال کر اس کو ٹھنڈا کریں بلکہ جب جانور خود ٹھنڈا ہو جائے تب کھال اتارے، ذبح کرنے والا اور جانور پکڑنے والا دونوں کا وضو ہونا چاہیے۔ قربانی شارع عام اور کھلے میدان میں نہیں کرنی چاہیے۔ جانور کو سجا بنا کر بھی ذبح کرنے کی جگہ نہ لے جانا چاہیے۔ قربانی میں حلال اور طیب مال لگانا چاہیے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قربانی کرنے والا شروع چاند سے حجامت نہ کرائے اور ناخن نہ کٹوائے۔ اس کی نسبت یقیناً نہیں کہا جاسکتا کہ یہ سنت ہے یا مستحب؟

ایام تشریق کے احکام

جن لوگوں پر نماز فرض ہے انہی پر تکبیرات تشریق بھی واجب ہیں یہی صاحبین کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ لہٰذا مسافر عورت اور تنہا نماز پڑھنے والے پر بھی تکبیرات تشریق واجب ہوئیں۔ یہ تکبیریں نویں تاریخ کی صبح کی نماز کے بعد سے شروع ہوتی ہیں اور تیرہویں تاریخ کی عصر کی نماز کے بعد تک رہتی ہیں۔ ہر فرض نماز کے بعد تین بار باآواز بلند یہ تکبیریں پڑھنی چاہئیں۔

الله اکبر الله اکبر لاالہ الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد

عورت کو یہ تکبیر آہستہ آہستہ کہنی چاہیے۔ ان تکبیروں کو فرض نماز کے سلام کے بعد فوراً کہنا چاہیے۔ اگر نماز کے بعد کوئی ایسا فعل سرزد ہو جائے جو بناء نماز سے مانع ہو مثلاً کلام کیا یا کچھ کھا پی لیا یا کوئی دعا و درود وغیرہ جو نماز میں نہیں پڑھی جاتی پڑھ لی تو پھر یہ تکبیریں ساقط ہو جاتی ہیں۔(1)

اگر کوئی شخص ایام تشریق کی نمازیں غیر ایام تشریق میں یا غیر ایام تشریق کی ایام تشریق میں قضا کرے تو ان میں تکبیریں نہ پڑھنی چاہئیں۔ ہاں اگر انہی ایام تشریق کی قضا شدہ نمازیں لوٹائے تو تکبیر پڑھنی چاہیے بشرطیکہ اس سال کی ہوں۔(2)

خلاصۂ کلام

مذکورہ بالا تفاصیل سے ثابت ہوا کہ قربانی کی اصل غرض یہ ہے کہ ہمیں خدا کی محبت اور اس کا قرب حاصل کرنے میں ہر وقت اپنی دولت، عزت، مصلحت، مفاد امیدوں، آرزوؤں اور جملہ خواہشات وجذبات کو قربان کرنے کے واسطے تیار و مستعد رہنا چاہیے، کسی قسم کا پس و پیش، چون و چرا اور حیل وحجت نہ کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس روح قربانی کی توفیق ارزانی فرمائے۔

1۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 152   2۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 152

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نوافل کا بیان

جو نمازیں فرض، واجب اور سنت مؤکدہ ہیں ان کا بیان ہم تفصیل کے ساتھ پچھلے اوراق میں کر چکے ہیں۔ اب اس عنوان کے ماتحت سنت غیر مؤکدہ کا جن کو نفل بھی کہتے ہیں، بیان کیا جاتا ہے جو مشہور نوافل ہیں وہ یہ ہیں۔

عصر سے پہلے چار رکعت، عشاء سے پہلے چار رکعت عشاء کی موکدہ سنتوں کے بعد دو سلاموں سے چار رکعت، مغرب کی سنت مؤکدہ کے بعد چار رکعت، ان کو صلوٰۃ الاوابین کہتے ہیں اور جمعہ کی دو رکعت سنت مؤکدہ کے بعد دو رکعت یہ سب مستحب ہیں۔ (1)

مذکورہ بالا نوافل کے علاوہ فقہاء اور علماء نے اور نوافل بھی بیان کئے ہیں جن میں سے بعض کے مشہور نام یہ ہیں: وتر کے بعد دو نفل۔ ان کو نفل عائشہ کہا جاتا ہے، تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد، اشراق، چاشت، تہجد، سفر کو جاتے وقت، سفر سے واپسی کے وقت، صلوٰۃ التسبیح، نماز استخارہ، نماز حاجت، نماز حفظ الایمان، نماز آسانی ضغطۂ قبر، نماز آسانی سوال منکر نکیر، مہینہ کی نماز اور ہفتہ کی نماز وغیرہ، ان کا علیحدہ علیحدہ مفصل بیان کیا جاتا ہے۔

سنت و نفل کے عام فقہی مسائل

مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعتیں ہیں، ان کو صلوٰۃ الاوابین کہا جاتا ہے ان میں ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرنا افضل ہے۔ امام صالح جزائری اپنی کتاب ''فضیلۃ الصلوٰۃ'' میں لکھتے ہیں کہ یہ نماز تزکیۂ قلب کے لئے بہترین نعمت ہے میں نے اس نماز کو چالیس برس پڑھا ہے، اس وجہ سے میں جانتا ہوں کہ اس کی بے شمار برکتیں ہیں جو شخص چاہے کہ اس کا قلب روشن اور روح منور ہو جائے اور عالم قدس کی تجلیاں اس کے قلب پر نور پاشی کریں تو اسے چاہیے کہ صلوٰۃ الاوابین پڑھا کرے۔

مسئلہ: نماز عشاء سے قبل کی غیر مؤکدہ سنتیں اگر جاتی رہیں تو اس کی قضا نہیں، بعد میں

1۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 112۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اگر پڑھ لے گا تو نفل ہوں گی اور اجر و ثواب کا مستحق ہوگا اور چار رکعت والی سنت مؤکدہ کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اس کے قعدۂ اولیٰ میں صرف التحیات پڑھے اور اس سے کچھ زیادہ پڑھے گا تو سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔

نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ مگر نماز تراویح اور تحیۃ المسجد کے نوافل اور سفر سے واپسی کے دو نفل ان کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے مگر نماز طواف کعبہ کی دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پاس پڑھنی چاہئیں۔

مسئلہ: نفل کی ہر رکعت میں منفرد وامام دونوں پر قراءت فرض ہے۔

مسئلہ: نفل نماز قصداً شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر نیت توڑ دے گا تو قضا پڑھنی ہوگی۔ اگر طلوع وغروب آفتاب یا نصف النہار کے وقت نفل نماز شروع کی تو واجب ہے کہ نیت توڑ دے اور غیر مکروہ وقت میں قضا پڑھے اور بلا وجہ شرعی نفل شروع کر کے نیت توڑ دینا حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی شرعی عذر ہو تو نیت توڑ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

بیٹھ کر نفل پڑھنے کا حکم

اگر کسی شخص کو کھڑے ہو کر نفل نماز پڑھنے کی قدرت ہو۔ تب بھی اس کے لئے اجازت ہے کہ بیٹھ کر پڑھ لے لیکن کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا: یاد رکھو بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کھڑے ہو کر پڑھنے والی کی نصف نماز ہے اور اگر کوئی شخص عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو ثواب میں کمی نہ ہوگی۔

آج کل عام طور پر یہ رواج ہو گیا ہے کہ اول تو لوگ نماز نفل پڑھتے ہی نہیں اور جو پڑھتے ہیں وہ بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ یہ ان کی تساہل پسندی ہے حتی الامکان کھڑے ہو کر پڑھنے چاہئیں ہر نماز کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر کوئی عذر نہیں ہے تو کھڑے ہو کر پڑھو البتہ نفل بیٹھ کر پڑھنے کی بھی اجازت ہے۔ مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ نفل ہمیشہ عذر بلا عذر بیٹھ کر پڑھے جائیں اور یہ عادت ہی کر لی جائے۔ اس طرح اس کا ثواب رہ جاتا ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نفل عائشہ

وتر کے بعد جو دو نفل پڑھے جاتے ہیں۔ ان کو نفل عائشہ رضی اللہ عنہا کہتے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تعلیم دی تھی ان کو بیٹھ کو پڑھنا مستحب ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے جس کو رات کو اٹھنا گراں ہو اس۔ سے کہو وتر کے بعد دو رکعت پڑھ لیا کرے۔ اگر رات کو اٹھ کر نماز تہجد میسر آ گئی تو فبہا ورنہ یہ دو رکعتیں تہجد کی نماز کے قائم مقام ہو جائیں گی (مشکوٰۃ)

اس سے ثابت ہوا کہ ان کا پڑھنا بہر حال افضل ہے۔

ان نفلوں میں پہلی رکعت میں اِذَا زُلْزِلَتِ اور دوسری میں سورۂ کافرون پڑھنا مستحب ہے ورنہ جو چاہے پڑھ سکتا ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ وتر کے بعد کے نفل بیٹھ کر پڑھے ہیں۔ لہٰذا ان کو ہمیشہ بیٹھ کر ہی پڑھنا چاہیے سو جاننا چاہیے کہ یہ حدیث اگر چہ صحیح ہے لیکن اس سے دلیل یہ لانا کہ یہ ہمیشہ بیٹھ کر پڑھنے چاہئیں، غلط ہے اس لیے کہ اس امر پر تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ وتر کے بعد بیٹھ کر نفل پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوصات میں سے ہے۔ لہٰذا یہ دلیل غلط ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے نفل کھڑے ہو کر شروع کیے پھر بیٹھ گیا یا بیٹھ کر شروع کیے تھے، پھر کھڑا ہو گیا تو یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر نفل پڑھ رہا تھا اثنائے نماز تھک گیا اور تکان کی وجہ سے بیٹھ گیا یا دیوار سے سہارا لگا کر پڑھنے لگا تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ: جب کوئی شخص بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس طرح بیٹھے جیسے تشہد میں بیٹھتے ہیں۔ قراءت کی حالت میں ناف پر ہاتھ باندھے جس طرح قیام میں باندھتے ہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نفل نمازوں کی تفصیل

نوافل بے شمار ہیں ان کی تحدید نہیں۔ اوقات ممنوعہ کے سوا آدمی جتنے چاہے پڑھ سکتا ہے مگر نوافل میں سے جو مشہور اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں وہ بیان کیے جاتے ہیں حق تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائے۔

تحیۃ المسجد

جو شخص مسجد میں داخل ہوا اسے دو رکعت نماز نفل پڑھنا مستحب ہے اس کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جو شخص مسجد میں داخل ہوا سے چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھ لے۔ ان کا نام تحیۃ المسجد ہے۔

اگر کوئی شخص ایسے وقت میں داخل ہو جس میں نماز مکروہ ہے۔ مثلاً طلوع فجر کے بعد یا عصر کی نماز کے بعد تو اسے چاہیے کہ وہ تحیۃ المسجد نہ پڑھے بلکہ تسبیح و تقدیس میں مشغول ہو جائے یہی مشغولیت تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہوگی۔ حق مسجد ادا ہو جائے گا۔

اگر کسی نے فرض یا سنت یا اور کوئی نماز مسجد میں آ کر پڑھ لی تو اب تحیۃ المسجد کی ضرورت باقی نہ رہی۔ دن میں صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد کافی ہے۔ ہر دفعہ ضرورت نہیں اگر کوئی بے وضو مسجد میں داخل ہوا یا کوئی اور وجہ ہے کہ تحیۃ المسجد نہیں پڑھ سکتا تو اسے چاہیے کہ چار مرتبہ "سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔" کہہ لے۔

نماز تحیۃ المسجد کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں میں عبادت کا ذوق وشوق پیدا ہو اور وہ صدق و اخلاص کے ساتھ نماز کی طرف مائل ہوں۔

تحیۃ الوضو

وضو کے بعد اعضاء خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے، اسے نماز تحیۃ الوضو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص وضو کرے اور اچھا وضو کرے اور ظاہر و باطن کے ساتھ متوجہ ہو کر دو رکعت نماز پڑھے۔ اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے اس کے باقی احکام بھی قریب قریب وہی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں جو تحیۃ المسجد کے ہیں۔

نماز اشراق

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی اور وہ آفتاب بلند ہونے تک وہیں بیٹھا رہا، تسبیح و تقدیس بیان کرتا رہا اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں تو اسے پورے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔ ان دو رکعتوں کو نماز اشراق کہتے ہیں۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے بچپن سے نماز اشراق کا شوق تھا۔ میرا معمول تھا کہ میں نماز فجر سے فارغ ہو کر لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (انبیاء) پڑھتا تھا۔ جب آفتاب بلند ہو جاتا تو میں ذوق و شوق کے ساتھ دو رکعتیں پڑھتا۔ اس نماز کی برکت سے حق سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے بے شمار برکتیں عطا فرمائیں۔

اشراق کی نماز کا وقت طلوع آفتاب سے کچھ دن چڑھے تک رہتا ہے۔ بعض چار رکعتیں دو سلاموں سے پڑھتے ہیں۔

نماز چاشت

نماز چاشت کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال تک ہے۔ اندازاً اس نماز کا وقت 9 اور 11 بجے کے درمیان سمجھنا چاہیے۔ اس کی بھی دو یا چار رکعتیں ہیں۔ بعض حدیثوں میں چار بھی آئی ہیں اور بعض روایتوں میں بارہ بھی آئی ہیں۔ الغرض چار سے لے کر بارہ تک حد ہے۔ جس کو خدا جتنی توفیق دے اتنی ہی پڑھ لے۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ چاشت کی نماز رزق کو کھینچ لیتی ہے اور فقر کی مصیبت کو دور کر دیتی ہے۔ ایک دوسری جگہ فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جس باب الضحیٰ کہتے ہیں جب قیامت برپا ہوگی تو ایک پکارنے والا پکار دے گا کہ چاشت کی نماز پر ہمیشگی کرنے والے کہاں ہیں؟ آؤ اس دروازہ سے داخل ہو تم پر خدا کی رحمت ہو۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عمرو بن شعیب اپنے دادا جان سے بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا: جو شخص چاشت کی بارہ رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد تین دفعہ آیۃ الکرسی اور تین دفعہ سورۂ اخلاص پڑھے تو ہر ہر آسمان سے ستر ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں، جن کے ہاتھوں میں سفید کاغذ اور نور کے قلم ہوتے ہیں وہ ان قلموں سے ان کاغذوں پر قیامت تک اس کے لئے نیکیاں لکھتے رہتے ہیں۔ جب قیامت قائم ہوگی تو اس کے پاس فرشتے آئیں گے۔ ہر فرشتہ کے ہاتھ میں ایک حلہ اور ایک عمدہ تحفہ ہوگا۔ جب سب اکٹھے ہولیں گے تو اس شخص کی قبر پر کھڑے ہوکر کہیں گے کہ اے قبر والے! خدا کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو تو بالکل نڈر اور بے خوف ہے۔

ایک اور روایت میں حضور ﷺ فرماتے ہیں: جس نے چاشت کی دو رکعتیں پڑھیں وہ غافلین میں نہ لکھا جائے گا۔ جس نے چار رکعتیں پڑھیں، وہ عابدین میں شمار ہوگا۔ جس نے چھ رکعتیں پڑھیں وہ عساکرین میں لکھا جائے گا۔ جس نے آٹھ رکعتیں پڑھیں وہ قانتین میں لکھا جائے گا جس نے دس پڑھیں وہ صالحین و محسنین میں شمار ہوگا اور جس نے بارہ رکعتیں پڑھیں اُسے قیامت کے دن عزت کا تاج پہنایا جائے گا۔ بشرطیکہ اس کی عبادت میں اخلاص ہو، اور ریا سے اس کا دامن پاک ہو۔

الغرض نماز چاشت بھی ایک عظیم البرکت عبادت وسعادت ہے۔

نماز تہجد کا بیان

نماز تہجد ایک عجیب و اکسیر نماز اور شادابی روح و تنویر قلب کی ضامن عبادت ہے۔ قرآن پاک میں خاص طور پر اس نماز کی ترغیب و تحریص دلائی گئی ہے۔ نیز احادیث سے ثابت ہے کہ یہ نماز قرب الٰہی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ چنانچہ مسلم نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الْمَکْتُوْبَۃِ الصَّلٰوۃُ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ(1)

"فرض نماز کے بعد ثواب میں سب سے افضل و بہتر آدھی رات کی نماز ہے"۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: تم میں سے جو شخص سوتا ہے تو شیطان گدی پر گرہ لگاتا

1۔ مستدرک حاکم جلد 1 صفحہ 451 طبع بیروت (مسلم شریف میں الفاظ مختلف ہیں)

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔ ہر گرہ میں اس مضمون کو باندھتا ہے کہ رات بہت ہے سو تارہ۔ پس اگر وہ جاگا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اٹھ کر وضو بھی کر لیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر نماز بھی پڑھ لی تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور صبح کو شاداں وخوش دل اٹھتا ہے اگر ایسا نہ ہوا تو بد دل اور کاہل اٹھتا ہے۔

پھر فرمایا: لوگو! اپنے اوپر رات کو نماز تہجد پڑھنا لازم پکڑو کیونکہ یہ اچھے لوگوں کا طریقہ ہے جو تم سے پہلے تھے۔ سبب ہے خدا تعالیٰ سے نزدیکی کا، موجب ہے گناہوں کے دور ہونے کا اور باعث ہے گناہ سے بچنے کا۔

رسول کریم ﷺ کو رات کی عبادت اور نماز تہجد اتنی محبوب و مرغوب تھی اور رات کو حضور اتنا قیام کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک میں ورم آ جاتا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا: آپ عبادت الٰہی میں اس قدر مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کے کے صدقے آپ کی امت کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔

حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے ثابت ہوتا ہے کہ عبادت محض گناہوں کی معافی کے لئے ہی نہ کرنی چاہیے بلکہ یہ تو بہر حال فرض عبدیت ہے بندہ کے لئے بندگی ہر حالت میں لازم ہے۔ اور انسان جتنا زیادہ تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنا چاہے اسی قدر کثرت کے ساتھ عبادت واطاعت الٰہی میں ترقی کرنا چاہیے۔

نیز فرمایا: تین لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ ایک وہ شخص جو رات کو نماز کے لئے قیام کرے۔ دوسرے وہ جو جماعت میں صف باندھیں اور تیسرے وہ لوگ جو جہاد میں صف باندھیں۔ پھر فرمایا: اللہ پاک اس شخص پر رحم کرے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھے، اپنی بیوی کو جگائے، وہ بھی نماز پڑھے۔ اگر وہ انکار کرے تو خاوند اس کے منہ پر پانی چھڑکے اور اللہ تعالیٰ اس عورت پر بھی رحم کرے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھے، اپنے شوہر کو جگائے وہ بھی نماز پڑھے اور اگر وہ انکار کرے تو عورت اس کے منہ پر پانی چھڑکے۔

نیز اللہ تعالیٰ ہر شب آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے یعنی اس کی رحمت خاص رات کو

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خصوصیت کے ساتھ عبادت گذار بندوں پر نازل ہوتی ہے۔ جس وقت آخر رات کی تہائی رہتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو دوں؟ کون ہے جو مجھ سے گناہوں کی بخشش چاہیے اور میں اس کو معاف کردوں؟ پھر حضرت حق جل وعلا شانہ اپنی قدرت کو پھیلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون ہے جو اس ذات کو قرض دے جو نہ مفلس ہے اور نہ ظالم، صبح تک یونہی فرماتا رہتا ہے۔

کیسے سعادت منداور خوش قسمت ہیں وہ ایماندار اور اطاعت گذار جو رحمت خداوندی کی اس پکار کو سنتے اور گہرہائے بخشش سے اپنی جھولیاں بھرتے ہیں۔

امت محمدی کے اشراف کون ہیں؟

رسول اللہ فرماتے ہیں کہ میری امت کے اشراف وہ لوگ ہیں جو قرآن حکیم کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں اور وہ رات والے لوگ ہیں۔ یعنی تہجد گذار۔ پھر فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ ایک زمین پر اٹھیں گے اور ایک پکارنے والا پکارے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن کے پہلو بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں؟ یہ پکار سن کر تہجد گزار اٹھیں گے مگر بہت تھوڑے ہوں گے اور جنت میں بے حساب جائیں گے۔

کسی شخص نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا: فرمایے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا: میں جو کچھ وعظ و نصیحت اور حقائق و معارف کی باتیں کیا کرتا تھا، سب بیکار گئیں یعنی میرا علم و فضل کچھ کام نہ آیا۔ البتہ تہجد کی کچھ رکعتیں جو میں آدھی رات کو اٹھ کر پڑھتا تھا۔ وہی کام آئیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔

تمام اکابر اولیاء امت اور علمائے کرام نماز تہجد کے ذریعہ بڑے بڑے روحانی فیض پاتے اور کمال حاصل کرتے رہے ہیں اور بزرگی کی بلندیوں پر پہنچے ہیں۔ اگر اپنے دل کو منور اور روح کو گداز کرنا چاہتے ہو تو تہجد کی نماز لازم کرلو۔ پھر دیکھو قلب پر انوار و تجلیات الٰہی کی کیسی موسلا دھار بارش ہوتی ہے، یاد رکھو جو شخص رات کے وقت باری تعالیٰ عزاسمہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے حضور تضرع وزاری کرتا اور اس کے جلال سے ہیبت زدہ ہو کر اپنی اصلاح کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے فضل ورحمت سے ضرور حصہ پاتا ہے۔ اگر زیادہ نہیں تو صرف دو ہی رکعتیں پڑھ لیا کرو، یہ وقت دعا کرنے کا ایک زریں موقع ہوتا ہے۔ اس وقت کی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر اور جذب وقوت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ قلبی رجوع، سچے درد اور جوش سے نکلتی ہیں اس وقت کا اٹھنا درد دل پیدا کرتا ہے جس کا ایک ذرہ دنیا و مافیہا سے بہتر و افضل ہے۔ درد دل سے دعائیں رقت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ اضطراب و اضطرار قبولیت دعا کا موجب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق ارزانی فرمائے۔

تہجد کی کم سے کم دو رکعت، اوسط چار یا آٹھ اور زیادہ بارہ رکعتیں مسنون ہیں۔ اس نماز کی کوئی خاص ترکیب رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ البتہ صوفیہ کے ہاں ایک خاص طریقہ مروج ہے جس کو عام لوگ بھی جانتے ہیں یعنی ہر رکعت میں ایک ایک بڑھاتے چلے جاؤ بارہ تک اور یا بارہ سے ایک ایک کم کرتے ہوئے ایک تک لے آؤ۔ علاوہ ازیں اس نماز میں سورۂ بقر، سورۂ آل عمران، سورۂ النساء، سورۂ مائدہ، سورۂ جمعہ، سورۂ یاسین اور سورۂ مزمل کا پڑھنا بہتر ہے۔ ورنہ جو سورتیں بھی یاد ہوں پڑھ لے۔

صلوٰۃ التسبیح

احادیث میں اس نماز کے فضائل بھی بکثرت آئے ہیں اور اس کی بڑی بزرگی بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد و ابن ماجہ میں اس نماز کے متعلق ایک طویل حدیث آئی ہے۔ اس میں آنحضرت ﷺ اپنے چچا حضرت عباس کو اس نماز کی ترغیب دلاتے اور اس کی ترکیب بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس نماز سے دس قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں:

۱۔ اگلے ۲۔ پچھلے ۳۔ نئے ۴۔ پرانے ۵۔ قصداً
۶۔ سہواً ۷۔ چھوٹے ۸۔ بڑے ۹۔ ظاہر ۱۰۔ چھپے ہوئے۔

صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعتیں ایک سلام سے ہوتی ہیں ان کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ اول رکعت میں "سبحانک اللھم پڑھ کے پندرہ مرتبہ سبحان اللہ والحمدللہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اس کے بعد لا حول ولا قوۃ الاباللہ العلی العظیم بھی پڑھ لے تو اور زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ پھر اعوذ، بسم اللہ، الحمد اور کوئی سورۃ پڑھ کر دس بار مذکورہ بالا کلمات کہہ کر رکوع کرے۔ رکوع میں دس بار پڑھے پھر قومہ میں دس بار، پھر سجدہ میں دس بار اور پھر جلسہ میں دس بار پھر دوسرے سجدہ میں دس بار اسی طرح چاروں رکعتیں پوری کرے۔ یعنی ہر رکعت میں مذکور تسبیح کو پچہتر بار پڑھنا چاہیے۔

اس نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ تکاثر، دوسری میں والعصر، تیسری میں کافرون اور چوتھی میں سورۂ اخلاص پڑھی جاتی ہے۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ پہلی میں اِذَا زُلْزِلَتِ، دوسری میں وَالْعٰدِیٰتِ اور تیسری میں اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ اور چوتھی میں سورۂ اخلاص پڑھنی چاہیے یہ نماز زوال کے بعد قبل نماز ظہر پڑھنی افضل ہے علاوہ ازیں ہر وقت پڑھی جاسکتی ہے۔ اس نماز کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں التحیات کے سلام پھیرنے سے قبل یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔

اللھم انی اسئلک توفیق اھل الھدی واعمال اھل الیقین ومناصحۃ اھل التوبۃ وعزم اھل الصبر وجد اھل الخشیۃ وطلب اھل الرغبۃ وتعبد اھل الورع وعرفان اھل العلم حتی اخافک مخافۃ تمحونی عن معاصیک حتی اعمل بطاعتک عملا اسحق بہ رضاک وحتی اناصحک بالتوبۃ خوفا منک وحتی اخلص لک النصیحۃ حبا لک وحتی اتوکل علیک فی الامور حسن بک سبحانک خالق النور۔

رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے یہ نماز اور دعا سکھا کر فرمایا کہ تمہارے گناہ کف سمندر کے برابر بھی ہوں گے تب بھی خدا تعالیٰ معاف فرمائے گا۔

مسئلہ: اگر اس نماز میں کوئی سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو میں یہ تسبیح نہ پڑھنی چاہیے ہاں اگر کوئی شخص کسی رکن کی تسبیح پڑھنا بھول گیا تو دوسرے رکن میں پڑھ لے۔ مثلاً کوئی شخص

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رکوع میں تسبیح بھول گیا تو قومہ میں نہ پڑھے بلکہ سجدہ میں جا کر بجائے دس کے بیس تسبیحات پڑھ لے۔ کیونکہ قومہ رکن نہیں اور سجدہ رکن ہے یہ بھی جان لینا چاہیے کہ رکوع وسجود میں پہلے ان کی تسبیحات یعنی **سبحان ربی العظیم** اور **سبحان ربی الاعلی** پڑھ کر پھر مذکورہ تسبیح پڑھے۔

نماز استخارہ

استخارہ کے لغوی معنی طلب خیر اور بھلائی چاہنے کے ہیں اور نماز استخارہ سے مراد وہ نماز ہے کہ جب انسان کوئی غیر معمولی کام کرنے لگے یا کوئی مشکل امر پیش آ جائے اور حصول مقصد کے لئے کوئی تدبیر کرنے کا ارادہ ہو اور کسی کام کے کرنے نہ کرنے میں متذبذب ہو تو چونکہ عاجز انسان انجام کار سے واقف نہیں ہوتا کہ وہ مفید ہوگا یا غیر مفید

ایسے مواقع پر طلب خیر کے لئے جو نماز پڑھی جاتی ہے اس نماز کو استخارہ نماز کہتے ہیں استخارہ کا حکم یہ ہے کہ جب انسان کسی کام کا قصد کرے یعنی اس کام کا ارادہ کرے جو مباح ہو اور اس کے کرنے یا نہ کرنے میں اسے تردد ہو۔ مثلاً سفر، تعمیر مکان، حصول معاش اور نکاح وغیرہ امور مباح ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ سوائے مکروہ اوقات کے جس وقت چاہے دو رکعت نماز نفل استخارہ کی نیت سے پڑھے اور ان میں جونسی سورت چاہے پڑھے اور بعض روایتوں میں قل یاایھا الکفرون اور قل ھو اللہ کا پڑھنا آیا ہے۔ چنانچہ احیاء العلوم میں بھی اسی طرح ہے اور اگلے علماء سے بھی منقول ہے اور پھر نہایت عجز وانکسار کے ساتھ یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ
فَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ
وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ
اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ
اَوْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ
فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ
وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عَنۡهُ وَاقۡدُرۡ لِیَ الۡخَیۡرَ حَیۡثُ کَانَ ثُمَّ اَرۡضِنِیۡ بِهٖ(1)

”خداوندا! میں تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں۔ خیر کے اس کام میں تیرے علم کی مدد سے اور تجھ سے قدرت طلب کرتا ہوں خیر کے پانے پر تیری قدرت کے وسیلہ سے اور تیرے فضل سے مطلب یابی طلب کرتا ہوں کیونکہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور میں کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور تو جانتا ہے میں نہیں جانتا اور تو چھپی باتوں کا زیادہ جاننے والا ہے۔ یا اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے حق میں، میرے دین میں، میری زندگی میں اور میرے انجام کار میں بہتر یا اس جہان اور اس جہان میں میرے لئے بہتر ہے تو اس کو میرے لئے مہیا کر اور میرے حق میں اس کو آسان کر۔ پھر اس پر مجھ کو برکت عنایت کر اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے میرے دین، میری زندگی اور انجام کار میں برا ہے یا اس جہان اور اس جہان میں برا ہے تو اس کو مجھ سے ہٹادے اور مجھ کو اس سے پھیر دے اور میرے لئے مہیا کر بھلائی جہاں کہیں ہو۔ پھر مجھ کو اس سے راضی کر“۔

اس استخارہ سے عند اللہ جو بات بہتر ہو گی وہی دل میں جم جائے گی۔ ھذا لامر کی جگہ اس امر کا نام لے جس کے لئے استخارہ کر رہا ہے اور یہ استخارہ کم سے کم دو ہفتے کرنا چاہیے۔ اگر ہم اس طرح مشکل امور میں خدا تعالیٰ طلب سے خیر کریں تو کبھی ناکامی و نامرادی کا سامنا نہ ہو اور ہمارے دین و دنیا کے تمام کام درست اور انجام بخیر ہوں۔ یاد رہے کہ استخارہ صرف مستحب امور میں کرنا چاہیے۔ حرام یا مکروہ اور نامشروع امور میں نہیں کرنا چاہیے۔

وہ لوگ جو اپنی بدعقیدگی، کوتاہ نظری اور جہالت و ناسمجھی سے طرح طرح کی فالیں نکالا کرتے اور نجومیوں کے اٹکل پچو پر ایمان لے آیا کرتے ہیں، کاش! وہ مشکل امور میں اس امر مسنون سے کام لیا کریں اور ہر امر میں سچے دل کے ساتھ خدا کی طرف رجوع کیا کریں تو ان کی کوئی مشکل اڑی نہ رہے۔

1۔ مشکوۃ المصابیح صفحہ 116,17

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نمازِ قضائے حاجت

جب کوئی حاجت پیش آئے تو اس حاجت برآری کے لئے خدا ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اس نماز کو نماز حاجت کہتے ہیں۔ اس نماز کی دو رکعتیں ہیں اور بعض علماء چار بھی بتلاتے ہیں۔ لہٰذا اختیار ہے کہ چاہے دو پڑھے یا چار، یہ نماز عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

اس کی ترکیب یہ ہے کہ اول رکعت میں الحمد کے بعد تین بار آیۃ الکرسی پڑھے اور پھر بقیہ تین رکعتوں میں الحمد کے بعد ایک ایک بار سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورہ ناس پڑھے اگر دو رکعتیں پڑھے تو دونوں میں مذکورہ بالا سورتیں پڑھے، سلام پھیرنے کے بعد الحمد اور درود پڑھ کر یہ دعا پڑھے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَكِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا دَيْنًا اِلَّا قَضَيْتَهٗ وَلَا حَاجَةً مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِيْنَ

"خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بڑا بردبار اور بزرگ ہے۔ عرش عظیم کا مالک خدا پاک ہے اور سب تعریف خدا کیلئے ہے جو دونوں جہان کا پروردگار ہے۔ میں تجھ سے ان کاموں کی بابت سوال کرتا ہوں جو تیری رحمت کا موجب ہوں اور ان خصلتوں کا سوال کرتا ہوں جن سے تیری بخشش متاکد ہوتی ہے۔ ہر نیکی کا حاصل اور خلاصہ اور ہر گناہ سے سلامتی مانگتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! تو میرے لئے کوئی گناہ بغیر بخشے، کوئی غم بغیر دور کئے اور کوئی حاجت جسے تو پسند کرتا ہے بغیر ادا کئے نہ چھوڑ"۔

نماز استخارہ اور نماز حاجت میں فرق یہ ہے کہ نماز استخارہ آئندہ حاجت کے لئے ہوتی ہے اور نماز حاجت موجودہ کی خواستگاری کے لئے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک اندھے نے آنحضرت ﷺ کے حضور آ کر عرض کیا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھ کو اس مرض سے عافیت دے۔ حضور نے فرمایا: اگر تو چاہے تو اپنی نابینائی پر صبر کر کہ تیرے حق میں صبر کرنا بہتر ہے۔ اس نے عرض کیا آپ دعا ہی فرما دیجئے مگر حضور ﷺ نے دعا نہیں فرمائی بلکہ اسے وضو کیلئے حکم فرمایا اور ارشاد کیا کہ یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَامُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ فَتُقْضٰی لِیْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ (1)

"یا اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اپنی حاجت اور تیری طرف متوجہ ہوں بذریعہ تیرے پیغمبر محمد ﷺ کے کہ نبی رحمت ہیں یا محمد! ﷺ میں متوجہ ہوتا ہوں آپ کے ذریعہ سے اپنے پروردگار کی طرف اپنی حاجت میں تاکہ میرے حق میں وہ حاجت روا کی جائے۔ الٰہی! تو ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما" (نسائی)۔

نماز حفظ ایمان

حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز حفظ الایمان پڑھنے والا دنیا سے باایمان جائے گا، نزع کے وقت شیطان لعین اس کو کسی طرح نہ بہکا سکے گا۔ اس نماز کی دو رکعتیں ہیں اور مغرب کی نماز کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی، تین بار سورۂ اخلاص اور ایک بار سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھی جاتی ہے۔ پھر نماز ختم ہونے کے بعد سجدہ میں تین بار یہ دعائیہ الفاظ پڑھے جاتے ہیں:

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ ثَبِّتْنِیْ عَلَی الْاِیْمَانِ

"اے زندہ اور قائم رہنے والے! مجھے ایمان پر ثابت قدم رکھ"۔

ماہ محرم کی نماز

۱۔ دو رکعتیں۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص تین تین بار پڑھے:

۲۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی مقرر کردہ نماز بھی اسی تاریخ کو پڑھی جاتی ہے اور سلام کے بعد یہ کلمات کہے جاتے ہیں۔

1۔ مسند امام احمد جلد 4 صفحہ 138۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ

شب عاشور میں دو نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔

۱۔ دو رکعت روشنی قبر کے لئے جو شخص اس نماز کو پڑھے گا خدا تعالیٰ اس کی قبر کو روشن کرے گا۔ ترکیب یہ ہے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھے،

۲۔ چار رکعتیں، ہر رکعت میں سورۂ اخلاص پچاس مرتبہ۔ خدا تعالیٰ اس نماز کی برکت سے سال بھر کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

محرم کی دسویں تاریخ بھی عبادت کا دن ہے اس دن چار رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد حسب ترتیب یہ چار سورتیں پڑھنی چاہئیں۔ وَالشَّمْسِ، اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ، اِذَا زُلْزِلَتِ، اخلاص، فلق اور ناس۔ نماز کے بعد سجدہ میں جا کر سورہ کافرون پڑھے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگے۔

ربیع الاول کی نماز

ربیع الاول وہ ماہ مبارک ہے جس میں کائنات روحانی کے پیشوائے اعظم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اس دنیا میں رونق افروز ہوئے اور بھٹکی ہوئی دنیا کو راہ ہدایت ملی۔ یہ مہینہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کا بھی ہے، ہجرت کا بھی اور وفات کا بھی۔ لہٰذا اس مہینے میں عبادت کرنا انتہائی خیر و برکت کا موجب اور باعث تنویر ہے۔ ربیع الاول کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ یکم تاریخ سے بارہ تاریخ تک روزانہ بیس رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں 31 بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھے۔ اس نماز کا عشاء کی نماز کے بعد پڑھنا افضل ہے۔

اگر روزانہ یکم سے بارہ تک یہ نماز نہ پڑھ سکے تو کم از کم دوسری اور بارہویں تاریخ کو ضرور پڑھ لے۔ کیونکہ اس کا ثواب بے حد و بے شمار ہے۔

رجب اور لیلۃ الرغائب کی نماز

رجب کا مہینہ بھی بڑی عظمت و برکت والا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رجب اللہ کا مہینہ ہے۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص غسل کر کے رجب کی پہلی، پندرہویں اور تین آخری تاریخوں میں نماز پڑھے گا اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس ماہ مقدس کی 27 تاریخ کو رسول اکرم ﷺ کو معراج ہوئی تھی۔ گویا اسی ماہ میں عروج محمدی اپنے کمال کو پہنچا تھا۔ اس مناسبت سے بموجب ایک روایت کے یکم ماہ رجب کو مغرب وعشاء کے درمیان 30 رکعت ادا کرے۔

ہر رکعت میں الحمد کے بعد تین بار سورۂ کافرون اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ خدا تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرمائے گا۔

اس ماہ میں لیلۃ الرغائب بھی ہے۔ یعنی اس مہینہ کی پہلی شب جمعہ کو لیلۃ الرغائب کہتے ہیں۔ اس نماز کا طریقہ یہ ہے کہ شب جمعہ کو مغرب کے بعد بارہ نوافل پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد تین بار قدر، 1 اور بارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام کے بعد ستر مرتبہ یہ درود پڑھے "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِهٖ"

اس کے بعد سجدہ میں جا کر ستر بار یہ کہے:

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیُّ الْکَرِیْمُ

"اے پروردگار! مجھ پر بخشش ورحم کر اور جو کچھ تو جانتا ہے۔ اس سے درگذر فرما۔ تحقیق تو بڑی شان والا اور بخشش والا ہے۔

شعبان کی نماز

ماہ شعبان کی عظمت وفضیلت بھی احادیث میں آئی ہے اس کی سب سے بڑی خصوصیت اور بزرگی یہ ہے کہ اس کو حضور اکرم ﷺ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ اس مہینہ میں زیادہ سے زیادہ روزے رکھنے چاہئیں۔ علاوہ ازیں چند نمازیں بھی پڑھی جاتی ہیں۔

1۔ چاند رات کو بارہ رکعتیں پڑھی جائیں، ہر رکعت میں الحمد کے بعد پندرہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی جائے۔

2۔ پندرھویں شعبان کو شب کے وقت چار رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد پچاس بار سورۂ اخلاص پڑھی جائے۔

3۔ ہر جمعہ کی رات کو چار یا آٹھ رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد 30 بار سورۂ اخلاص پڑھے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رمضان المبارک کی نماز

"رمضان المبارک کا مہینہ وہ مبارک و مسعود مہینہ ہے جس میں قرآن پاک نازل ہوا جو انسانوں کے لئے سراپا ہدایت ہے، اس میں سعادت و ہدایت کی کھلی کھلی نشانیاں ہیں اور حق و باطل میں علیحدگی پیدا کر دینے والا ہے"۔ یہ ہے وہ فضیلت و عظمت جو خدائے قدوس نے رمضان کے بیان میں ذکر فرمائی ہے اور اس کے سامنے بقیہ تمام فضائل گرد ہیں۔ تاہم ایک حدیث ہم رمضان کی فضیلت میں اور بیان کرتے ہیں۔ مصابیح کی حدیث ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور تمام شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اس ماہ میں روزے رکھنا اور دوسری عبادتوں میں مشغول رہنا دوزخ سے بچاؤ اور دخول جنت کے قطعی اور یقینی اسباب ہیں پس اس ماہ کی نمازوں کا کیا کہنا ہے نور علی نور کا مصداق ہیں۔ مسلمان اس ماہ میں گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا اور خدائے قدوس کا قرب حاصل کرتا ہے۔

اس مہینہ میں ایمانداروں اور عبادت گزاروں پر رحمت و مغفرت کی بارش ہوتی ہے، ان کے رزق میں فراخی ہوتی ہے، مال میں زیادتی ہوتی ہے۔ ہر ایک حرکت عبادت میں لکھی جاتی ہے۔ تمام نیک اعمال کا دو چند ثواب لکھا جاتا ہے اور فرشتے مغفرت کے خواستگار ہوتے ہیں لہٰذا علاوہ روزوں کے اس ماہ کی خاص نماز کا بھی فکر و اہتمام کرنا چاہیے۔

شب قدر کی نماز

رمضان کی ستائیسویں تاریخ کو چار نفل پڑھنے چاہئیں۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ انا انزلنا ایک بار اور سورۂ اخلاص 137 بار پڑھیں، نماز کے بعد استغفار، انشاء اللہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔

دوسری نماز یہ ہے کہ دو رکعت نماز نفل پڑھیں۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد انا

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انزلنا، تین مرتبہ اور سورۂ اخلاص بھی تین مرتبہ پڑھیں۔

تیسری ترکیب یہ ہے کہ چار رکعت نماز نفل پڑھیں، ہر رکعت میں الحمد کے بعد ایک بار سورۂ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ اور پچاس بار سورۂ اخلاص پڑھیں سلام پھیرنے کے بعد سجدہ میں جا کر ایک بار تسبیح پڑھیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

اس کے بعد اپنے مدعا کی خدا تعالیٰ سے دعا کریں، انشاء اللہ مستجاب ہو گی۔

نماز تراویح

رمضان شریف میں مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے یہ نماز پڑھی ہے۔ تراویح کی جماعت کرنا سنت کفایہ ہے یعنی اگر بعض لوگ جماعت سے تراویح پڑھ لیں گے تو اوروں کے ذمہ سے یہ سنت ساقط ہو جائے گی۔ اگر سرے سے تراویح کی جماعت ہی نہ ہو گی تو آبادی کے تمام لوگ ترک سنت کے مرتکب ہوں گے۔

تراویح کی تعداد بیس رکعتیں ہیں۔ دو دو رکعت کی نیت کے ساتھ ہر چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا مستحب ہے۔ اس کو "ترویحہ" کہتے ہیں۔ اس بیٹھنے میں اختیار ہے کہ وہ خواہ کچھ پڑھے یا خاموش بیٹھا رہے اس تسبیح کا پڑھنا افضل اور معمول بہا ہے:

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْجَلَالِ وَالْكَمَالِ وَالْبَقَاءِ وَالثَّنَاءِ وَالضِّيَاءِ وَالْاٰلَاءِ وَالنَّعْمَاءِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ

اس تسبیح کو ایک مرتبہ تراویح میں ذرا بلند آواز سے پڑھنا چاہیے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسائل تراویح

نماز تراویح بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا مکروہ ہے۔ تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے لے کر فجر تک ہے، خواہ وتر سے قبل ہو یا بعد، اگر کسی کو جماعت کے ساتھ تراویح نہیں ملی اور امام وتروں کیلئے کھڑا ہو گیا تو اس کو وتر جماعت کے ساتھ پڑھ لینے چاہئیں، بعد میں تراویح پڑھ لے۔(1)

اگر کسی کی تراویح فوت ہو جائیں اور وقت نکل جائے تو بعض علماء کا قول ہے کہ تراویح کی قضا نہیں وقت نکل جانے کے بعد ان کا سنت مؤکدہ ہونا جاتا رہا اور بعض علماء کہتے ہیں کہ دوسرے روز کی تراویح تک انکی قضا کر سکتا ہے۔(غایۃ الاوطار)

اگر کسی نے فرض نماز نہ پڑھی ہو تو اُسے تراویح کی جماعت میں شامل ہونا جائز نہیں کیونکہ تراویح کی نماز، عشاء کی نماز کے تابع ہے اس کو عشاء سے مقدم کرنا جائز نہیں۔ لہٰذا پہلے عشاء کی نماز ادا کرے پھر جماعت تراویح میں شامل ہو اگر عشاء کی نماز تنہا پڑھ لی ہو اور جماعت سے نہ پڑھی ہو تب بھی تراویح کی جماعت میں شریک ہونا جائز ہے کیونکہ تراویح کی جماعت فرضوں کی جماعت کے تابع نہیں۔(2)

اگر ایک شخص نے فرض جماعت سے پڑھے ہوں اور تراویح جماعت سے نہ پڑھی ہوں تو پھر وتر جماعت میں شریک ہو سکتا ہے ہاں اگر کسی نے فرض تنہا پڑھے ہوں تو پھر وتر جماعت سے نہیں پڑھ سکتا۔(شامی غایۃ الاوطار)

اگر ایک پورے گروہ نے عشاء کے فرض تو جماعت سے پڑھے لیکن تراویح جماعت سے ادا نہ کیں۔ تو یہ گروہ وتر کی نماز جماعت سے نہیں پڑھ سکتا۔ کیونکہ وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کی تابع ہے۔(شامی)

ھدایت: اکثر لوگ سستی و تساہل پسندی کی وجہ سے انتظار کرتے رہتے ہیں کہ اگر امام رکوع میں جائے تو پھر ہم جماعت میں شامل ہوں ایسا کرنا مکروہ ہے۔ ایسی عادت مارے

1۔ درمختار جلد 2 صفحہ 493
2۔ طحطاوی شریف جلد 1 صفحہ 297

Click https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باندھے کی ہوگئی۔لہٰذا نمازیوں کو ایسی سستی نہ کرنی چاہیے۔(درمختار)(1)

ختم قرآن کا حکم

تراویح میں ایک بار پورے ماہ رمضان میں قرآن پاک ختم کرنا سنت ہے ایک مرتبہ دور کرنے کی فضیلت ہے اور تین مرتبہ پڑھنا تو بہت ہی افضل ہے۔(2)

اگر لوگ قرآن سننے میں سستی کریں تو ان کے خیال سے ختم قرآن پاک ترک نہ کرنا چاہیے۔کم از کم ایک مرتبہ تو بہر حال ضرور ہی ختم کرنا چاہیے۔

اگر سچ پوچھو تو تراویح کی غرض ہی یہ ہے کہ رمضان المبارک میں چونکہ قرآن پاک نازل ہوا تھا اسی لئے اسی ماہ میں قرآن کی سالگرہ منائی جائے۔یعنی تمام مساجد میں قرآن خوانی ہو اور کوئی مسلمان ایسا باقی نہ رہے جس کے کان میں کلام الٰہی کی آواز نہ پہنچ جائے۔ گویا یہ مہینہ تبلیغ قرآن کا ہے۔پس ختم قرآن کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے اور اس میں کسی قسم کی سستی نہ کرنی چاہیے۔

قرآن خوانی کی اجرت

قرآن کی اجرت لینا ناجائز ہے جو حافظ پہلے ہی اجرت ٹھہرا لیتے ہیں وہ قرآن کو چند سکوں کے عوض گویا فروخت کرتے ہیں۔یہ سخت نامناسب اور مکروہ فعل ہے انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ان کے لئے جائز صورت اور مشروع طریقہ یہ ہے کہ قرآن خوانی صرف خدا کے واسطے کرنی چاہیے اور اپنا مذہبی حق سمجھتے ہوئے کریں پہلے سے اجرت نہ ٹھہرائیں۔پھر لوگ اپنی خوشی سے کچھ کریں تو لے لیں۔مطلب یہ ہے کہ قرآن خوانی کو حصول دولت کا ذریعہ نہ بنائیں۔یہ قرآن عظیم کی توہین ہے۔

مسئلہ: ایک مسجد میں تراویح کی دو مرتبہ جماعت کرنا مکروہ ہے۔(3)

ہاں اگر ایک امام دو مسجدوں میں پوری پوری تراویح پڑھا دے تو درست نہیں(4) اگر

1۔درمختار جلد2 صفحہ499   2۔درمختار جلد2 صفحہ497

2۔فتاویٰ عالمگیری جلد1 صفحہ116   4۔فتاویٰ عالمگیری جلد1 صفحہ116

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک امام ہی تراویح کی پوری بیس رکعتیں پڑھادے تو افضل ہے اور دو امام پڑھائیں تو مستحب ہے کہ ہر ایک امام اپنا ترویحہ یعنی چار چار رکعتیں پڑھائے

مسئلہ : اگر فرض وتر دونوں کو ایک امام پڑھائے اور صرف تراویح دوسرا امام تو جائز ہے کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود فرض وتر پڑھایا کرتے اور حضرت ابی بن کعب تراویح پڑھایا کرتے ہیں تھے۔(1)

مسئلہ: اگر تراویح کی دو رکعتیں قرأت کی غلطی یا اور کسی سبب سے فاسد ہو جائیں تو جو قرآن ان دو رکعتوں میں پڑھا ہو اس کو دوبارہ پڑھنا چاہیے۔(2)

مسئلہ: جن مساجد میں قرآن خوانی نہ ہوتی ہو وہاں کے اماموں کو چاہیے کہ تراویح میں سورہ فیل سے آخر تک دس سورتیں تراویح میں پڑھایا کریں۔(3)

مسئلہ: اگر تراویح کی دوسری رکعت میں امام قعدہ کرنا بھول گیا اور تیسری رکعت کو کھڑا ہو گیا تو اگر تیسری رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد یاد آئے تو اب چوتھی رکعت ملا کر آخر میں قعدہ کر کے سلام پھیرے۔ مگر یہ چار رکعتیں دو ہی شمار ہوں گی۔ ہاں اگر دوسری رکعت کا قعدہ بقدر تشہد کر لیا اور پھر کھڑا ہوا تھا اور پوری چار رکعتیں کر لیں تو پھر چار ہی شمار ہوں گی۔(4)

شب قدر کا بیان

رمضان المبارک وہ مقدس مہینہ ہے کہ اس مہینہ کا ایک فرض دوسرے مہینہ کے ستر فرضوں کے مساوی ہے۔ اسی مہینہ کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ایک متبرک وجلیل القدر رات شب قدر بھی ہے۔ جس میں عبادت گزار بندوں پر خصوصیت کے ساتھ رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ اس رات میں بندوں پر کیسی کیسی برکتیں ورحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اس کی کیا فضیلت وعظمت ہے اس کے جواب میں سورۂ قدر کو پیش کر دینا مناسب وافضل ہے ارشاد باری ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَةُ

1۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 116
2۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 118
3۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 118
4۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 118

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (القدر)

"بے شک ہم نے اس کتاب کو لیلۃ القدر میں اتارا ہے اور تو نہیں جانتا ہے کہ لیلۃ القدر کیا چیز ہے؟ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے اترتے ہیں اور وہ ہر ایک امر میں سلامتی کا وقت ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ فجر ہو"۔

اس سورہ مقدسہ کا مفہوم و مفاد یہ ہی ہے کہ جب سال بھر میں ہر طرف معصیت و سیاہ کاری کی تاریکی چھا جاتی ہے تو رحمت و مغفرت کا تقاضا ہوتا ہے کہ آسمان سے کوئی نور نازل ہو اور حصول سعادت کی تمنا رکھنے والے تاریک قلوب کو منور کرے، سو ایک نور تو ایسا دائمی ہے جو قیامت تک ہر لحہ تاریک قلوب وارواح پر تو افگن رہے اور اپنی پوری تابانی کیساتھ دنیا کی تاریکی کو دور کرتا رہے اور وہ قرآن مقدس ہے جو رمضان المبارک کی لیلۃ القدر میں نازل کیا گیا اور دوسرا عارضی نور سال کی اس متبرک رات میں نازل ہوتا ہے اور یہ ساری دنیا کو اپنے پیکر نوری میں جذب کر لیتا ہے۔ اس رات میں کیا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنے نورانی ملائکہ اور روح القدس کو زمین پر نازل کرتا ہے۔ ہر امر میں سلامتی ہوتی ہے اور فرشتے ان تمام لوگوں کو جو سعید و رشید اور حصول سعادت میں مستعد ہوتے ہیں، نیکی کی طرف کھینچتے ہیں اور نیک توفیقیں ان کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ اس عظیم و جمیل رات کی فضیلت و بزرگی میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے جو کچھ خود خدائے قدوس نے اس سورۂ مبارکہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

تاہم اتنا جان لیجئے کہ شب قدر بہ نص شریعت ہزار راتوں سے افضل ہے اور اس کا تمام احترام اس بات میں ہے کہ اس شب میں جاگتے رہنا، اعمال حسنہ میں مشغول رہنا، تسبیح و تہلیل اور توبہ استغفار کرنا اور اپنے دل امور دنیاوی سے خالی رکھنا چاہیے۔ اس رات کو ایک رکعت نفل ہزار نوافل سے افضل ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شب قدر کی تعیین

شب قدر کو متعین کرنا مشکل ہے کیونکہ خود پروردگار عالم اور نبی کریم ﷺ نے اس کو مبہم و مستور رکھنا چاہا ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ رحمت و مغفرت کے طلب گار اس کی تمنا میں رمضان کے آخری عشرہ کی تمام راتوں میں مشغول عبادت رہیں اور زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب حاصل کریں۔ خدائے قدوس کی رحمت و مغفرت چاہتی ہے کہ اس کے بندے اسی بہانہ اخروی سعادت اور روحانی برکت زیادہ سے زیادہ حاصل کریں تاہم اتنی بات یقینی اور قطعی ہے کہ بمقتضائے احادیث شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے چنانچہ 21,23,25,27,29، تاریخوں کے متعلق مختلف روایتیں آئی ہیں۔ لیکن اغلب یہ ہے کہ 27 رمضان کی رات شب قدر ہے صحیح حدیثوں سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ ہمارے امام اعظم کا بھی یہی مسلک ہے اور یہی مسلمانوں میں مشہور ہے۔ لہٰذا ستائیسویں شب کو خصوصیت کے ساتھ شب بیداری عبادت گزاری اور توبہ و استغفار کے لئے مخصوص کرنا چاہیے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابوسعید خدری بیان کیا گیا کہ رسول اکرم ﷺ نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا۔ پھر درمیان کے عشرہ میں ترکی خیمہ میں اعتکاف کیا۔ ایک روز اپنا سر خیمہ سے باہر نکال کر فرمایا کہ میرے پاس ایک فرشتہ نے آکر کہا کہ شب قدر کو پچھلے عشرہ میں تلاش کرو۔

اعتکاف کا بیان

شرعی اصطلاح میں اعتکاف کے معنی ہیں کہ انسان کا مسجد یا گھر کے کسی معین گوشہ میں بحالت روزہ عبادت کی نیت سے جم کر بیٹھ جانا اور سوائے حاجات کے وقت مقررہ تک اس گوشہ سے نہ نکلنا۔ یہ اعتکاف مسنون ہے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ کیا کرتے تھے۔

اعتکاف کے متعلق مختصر طور پر اتنا جان لینا چاہیے کہ معتکف گویا سب سے کٹ کر حق

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تعالیٰ سے وابستہ ہو جاتا ہے، دنیاوی امور ومشاغل سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لیتا ہے، اپنے آپ کو عبادت و اطاعت الٰہی کے لئے وقف کر دیتا ہے گویا دنیا کے سامنے رجوع الی اللہ کا ایک کامل نمونہ ہوتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کو انقطاع الی اللہ کا سبق دیتا ہے۔

مسنون اعتکاف

یہ ہے کہ رمضان کی 20 تاریخ کو مغرب سے ذرا پہلے اس مسجد میں جہاں پنج وقتہ نماز باجماعت ہوتی ہو، عبادت کی نیت سے بیٹھ جائے۔ اگر عورت اعتکاف کرنا چاہے تو اپنے گھر کے کسی گوشہ میں بیٹھ جائے جو نماز کے لئے مخصوص ہو اور رمضان کے آخری روزہ کو مغرب تک وہیں بیٹھا رہے اور ہمہ وقت عبادت میں مصروف رہے خواہ نوافل پڑھے یا تلاوت قرآن پاک کرتا رہے یا توبہ واستغفار کی تسبیح وتہلیل اور دیگر اذکار میں مشغول رہے بہر حال مطلب یہ ہے کہ اکثر وقت عبادت میں بسر کرے۔

اعتکاف کا رکن اور شرط

عبادت کی نیت سے ٹھہرے رہنا اعتکاف کا رکن ہے اور نیت و مسجد کا ہونا اس کی شرطیں ہیں اس رکن اور شرط کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسجد میں عبادت کی نیت سے وقت مقررہ تک ٹھہرا رہے گا تو اعتکاف صحیح ہوگا ورنہ نہیں۔

اعتکاف واجب کی مدت کم از کم ایک دن ہے چنانچہ اگر کسی نے اعتکاف کی نذر مانی ہو تو مسجد میں طلوع فجر سے پہلے داخل ہو اور غروب آفتاب کے بعد نکلے، اعتکاف ہو جائے گا۔ اگر اس مدت سے قبل اعتکاف چھوڑے گا تو فاسد ہو جائے گا اور پھر دوبارہ قضا لازم ہو گی اگر دو دن کے اعتکاف کی نذر مانی ہے تو غروب آفتاب سے قبل مسجد میں داخل ہو اور تیسرے روز غروب آفتاب کے بعد مسجد سے نکلے۔

اعتکاف واجب کی وصیت اور کفارہ

اگر کسی نے اعتکاف کی نذر مانی اور وہ اس کو ادا نہ کر سکا تو اسے کسی دوسرے کو وصیت کر دینی لازم ہے اور ورثاء کو چاہیے کہ ہر دن کے بدلے صدقہ فطر کے برابر صدقہ کریں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جاننا چاہیے کہ اعتکاف واجب بغیر روزہ کے ادا نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر کسی نے اعتکاف کی نذر مانی ہو تو اس کو روزہ رکھنا لازم ہے ورنہ اعتکاف صحیح نہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ رات کو اعتکاف کی نذر ماننی صحیح نہیں۔ اور جو کچھ بیان ہوا اور جو شرطیں بیان کی گئیں وہ اعتکاف واجب کی تھیں۔ باقی رہا اعتکاف نفل، سو اس کی مدت کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہ سے دو روایتیں منقول ہیں: اول یہ کہ اعتکاف نفل کی کوئی مدت خاص مقرر نہیں ایک گھنٹہ اور اس سے کم کا بھی ہو سکتا ہے اور اس کے لئے روزہ رکھنا بھی شرط نہیں۔ دوم یہ کہ اعتکاف نفل کے لئے بھی روزہ دار ہونا شرط ہے اور کم از کم اس کی مدت ایک روز اور یہی روایت صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

امام صاحب کے نزدیک اعتکاف کی حالت میں بغیر ضروری حوائج یعنی پیشاب و پاخانہ وغیرہ کے مسجد سے تھوڑی دیر کے لئے نکلنا بھی اعتکاف کو فاسد کر دیتا ہے۔ لیکن صاحبین کے نزدیک آدھے دن سے کم کے لئے معتکف مسجد سے نکل سکتا ہے۔

معتکف کے لئے مسجد کے اندر کھانا پینا اور خرید و فروخت کرنا جائز ہے۔ لیکن سامان تجارت مسجد میں نہیں لانا چاہیے۔ صرف زبانی خرید و فروخت جائز ہے۔ معتکف کے لئے خاموش رہنا مکروہ ہے۔

افضل یہ ہے کہ ہر وقت ذکر الٰہی میں یا تلاوت قرآن یا نوافل میں مشغول رہے، امور دینی میں ہر وقت منہمک رہے۔ دینی مسائل کی درس و تدریس میں بھی وقت گزار سکتا ہے۔

ہفتہ کی نمازیں

شنبہ کی رات کو مغرب و عشاء کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھ کر جو چاہیں دعا کریں انشاء اللہ مقبول ہوگی۔ شنبہ کے دن کسی وقت چار رکعت نفل پڑھیں۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ کافرون تین بار پڑھیں اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی پڑھ لیا کریں۔

یک شنبہ کی نماز

1۔ یک شنبہ کی رات 20 رکعت نماز نفل پڑھیں۔ ہر رکعت میں پچاس بار اخلاص

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک بار فلق اور ایک بار سورۂ ناس پڑھیں۔ پھر سلام کے بعد اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے سو مرتبہ استغفار کریں پھر سو مرتبہ درود شریف پڑھیں، پھر پچاس مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہیں اس کے بعد یہ کلمات کہیں:

اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان آدم صفوۃ اللہ وفطرتہ وابراھیم خلیل اللہ عزوجل وموسی کلیم اللہ تعالی وعیسی روح اللہ سبحانہ ومحمدا حبیب اللہ عزوجل۔

2۔ اس نماز کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالی اس کے والدین کے گناہ معاف فرمادے گا۔

3۔ یک شنبہ کے دن ظہر کی نماز کے بعد چار رکعت نفل پڑھیں۔ اول رکعت میں الحمد کے بعد سورہ آلم سجدہ دوسری رکعت میں تَبٰرَكَ الَّذِیْ پڑھ کر سلام پھیر دیں، پھر دوسری رکعت کی نیت باندھیں۔ پہلی اور دوسری دونوں رکعتوں میں الحمد کے بعد سورۂ جمعہ ختم کریں اور سلام کے بعد قاضی الحاجات سے اپنی حاجت طلب کریں۔ انشاء اللہ دعا قبول ہوگی۔

دوشنبہ کی نماز

1۔ دوشنبہ کی رات چار رکعت نفل اس طرح پڑھے۔ اول رکعت میں الحمد کے بعد دس بار سورۂ اخلاص، دوسری رکعت میں بیس بار، تیسری رکعت میں تیس بار اور چوتھی رکعت میں چالیس بار پڑھیں۔ یعنی ہر رکعت میں الحمد کے بعد دس دس بار سورۂ اخلاص بڑھائی جائے گی۔ پھر سلام پھیرنے کے بعد بھی سورۂ اخلاص، استغفار اور درود شریف تینوں پچہتر پچہتر بار پڑھ کر دعا مانگیں۔ انشاء اللہ تمام دینی امور و دنیاوی حاجات پوری ہوں گی۔ اس نماز کا نام نماز حاجت ہے جو قضائے حاجت میں عجیب سریع الاثر چیز ہے۔

2۔ دوشنبہ کے دن کسی وقت بارہ رکعت نفل ادا کریں۔ ہر رکعت میں ایک بار آیت الکرسی پڑھیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سورۂ اخلاص 12 مرتبہ اور استغفر اللہ 12 مرتبہ کہیں۔ خدائے قدوس اجر جزیل عطا فرمائے گا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سہ شنبہ کی نماز

منگل کی رات کو بارہ رکعت اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد پانچ مرتبہ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ پڑھیں۔اللہ تعالی بہشت بریں عطا فرمائے گا۔

2۔منگل کے دن آفتاب بلند ہوجانے کے بعد یا زوال کے بعد دس رکعت نفل پڑھو۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھیں۔تمام آفات وبلیات سے اللہ تعالی محفوظ رکھے گا۔

چہارشنبہ کی نماز

1۔بدھ کی رات کو دو رکعت نفل پڑھیں۔اول رکعت میں سورۂ فلق پڑھیں دس مرتبہ اور دوسری میں سورۂ ناس دس بار پڑھیں۔رحمت خداوندی شامل ہوگی۔

2۔بدھ کے دن نماز اشراق کی بارہ رکعت پڑھیں۔ہر رکعت میں الحمد کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی تین بار سورۂ اخلاص، تین بار سورۂ فلق اور تین بار سورۂ ناس پڑھیں، باری تعالی عز اسمہ عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا۔

پنجشنبہ کی نماز

1۔جمعرات کی رات کو مغرب وعشاء کے درمیان دو رکعت نفل پڑھیں، ہر رکعت میں الحمد کے بعد آیۃ الکرسی، سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس، پانچ پانچ مرتبہ پڑھیں، پھر سلام پھیرنے کے بعد پندرہ بار استغفار پڑھیں اور والدین کے لئے دعائے مغفرت کریں انشاءاللہ والدین کی مغفرت ہوگی۔

2۔جمعرات کے دن ظہر وعصر کے درمیان دو رکعت میں الحمد کے بعد سو مرتبہ آیت الکرسی اور دوسری رکعت میں سو بار سورۂ اخلاص پڑھیں، سلام پھیرنے کے بعد سو مرتبہ درود شریف پڑھ کر دعا کریں۔

جمعہ کی نماز

1۔جمعہ کی رات کو مغرب وعشاء کے درمیان بارہ رکعت نفل پڑھے، ہر رکعت میں الحمد

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے بعد دس دس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔

2۔ جمعہ کی رات کو عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کے بعد اور سنتیں پڑھ کر دس رکعت نفل پڑھے۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد دس دس بار سورۂ اخلاص اور ایک ایک بار سورۂ فلق وسورۂ ناس پڑھے۔ پھر وتر پڑھ کر دائیں کروٹ کے بل سو رہے۔ اس نماز کا بہت بڑا ثواب ہے۔

3۔ جمعہ کے دن اشراق کی نماز کے بعد چار رکعت نفل ادا کرے یا آٹھ رکعت یا بارہ رکعت اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔

4۔ جمعہ کے دن ظہر وعصر کے درمیان دو رکعت ادا کرے۔ اول رکعت میں الحمد کے بعد ایک مرتبہ آیۃ الکرسی، 20 مرتبہ سورۂ فلق اور ایک بار ناس پڑھے۔ دوسری رکعت میں ایک بار سورۂ اخلاص 20 بار سورۂ فلق اور ایک بار سورۂ ناس پڑھ کر سلام پھیر دے۔ پھر پچاس مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھ کر دعا مانگے انشاء اللہ قبول ہو گی۔

نوافل کے مسائل

دن کے وقت ایک سلام سے چار رکعت نفل پڑھنے درست ہیں اور چار سے زائد مکروہ ہاں رات کے وقت ایک سلام سے آٹھ رکعت تک پڑھنا بھی درست ہے اور آٹھ سے زائد مکروہ (1)

باقی رات ودن دونوں میں ایک سلام سے چار رکعت نفل پڑھنے افضل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص چار رکعت نماز نفل پڑھنے کی ایک سلام سے نذر مانے اور بوقت ادائیگی دو رکعتیں کر کے پڑھے تو نذر ادا نہ ہو گی۔ اور اگر دو دو کر کے چار رکعت کی نذر مانی اور پھر ایک سلام سے چاروں رکعتیں پڑھ لیں تو نذر ادا ہو جائے گی۔ (2)

مسئلہ: اگر ایک شخص نے اس خیال سے کہ میں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی۔ اب اس نے نفل کی نیت توڑ کر فرض کی نیت سے دوبارہ اقتداء کی، یا صرف یہ صورت ہوئی کہ پہلے نفلوں کی امام کے پیچھے نیت باندھ لی پھر توڑ کر دوبارہ نفلوں کی نیت باندھ لی تو ان دونوں صورتوں

1۔ درمختار جلد 2 صفحہ 475 2۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 113

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں اس کے ذمہ نفلوں کی قضا نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کی نیت یہ ہے کہ نماز امام کے ساتھ ادا کروں اور وہ دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔(1)

مسئلہ: اگر کسی شخص نے بلا قید رکعت نفل نماز کی نیت کی، یعنی صرف یہ نیت کی کہ نفل نماز پڑھتا ہوں اور یہ نہ کہا کہ دو پڑھتا ہوں یا چار یا چھ وغیرہ تو اس صورت میں اس کے لئے صرف دو نفلیں پڑھنی ضروری ہیں چار نہیں۔(2)

مسئلہ: اگر ایک شخص نے چار رکعت نفل کی نیت نہیں کی اور دوگانہ پڑھ کر بغیر قعدہ کیے ہوئے کھڑا ہو گیا اور یاد آیا کہ قعدہ ترک ہو گیا تو اسے فوراً بیٹھ جانا چاہیے، قعدہ کر کے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اگر یاد آنے کے بعد قعدہ میں نہ لوٹے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔(3)

مسئلہ: اگر ایک شخص نے دو رکعت نفل کی نیت کی پھر بقدر تشہد بیٹھ کر تیسری رکعت کو کھڑا ہو گیا اور تیسری رکعت میں نماز توڑ دی تو صرف دو رکعتوں کی قضا لازم ہوگی اور اگر بقدر تشہد بیٹھنے سے قبل رکعت کو کھڑا ہوا اور پھر نماز توڑی تو چاروں رکعتوں کی قضا واجب ہوگی۔ کیونکہ نوافل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نفل کا ہر دوگانہ علیحدہ ہے۔ ایک دوگانہ کی تکمیل کے بعد اگر دوسرا دوگانہ فاسد ہو جائے تو صرف دو کی قضا لازم آتی ہے۔

ہاں تین حالتوں میں ایک دوگانہ، دوسرے دوگانہ سے علیحدہ نہیں رہتا۔

1۔ اقتداء یعنی اگر امام کی اقتداء چار رکعتوں کی کی اور دو پڑھ کر تیسری رکعت میں نماز کو فاسد کر دیا تو چاروں کی قضا لازم ہے۔

2۔ قعدہ اولی کا ترک یعنی اگر پہلے دوگانہ کا قعدہ چھوٹ گیا اور تیسری رکعت کو کھڑا ہو گیا اور پھر نماز کو فاسد کر دیا تب بھی چاروں رکعتوں ہی کی قضا لازم ہے (شامی)

ضروری یادداشتیں

1۔ بیل، گھوڑے، اونٹ اور تانگہ وغیرہ کی سواری پر نماز کا اشارہ سے پڑھنا مشروع ہے رکوع و سجود نہ کرنا چاہیے لیکن اگر سواری روک سکتا ہو تو روک لے اگر نہ روک سکتا ہو تو کم از کم قبلہ رخ کر لے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو جس طرح ہو سکے بوقت ضرورت نماز ادا کر لے

1۔ درمختار جلد 2 صفحہ 475   2۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 113   3۔ ایضاً

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور پھر ان نمازوں کی قضا بھی اس کے ذمہ لازم نہیں۔(غایۃ الاوطار)

2۔مسافر اور مقیم دونوں کو سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے۔مگر مسافر کو اس جواز سے فائدہ اٹھانے کی اجازت اس وقت ہوگی جب وہ شہر سے باہر ہو جہاں سے مقیم پر قصر لازم آتا ہے۔لہٰذا وہ شہر کے اندر سواری پر نماز نہیں پڑھ سکتا۔

3۔عذر کی وجہ سے چلتی ہوئی ریل میں فرض،واجب اور سنت سب نمازیں پڑھنا جائز ہیں ایک آدمی کو چلتی گاڑی میں نماز کا وقت آگیا مگر اس کو امید ہے کہ اگلے سٹیشن پر پہنچنے تک نماز کا وقت باقی رہے گا تو اس کے لئے اولیٰ ہے کہ ریل کے ٹھہرنے تک توقف کرے۔جب ریل ٹھہر جائے تو نماز پڑھے اگر ابتدائے وقت میں بھی چلتی ریل میں سٹیشن پر پہنچنے سے پہلے پڑھ لے گا تب بھی جائز ہے چلتی کشتی کا حکم بھی ریل کی طرح ہے جس کی تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں۔

4۔اگر ایک شخص ایک نفل میں کئی نفلوں کی نیت کرے مثلاً تحیۃ الوضو کا دوگانہ پڑھتے وقت تحیۃ المسجد اور اشراق کی بھی نیت کرے تو جائز ہے اور اس نیت کی وجہ سے اسے سب نمازوں کا ثواب ملے گا۔(غایۃ الاوطار)

توبہ اور نماز توبہ کا بیان

جب کوئی بھول چوک ہو جائے یا قصداً گناہ کرلے اور پھر شرم وندامت کی وجہ سے آئندہ اس گناہ سے بچنے کا ارادہ کرے اور خدا کی جناب میں توبہ کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور پھر یوں کہے۔

اللھم انی اتوب الیک منھا لا ارجع الیھا ابدا

"اے اللہ!میں تیرے سامنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ان کی طرف کبھی نہ پھرونگا"۔

اس دعا کے پڑھنے سے گناہ بخشا جاتا ہے اگر پھر وہی گناہ کرلے تو اس کے لئے علیحدہ توبہ کرنی چاہیے مگر یاد رہے کہ توبہ کے وقت آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم ہونا چاہیے۔یہ نہ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہو، توبہ کے بھروسہ پر گناہ کئے جائے کہ اب گناہ کرلو پھر توبہ کرلیں گے یہ فریب نفس ہے اور ایک قسم کا مذاق ہے ہاں اگر توبہ کے بعد بشریت کے تقاضا سے دوبارہ گناہ ہو جائے تو اس کے لئے پھر توبہ کر لے۔ بشرطیکہ سچے احساس ندامت کے ساتھ توبہ کر لے۔

رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کوئی گناہ کر بیٹھے اسے چاہیے کہ توبہ کے ارادہ سے اٹھے اور غسل یا وضو کرے پھر دوگانہ پڑھے اور خدا تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہے تو اس کی بخشش کی جاتی ہے۔

کسوف وخسوف کی نمازیں

جب سورج گرہن لگتا ہے تو اس کو کسوف کہتے ہیں اور جب چاند گرہن لگتا ہے تو وہ خسوف کہلاتا ہے۔ کسوف وخسوف کیوں واقع ہوتے ہیں؟ اس کا جواب علم ہیئت سے وابستہ ہے اور یہ چیز ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ مگر اسلامی نقطہ نگاہ سے ان کے متعلق مختصر اتنی بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دو بڑے ہی عظیم الشان نشان ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی جان لیجیے کہ کسوف وخسوف کے واقع ہونے کی مختص حقیقت یہ ہے کہ زمین کے گرد چاند گردش کرتا ہے اور چاند زمین کی طرح تاریک ہے۔ وہ آفتاب سے نور حاصل کرتا ہے جب وہ آفتاب کے گرد گردش کرتے کرتے آفتاب اور زمین کے درمیان آجاتا ہے تو آفتاب کی روشنی زمین پر پہنچنے سے رک جاتی ہے جس سے سورج گرہن واقع ہوتا ہے اور جب زمین درمیان میں آجاتی ہے اور وہ چاند پر روشنی نہیں پڑنے دیتی تو چاند گرہن واقع ہو جاتا ہے۔

ان کے علاوہ عوام الناس میں ان کے متعلق جو اوہام وخرافات اور فرضی قصے کہانیاں مشہور ہیں وہ سب غلط اور جہالت وحماقت کی باتیں ہیں۔

سورج اور چاند گرہن کی نمازیں بالاتفاق سنت ہیں۔ ان میں اذان، اقامت اور خطبہ کے بغیر جماعت ہونی بھی جائز ہے۔ اگر جماعت سے نہ پڑھ سکے تو تنہا ہی پڑھ لے اور اگر نماز نہ پڑھ سکے تو اتنی دیر تسبیح وتہلیل اور دعاء واستغفار میں مشغول رہے۔(1)

1۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 153

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان دونوں نمازوں کا وقت وہی ہے جب گرہن شروع ہو، مکروہ حرام اوقات نہ ہونے چاہئیں نماز کسوف وخسوف کی کم از کم دو رکعتیں ہیں چار یا آٹھ بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ سے یہ نماز کئی طرح سے منقول ہے۔ ان نمازوں میں قراءت آہستہ کرنی چاہئے۔ بلند آواز سے بھی کی جاسکتی ہے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ عنکبوت اور دوسری میں سورۂ روم پڑھنا مسنون ہے۔

ان نمازوں میں قراءت کو اتنا طول دینا چاہیے کہ نماز پڑھتے پڑھتے گرہن ختم ہو جائے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا قیام اس نماز میں بڑا طولانی ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا۔

"چاند اور سورج اللہ تعالیٰ کے دو نشان ہیں یہ دونوں کسی کے پیدا ہونے یا مرنے سے گرہن میں نہیں آتے۔ لوگو! جب تم کو یہ موقع پیش آئے تو اللہ کے ذکر میں مصروف ہو جاؤ دعا مانگو، تکبیر وتہلیل کرو نماز پڑھو خیرات وصدقہ دو"۔

اگر گرہن اوقات ممنوعہ میں شروع ہو تو نماز کسوف نہ پڑھنی چاہیے۔ دعا واستغفار کرتے رہنا چاہیے۔ اگر گرہن کی حالت میں ہی غروب ہو جائے تو مغرب کی نماز پڑھنی چاہیے گرہن کی نماز نہ پڑھنی چاہئیے اگر اتفاق سے گرہن اور جنازہ کی نمازیں جمع ہو جائیں تو پہلے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے۔ (1)

چاند گرہن کی نماز میں چونکہ لوگوں کا رات کے وقت جمع ہونا دشوار ہے اس لئے یہ نماز جماعت سے نہ پڑھی جائے۔

مسلمانوں کی حالت پر افسوس

اس بے عملی کے زمانہ میں مسلمانوں سے جہاں اور بہت سی خوبیاں اور احکام شریعت کی پابندیاں جاتی رہی ہیں۔ وہاں ان دونوں نمازوں کی پابندی بھی نہیں ہے۔ اکثر لوگ ایسے نکلیں گے جنہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کسوف وخسوف کے موقع پر بھی نماز ہوتی ہے، صدقہ دینا اور بھی معدوم ہے۔ جب پنجوقتہ نمازوں ہی کی پابندی نہیں تو کسوف وخسوف کی نماز کجا۔

1۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 153

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سنت کو زندہ کریں اور کسوف وخسوف کی نمازیں بھی پڑھا کریں۔

قحط اور نماز استسقاء

جب بندوں کا عصیان وطغیان اس حد کو پہنچ جاتا ہے کہ احساس گناہ ہی جاتا رہتا ہے اور گناہوں کا سیلاب اکثر و بیشتر عیش پسند لوگوں کو بہالے جاتا ہے تو قدرت قاہرہ کی طرف سے ان کی تادیب وگوشمالی ضروری ہو جاتی ہے اور غیرت حق، قحط یا وبا یا کسی دوسری بلائے عام کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔

قحط کی تعریف

قحط سے مراد ہے اِمساک رزق۔ اب وہ خواہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے ہو یا ٹڈی دل کی آفت سے یا کسی اور وجہ سے چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: قحط بارش نہ ہونے کا نام نہیں بلکہ قحط یہ ہے کہ مینہ برسے اور زمین سے کچھ پیدا نہ ہو اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ لوگ طلب باران کی دعا نہ کریں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ لوگ حصول رزق کا مدار باران پر نہ سمجھیں، بلکہ یہ سمجھیں کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے وہ چاہے تو بلا باران کے رزق سے مالا مال اور نہال کر دے۔ پس نماز استسقاء یا طلب باران سے اصل مقصود، حق تعالیٰ کی رضا جوئی اپنے معاصی و تقصیرات کا اعتراف اور معافی کی التجا ہونی چاہئے۔ یہ ہے نماز استسقاء کی حقیقت وضرورت جس سے عام لوگ ناواقف ہیں۔

نماز استسقاء کا طریقہ

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس نماز کے لئے نہ جماعت مسنون ہے نہ خطبہ کے ساتھ بغیر اذان واقامت کے ادا کی جائیں۔(1)

قراءت ان دونوں رکعتوں میں پکار کر پڑھنی چاہیے۔ یہی مستحب ہے۔ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ قٓ اور دوسری میں سورۂ قمر یا پہلی میں سورۂ اعلیٰ اور دوسری میں سورۂ

1۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 153

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

غاشیہ پڑھنی چاہیے۔(1)

اس نماز کا طریقہ یہ ہے کہ مقامی اسلامی حاکم، اگر اسلامی حکومت نہ ہو تو قاضی شہر یا امام جامع لوگوں کو متواتر تین روزے رکھنے کا حکم دے۔ پھر چوتھے دن وہ تمام لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر آبادی سے باہر جنگل میں جائے اور وہاں نماز و دعا کرے یہ بھی منقول ہے کہ اسی طرح مسلسل تین روز تک جانا اور نماز پڑھنا چاہیے کیونکہ عذر تقصیر تین مرتبہ کرنا معتاد ہے۔

جب جنگل کی طرف جائیں تو سواری پر نہیں بلکہ پیدل، سرافگندہ اور تذلل و انکسار کی حالت میں جائیں کپڑے سادہ اور صورتیں عاجزانہ ہوں۔ غرض لباس و پوشاک حرکات و سکنات طرز کلام اور انداز خرام سے توقع مسکنت اور عاجزی نمایاں ہو۔ ہر روز یا باہر جانے سے پہلے کچھ نہ کچھ خیرات دیں۔ کیونکہ شدائد و مصائب کے وقت صدقہ و خیرات کرنا مشروع ہے اور اس سے بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں حقوق العباد ادا کئے جائیں اور اپنے تمام گناہوں سے از سر نو توبہ کی جائے۔ کیونکہ عاصیوں اور غیر فرماں برداروں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

مسنون دعا اور دیگر آداب

خوب اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ استسقاء کی دعا و نماز میں غریب و خستہ حال، ضعیف، بوڑھے اور اہل اصلاح و تقویٰ بکثرت شامل ہوں اور جب دعا کریں تو اس میں جانوروں اور معصوم بچوں کے لئے خصوصیت سے رحم کی درخواست کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر شیر خوار بچوں، بے زبان جانوروں اور عبادت گذار بندوں کا لحاظ نہ ہوتا تو تم پر عذاب ٹوٹ پڑتا اور یہ مسنون دعا بار بار پڑھنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ اَسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتِ

"اے اللہ! اپنے بندوں اور جانوروں کو سیراب فرما، اپنی رحمت پھیلا اور اپنی مردہ آبادی کو زندہ کر"۔

1۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 153

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دعامیں تمام مقتدی صف بستہ دوزانو بیٹھیں اور امام روبقبلہ کھڑا ہو۔ دعا رقت قلب اور حضوری دل سے کی جائے دعا کے ساتھ اس تلقین کا جذبہ دل پر غالب ہونا چاہیے کہ ہماری دعا ضرور قبول ہو جائے گی۔ حضور فرماتے ہیں دعا کرو اور ساتھ ہی قبولیت کا یقین رکھو۔

مستحب یہ ہے کہ جو شخص تقویٰ و عبادت میں مشہور ہو، دعائیں اس کا توسل کر کے یوں کہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّانَسْتَسْقِیْ وَنَسْتَشْفِعُ اِلَیْکَ بِعَبْدِکَ فُلَانٍ

''یعنی الٰہی! ہم بارش مانگتے ہیں اور تیری بارگاہ میں تیرے فلاں بندہ کی سفارش لاتے ہیں''۔

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، طلب باران کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ توسل کیا کرتے تھے۔

خطبۂ استسقاء

دو رکعت نماز استسقاء ادا کر کے خطبہ پڑھے۔ ابوداؤد اور ابن حاکم نے نقل کیا ہے کہ جب آفتاب کا کنارہ ظاہر ہو تو قاضی یا امام جنگل میں نکلے اور منبر پر بیٹھ کر اللہ اکبر کہے اور خدائے عزوجل کی تعریف بیان کرے، وہ خطبہ یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۙ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَفْعَلُ مَایُرِیْدُ ○ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِیُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ اَنْزِلْ عَلَیْنَا الْغَیْثَ وَاجْعَلْ مِمَّا اَنْزَلْتَ عَلَیْنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا اِلٰی حِیْنٍ''

''سب تعریف خدا کو ہے جو دنیا جہان کا پروردگار ہے۔ نہایت مہربان بہت رحم والا، روز جزاء کا مالک، خدا کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں، جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ الٰہی! تو معبود ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو غنی ہے اور ہم محتاج، ہم پر مینہ برسا اور تو نے ہم پر جو کچھ ہمارا رزق اتارا ہے اس کو اطاعت کی قیمت کا سبب کر اور مطلب کو پہنچنے کا باعث ایک مدت دراز تک کر۔ یعنی اس کے سبب سے ہم

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مدت تک فائدہ اٹھائیں"۔

اس کے بعد امام یا قاضی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے کہ بغل کی سفیدی ظاہر ہو۔ یعنی ہاتھ خوب اونچے کرے پھر آدمیوں کی طرف پیٹھ پھیر کر دعا کے لئے قبلہ رو ہو جائے اپنی چادر کو پلٹے ہاتھ اپنے اٹھائے رکھے۔ پھر آدمیوں کی طرف منہ کرے اور منبر سے اتر آئے۔

چادر الٹنے کی ترکیب یہ ہے کہ داہنا سرا بائیں طرف ہو جائے اور بایاں داہنی طرف اور اندر کا رخ باہر اور باہر کا اندر ہو جائے۔

صحیح مسلم میں بارش کی دعا کے الفاظ یہ ہیں: "اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا" (1) ان الفاظ کو تین بار کہے یعنی اے اللہ! ہم پر مینہ برسا، دوسری صحیح احادیث میں آیا ہے کہ بار بار یوں دعا کرے:

"اَللّٰھُمَّ اَسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مَرِیْئًا مَرِیْعًا نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَیْرَ اٰجِلٍ"

"خداوند! ہمیں بارش کا پانی پلا کر وہ ہماری فریاد رسی کرے اور انجام کار کے اعتبار سے سیر حاصل اور شاداب ہو، نفع پہنچائے اور نقصان نہ دے جلدی برسے تاخیر نہ کرے"۔

قحط کے متعلق چند روایتیں

کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں سخت قحط پڑا آپ بنی اسرائیل کو لے کر استسقاء کے لئے جنگل کی طرف نکلے۔ تین دن تک نماز پڑھتے اور دعا مانگتے رہے مگر بارش نہ ہوئی۔ جناب باری سے موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ تمہاری قوم میں ایک شخص چغل خور ہے۔ اس لئے تمہاری دعا قبول نہیں ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: خداوند! وہ کون شخص ہے؟ ہمیں معلوم ہونا چاہیے تاکہ ہم اسے اپنی جماعت سے علیحدہ کریں۔ ارشاد باری ہوا: موسیٰ! میں تم لوگوں کو چغلی سے منع کرتا ہوں تو کیا خود ہی چغلی کھانے لگوں۔ اب موسیٰ علیہ السلام لاجواب ہو گئے اور اپنی قوم کو حکم دیا کہ تم سے ہر شخص چغلی سے توبہ کرے۔ سب لوگوں نے اس حکم کی تعمیل کی تب بارش ہوئی۔

حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل پر متواتر سات سال قحط رہا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ انہوں نے مردار جانور اور بچے تک کھانے شروع کر دیے۔ وہ ہمیشہ

1۔ صحیح مسلم جلد 6 صفحہ 169

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پہاڑوں پر جاکر گریہ وزاری کرتے اور بارش کی دعا مانگتے مگر قبول نہ ہوتی تھی۔ آخر خدا کی طرف سے اس قوم کے نبی پر وحی آئی کہ میں تم میں سے کسی کی نہ دعا قبول کروں گا اور نہ کسی کے رونے پر رحم کھاؤں گا تاوقتیکہ تم لوگ غصب کردہ حقوق ان کے حقداروں کو نہ ادا کردو۔ چنانچہ ان لوگوں نے تمام غصب کردہ حقوق العباد ادا کیے، تب ان پر بارش ہوئی۔ پس ہمیں یہی چاہیے کہ طلب باران کی دعا سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کیا کریں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نماز جنازہ کا بیان

موت سے کسی انسان کو چارہ نہیں۔ ہر ایک نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور ہر ایک انسان کو سفر آخرت درپیش ہے۔ اس لئے ہر ایک عقل مند اور سعادت اندیش انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنی موت کو ہر وقت پیش نظر رکھے۔ فشاء قبر سے لرزتا ہے اور مرنے کے متعلق ضروری مسائل واحکام سے واقفیت وآگاہی حاصل کرے۔

جاننا چاہیے کہ مسلمانوں کے ایک دوسرے پر بہت حقوق ہیں۔ ان میں سے ایک سب سے زیادہ مؤکدہ حق یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو تو اس کی عیادت کو جائے اور اس کے کفن دفن میں شریک ہو۔ مرنے میں ہر ایک کو شریک ہونا چاہیے۔

بیمار کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابو ہریرہ! کیا میں تجھے وہ چیز بتاؤں جو بالکل سچی اور برحق ہے اور یہ ایک دعا ایسی ہے کہ جو شخص اس کو بیماری کی حالت میں پڑھے گا۔ خدا تعالیٰ کے پڑھنے والے کو دوزخ کے جانکاہ عذاب سے نجات دے گا تو جب کوئی بیمار پڑا کرے تو یوں کہا کرے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعِبَادِ وَالْبِلَادِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا كِبْرِيَاءُ رَبِّنَا وَجَلَالُهٗ وَقُدْرَتُهٗ بِكُلِّ مَكَانٍ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ اَمْرَضْتَنِيْ لِتَقْبِضَ رُوْحِيْ فِيْ مَرَضِيْ هٰذَا فَاجْعَلْ رُوْحِيْ اَرْوَاحَ مَنْ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنٰى وَاَعِذْنِيْ مِنَ النَّارِ كَمَا اَعَذْتَ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَوۡلِیَاءَ ک اَلَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِنۡکَ الۡحُسۡنٰی"

اے ابو ہریرہ! اگر تو اپنے اس مرض میں مر جائے گا تو تجھے خدا تعالیٰ کی رضا مندی وخوشنودی اور اس کا عیش نصیب ہوگا اگر تو نے گناہ کئے ہوں گے تو باری تعالی ان کو معاف کردے گا۔

نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عیادت کو تشریف لے گئے اور ان کا حال پوچھ کر فرمایا: اے علی! تم مرض کی حالت میں ہو تو کہا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ تَعۡجِیۡلَ عَافِیَتِکَ اَوۡ صَبۡرًا عَلٰی بَلِیَّتِکَ خُرُوۡجًا مِنَ الدُّنۡیَا اِلٰی سِعَةِ رَحۡمَتِکَ

"الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جلد شفا عنایت فرمایا اپنی دی ہوئی تکلیف پر صبر عنایت کر یا دنیا سے اپنی وسیع وفراخ رحمت کی طرف نکال"۔

تم ان تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور پاؤ گے۔

ایک دوسری جگہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی منقول ہے کہ مریض کا تکلیف کی وجہ سے آہ کرنا اور رونا تسبیح ہے اس کا بے قراری کی حالت میں چیخنا، تہلیل ہے اس کا سانس لینا صدقہ ہے اس کا بچھونے پر سونا عبادت ہے اور اس کا ایک کروٹ سے دوسری بدلنا راہ خدا میں دشمنان دین سے جہاد کرنا ہے۔

بیمار کی عیادت کرنا

شرح مہذب میں ہے کہ بیمار کی عیادت کرنا سنت مؤکدہ ہے نیز عیادت کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ عیادت کرنے میں دوست ودشمن، شناسا واجنبی اور مسلمان وکافر کو برابر سمجھے۔ یعنی کافر بیمار کی عیادت کو بھی جائے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت سرور کائنات ﷺ ایک یہودی کے لڑکے کی عیادت کو تشریف لے گئے تھے۔

حضور ﷺ کی عادت تھی کہ صحابیوں میں سے جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ اس کی عیادت کو جاتے، اس کی بیمار پرسی کرتے، اس کے پاس بیٹھتے اور اس سے پوچھتے کہ تیرا کیا حال ہے۔ کس چیز کو تیرا دل چاہتا ہے؟ پھر تین بار اس کے لئے دعا کرتے۔ عیادت کا کوئی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وقت مقرر نہ تھا۔رات دن میں جب چاہتے تشریف لے جاتے اور فرماتے: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کو جاتا ہے تو بہشت کے باغ میں چلتا ہے، جب اس کے پاس جاکر بیٹھ جاتا ہے تو اس پر خدا کی رحمت اترتی ہے حتی کہ اس میں غرق ہو جاتا ہے۔

بیمار پرسی کا ثواب

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان اول دن اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے شام تک اس کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں اور اگر رات کو جائے تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کی بخشش مانگتے ہیں اور اس کو بہشت میں میوہ کی غذا ملتی ہے صبح تک۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے محض لوجہ اللہ کسی بیمار کی عیادت کو جاتا ہے تو دوزخ سے بقدر ساٹھ برس کی راہ کے دور ہوتا ہے۔

اکثر حدیثوں سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عیادت کو افضل عبادت قرار دیا ہے۔مروی ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بندہ سے فرمائے گا کہ اے میرے بندے! میں تیرا پروردگار ہوں۔میں بیمار ہوا تو میری عیادت کو نہ آیا۔بندہ عرض کرے گا: خداوند! تو پروردگار عالم ہے تیری عیادت کیسی تھی؟ فرمائے گا: میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تو نے اس کی عیادت نہ کی۔اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔اس سے زیادہ بیمار پرسی کی تاکید کیا ہوگی کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندہ کی عیادت کو اپنی عیادت قرار دے کر مسلمانوں کو اس کی تحریص دلائی ہے ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ بیمار خدا تعالیٰ کا مہمان ہوتا ہے۔

عیادت کے آداب

تم نے بیمار پرسی کا اجر وثواب معلوم کر لیا۔اب اس کے آداب بھی جان لو۔عیادت کے آداب یہ ہیں کہ خاص اللہ تعالی کی خوشنودی اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے بیمار کے پاس جائے، بیمار کو تسلی دے، صبر واستقامت اختیار کرنے کی ہدایت کرے، اس کو زندگی وصحت کی امید دلائے۔بیماری سے جو ثواب حدیثوں میں آئے ہیں وہ اس کو سنائے اور جاتے وقت کہے: **لا باس طھور ان شاءاللہ۔** "کچھ ڈر نہیں یہ بیماری گناہوں سے پاک

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرنے والی ہے"۔

نیز بیمار پر ہاتھ رکھ کر وہ دعائیں پڑھے جو حدیثوں میں آئی ہیں، اس کے حق میں دعا کرے۔ اپنے لیے بھی اس سے دعا کی درخواست کرے۔ اس کے پاس کم بیٹھے اور وضو کر کے جائے، اپنا داہنا ہاتھ اس کی پیشانی یا ہاتھ یا اور عضو پر رکھ کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ اشْفِهِ وَاَنْتَ الشَّافِيْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا(1)

"یااللہ اس بیماری کو دور کر دے اے لوگوں کے پروردگار! اس کو شفا بخش اور تو شفا دینے والا ہے۔ سوا تیری شفا کے کوئی شفا نہیں۔ تو بیمار کو ایسی شفا دے کہ کسی بیماری کو نہ چھوڑے (بخاری و مسلم)۔

ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ بیمار پر ہاتھ پھیر کر یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا وَرِيْقَةُ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا

"شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے یہ ہماری زمین کی مٹی اور ہم میں بعض کا تھوک شفا دیا جائے ہمارا بیمار ہمارے پروردگار کے حکم سے" (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

اسی طرح حدیثوں میں اور بھی بہت سی دعائیں آئی ہیں۔ مگر ہم صرف انہی دو دعاؤں پر اکتفا کرتے ہیں۔

نزع کی علامتیں

مرنے کے قریب مریض کی جو علامتیں ہوتی ہیں ان کو حالت نزع کہتے ہیں۔ نزع کی علامتیں یہ ہیں کہ مریض کے ہاتھ پاؤں کھڑے نہیں ہو سکتے۔ ناک کا بانسہ پھر جاتا ہے کنپٹیاں بیٹھ جاتی ہیں، منہ کی کھال تن جاتی ہے ہاتھ پاؤں اینٹھنے لگتے ہیں اور آنکھیں بے نور ہو جاتی ہیں اور پتلیوں کا پھرنا موقوف ہو جاتا ہے جب یہ جان کنی کی علامتیں نمودار ہوں تو ورثاء کو چاہیے کہ میت کا منہ قبلہ کی طرف پھیر دیں۔ یعنی چت لٹا کر منہ قبلہ کی طرف اونچا کر دیں اس طرح منہ قبلہ کی طرف ہو جائے گا۔

1۔ جامع ترمذی جلد 5 صفحہ 524

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تلقین موتیٰ کا بیان

تلقین کے معنی سمجھانے کے ہیں مگر یہاں تلقین موتیٰ سے مراد اس کلمہ کا پڑھنا ہے جو قریب المرگ آدمی کے روبرو اسی غرض سے پڑھا جاتا ہے کہ وہ بھی کلمہ طیبہ پڑھتے سن کر پڑھنے لگے اور اس کلمہ پر ہی اس کا خاتمہ ہو

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "جب کسی کی موت کا وقت قریب ہو تو اس کے پلنگ کو قبلہ رو کر دیں۔ تاکہ قبلہ کی مواجہت حاصل ہو جائے اور لوگ اس کے چاروں طرف بیٹھ کر کلمہ پڑھنا شروع کر دیں لیکن مرنے والے سے کلمہ پڑھنے کو نہ کہیں کہ وہ موت کی گھبراہٹ اور جان کنی کی سختی کی وجہ سے کہیں انکار نہ کر دے۔ اگر کسی نے مرنے والے سے کلمہ پڑھنے کو کہا اور اس نے انکار کر دیا تو اس کا عذاب کہنے والے پر ہوگا۔ ابوداؤد میں ہے:

مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

"جس کسی کا آخری کلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہوگا وہ بہشت میں داخل ہوگا"۔

یعنی جس کا کلمہ پر خاتمہ ہو، وہ بہشت میں داخل ہوگا اگرچہ عذاب کے بعد ہو بشرطیکہ گنہگار ہو اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے مراد یہاں پورا کلمہ طیبہ ہے کیونکہ کلمہ سے ایمان کی تلقین غرض ہے اور ایمان اقرار مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے بغیر صحیح نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ قریب المرگ شخص یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

"یعنی اے اللہ! تو مجھ کو بخش اور مجھ پر رحم کر اور مجھ کو رفیق اعلیٰ سے ملا"۔

رفیق اعلیٰ انبیاء علیہم السلام کی جماعت ہے اور ان کی روحیں اعلیٰ علیین میں ہیں۔ جب ورثاء میں سے کوئی شخص میت کی آنکھیں بند کرنے جائے تو وہ اپنے نفس کے لئے دعائے خیر کرے کیونکہ فرشتے آمین کہتے ہیں، وہ دعائیہ الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِفُلَانٍ وَّارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِی الْمَهْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْهُ فِیْ عَقِبِهٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْلَنَا وَلَهٗ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ"

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"اے اللہ! تو فلاں شخص کو بخش (یہاں اس میت کا نام لے) اور اس کا درجہ ہدایت یافتوں میں بلند کر اور اس کا کارساز ہو، اس کے اہل وعیال جو اس کے پس ماندہ ہیں ہم کو اور اس کو بخش دے، اے عالموں کے پروردگار! اور اس کے لئے اس کی قبر پر فراخی کر اور اس کے لئے اس کی قبر میں روشنی کر (ابوداؤد، نسائی)۔(1)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص ایسے آدمی کے پاس جائے جو قریب المرگ ہو تو اس کو چاہیے کہ مریض کے پاس بیٹھ کر اچھے جملے استعمال کرے۔ کیونکہ اس وقت فرشتے آمین کہتے ہیں اور وہ الفاظ خدا کے ہاں مقبول ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مردہ کے پاس بیٹھ کر فضول باتیں نہ کرے۔ بلکہ اپنی موت کو یاد کرے، خاتمہ بالخیر اور حصول مغفرت کی اچھی اچھی باتیں کرے۔

نزع کی سختی آسان ہونے کی سورتیں

اگر نزع کی حالت میں سختی ہو تو پاس بیٹھنے والوں کو چاہیے کہ وہ سورۂ رعد اور سورۂ یٰسین پڑھیں۔ میت کے قریب نیک لوگ بیٹھیں، وہ اچھے کلمات زبان سے نکالتے رہیں جب دم نکل جائے تو ایک چوڑی پٹی جبڑے کے نیچے سے سر پر لے جا کر باندھیں۔ تاکہ منہ کھلنے نہ پائے، آنکھوں کو بند کر دیں، انگلیاں اور ہاتھ کو سیدھا کریں۔ تاکہ دم آسانی سے نکل جائے پھر میت کے پیٹ پر کوئی بھاری چیز مثلاً لوہا اور پتھر وغیرہ رکھ دینا چاہیے تاکہ پیٹ پھول نہ جائے۔ مگر اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ بوجھل چیز زیادہ بھاری نہ ہو۔ اس کے بعد ایک کپڑے سے میت کے سارے بدن کو ڈھانک دیں اور میت کو چارپائی یا کسی ایسی چیز پر رکھ دیں کہ زمین کی سیل سے بدن محفوظ رہے۔

دم نکلنے کے بعد ورثاء کے لئے ضروری امور

جب ورثاء مذکورہ بالا امور سے فارغ ہو جائیں تو اب انہیں سب سے پہلے میت کے قرضہ کی ادائیگی کا فکر و اہتمام کرنا چاہیے کہ اگر وہ کچھ قرضہ چھوڑ کر مرا ہو اور اس کا ادا کرنا اسی

1۔ صحیح مسلم جلد 6 صفحہ 198

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وقت ممکن بھی ہو۔ میت کے قرضہ کی ادائیگی کا فکر اس لئے سب سے مقدم کرنا چاہیے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "میت اپنے قرضہ کے بدلہ مقید رہتی ہے" پس مرنے والے کے رنج والم اور محبت وشفقت کا زبردست تقاضا یہ ہے کہ اسے اس قید سے رہائی دلائی جائے۔ مرنے والے کے ساتھ سچی ہمدردی اور حقیقی محبت یہی ہے۔

بعد ازاں میت کی تجہیز و تکفین میں حتی الامکان جلدی کرنی چاہیے اور اس کی صورت یہ ہے کہ مذکورہ بالا امور سے فارغ ہوتے ہی بلا مزید تاخیر دوست واحباب کو فی الفور اطلاع دے دیں۔ پھر قبر کھودنے کے لئے آدمیوں کو بھیج دیں۔ اس کے بعد اسی وقت کفن کا انتظام کرلیں اور پھر غسل کا۔ سوائے ورثائے میت کے اور کسی کا انتظار زیادہ دیر تک نہیں کرنا چاہیئے۔ بہر حال عجلت سے کام لینا چاہیے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے: "اگر میت نیک ہے تو جنت اس کا انتظار کر رہی ہے اور اگر بد ہے تو عذاب میں تاخیر ہوگی"۔ اس حدیث سے تجہیز و تکفین میں جلدی کرنے کی حکمت ومصلحت اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

افسوس کہ جو باتیں مشروع ہیں وہ تو مسلمان کرتے ہی نہیں ہیں۔ غیر مشروع امور، رونے دھونے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ میت کے قرضہ کی ادائیگی سے پہلے رسمی اخراجات کے دروازے کھل جاتے ہیں اور گریہ وزاری سے آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ اس بارے میں جان لینا چاہیے کہ اسلام ایک فطری مذہب ہے۔ وہ کسی امر میں خلاف فطرت وجبری تعلیم نہیں دیتا۔ ہاں فطری کجروی سے ضرور بچاتا ہے۔ اس بناء پر شریعت نے آنسوؤں سے رونے کو تو جائز رکھا ہے وہ رونے کی ممانعت نہیں کرتی کیونکہ مرنے پر ورثاء کا رونا عوام الناس کے نقطہ نظر سے ایک فطری جذبہ ہے جس کا دبانا سطحی النظر انسانوں کے بس کی بات نہیں۔ ہاں شریعت بلند آواز سے ہائے وائے کرنے، چیخنے چلانے، منہ نوچنے، کپڑے پھاڑنے اور نوحہ وبین کرنے سے ضرور روکتی ہے کیونکہ یہ افعال وحشت وجہالت کی پیداوار اور منافی اسلام ہیں۔ لہٰذا ان ناشائستہ اور جاہلانہ امور سے خود بھی اجتناب کرنا چاہیے دوسروں کو اور خصوصاً عورتوں کو بھی روکنا چاہیے۔

یہاں اس امر کو بھی صاف کر دینا ضروری ہے اور مناسب معلوم ہوتا ہے جو ایک مشہور

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حدیث کی غلط فہمی کی وجہ سے مسلمانوں میں مشہور ہے۔ وہ یہ ہے کہ پسماندگان کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث کے مفہوم کو زبردست دلائل کی بناء پر غلط قرار دیتی ہیں اور عقلاً بھی یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ روئیں تو زندہ اور عذاب میت کو۔ ایسا اعتقاد و قرآنی آیات کے بالکل خلاف ہے۔ اس حدیث کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنا چونکہ موجب طوالت ہے۔ لہٰذا ہم صرف انہی ارشادات پر اکتفا کرتے ہیں مگر ابھی اتنا مختصر طور پر ضرور بتلائے دیتے ہیں کہ پس ماندگان کے رونے سے میت کو عذاب نہیں ہوتا۔ ہاں رونے والے ضرور گناہ گار ہوتے ہیں۔

غسل کا بیان

میت کو غسل دینا اجماع امت سے ٹھہر چکا ہے۔ اور اس کو تواتر و تعامل نے ثابت کیا ہے۔ بہرحال میت کو غسل دینا نہایت ضروری اور مؤکدہ امر ہے۔ غسل کا کیا طریقہ ہے اس کے متعلق ہم پہلے صاحبین کی ایک حدیث کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔ اس کے بعد فقہاء کا بتلایا ہوا معتاد طریقہ بتلائیں گے۔

ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کو نہلا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: زینب رضی اللہ عنہا کو تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا اس سے زائد اگر ضرورت ہو پانی اور بیری کے پتوں سے نہلاؤ اور پچھلی مرتبہ کے غسل میں کافور کا استعمال کرو۔ جب نہلانے سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ جب ہم فارغ ہوئے تو حضور علیہ التحیۃ والتسلیم کو اطلاع دی۔ آپ نے ہمارے طرف اپنا تہبند پھینک کر فرمایا کہ زینب رضی اللہ عنہا کو اس میں لپیٹ دو۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زینب رضی اللہ عنہا کو طاق مرتبہ نہلاؤ اور دائیں طرف کے اعضاء اور ان میں سے بھی اعضاء وضو سے دھونا شروع کرو۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر ہم نے زینب رضی اللہ عنہا کے سر کے بالوں کو تین مینڈھیاں گوندھ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کر انہیں لپیٹ کر پیچھے ڈال دیا۔

طریق غسل

فقہاء نے غسل کا جو طریقہ بتلایا ہے وہ یہ ہے: جب غسل کا ارادہ ہو تو سب سے پہلے تختہ وغیرہ کو جس پر میت کو غسل دینا ہے، پانچ یا سات مرتبہ دھو کر اتنی ہی مرتبہ بان وغیرہ کی دھونی دیں، پھر نہایت آہستگی سے میت کو اس پر لٹائیں۔ خواہ قبلہ کی طرف پاؤں ہوں یا شمال وجنوب میں عرضاً لٹائیں جس طرح قبر میں لٹاتے ہیں پھر چاروں طرف پردہ کر لیں تاکہ مردہ کی بے پردگی نہ ہو اور سوائے غسل دینے والوں کے اور کوئی نہ دیکھ سکے اس کے بعد ناف سے گھٹنے تک کسی کپڑے سے ڈھانک دیں، پھر اس طرح استنجا کرائیں کہ غسل دینے والا اپنے دونوں ہاتھوں کو کپڑے سے لپیٹ لے تاکہ ستر کو حجاب سے مس کرے اور مقام نجاست کو دھوئے پھر مردہ کو وضو کرائے۔ مگر وضو ہاتھوں سے نہ شروع کرے بلکہ منہ اور ناک سے شروع کرے اس وضو کی ترکیب یہ ہے کہ غسل دینے والا مردہ کی ناک اور منہ میں پانی ڈالنے کی بجائے اپنی انگلی پر ایک کپڑا لپیٹ کر اس کو کسی قدر تر کر کے مردہ کے منہ میں داخل کرے اور اس کے دانتوں، مسوڑھوں، اور لبوں پر پھیر کر صاف کرے۔ پھر نتھنوں میں انگلی ڈال کر اسے صاف کرے، اس کے بعد منہ دھلا کر سر کا مسح کرائے پھر غسل دینا شروع کرے۔

سب سے پہلے سر اور داڑھی کے بالوں کو صابن یا ملتانی مٹی سے دھوئے۔ اگر بال نہ ہوں تو پھر سر دھونے کی ضرورت نہیں جب سر دھو چکے ہوں تو مردہ کو بائیں کروٹ لٹا کر پانی بہائیں۔ جب پانی نیچے تک پہنچ جائے تو پھر دائیں کروٹ لٹا کر اسی طرح سر سے لے کر پاؤں تک پانی بہائیں۔ اس کے بعد مردہ کو سہارے کے ساتھ بٹھا کر پیٹ کو نرمی سے سوتیں تاکہ نجاست اچھی طرح خارج ہو جائے اور نہانے کے بعد نہ نکلے اگر کوئی نجاست نکلے تو دھو دی جائے مکرر وضو وغسل کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد مذکورہ طریقہ سے دائیں کروٹ لٹا کر غسل دیا جائے اور پھر بائیں پہلو لٹا کر۔ جب غسل سے فراغت ہو جائے تو کسی پاک کپڑے سے پانی خشک کیا جائے پھر داڑھی اور سر پر عطر لگا دیا جائے کافور پیشانی، ناک،

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر ملا جائے۔ بس اس کے بعد غسل مکمل ہو گیا عورت ہو یا مرد، بچہ ہو یا بڑا سب کے غسل کا یہی طریقہ ہے۔

بیری کے پتوں اور کافور کے استعمال کی حکمت

سنت یہ ہے کہ پانی میں بیری کے پتے جوش دے لئے جائیں۔ اگر نہ مل سکیں تو خالص پانی ہی کافی ہے اور گرم پانی سے غسل دینا افضل ہے۔ عام طور پر دستور یہ ہے کہ مردہ کو بیری کے پتوں سے جوش دیے ہوئے پانی سے نہلایا جاتا ہے کوتاہ نظر اور حقائق سے ناواقف نئے خیال کے لوگ اس بات پر ہنستے ہیں کہ بھلا اس میں کیا حکمت ہے؟ ایسے لوگوں کو معلوم کر لینا چاہیے کہ جس طرح صابن سے بدن کا میل کٹتا ہے اور بدن صاف ہو جاتا ہے اسی طرح بیری کے پتے بھی میل کو کاٹتے اور بدن کو صاف کرتے ہیں۔ بیری کے پتے سہل الحصول ہیں اور ان پر کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا اس لئے رسول اللہ ﷺ کی لطافت و نظافت پسندی اور عقل جہاں بیں بیری کے پتوں کو تجویز کیا ہے عقل و سمجھ والوں کی شریعت کی اس آسانی، بالغ نظری اور صفائی کی داد دینی چاہیے۔

اب کافور کو لیجئے سب جانتے ہیں کہ کافور مواد ردیہ کو دبانے والا ہے، چونکہ میت میں ایک قسم کی بساند پیدا ہو جاتی ہے اس لئے حضور ﷺ نے کمال حکمت کے ساتھ کافور کا استعمال ضروری قرار دیا تا کہ میت کو کچھ دیر کے لئے تعفن سے محفوظ رکھے۔

غسل کے مسائل

شوہر اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔ کیونکہ عورت کے مرنے کے بعد اس کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ ہاں عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے کیونکہ ایام عدت ختم ہونے تک اس کا تعلق شوہر کے ساتھ باقی رہتا ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی مرد مر جائے اور سوائے عورتوں کے اور کوئی مرد موجود نہ ہو یا عورت مر جائے اور مردوں کے سوا کوئی عورت موجود نہ ہو تو مردہ کو تیمم کرایا جائے۔ مگر عورت کو اس کے محرم مرد اور مرد کو اس کی محرم عورتیں تیمم کرائیں۔ اگر محرم موجود نہ ہو تو اجنبی شخص اپنے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر مردہ کو تیمم کرائے۔ اگر مردہ عورت ہو تو اس کی باہوں پر نظر نہ ڈالی جائے ہاں اگر مرد ہو اس کی باہوں پر نظر ڈالنا جائز ہے۔(1)

باقی ضروری یادداشتیں اور ہدایتیں یہ ہیں:

1۔ جو بچہ مردہ ہو یا اس کے اعضاء ناتمام ہوں اور ساقط ہو جائے تو اس کو بھی غسل دینا چاہیے۔

2۔ مردہ کے بال اور ناخن تراشنا ناجائز ہے۔ خواہ کسی جگہ کے بال ہوں۔ اگر اس ممانعت کے باوجود تراشے جائیں یا ٹوٹا ہوا ناخن علیحدہ کیا جائے تو مردہ کے کفن میں ہی ان چیزوں کو رکھ دینا چاہیے۔

3۔ مردہ کے کان، ناک اور منہ وغیرہ میں روئی رکھنے کا کچھ حرج نہیں۔ مگر پیشاب و پاخانہ وغیرہ کے مقام پر نہ رکھی جائے۔

4۔ اگر کوئی شخص ڈوب کر مر جائے تو اس کو بھی غسل دینا چاہیے۔ لیکن اگر پانی سے نکالتے وقت اسے غسل کی نیت سے ہچکولے دے لئے ہوں تو پھر دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی مردہ بہت زیادہ سڑ گیا ہو، یہاں تک کہ اس کو ہاتھ لگانا بھی دشوار ہو تو اس پر صرف پانی بہا دینا کافی ہے۔

5۔ اگر کسی کی نصف سے زائد لاش سر سمیت ملے تو اسے بھی غسل دینا چاہیے اور اگر نصف لاش بغیر سر کے ملے یا صرف سر ملے تو نہ غسل دیا جائے اور نہ اس پر نماز پڑھی جائے۔ ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہیے۔

6۔ اگر کوئی شخص جہاز میں مر جائے تو اس کو غسل و کفن دے کر اور نماز پڑھ کر وزنی چیز باندھ کر دریا میں ڈال دینا چاہیے۔

تنبیہ: غسل دینے والا نہ جنب ہونا چاہیے، نہ حیض و نفاس والی عورت، اگر یہ غسل دے دیں تو مکروہ ہے ہاں بے وضو غسل دینے میں کوئی کراہت نہیں۔

ھدایت: اگر کوئی شخص کسی مردہ کا کوئی عیب یا عذاب کی علامت دیکھے۔ مثلاً مردہ کا منہ

1۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 160

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سیاہ ہو جائے یا اس سے بدبو آنے لگے یا اس کا جنازہ بھاری پڑ جائے تو اس کا دوسروں سے ذکر نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے ایک مسلمان بھائی کی پردہ دری اور خفت ہوتی ہے۔ حالانکہ اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرنی چاہیے۔ ہاں اگر مردہ بدعتی یا بدعقیدہ اور لامذہب ہو یا شراب خور ہو یا زانی ہو یا مشرک ہو تو اس کی حالت ظاہر کر دینی چاہیے۔ تاکہ دوسرے مسلمانوں کو عبرت ہو اور اصلاح حال کی ان کے دلوں میں تحریک ہو اور اگر مردہ کی کوئی اچھی بات نظر آئے مثلاً چہرے پر نور چمکنے لگے اور قبر سے خوشبو آنے لگے تو اس کا ذکر کرنا مستحب ہے۔

غسل کی اجرت

اگر نہلانے والے چند لوگ موجود ہوں اور ان میں سے ایک آدمی غسل دے تو اس صورت میں نہلانے کی اجرت لینا جائز ہے اور اگر نہلانے والا صرف ایک ہی شخص ہو اور اس پر نہلانا موقوف ہو تو اس صورت میں اجرت لینی جائز نہیں۔ بہرحال اجرت نہ لینا افضل ہے۔ اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے کسی میت کو تیمم کرا دیا گیا اور دفن سے قبل پانی مل گیا تو پھر غسل دینا چاہیے یونہی دفن کر دینا جائز نہیں۔ چھوٹی بچی کا مردوں کو غسل دینا جائز ہے۔ اور چھوٹے بچہ کو عورتیں غسل دے سکتی ہیں۔

مذکورذیل اشخاص کو غسل نہ دیا جائے

1۔ جس شخص نے ماں یا باپ کو قصداً قتل کیا ہو۔

2۔ جو شخص امام وقت سے باغی ہو جائے۔

3۔ جو شخص گلا گھونٹ کر لوگوں کو ہلاک کیا کرتا ہو۔

4۔ جو شخص راتوں کو ہتھیار باندھ کر ڈکیتی اور غارت گری کیا کرتا ہو۔

ان چاروں اشخاص کو غسل نہ دینے کا حکم تنبیہاً ہے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو کہ جو لوگ ان جرائم کے مرتکب ہوں ان کی یوں مٹی خراب ہوا کرتی ہے ان میں سے آخرالذکر دو شخصوں کو غسل نہ دینے کا حکم اس وقت ہے جب کہ وہ گرفتاری سے قبل لڑائی میں مارے جائیں اور گرفتاری کے بعد اپنی موت مریں تو پھر ان کو حسب دستور غسل و کفن دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کفن کا بیان

مردہ کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔ یعنی ایک شخص کے کفن دینے سے سب کے ذمہ سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور اگر کوئی بھی نہ دے تو سب کے سب ترک فرض کے مرتکب ہوں گے۔ اسی بناء پر یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی محلہ میں کوئی شخص مر جائے اور محلہ داروں میں اتنی توفیق نہ ہو کہ وہ اس کو کفن دے سکیں تو اس کو مسلمانوں کے بیت المال سے کفن دینا چاہیے۔ اگر بیت المال نہ ہو، عام مسلمانوں سے چندہ کر کے کفن دیا جائے۔ اگر چندہ کر کے کسی کو کفن دیا جائے اور کفن دینے کے بعد کچھ رقم بچ رہے تو وہ اسی شخص کو واپس دے دینی چاہیے جس سے چندہ لیا گیا یا اور محتاج کے کفن میں صرف کر دیے جائیں۔ اگر ان صورتوں میں سے کسی صورت سے بھی کفن میسر نہ آئے تو جنازہ کے چاروں طرف لپیٹنا ممکن ہو یا جس قدر بھی میسر آ سکے اتنا دے دے۔ اگر پورا کفن میسر نہ آئے اور مردہ کے جسم کا کوئی حصہ کھلا رہے تو اس حصہ کو گھاس سے چھپا دینا چاہیے۔

کفن کفایہ و مسنون

کفن کفایہ مرد کے لئے دو کپڑے ہیں۔ کفنی اور لپیٹنے کی چادر، صرف یہ دو کپڑے کافی ہیں اور عورت کے لئے تین کپڑے کافی ہیں کفنی، اوڑھنی اور لپیٹنے کی چادر۔ الغرض مرد کے لئے کفن کفایہ دو کپڑے اور عورت کے لئے تین کپڑے ہیں۔

مرد و عورت کے کفن کا فرق یہ ہے کہ مرد کی کفنی کا گریبان مونڈھوں کی طرف ہونا چاہیے اور عورت کی کفنی کا گریبان سینہ کی طرف ہونا چاہیے۔

کفن مسنون مرد کے لئے تین کپڑے ہیں:

1۔ تہبند سر سے پاؤں تک۔

2۔ کفنی گردن سے پاؤں تک۔

3۔ چادر سر سے پاؤں تک۔

عورت کے لئے پانچ کپڑے مسنون ہیں تین کپڑے تو یہی جن کا اوپر بیان ہوا اور دو

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کپڑے ان سے زائد ہیں:

1۔ اوڑھنی تقریباً دو گز کی۔

2۔ سینہ بند جو چھاتیوں سے رانوں تک ہونا چاہیے۔

نابالغ بچوں کو بالغ کی طرح کفن دینا چاہیے۔ ورنہ بچوں کے کفن کے لئے دو کپڑے یا ایک ہی کپڑا کافی ہے۔

کفن بالعموم سفید ہونا چاہیے لیکن رنگ دار بھی دیا جاسکتا ہے جو کپڑا مردہ کو حالت زندگی میں پہننا درست ہے اس کا کفن بھی اس کے لئے جائز ہے مگر مرد و عورت سب کے لئے سفید کفن ہونا ہی بہتر و افضل ہے۔ عورتوں کو ریشمی اور رنگین کفن بھی دیا جاسکتا ہے۔

مرد کا کفن اس قیمت کا ہونا چاہیے جس قیمت کا لباس وہ عید پر پہنا کرتا تھا اور عورت کا کفن اس قیمت کا ہونا چاہیے جس قیمت کے کپڑے وہ زندگی کی حالت میں ماں باپ کے ہاں پہن کر جایا کرتی تھی۔

کفن پہنانے کا مسنون طریقہ

سب سے پہلے کپڑوں کو خوشبو سے معطر کر کے پوٹ کی چادر بچھا کر اس پر تہبند کی چادر بچھا دی جائے اس کے بعد قمیص یعنی کفنی جس کا گریبان چاک ہو پہنا کر لٹا دیں پھر اس کا بایاں پلہ لپیٹ کر دائیاں پلہ اس کے اوپر لپیٹا جائے آخر میں پوٹ کی چادر کا اول بایاں جانب اور پھر دائیاں جانب لپیٹا جائے یہ مردوں کو کفن پہنانے کا طریقہ ہے عورتوں کو کفن پہنانے کا مسنون طریقہ یہ ہے۔

پہلے پوٹ کی چادر بچھا کر اس پر تہبند کی چادر بچھا دی جائے پھر قمیص پہنائی جائے لیکن قمیص کا گریبان سینہ پر رہنا چاہیے۔ اس کے بالوں کے دو حصے کر کے دائیں بائیں سینہ پر کفن کے اوپر رکھ دیے جائیں پھر اوڑھنی اڑھائی جائے۔ اس کے بعد تہبند کی چادر اور پوٹ کی چادر مذکورہ بالا طریقہ سے لپیٹ دی جائے۔ پھر سب کے اوپر سینہ بند باندھا جائے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نماز جنازہ کا بیان

مسلمان کو غسل دینا، اس کی تجہیز و تکفین کرنی اور اس کی نماز پڑھنی یہ سب باتیں فرض کفایہ ہیں یعنی اگر ایک دو یا چند یہ فرض ادا کر لیں گے تو باقی سب مسلمانوں کے ذمہ سے یہ فرض ساقط ہو جائے گا۔ ورنہ سب کے سب گناہ گار ہوں گے۔

جنازہ کی نماز میں جماعت شرط نہیں۔ پس اگر ایک مسلمان بھی جنازہ کی نماز پڑھ لے گا تو سب کے سر سے یہ فرضیت ساقط ہو جائے گی۔ نماز جنازہ کی حقیقت کیا ہے؟ صرف دعا اور درود و تسبیح۔ اس کو نماز اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ ورنہ اس میں نہ قعدہ ہے اور نہ رکوع و سجود صرف قیام ہی قیام ہے۔

صحت نماز کی شرط

صحت نماز کی صرف تین شرطیں ہیں:

۱۔ میت کا مسلمان ہونا۔

۲۔ اس کا پاک وصاف ہونا۔

۳۔ جنازہ کا سامنے موجود ہونا۔

ان تینوں امور کو ذرا تشریح و تفصیل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

جنازہ کی نماز ہر اس مسلمان کی پڑھنی چاہیے جو پیدا ہونے کے بعد مرے خواہ بچہ ہو یا مرد یا عورت، آزاد ہو یا غلام، متقی ہو یا فاسق و فاجر اور نمازی ہو یا بے نماز الغرض جو شخص بھی لا الٰہ اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے اور مسلمان کہلاتا ہے۔ اس کے جنازہ کی نماز لازمی ہے اگر کسی مسلمان کو بغیر غسل و نماز کے دفن کر دیا گیا تو تین روز کے اندر اندر اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے۔ اگر غسل سے پہلے نماز پڑھ لی گئی ہو تو دوبارہ غسل کے بعد پڑھنی چاہیے کیوں کہ میت کا غسل میت کی نماز کے لئے ضروری ہے۔ یعنی غسل دینا لازم ہے (عالمگیری)۔

حنفیہ کے نزدیک جنازہ کا سامنے موجود ہونا صحت نماز کی شرط ہے۔ پس ہمارے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نزدیک غائب شخص پر نماز پڑھنی درست نہیں۔

نماز جنازہ کے ارکان وفرائض

نماز جنازہ کے صرف دو رکن ہیں۔

۱۔ قیام: اگر کوئی شخص بلا عذر شرعی بیٹھ کر پڑھے گا تو نماز نہ ہوگی۔

۲۔ چار تکبیریں چار رکعتوں کی قائم مقام ہیں اس کا واجب صرف ایک ہے اور وہ ہے میت کے لئے دعا کرنا۔ اگر بچہ کا جنازہ ہو تو اپنے لئے دعا کی جاتی ہے۔

باقی رہیں سنتیں، سو وہ دو ہیں؛

۱۔ ثناء وتسبیح ۲۔ درود

یعنی نماز جنازہ کے فرائض دو ہیں۔ واجب ایک اور سنتیں دو ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز جنازہ میں الحمد پڑھنا بھی واجب ہے، لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے نزدیک الحمد کا پڑھنا واجب اور ضروری نہیں ہاں اگر بقصد ثناء پڑھ لے تو جائز ہے۔

نماز جنازہ کی شرائط میں اوپر جن امور کا ذکر ہوا ہے اب ان کو پھر اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے۔

۱۔ میت کا مسلمان ہونا۔ ۲۔ میت کا حقیقی اور حکمی نجاست سے پاک ہونا۔

۳۔ ستر عورت ۴۔ استقبال قبلہ

۵۔ نیت ۶۔ میت کا سامنے موجود ہونا

۷۔ میت کا زمین پر رکھا ہونا۔

غائب میت کی نماز رسول اللہ ﷺ کے مخصوصات میں تھی، دوسرے کیلئے جائز نہیں۔

نماز جنازہ کا مسنون طریقہ

امام میت کے سینے کے مقابل کھڑا ہو کر اس طرح نیت کرے۔ میں اللہ کی عبادت کے لئے اس فرض کے ادا کرنے کی نیت کرتا ہوں۔ اس کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہہ کر ہاتھ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باندھ لے۔ مقتدی تکبیر آہستہ آہستہ کہیں۔ تکبیر کے بعد امام اور مقتدی دونوں یہ ثناء پڑھیں:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وتَعَالٰی
جَدُّکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ

پھر امام بلند آواز سے اور مقتدی آہستہ آہستہ ہاتھ باندھے، تکبیر کہیں اور وہ درود پڑھیں جو نماز کے آخری قعدہ میں معمولاً پڑھا جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر بالغ مرد وعورت دونوں کی نماز کے لئے یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا
وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا۔ اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی
الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ

"یا اللہ! تو ہمارے زندوں کو بخش اور ہمارے مردوں کو اور ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے بڑوں کو اور ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو اور ہمارے حاضر شخصوں کو اور ہمارے غائب لوگوں کو۔ یا اللہ! تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھے تو اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو ہم سے موت دے تو اس کو ایمان پر موت دے"۔

اگر میت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَاجْعَلْہُ لَنَا
شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا

"اے اللہ! اس بچہ کو ہمارے لئے منزل پر آگے پہنچنے والا بنا۔ باعث اجر، آخرت کا ذخیرہ اور شفاعت کرنے والا بنا"۔

اگر نابالغ لڑکی کا جنازہ ہو تو یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْھَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ
اجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَۃً وَّ مُشَفَّعَۃً(1)

"اگر کسی کو ان دعاؤں میں سے کوئی دعا یاد نہ ہو تو یہ دعا پڑھ لینی چاہیے:

1۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 164

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدِيْنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

اگر یہ دعا بھی یاد نہ ہو، تو جو دعا یاد ہو وہی پڑھ سکتا ہے۔ (عالمگیری)

اس کے معنی یہ نہیں کہ مذکورہ بالا دعاؤں کو یاد نہ کیا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر کوشش کے باوجود یہ دعائیں یاد نہ ہوں تو پھر آسانی سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

ان دعاؤں میں سے حسب حال کو دعا پڑھ کر تکبیر کہیں اور دائیں بائیں سلام پھیر دیں دوسرا اسلام بہ نسبت پہلے سلام کے کسی قدر آہستہ ہو۔

مفسدات: نماز جنازہ فاسد کرنے والے امور وہی ہیں جن سے فرائض پنجگانہ کی نمازیں فاسد ہوتی ہیں۔ صرف فرق اتنا ہے کہ اگر جنازہ کی نماز میں مرد کے برابر عورت آکر کھڑی ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

متفرق مسائل: اگر جوتیاں پاک ہوں تو جوتیوں سمیت جنازہ کی نماز پڑھنی درست ہے اور اگر ناپاک ہوں تو اتار کر پڑھنی چاہیے۔ اگر ایک شخص پہلے سے جنازہ کی نماز کے وقت موجود تھا اور کسی وجہ سے تکبیر تحریمہ میں شریک نہ ہو سکا تو تکبیر ثانی کا انتظار کیے بغیر جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر تکبیر کہنے کے بعد آیا ہے تو اس صورت میں اسے دوسری تکبیر کہنے تک امام کا انتظار کرنا چاہیے۔ جب امام دوسری تکبیر کہہ چکے اس وقت تکبیر کہہ کر یہ بھی شامل ہو جائے اور جس وقت امام نماز سے فارغ ہو اس وقت فوت شدہ تکبیر کو کہہ لینا چاہیے۔ یہی حکم دوسری اور تیسری تکبیر نہ ملنے کا ہے اور اگر کوئی شخص چوتھی تکبیر کے ختم ہونے کے بعد آیا ہو تو وہ فوراً جماعت میں شامل ہو جائے اور جب لوگ جنازہ کو اٹھائیں یہ تکبیریں پوری کرے اور دعائیں ترک کر دے (عالمگیری)۔

اگر امام دوسری یا تیسری تکبیر کے بعد بھولے سے سلام پھیر دے تو نماز پوری کرے، اس سہو سے نماز میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

اگر بہت سے جنازے حاضر ہوں تو اختیار ہے چاہے ہر جنازہ کی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھیں اور چاہے سب کی ایک ہی نماز پڑھ لیں۔ اگر بہت سے جنازے آجائیں تو ترتیب وار رکھے جائیں۔ خواہ طول میں اس طرح رکھے جائیں کہ اس کے سر کی طرف دوسرے کے

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پاؤں ہوں یا یکے بعد دیگرے قبلہ کی طرف رکھے جائیں۔ مگر امام کے سامنے سب سے اول مرد کا جنازہ ہو۔ اور اگر سب ہی مرد ہوں تو جو شخص حالت زندگی میں سب سے نیک اور صالح ہو اس کا جنازہ امام کے روبرو ہونا چاہیے۔

مسئلہ: جنازہ کے ہمراہ جس قدر آدمی ہوں ان میں سے کوئی شخص نماز ہونے سے قبل واپس نہ ہو۔ جب نماز جنازہ ہو چکے اور ولی اجازت دے دے تو دفن سے قبل لوگ جا سکتے ہیں۔ اگرچہ بغیر اجازت کے بھی لوگ جا سکتے ہیں۔ لیکن مناسب یہی ہے کہ ولی کی اجازت سے جائیں۔

مسجدوں میں نماز جنازہ مکروہ ہے

اس بات میں مذہب حنفیہ یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر مسجد میں نماز جنازہ ادا کر لی جائے تو نماز ہو جائے گی مگر بلا ضرورت مکروہ ہوگی۔ کس قسم کی مکروہ ہے؟ اس کے متعلق صحابہ کے دو قول ہیں۔ بعض فقہاء کے نزدیک مکروہ تحریکی ہے اور بعض کے نزدیک تنزیہی۔ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے قول ثانی کو مرجح کیا ہے۔ اب اس کراہت کی دلیل سنیے۔ سنن ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے:

مَنْ صَلّٰی عَلٰی مَیِّتٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَاشَیْءَ لَہٗ

"جس نے میت پر مسجد میں نماز پڑھی۔ اس کو کچھ ثواب نہیں ہے"۔

شمس الدین ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ زاد المعانی ہدی خیر العباد میں تحریر کرتے ہیں:

لَمْ یَکُنْ مِنْ ھدیۃ الراقب الصلوٰۃ علیہ فی المسجد وانما کان یصلی علی الجنازۃ خارج المسجد

"آنحضرت ﷺ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے بلکہ آپ مسجد سے باہر ادا فرماتے"۔

اسی واسطے اس کراہت کے ثبوت میں اور بہت سے آثار و اقوال ہیں جن کو درج کرنا موجب طوالت ہے۔ ہاں فقہاء کے دو چار اقوال نقل کرنے ضروری ہیں تاکہ یہ مسئلہ بقدر ضرورت واضح ہو جائے اور حنفی مسجدوں میں نماز جنازہ پڑھنے سے احتراز کریں محیط میں ہے:

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فَلَا تُقَامُ فیہ ای فی المسجد غیرھا الا لعذر

''نہ ادا کی جائے مسجد میں سوائے نماز پنجگانہ وغیرہ کے مگر کسی عذر کے''۔

قدوری تجرید میں کہتے ہیں:

قال اصحابنا تکرہ الصلوٰۃ علی الموتی فی مسجد الجماعۃ

''کہا ہمارے اصحاب حنفیہ نے کہ مکروہ ہے نماز اموات پر مسجد جماعت میں''۔

اس قسم کے بے شمار دلائل سے قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ مسجدوں میں نماز جنازہ مکروہ ہے حنفیوں کو اس امر کا خاص لحاظ رکھنا چاہیے۔ باقی اس کراہت پر جو اہل حدیث اعتراضات کیا کرتے ہیں اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو خلاف حدیث بتلایا کرتے ہیں وہ ان کی ناسمجھی اور کوتاہ فہمی ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب احادیث صحیحہ کے بالکل مطابق ہے۔ الغرض مسجدوں میں نماز جنازہ بلاعذر مکروہ ہے۔

میت کو قبرستان میں لے جانے کا بیان

جو شخص میت کو چارپائی پر رکھے یا اس کو زمین سے اٹھائے تو اسے چاہیے کہ بسم اللہ کہے پھر جنازہ کے اٹھانے میں دو چیزیں سنت ہیں۔ اصل سنت یہ ہے کہ چاروں پاؤں کو چار آدمی پکڑ کر دس دس قدم چلیں اور کمال سنت یہ ہے کہ اٹھانے والا اول مردہ کے سرہانے کے دائیں پائے کو پکڑے اور اپنے بائیں کندھے پر رکھے اور پھر دوسرا آدمی پائینتی کے دائیں پایہ کو اٹھا کر کندھے پر رکھے۔ پھر تیسرا آدمی مردہ کے سرہانے کے بائیں پایہ کو اپنے داہنے کندھے پر رکھے، پھر آخر میں پائینتی کے بائیں پایہ کو بائیں کندھے پر رکھے۔

تنبیہ: جنازہ کی چارپائی میں لکڑیاں وغیرہ باندھ کر دو شخصوں کو جنازہ اٹھانا مکروہ ہے ہاں اس میں کچھ حرج نہیں کہ چارپائی کے پایہ کو کاندھے پر رکھا جائے یا ہاتھ پر۔ البتہ یہ مکروہ ہے کہ نصف پایہ کاندھے پر ہو اور نصف گردن کے کنارہ پر۔

اگر جنازہ شیر خوار بچہ کا ہو یا بڑا ہو لیکن ہوشیار نہ ہو تو اس کو ہاتھوں پر بھی لے جایا جا سکتا ہے۔ ورنہ کھٹولی یا چارپائی لے جائیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ھدایات: جنازہ کو گھر سے لے چلنے میں حتی الامکان جلدی کرنی چاہیے۔ پھر ذرا تیز تیز لے جائیں، لیکن دوڑ نا نہیں چاہیے چلنے میں سرہانا آگے ہونا چاہیے جب قبرستان میں پہنچیں تو پہلے جنازہ کی چارپائی رکھی جائے۔ اس کے بعد لوگ بیٹھیں۔ شرکاء جنازہ آگے آگے نہ چلیں۔ ہاں اگر جنازہ سے زیادہ فاصلہ پر آگے چلیں تو درست ہے۔ جنازہ کے دائیں بائیں چلنا بہر صورت ناجائز ہے۔ راستہ میں اگر کلمہ طیبہ دل میں پڑھتے جائیں تو جائز ہے۔ اگر راستہ میں جنازہ جارہا ہو تو شرکت کے ارادہ سے کھڑا ہو جانا جائز ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جو شخص جنازہ دیکھ کر "اَللّٰہُ اَکْبَرُ صَدَقَ اللّٰہُ ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ، اَللّٰھُمَّ زِدْ اِیْمَانًا وَّ تَسْلِیْمًا" کہے گا تو اس کے کہنے کے دن سے قیامت تک ہر روز بیس نیکیاں اس کے لئے لکھی جائیں گی۔

تدفین کا بیان

مردہ کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے، بغلی اور غیر بغلی دونوں طرح کی قبر جائز ہے۔ مگر بغلی قبر بنانی مسنون ہے۔ قبر طول قدم آدم اور عرض میں نصف قد آدم اور گہراؤ میں آدمی کے سینہ تک ہونی چاہیے۔ اگر قبر بغلی نہ ہو اور مٹی کے گر جانے کا اندیشہ ہو تو کچا گھڑا لگانا جائز ہے۔ پکی اینٹوں کی لحد بنانی یا کڑا لگانا خلاف اولیٰ ہے۔ ہاں اگر پختہ اینٹیں مردہ کے متصل یعنی دائیں بائیں اور پائنتی و سرہانے نہ ہوں تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

لوہے یا لکڑی کے تابوت میں مردہ کو رکھ کر دفن کرنا بلا ضرورت مکروہ ہے اور اگر ضرورت ہو تو اس صورت میں بھی مردہ کے نیچے مٹی بچھا دیں اور ارد گرد کچی اینٹیں لگا دیں اور تابوت کی چھت کو بھی مٹی سے لیپ دیں تا کہ لحد کی شکل ہو جائے۔

قبر میں مردہ کے نیچے چٹائی یا گدا بچھانا جائز ہے۔ گھروں میں قبریں بنانی جائز نہیں، مردہ کو قبرستان میں دفن کرنا چاہیے۔ جس زمین پر انتقال ہوا ہے وہاں اس کو دفن نہ کریں۔ اور نہ میت کو زمین پر رکھ کر چاروں طرف سے دیواریں قائم کر کے بند کریں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قبر میں اتارنے کا بیان

جنازہ کو قبر سے قبلہ کی طرف رکھ کر مردہ کو اتارنا مستحب ہے۔ قبر میں اتارنے والے نمازی پرہیزگار اور قوی آدمی ہوں۔ عورت کو اتارنے والے اس کے محارم ہونے چاہئیں۔ غیروں کو اجازت نہیں ہے کہ وہ دفن سے قبل شرکت کریں۔ اگر محارم نہ ہوں تو رشتہ دار ہوں اور رشتہ دار بھی نہ ہوں تو ان سے نزدیکی رشتہ دار اس خدمت کو انجام دیں۔ آوارہ گرد اور فاسق و فاجر لوگوں کو ہاتھ لگانے کا حکم نہیں۔

مردہ کو قبر میں رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب مردہ کو قبر میں اتار دیں تو دائیں کروٹ پر قبلہ رخ لٹائیں اور اس وقت تینوں گرہیں کھول دیں۔ کچی اینٹیں بغلی قبر کے منہ پر لگا دیں اور ڈھیلوں وغیرہ سے ان کی درزیں بند کر دیں جب اس طرح قبر کا اندرونی حصہ مکمل ہو جائے۔ تو پھر وہی قبر سے نکلی ہوئی مٹی ڈال دیں اس سے زیادہ مٹی ڈالنی مکروہ ہے اور اگر ساری قبر ہو تو دائیں کروٹ سے قبلہ رخ کو رکھ کر تینوں گرہیں کھول کر تختے دے دیے جائیں اور ڈھیلوں وغیرہ سے درزیں بند کر کے مٹی ڈال دی جائے۔

بعض لوگ صرف منہ کی بندش کھولتے ہیں اور بندشیں باقی رکھتے ہیں۔ یہ غلط طریقہ ہے۔ تمام بندشیں کھولنی چاہئیں۔

جب قبر میں مردہ کو اتارنے لگیں تو اتارنے والا اور دوسرے لوگ کہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ(1)

"یعنی اس کو رکھتا ہوں اللہ کے نام اور اس کے حکم سے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر"۔

اگر میت عورت کی ہے تو اس وقت تک پردہ رکھیں جب تک اندر نہ اتار دی جائے۔

جب پٹاؤ سے فارغ ہو جائیں اور قبر پر مٹی ڈالنے لگیں تو ہر مٹی ڈالنے والا کہے: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ اور ایک لپ مٹی بھر کر ڈال دیں اور دوسری بار ڈالتے وقت کہے، وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور تیسری بار ڈالتے وقت کہے، وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى سر کی طرف سے مٹی ڈالنی

1۔ فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 166

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مستحب ہے اس کے بعد قبر بنادی جائے۔(1)

قبر کوہان نما ہونی چاہیے چورس نہ ہو۔ قبر کی اونچائی حنفیہ کے نزدیک ایک بالشت چاہیے اور بیچ میں سے قبر کچی رہنی چاہیے۔ اگر قبر بنا دینے کے بعد اس پر پانی چھڑک دیا جائے۔ جیسا کہ عام دستور ہے تو کچھ حرج نہیں۔

مسائل متفرقہ

اپنے لئے حالت زندگی میں قبر بنا رکھنی جائز ہے بلکہ بہتر ہے۔ ایک وقت میں ایک قبر میں چند مردوں کو دفن کرنا ناجائز ہے۔ ہاں ضرورت کے وقت جائز ہے بلکہ مسنون ہے اب ان میں اگر مرد بھی ہوں اور عورتیں بھی تو اول قبلہ کی طرف مرد کو رکھیں ان کے پیچھے عورت کو اور اگر مرد ہی مرد ہوں تو جو زیادہ نیک اور متقی ہو اس کو قبلہ کی طرف رکھیں اور اس کے پیچھے اوروں کو، ہاں اگر مردہ گل سڑ جائے تو پھر اس قبر میں دوسرے کو دفن کرنا یا اس جگہ کھیتی کرنی یا عمارت بنانی جائز ہے(2) مستحب تو یہی کہ جس شہر میں آدمی مرے وہیں کے قبرستان میں اس کو دفن کیا جائے، لیکن اگر ضرورت لاحق ہو تو دوسرے شہر میں بھی لے جانا جائز ہے۔ مگر یہ جواز و اختیار اس وقت تک ہے جب تک مردہ کو دفن نہ کیا جائے۔ جب دفن بھی کر دیا تو اب قبر کو اکھاڑ کر جنازہ نکال کر کسی دوسری جگہ لے جانا سوائے دو صورتوں کے قطعاً ناجائز ہے۔ وہ صورتیں یہ ہیں:

۱۔ جس زمین میں مردہ کو دفن کیا گیا ہو وہ زمین غصب شدہ یعنی چھینی ہوئی ہو۔

۲۔ کوئی دوسرا شخص جنازہ کے دفن ہونے کے بعد اس زمین کو بطور شفعہ کے لے لے۔

ان دو صورتوں میں تو قبر اکھاڑ کر جنازہ لے جانا جائز ہے، ورنہ ناجائز ہے۔(3)

دفن کرتے وقت اگر اتارنے والے کا کچھ مال قبر میں رہ جائے اور قبر بند کر دی تو قبر کھود کر اس کو نکال لینا جائز ہے۔

قبرستان کی خشک لکڑی اور گھاس کاٹنا جائز ہے۔ البتہ تر لکڑی یا گھاس کاٹنا ناجائز ہے۔

1۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 166　　2۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 166

3۔ درمختار جلد 3 صفحہ 145

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبرستان میں جوتیاں پہنے ہوئے چلے جانا جائز ہے۔ اگر دفن کے بعد حافظوں کو قبر کے پاس بٹھا کر قرآن پڑھوایا جائے اور اس کا ثواب مردہ کو پہنچایا جائے اس میں کچھ ہرج نہیں۔(1)

جب میت کے دفن سے فارغ ہو جائے تو قبر کے پاس اس کا ولی حاضرین سے کہے کہ اللہ سے بخشش مانگو اور اپنے اس مرنے والے کے حق میں ثابت قدمی کی دعا کرو کہ وہ منکر نکیر کے جواب میں ثابت قدم رہے ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر شروع بقر سے مفلحون تک پڑھے۔ پھر پائینتی کی طرف کھڑے ہو کر اسی سورۃ کا آخری رکوع امن الرسول سے آخر تک پڑھے۔

زیارۃ القبور

حضور سرور کائنات ﷺ نے ابتدائے اسلام میں زیارت قبور سے منع فرمایا تھا اور اس کی ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ زیارت قبور کے متعلق مشرکین میں بعض غلط رواج تھے۔ احتمال تھا کہ کہیں مسلمان بھی ان بے ہودہ رسم ورواج میں مبتلا نہ ہو جائیں جب یہ احتمال جاتا رہا اور حضور ﷺ نے دیکھا کہ اسلام لوگوں کے دلوں میں جڑ پکڑ گیا ہے تو پھر آپ نے زیارت قبور کی اجازت دے دی۔ اس بناء پر قبروں کی زیارت کرنا مستحب ٹھہرا کیونکہ اس سے غافل و مدہوش انسان کا دل نرم ہوتا ہے، موت یاد آتی ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ دنیا فانی ہے مجھے توشہ آخرت جمع کرنے کا بھی فکر و اہتمام کرنا چاہیے۔

اس باب میں علماء نے اختلاف کیا کہ آیا عورتوں کے حق میں ممانعت باقی ہے یا نہیں۔ ان کو زیارت قبور کی اجازت ہوگی یا وہ پہلے ہی حکم میں شامل ہیں؟ اس سلسلہ میں صحیح مسلک یہ ہے کہ اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو جائز ہے۔

زیارت قبور کا طریقہ

جب کوئی شخص قبروں کی زیارت کو جائے تو اس کو یہ دعا پڑھنی چاہیے:

1۔ ردالمحتار جلد 3 صفحہ 151

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَآاَهْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّ نَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ وَاِنَّآ اِنْشَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ اَسْئَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ وَيَرْحَمُنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ

"سلام ہو تم پر، اے قبر والو! مسلمین، مسلمات، مومنین اور مومنات پر۔ تم ہم سے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے ہیں اور اگر خدا نے چاہا تمہارے ساتھ ملیں گے۔ اللہ رحم کرے ہم میں سے اگلوں پر اور پچھلوں پر، میں اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت مانگتا ہوں۔ خدا ہم کو اور تم کو بخشے اور رحم کرے اللہ ہم پر اور تم پر"۔

اگر اتنی لمبی دعا یاد نہ ہو سکے تو صرف یہ پڑھ لے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ(1)

"یعنی سلام ہو تم پر اے مومن قوم کے گھر والو! اگر خدا نے چاہا تو ہم تمہارے ساتھ ملیں گے"۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص الحمد شریف، قل ہو اللہ اور سورہ تکاثر پڑھ کر مردوں کو ان کا ثواب بخشے گا۔ مردے قیامت کے روز اس کے لئے شفیع ہوں گے۔

سورۂ یٰسین پڑھ کر مردوں کو اس کا ثواب بخشنے سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اور اس کو بھی مردوں کے شمار کے موافق ثواب ملتا ہے۔

ضروری ھدایات: ابن ہمام کہتے ہیں کہ قبروں پر بیٹھنا اور ان کو روندنا منع ہے۔ قبر سے تکیہ لگا کر بیٹھنا بھی منع ہے۔ قبر کھودنے کی غرض سے دوسری قبروں پر پاؤں رکھ کر کام کیا جا سکتا ہے۔ قبر کے نزدیک سونا مکروہ ہے اور قبر کے پاس استنجا کرنا بھی مکروہ ہے۔ مردے کی قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرنا مکروہ ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ قبر پر بیٹھنے سے بہتر تو یہ

1۔ درمختار جلد 3 صفحہ 151

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے کہ آگ پر بیٹھ جائے۔

نیز قبرستان میں فضول بکواس کرنا، بے فائدہ دنیوی کلام کرنا، حقہ پینا، چلانا، پکارنا، ہنسا، ٹھٹھے مارنا، کھانا پینا، لین دین اور خرید وفروخت کرنا اور سونا ناجائز امور ہیں۔ ان سے احتراز کرنا چاہیے بلکہ وہاں جا کر اپنی موت کو یاد کرنا اور عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ کل تک یہ ہماری طرح زندہ اور جاہ وحشمت والے تھے۔ مگر آج زیر خاک مدفون، بے بس ہیں، قبر کی تنگ وتاریک کوٹھری میں مقید ہیں۔ نہ کوئی یار ومددگار ہے نہ مونس وغمخوار، اگر کوئی ساتھ دینے والی چیز ہے تو صرف نیک اعمال۔ ہمیں بھی ایک دن اسی قبر میں آنا ہے اور ہر شے فانی ہے اور دنیا ایک جھوٹی کہانی ہے۔ اللہ بس باقی ہوس۔

سوگ وتعزیت

اعزہ واقربا کو تین دن سے زائد سوگ کرنا حرام ہے۔ ہاں عورت کو اپنے شوہر کے ایام عدت تک سوگ کرنا جائز ہے۔ باقی منہ نوچنا، کالے کپڑے پہننا اور بین کرنا تو بہر حال سخت منع ہے، اعزہ واقرباء سے اظہار ہمدردی کرنا اس کو تسلی ودلاسا دینا اور اس طرح ایک بار تعزیت کرنی مستحب ہے بلکہ مسنون ہے، اس کا بہت زیادہ ثواب ہے۔ ماتم پرستی کرنے والا قیامت کے روز عذاب کا سزاوار ہوگا۔ تعزیت کرنے والے کو حسب ذیل کلمات کہنے چاہئیں:

عَظَّمَ اللّٰهُ اَجْرَكَ وَاَحْسَنَ جَزَائَكَ وَغَفَرَ مَيِّتَكَ (1)

"یعنی اللہ تعالیٰ بڑا اجر اور اچھی جزا دے اور تمہاری میت کو بخشے"۔

ایصال ثواب

رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ مردہ پر پہلی رات سے زیادہ سخت اور کوئی رات نہیں آتی، سو تم اپنے مردوں پر خیرات کر کے رحم کرو۔ اسی طرح اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جن میں ایصال ثواب کی ترغیب وتحریص دلائی گئی ہے۔ ایصال ثواب میں کسی کو اختلاف نہیں

1۔ در مختار جلد 3 صفحہ 150۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔الغرض مردہ کو کچھ پڑھ کر ثواب پہنچانا یا کھانا کھلا کر اس کا ثواب بخشنا، بہرحال مستحسن اور جائز فعل ہے۔مگر یہ چیز حدود شریعت میں رہنی چاہیے۔

مستحقوں کو گھر پر دینا اور اس کا ثواب مردہ کو پہنچانا ہر طرح درست ہے۔خواہ گھر پر ہو یا قبرستان میں، ایران میں ہو یا ہندوستان میں اور مشرق میں ہو یا مغرب میں، پہلے دن ہو یا دوسرے تیسرے دن، بیسویں دن ہو یا چالیسویں دن اور سال میں ہو یا دو سال میں۔

خلاصہ یہ کہ ایصال ثواب بغیر تخصیص اوقات کے ہر طرح جائز ہے اور مردہ کو ثواب پہنچتا ہے۔

شہید کا بیان

شہید وہ ہے جو ملک وملت اور اشاعت دین کے لئے خدا کی راہ میں مارا جائے یعنی خوشنودیٔ باری تعالیٰ کے لئے اس نے اپنی جان عزیز قربان کر دی ہو۔

شہادت کی دو قسمیں ہیں:

شہادت ناقصہ　　　شہادت کاملہ

شہادت کاملہ یہ ہے کہ انسان ایثار وفداکاری اور رضائے الٰہی کے جذبہ کے ماتحت حق وحریت کی راہ میں اپنی جان عزیز قربان کر دے اور مذکورہ ذیل صورتوں میں شہادت ناقصہ حاصل ہوتی ہے:

۱۔ جو شخص لڑائی میں دشمن کو مارنے کا قصد کر رہا ہو، حق پر بھی ہو اور دھوکا سے خود اپنے ہاتھ سے مر جائے۔

۲۔ جو شخص پانی میں ڈوب کر مر جائے بشرطیکہ قصداً نہ ڈوبا ہو۔

۳۔ جو شخص دیوار یا چھت یا درخت وغیرہ سے گر کر مر جائے۔

۴۔ جو شخص جل کر مر جائے۔

۵۔ جو شخص سفر میں مر جائے۔

۶۔ دستوں یا استسقاء سے مرنے والا۔

۷۔ طاعون یا ہیضہ سے مرنے والا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۸۔ سل کی بیماری سے مرنے والا۔

۹۔ مرگی کی بیماری سے مرنے والا۔

۱۰۔ نمونیا سے مرنے والا۔

۱۱۔ اپنے گھر کی حفاظت میں مرنے والا۔

۱۲۔ اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مرنے والا۔

۱۳۔ اپنی جان بچانے کی حالت میں مرنے والا۔

۱۴۔ عشق صادق میں مرنے والا۔

۱۵۔ سچ بولنے والا سوداگر۔

۱۶۔ اذان دینے والا۔

۱۷۔ سانپ بچھو کے کاٹنے سے مرنے والا۔

۱۸۔ علم شرعی کی طلب میں مرنے والا۔

ان سب مرنے والوں کو شہادت ناقصہ حاصل ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں حسب ذیل شخصوں کو بھی شہادت ناقصہ حاصل ہوتی ہے:

۱۹۔ سواری سے گر کر مر جانے والا۔

۲۰۔ رات کو باطہارت سونے والا۔

۲۱۔ فتنہ و فساد اور بے دینی کے زمانہ میں سنت نبویہ پر قائم رہ جانے کی وجہ سے مارے جانے والا۔

۲۲۔ زہر سے مرنے والا۔

۲۳۔ حالت حمل میں مر جانے والی عورت۔

۲۴۔ وضع حمل یا نفاس کی حالت میں مر جانے والی عورت۔

۲۵۔ اپنی عزت کو بچانے کے لئے جان تک دے دینے والی عورت۔

۲۶۔ ظالم کے ظلم سے مر جانے والا۔

۲۷۔ سچے دل سے دعا مانگنے والا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یہ سب شہید اخروی ہیں مگر خلوص نیت شرط ہے۔ تمام اعمال کا مدار نیت پر ہے اگر نیت خالص ہوگی اور رضائے الٰہی کی ہر وقت طلب و جستجو ہوگی تو انشاء اللہ یہ درجۂ شہادت نصیب ہوگا۔

شہید کامل

اصطلاح شرع میں شہید وہ جان نثار مسلمان عاقل اور بالغ ہے جو بحالت طہارت کسی کافر، رہزن یا دشمن کے ہاتھ سے بصورت مقابلہ یا غیر مقابلہ کسی طریقہ سے ظلماً مارا جائے خواہ آلہ جارحہ سے اسے قتل کیا گیا ہو یا آگ میں جلا دیا گیا ہو، یا پانی میں ڈبو کر جان لی ہو یا اور کسی طریقہ سے ظلماً مارا گیا ہو۔

مذکورہ بالا شہادت ناقصہ کی صورت میں شہید ناقص پر دنیوی احکام شہادت جاری نہ ہوں گے یعنی اس کو غسل بھی دیا جائے گا، اس کی نماز بھی پڑھی جائے گی اور اس کو دفن کیا جائے گا۔ ہاں آخرت میں اسے شہادت کا درجہ اور ثواب ملے گا۔

شہادت کاملہ کی صورت میں شہید کامل کو غسل نہ دیا جائے گا۔ مگر اس کی نماز پڑھی جائے گی۔ ویسے ہی خون آلود کپڑوں میں اسے دفن کر دیا جائے گا۔ ہاں اگر اس کے کپڑوں میں نجاست لگی ہو تو اس کو دھو دیا جائے اور جو چیز جنس کفن سے نہ ہو اس کو بھی اس کے بدن سے علیحدہ کر دیا جائے۔ یعنی جو کپڑا کم ہو وہ پورا کر دیا جائے۔ مگر یاد رہے کہ یہ احکام اس شہید کے لئے جو میدان جنگ میں زخمی ہونے کے بعد منافع حیات سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکا ہو، نہ کچھ کلام کر سکا، نہ کچھ کھا پی سکا ہو اور نہ علاج معالجہ کرنا ممکن ہوا ہو۔ نیز زخمی ہونے کے بعد ایک نماز کے پورے وقت تک زندہ نہ رہا ہو۔

باقی وہ شخص جس نے منافع حیات میں سے کوئی فائدہ حاصل کر لیا ہو۔ مثلاً کچھ کھا پی لیا ہو، علاج معالجہ کیا ہو، یا میدان جنگ سے اسے زندہ اٹھا کر لایا گیا ہو اور ہوش و حواس اس کے اتنی دیر تک درست رہے ہوں، جتنی دیر تک ایک نماز کا وقت گزر جائے گا، یا خرید و فروخت کی ہو، یا دنیوی باتیں کی ہوں، تو ان سب صورتوں میں شہید کو غسل و کفن دیا جائے گا۔ مگر ثواب شہید کامل ہی کا پورا پورا حاصل ہوگا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وصیت کرنے کا بیان

وصیت کرنا مستحب ہے۔ مرنے والے کو مرنے سے قبل اختیار ہے کہ اپنا ثلث مال کسی کو یہ کہہ کر دے دے کہ میرے مرنے کے بعد تم اتنا مال لینا، بعد اس کے مرنے کے اس وصیت پر عمل کیا جائے گا۔ عزیز واقارب اور دوست واجنبی سب کو وصیت کرنا صحیح ہے۔ اگر میت کا بچہ حالت حمل میں ہو تو اس کے لئے وصیت کرنا بھی صحیح ہے لیکن وصیت کا اجراء اس وقت مکمل سمجھا جائے گا۔ جس وقت وہ شخص جس کے لئے مال کی وصیت کی ہے وہ اسے قبول بھی کر لے۔ اگر قبول کرنے سے قبل یہ شخص خود ہی مر گیا تو اب اس کے وارثوں کو میت کا وصیت کردہ مال نہ دیا جائے گا۔ مثلاً زید نے مرتے وقت وصیت کی کہ عمرو کو اتنا مال دے دینا اور عمرو قبول کرنے سے پہلے مر گیا تو اب عمرو کے وارثوں کو یہ مال نہیں مل سکتا۔

میت کو اختیار ہے کہ اپنی وصیت سے قولاً یا فعلاً رجوع کرے۔ مثلاً یہ کہہ دے کہ میں نے پہلے وصیت کی تھی۔ اس کو حالت زندگی میں فروخت کر دیا یا کسی اور کو ہبہ کر دیا۔ تو ان سب صورتوں میں وصیت کا اجراء نہ کیا جائے۔ مذکورہ ذیل اشخاص وصیت نہیں کر سکتے۔

۱۔ وہ مقروض جس کا مال قرض کی رقم سے زائد نہ ہو۔

۲۔ بچہ

۳۔ مکاتب غلام

۴۔ مجنون آدمی

اگر یہ لوگ وصیت کریں گے تو اس پر عمل نہ کیا جائے۔ اگر کوئی شخص حالت زندگی میں ہی وصیت کر کے انکار کر دے اور کہہ دے کہ میں نے وصیت نہیں کی تو یہ انکار معتبر نہیں۔ ہاں وصیت سے انکار اور وصیت کو فسخ کر دینا معتبر ہے (شرح وقایہ، شامی)۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سلام کرنے کا بیان

بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے کہ جب کوئی کسی کو سلام کرے تو اس طرح کہے:
"اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ" یعنی تم پر سلامتی ہو۔ سلام اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اس بناء پر اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی محافظت تمہارے ساتھ رہے، یا تم سب آفات و بلیات سے سلامت رہو۔ سلام میں جمع کی ضمیر اس لئے رکھی گئی ہے کہ محافظ فرشتوں پر بھی سلام ہو جائے۔

سلام کرنا سنت ہے۔ مگر یہ سنت الٰہی اتنی مؤکدہ اور اہم ہے کہ فرض سے بھی افضل ہے اور سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہے یعنی اگر کسی مجلس میں بہت سے آدمی بیٹھے ہوئے ہوں اور کوئی شخص آ کر سلام کرے تو اس کا جواب اس مجلس میں سے ایک مسلمان بھی دے دے گا تو سب کی طرف سے کافی ہے اوروں کے ذمہ سے اس کا جواب اتر جائے گا اور مجلس میں سے ایک بھی جواب نہ دے گا تو سب کے سب گناہ گار ہوں گے۔

سلام کرنے کی فضیلت اور ثواب

ایک شخص نے حضور سرور کائنات ﷺ سے پوچھا کہ اسلام کی کون سی خصلتیں باقی خصلتوں سے بہتر ہیں؟ حضور ﷺ نے جواب دیا: بھوکوں کا کھانا کھلانا اور تیرا ہر شخص کو سلام کرنا جس کو تو پہچانے یا نہ پہچانے۔ یعنی اسلام کی تمام خصلتوں سے بہتر دو خصلتیں ہیں۔ کھانا کھلانا اور سلام کرنا۔

نیز فرمایا: ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے کہ جب آپس میں ملیں تو سلام کریں اس کو آپ نے دخول جنت کا باعث بتلایا ہے۔

ابوداؤد، ترمذی اور نسائی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص السلام علیکم کے ساتھ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بھی ملا لے تو اور بھی زیادہ ثواب کا باعث ہے، کیونکہ ہر ایک کے عوض دس دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ یعنی فقط السلام علیکم کہنے سے دس نیکیاں ملیں گی۔ اگر ورحمۃ اللہ بھی کہا تو بیس اور اگر وبرکاتہ بھی کہا تو تیس۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

السلام علیکم کا جواب یہ ہے: وعلیکم السلام۔ اس کے ساتھ بھی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے الفاظ بڑھانا ثواب کی زیادتی کا باعث ہے جو کسی کی طرف سے کسی کو سلام پہنچائے تو اس پر بھی سلام پہنچانا مستحب واولیٰ ہے۔

وہ لوگ جن کو سلام کرنا مکروہ ہے

۱۔ نماز پڑھتا ہوا۔

۲۔ قرآن پاک کی تلاوت کرنے والا

۳۔ وعظ یا ذکر الٰہی میں مشغول یا جو قرآن وحدیث اور وعظ کو کان لگا کر سن رہا ہو

۴۔ جو شخص حدیث یا خطبہ پڑھنے میں مصروف ہو

۵۔ اس قاضی یا حاکم کو جو فیصلہ کرنے کے لئے مسند پر بیٹھا ہو

۶۔ وہ شخص جو مسائل شرعی کے متعلق گفتگو کر رہا ہو

۷۔ مؤذن جو اذان دے رہا ہو

۸۔ جو شخص تکبیر کہہ رہا ہو

۹۔ جو علم دین میں مشغول ہو

۱۰۔ جوان عورتوں کو

۱۱۔ ان لوگوں کو جو شطرنج وغیرہ کھیل رہے ہوں اور کسی ناجائز لہو ولعب میں منہمک ہوں۔

۱۲۔ باجہ بجانے والے، گانے والے شراب پینے والے، جوا کھیلنے والے، غیبت کرنے والے اور کبوتر اڑانے والے کو۔

۱۳۔ کافر کو

۱۴۔ برہنہ آدمی کو

۱۵۔ پیشاب وپاخانہ یا استنجا کرنے والے کو

۱۶۔ وہ بوڑھا شخص جو مسخرہ ہو اور مذاق اڑاتا ہو

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۱۷۔ اس شخص کو جو کھانا کھا رہا ہو

۱۸۔ جھوٹے کو

۱۹۔ گالیاں بکنے والے کو

۲۰۔ عیب چین کو

ان تمام اشخاص کو سلام کرنا مکروہ ہے ان کے علاوہ اور سب کو سلام کرنا مسنون اور ثواب ہے۔

وہ لوگ جن پر جواب دینا واجب نہیں

۱۔ اگر کوئی شخص بجائے السلام علیکم یا سلام علیکم کے کچھ اور کہے تو جواب دینا واجب نہیں۔

۲۔ جو شخص نماز میں مصروف ہو۔

۳۔ تلاوت قرآن یا ذکر الٰہی یا خطبہ یا تکبیر اور یا اذان دینے میں مشغول ہو۔

۴۔ اگر پیشاب یا پاخانہ میں مصروف ہو، تو ان سب کا جواب دینا واجب نہیں۔

علاوہ ازیں لڑکے پر سلام کا جواب دینا واجب نہیں۔ جوان عورت پر سلام کا جواب واجب نہیں، دیوانہ پر بھی واجب نہیں، نیز اونگھنے والے پر، مغمی علیہ پر یا اس شخص پر جو نشہ سے سرمست ہو۔ ان سب لوگوں پر سلام کا جواب دینا واجب نہیں۔

اگر کوئی ان میں سے کسی کو سلام کرے اور یہ لوگ جواب نہ دیں تو گناہ گار نہیں۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بعض خاص سورتوں کے اجروثواب

نوافل اور بعض خاص خاص نمازوں میں بعض خاص سورتوں کے بڑے بڑے اجرو ثواب بیان ہوتے ہیں۔ یہاں ہم چاہتے ہیں کہ ذرا تفصیل کے ساتھ ان کے اجروثواب لکھ دیں۔ تا کہ سعادت مندوں کو ترغیب وتحریص دلائیں۔

سورۂ فاتحہ کی فضیلت

یہ سورۃ مبارکہ قرآن شریف کی پہلی سورۃ ہے جس کا نام سورۂ فاتحہ ہے کیونکہ قرآن کی ابتداء اس سے ہے اس کا نام ام الکتاب بھی ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کی تمام تعلیمات کا عطرو خلاصہ اس میں موجود ہے۔ اس سورت میں ہدایت پانے اور دارین کی کامرانی وفائزالمرامی حاصل کرنے کے لئے ایک جامع ومانع دعا سکھائی گئی ہے تا کہ بندوں کو یہ معلوم ہو کہ فیوض ربانی وبرکات سماوی حاصل کرنے کے لئے دعا کرنا مقدم اور ضروری ہے۔

اس سورۃ کی فصاحت وبلاغت دیکھ کر عقل انسانی وجد میں آجاتی ہے، چنانچہ اس کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے شروع کیا گیا ہے۔ جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت روح کے جوش، طبیعت کی کشش اور عشق ومحبت کے جذبہ کے ماتحت ہونی چاہیے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے معنی یہ ہیں کہ جمیع اقسام وانواع کی حمد وتعریف اس ذات کے لئے مسلم اور سزاوار ہے جس کا نام اللہ ہے اور کامل خوبیوں کا جامع ہے۔

کامل تعریف دوقسم کی خوبیوں کے لئے ہوتی ہے۔

۱۔ کمال حسن

۲۔ کمال احسان

اگر کسی میں یہ دونوں خوبیاں جمع ہوں تو پھر اس کی طرف دل خود بخود کھنچتا ہے اور روح اسی کے آستانہ پر سجدہ ریز ہوتی ہے قرآن مبین کی تعلیم کا سب سے بڑا کمال اور خوبی یہ ہے کہ یہ حق وصداقت کے طالب علموں پر جس خدائے قدوس کو پیش کرتا ہے، اس کی یہی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دونوں خوبیاں بیان کرتا ہے تاکہ ذات باری تعالیٰ کی طرف لوگوں کے قلوب جھکیں اور روح کے جوش و کشش کے ساتھ اس کی عبادت و بندگی کریں۔ اس مقصد و مطلوب کا خدا تعالیٰ نے اس پہلی سورۃ میں ہی ایک نہایت لطیف نقشہ پیش کیا ہے۔ یہ سورۃ بتلاتی ہے کہ وہ خدا جس کی طرف قرآن بنی نوع انسان کو بلاتا ہے۔ وہ کیسی کیسی خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے۔

اس سورۃ مقدسہ میں کمال حسن اور کمال احسان دونوں قسم کی خوبیوں کو ایک لطیف اور روح پرور انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی سے اس سورۃ کی عظمت و فضیلت کا اندازہ لگا لیجئے۔

ایک حدیث قدسی میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! ﷺ میں نے آپ کی امت کی ایک ایسی مبارک سورۃ کے ساتھ تعظیم و تکریم کی ہے جو آسمانی کتابوں میں سے کسی اور کتاب میں موجود نہیں ہے جو اسے دلی عقیدت مندی کے ساتھ پڑھے گا۔ میں اس کے جسم کو آتش دوزخ پر حرام کردوں گا۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر سورۃ فاتحہ تورات و انجیل میں اتاری جاتی تو اہل تورات و انجیل کبھی یہود و نصرانی نہ بنتے۔

حسن بن علی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ فاتحہ کا پہلا حصہ نعت اور بیچ کا حصہ تعظیم و توقیر ہے۔ یعنی خدا کی بزرگی و بندگی کو شامل ہے اور اس کے آخری حصہ میں خدا تعالیٰ کی رضا مندی و خوشنودی ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سورۃ میں تمام ظاہری و باطنی بیماریوں کی شفاء ہے۔ یعنی یہ روحانی و جسمانی امراض کی معالج ہے۔ مثلاً ایاک نعبد سے ریا و نمود سے شفاء حاصل ہوتی ہے۔ و ایاک نستعین میں کبر و نخوت اور خود پسندی کا علاج ہے۔

چنانچہ ایک صحیح اور مشہور حدیث میں بھی آیا ہے:

اَلْفَاتِحَةُ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ سَقِيْمٍ

"سورہ فاتحہ ہر روگ و بیماری سے شفاء دینے والی ہے"۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت میں اسم اعظم ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آیت الکرسی کے فوائد

حدیث شریف میں آیا ہے جسے یہ بات بھلی معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ اس کے گھر کو بھلائی اور خیر کثیر سے بھر دے تو اسے چاہیے کہ وہ آیۃ الکرسی کا ورد رکھے۔ جو شخص اس کو باوضو ایک مرتبہ پڑھے گا۔ خدا تعالیٰ اس کے چالیس درجے بلند کرے گا اور ہر ہر حرف سے ایک ایک فرشتہ پیدا کرے گا جو قیامت کے دن اس پڑھنے والے کے لئے بخشش کی دعا مانگیں گے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھے گا۔ خدا تعالیٰ اس کے لئے صبح تک رحمت کے دروازے کھول دے گا اور اس کے بدن کے ہر ہر بال کی گنتی کی مقدار نور کا ایک شہر عنایت کرے گا۔ اگر یہ شخص اس رات کو مر جائے گا تو شہید مرے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص غروب آفتاب کے وقت چالیس مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے خدا تعالیٰ اس کو چالیس حج کا ثواب دے گا۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے کا ورد رکھے گا۔ وہ ملک الموت کی سختی سے محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ خود اس کی روح قبض کرے گا اور یہ شخص ان لوگوں کے درجہ میں شمار ہوگا جو خدا کے مقدس پیغمبروں کے ہمراہ جہاد میں لڑتا لڑتا شہید ہو جائے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص صرف ایک دفعہ آیۃ الکرسی پڑھ لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس سے ہزار دنیاوی رنج و مصیبتیں دور کر دیتا ہے جن میں سے کمتر فقر و محتاجی کی مصیبت ہوتی ہے اور ہزار ہی اخروی مصیبتیں ٹال دیتا ہے جن میں سب سے کم درجہ دوزخ کا دردناک عذاب ہے۔

نسفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اے محمد! ﷺ سرکش جنوں میں سے ایک بڑا بھاری جن آپ کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ آپ آیۃ الکرسی پڑھ کر اس کے شر کو دفع کریں۔

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے مروی ہے کہ جس گھر میں آیۃ الکرسی پڑھی جاتی ہے۔ وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سورۂ یاسین کے فضائل

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کا ایک دل ہوا کرتا ہے اور قرآن کا دل یسٰین ہے جو شخص اس سورۃ مقدسہ کو ایک دفعہ پڑھے گا۔ خدا تعالیٰ اس کے عوض دس دس قرآن مجید پڑھنے کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھیں گے۔(1)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا: اے علی! اکثر اوقات سورۂ یسٰین پڑھا کر کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس میں دس برکتیں رکھی ہیں:

۱۔ جو بھوکا آدمی اسے پڑھے گا خدا تعالیٰ اس کا پیٹ بھر دے گا۔

۲۔ پیاسا پڑھے گا تو سیراب کر دے گا۔

۳۔ ننگا پڑھتا ہے تو اسے غیب سے لباس پہنایا جاتا ہے۔

۴۔ جو شادی کا خواہش مند ہوتا ہے اس کی شادی ہو جاتی ہے۔

۵۔ خائف پڑھتا ہے تو نڈر اور بے باک ہو جاتا ہے۔

۶۔ قیدی پڑھتا ہے تو قید سے نجات حاصل کرتا ہے۔

۷۔ مسافر پڑھتا ہے تو سفر میں مدد دی جاتی ہے۔

۸۔ اگر کسی کی کوئی چیز گم ہو گئی ہو تو اس کی برکت سے مل جاتی ہے۔

۹۔ بیمار اور مریض پڑھتا ہے مرض سے شفا پاتا ہے۔

طبرانی میں آیا ہے کہ جو شخص سورہ یٰسین پر ہمیشگی کرے گا وہ شہید کی موت مرے گا۔

سورۂ دخان اور سورۂ ملک کے فضائل

ترمذی کہتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کی شب کو سورۂ دخان پڑھے گا اس کے لئے ستر فرشتے صبح تک استغفار کرتے رہیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مقدس میں تیس آیتوں کی ایک سورۃ ہے۔ اس نے ایک آدمی کے لئے شفاعت کی، یہاں

1۔ ترمذی جلد 5 صفحہ 150

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تک کہ اسے بخشوادیا۔ وہ سورہ تَبٰرَكَ الَّذِیْ ہے۔(1)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتاب اللہ میں تیس آیتوں کی ایک سورۃ ہے جو شخص اسے سوتے وقت پڑھتا ہے خدا تعالیٰ اس کے لئے تیس نیکیاں لکھتا ہے، تیس برائیاں مٹا دیتا ہے اور اس کے لئے خاص طور پر ایک فرشتے کو مقرر فرماتا ہے وہ اپنے پروں کا سایہ کئے رہتا اور ہر آفت و مصیبت سے بچائے رہتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: سورۂ تَبٰرَكَ الَّذِیْ ہر مومن کے دل میں ہونی چاہیے۔ (حاکم)

سورہ اخلاص کی تفسیر اور فضائل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾

"کہہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، وہ ایسا معبود ہے نہ تو اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور اس کا کوئی کفو نہیں یعنی مثیل نہیں"۔

جاننا چاہیے کہ قرآن مجید کی یہ چھوٹی سی سورۃ بے شمار حقائق و معارف کا خزینہ ہے۔ اس میں توحید کامل کا نہایت ہی بلند اور اعلیٰ تخیل پیش کیا گیا ہے۔ اگر مسلمان اپنے اندر توحید کامل کا یہی جذبہ پیدا کر لیں جو اس کے اندر موجزن ہے تو وہ بھی صحابہ کی طرح کائنات ارضی و سماوی کے مالک بن سکتے ہیں۔

ذرا غور کرو کس لطافت، عمدگی اور بلاغت کے ساتھ ہر قسم کی شراکت سے وجود باری عز اسمہ کا منزہ ہونا بیان فرمایا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شرکت از روئے حصر عقل چار قسم پر منقسم ہے:

۱۔ کبھی شرکت عدد میں ہوتی ہے۔
۲۔ کبھی مرتبہ میں۔
۳۔ کبھی نسبت میں۔
۴۔ کبھی فعل و تاثیر میں۔

1۔ ترمذی جلد 5 صفحہ 151

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انہی چاروں قسموں کی شرکت سے خدا تعالیٰ کا پاک و منزہ ہونا بیان فرمایا ہے۔ یعنی وہ عدد میں ایک ہے، دو یا تین نہیں وہ احد ہے۔ وہ مرتبہ، وجود اور محتاج الیہ ہونے میں بھی منفرد و یگانہ ہے کیونکہ وہ صمد ہے۔ بجز اس کے اور باقی تمام چیزیں ممکن الوجود اور ہالک الذات ہیں۔ جو اس کی طرف ہر دم محتاج ہیں وہ لَمْ یَلِدْ ہے یعنی اس کا کوئی بیٹا نہیں تا کہ کوئی بوجہ بیٹا ہونے کے اس کا شریک ٹھہرے اور وہ وَلَمْ یُوْلَدْ بھی ہے یعنی اس کا کوئی باپ نہیں کہ بوجہ باپ ہونے کے اس کا کوئی شریک ہو اور وہ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ یعنی اس کے کاموں میں کوئی اس کی برابری کرنے والا نہیں تا کہ باعتبار فعل و تاثیر کوئی اس کا شریک قرار نہ پائے۔

حاصل یہ ہے کہ وہ ہر طرح اور ہر اعتبار سے شرکت سے منزہ اور وحدہ لاشریک ہے۔

یہ ہے وہ توحید کاملہ کا درس و تخیل جو اس چھوٹی سی سورۃ میں پیش کیا گیا ہے۔

یہ تو سورۂ اخلاص کا مختصر مفہوم و مفاد تھا۔ اب اس کے فضائل سنیے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا ﷺ نے ایک شخص کو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا: واجب ہوگئی۔ میں نے عرض کیا: اے خدا کے حبیب! کیا چیز واجب ہوگئی؟ فرمایا: جنت (1)۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس سورۃ کا پڑھنے والا جنت کا استحقاق حاصل کر لیتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص 50 مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے گا اس کے پچاس برس کے گناہ محو کر دیے جائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جو شخص سورۂ اخلاص چار رکعتوں میں بایں طور پڑھے کہ ہر رکعت میں اس کو 25، 25 دفعہ پڑھے تو اس کے سو برس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں، پچاس برس کے پچھلے اور پچاس برس کے اگلے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا: جو شخص ایک دفعہ سورۂ اخلاص پڑھتا ہے تو خاص اسی کے لئے آسمان سے خیر و برکت نازل ہوتی ہے، جو شخص دو دفعہ پڑھے تو اس پر اور اس کے تمام گھر والوں پر خیر و برکت اترتی ہے

1۔ ترمذی جلد 5 صفحہ 154

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور جو شخص تین مرتبہ پڑھے تو اس پر اس کے گھر والوں پر اور پڑوسیوں پر رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول خدا ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر فقر و فاقہ اور کم رزقی کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جب تو اپنے گھر آیا کرے تو گھر والوں کو سلام کیا کر اور سورۂ اخلاص پڑھا کر۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ خدا تعالیٰ نے اس پر رزق کے دروازے کھول دیے۔ یہاں تک کہ اس پر اور اس کے پڑوسیوں پر بھی انتہا درجہ کی ترقی ہوئی۔

اس سورۃ کے پڑھنے کا ثواب اس قدر ہے جس قدر تہائی قرآن مجید پڑھنے کا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ قرآن پاک کے ایک ثلث میں احکام ہیں۔ ایک ثلث میں ترغیب و ترہیب اور وعدہ وعید اور تیسرے ثلث میں خدا تعالیٰ کے اسماء و صفات کا بیان ہے اور یہی تینوں باتیں اس سورۃ میں موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس شخص نے سورۂ اخلاص پڑھی۔ اس نے گویا تہائی قرآن مجید پڑھا۔

سورۂ کافرون اور معوذتین کے فضائل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جیسی سورۂ کافرون شیطان کو سخت غصہ میں ڈالنے والی سورۃ ہے ویسی اور کوئی سورۃ نہیں۔ کیونکہ اس میں شرک سے بیزاری اور توحید کا حکم ہے اور یہی چیز شیطان کو آگ کے انگاروں پر لوٹانے والی ہے۔

ایک شخص نے سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: حضور! ﷺ مجھے کچھ وصیت فرمایے۔ ارشاد فرمایا کہ سورۂ کافرون پڑھا کرو کیونکہ وہ آدمی کو شرک سے بری کرتی ہے، یعنی انسان کے حق میں سب سے بڑی وصیت یہ ہے کہ اسے شرک سے مجتنب رہنے اور موحد بننے کی وصیت و ہدایت کرے۔

عبداللہ بن حبیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے حبیب! کہہ۔ میں چپ ہو رہا اور کچھ نہ کہا۔ حضرت ﷺ نے دوبارہ فرمایا: اے حبیب! کہہ۔ میں نے عرض کیا: حضور! ﷺ کیا کہوں؟ فرمایا: صبح و شام تین دفعہ سورۂ

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اخلاص اور معوذتین پڑھا کر۔ یہ پڑھنا تجھے ہر چیز سے کفایت کرے گا۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلا جا تا تھا کہ اچانک ایک تیز آندھی اٹھی اور ایک تیز و تند جھکڑ نے ہمیں ڈھانک لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر معوذتین پڑھ پڑھ کر دعا اور خدا کی پناہ مانگنے لگے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو بھی ان دونوں سورتوں کے ساتھ پناہ مانگ۔ اے عقبہ! تو کوئی ایسی سورت ہر گز نہ پڑھے گا جو معوذتین سے زیادہ خدا کے نزدیک پیاری و مقبول ہو۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو اپنی کسی نماز میں یہ دو سورتیں فوت نہ کر یعنی ان دونوں سورتوں کو ہمیشہ اپنی نمازوں میں پڑھا کر۔

ضروری اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر معوذتین کا مفہوم و مفاد بھی پیش کر دیا جائے تا کہ معوذتین کی فضیلت و عظمت علمی رنگ میں بھی ذہن نشین ہو جائے۔

سو جاننا چاہیے کہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ لفظ فلق کسی شے کے پھاڑنے کو یا بعض کو جدا کرنے کو کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت فَالِقُ الْاِصْبَاحِ آئی ہے۔ یعنی وہ صبح کو پھاڑنے والا، ظاہر کرنے والا اور نمودار کرنے والا ہے۔ اس بناء پر اس کے معنی یہ ہوئے کہ "میں پناہ پکڑتا ہوں ساتھ پروردگار فلق کے جو صبح کو روشن و نمودار کرنے والا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے مخاطب! حفاظت طلب کر اور پناہ مانگ اس رب کے حضور میں جو صبح کا رب، خالق، مدبر اور اس کے چڑھانے والا ہے۔ گویا اس سورۃ کا پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کرتا ہے کہ اے پروردگار! اگر چہ ہم اپنی نادانی، بے علمی اور گنہ گاری کے سبب ایک ظلمت و تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن تیری ذات وہ ذات ہے کہ تمام ظلمتوں اور تاریکیوں کو دور کر دیتی ہے۔ نور اور روشنی پیدا کر کے حق و باطل اور مفید و مضر اشیاء میں تمیز کرانے والا اور آفات و بلیات ارضی و سماوی سے انسان کو بچانے والا تو ہی ہے۔ پس اے ارحم الراحمین! ہم پر رحم فرما کیونکہ ہم تیرے حضور میں تمام تاریکیوں کے شر سے پناہ گزین ہونے آئے ہیں۔

سورہ ناس میں یعنی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ میں اللہ رب العزت نے حقیقی مستحق حمد

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے ساتھ عارضی مستحق حمد کا بھی ذکر فرمایا ہے اور یہ اس لئے کہ اس سے اخلاقِ فاضلہ کی تکمیل ہو۔ چنانچہ اس سورت میں تین قسم کے حق بیان فرمائے ہیں۔ اول فرمایا کہ تم پناہ مانگو اللہ کے حضور میں جو جمیع صفات کاملہ کا مالک ہے، جو رب ہے لوگوں کا اور معبود و مطلوب حقیقی بھی۔ اس سورۃ میں اصل تو سبب کو بھی قائم رکھا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ دوسرے لوگوں کے حقوق بھی ضائع نہ کئے جائیں۔ لفظ ''رب'' میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ گو حقیقی طور پر خدا ہی پرورش کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کو تکمیل تک پہنچانے والا ہے۔ لیکن عارضی اور ظلی طور پر دو وجود اور بھی ہیں جو ربوبیت الٰہیہ کے مظہر ہیں۔ ایک وجود جسمانی کی پرورش کرتا ہے اور وہ والدین ہیں اور ایک وجود روحانی کی تربیت و پرورش کرتا ہے اور وہ مرشد کامل اور علماء و صلحاء ہیں۔ یعنی تمہیں خدا تعالیٰ کی اطاعت و محبت کے ساتھ ساتھ ان دونوں قسم کے مربیوں کی اطاعت بھی کرنی چاہیے اور یہی دونوں اطاعتیں تمہیں کامل با اخلاق اور با خدا انسان بنادیں گی۔

اس سورۃ کا پڑھنے والا انسان گویا حضور خداوندی میں دعا کرتا ہے کہ اے خدا! تو ہی لوگوں کا پرورش کنندہ ہے، تو ہی میرا بادشاہ ہے اور تو ہی میرا معبود ہے، پس میں تیرے ہی حضور میں اپنی عاجزانہ درخواست پیش کرتا ہوں کہ نیکی کے حصول کے بعد انسان کے دل میں جو برے خیالات آتے ہیں اور اس کو نیکی و اطاعت کی راہ سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ ان خیالات و وساوس کے شر سے مجھے اپنی حفظ و امان میں رکھ۔ یہ سورۃ قرآن شریف میں سب سے آخری سورۃ ہے اور آخری قرآنی دعا ہے کہ خداوندا! جس کے پڑھنے کی تو نے ہمیں توفیق دی ہے۔ ساتھ ہی ایسا بھی کر کہ ہمارے دل اس پختگی ایمان پر قائم رہیں اور صراط مستقیم پر اس طرح ثابت قدم رہیں کہ کوئی وسوسہ اور خیال ہمیں راہ حق سے منحرف نہ کر سکے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وظائف نافع

نماز کا مغز دعا ہے۔اس لئے نماز کے اندر تشہد کے بعد دعائیں قلبی رجوع سے پڑھی جائیں ان کی مقبولیت وتاثیر میں کسی مسلمان کو کلام نہیں ہو سکتا۔اسی طرح نماز کے بعد جو دعائیں بخشوع قلب مانگی جائیں ان کی مقبولیت وتاثیر میں بھی کسی ایمان دار کو کلام نہیں ہو سکتا۔یادرکھنا چاہیے کہ دعا اور تدبیر انسانی طبیعت کے دو طبعی تقاضے ہیں جو قدیم سے انسانی فطرت کے حقیقی خادم چلے آئے ہیں۔مگر ان دونوں کا باہمی تعلق ہر دعا مانگنے والے کو سمجھ لینا چاہیے۔تدبیر دعا کے لئے بطور نتیجہ ضرور یہ کے ہے اور دعا تدبیر کے لئے بطور محرک اور جاذب کے ہے۔لہٰذا انسان کی سعادت وکامیابی اور دارین کی فلاح اسی میں ہے کہ وہ تدبیر کرنے سے پہلے دعا کے ذریعہ مبدأ فیض سے مدد طلب کرے تاکہ اس چشمہ لازوال سے روشنی پاکر عمدہ تدبیریں میسر آسکیں۔

خوب سمجھ لو کہ دعا کی غرض صرف یہ نہیں کہ اس کے ذریعہ ہم جاہ وحشمت، زن وفرزند، راحت وآرام اور دنیا کی بڑائیاں حاصل کرلیں اور تدبیر کو چھوڑ کر ذرا سی باتوں میں دعا کے لئے ہاتھ دراز کردیا کریں۔بلکہ دعا کی اصلی غرض یہ ہے کہ ہم اس کے ذریعہ اطمینان و سکون، روحانی تسلی اور حقیقی خوشحالی حاصل کریں۔یہ نہ سمجھو کہ ہماری حقیقی خوشحالی صرف اس امر میں ہے جس کو ہم بذریعہ دعا چاہتے ہیں۔بلکہ خدا ہی اس امر کو خوب جانتا ہے جس میں ہماری خوشحالی ہے۔اسی لئے ہم اس کارساز حقیقی سے دعا کرتے ہیں۔اگر اس کی مشیت کا تقاضا ہوتا ہے تو وہ دعا کے بعد ہمیں خوش حالی عنایت کردیتا ہے اور اگر نہ چاہے تو دعائیں بے کار بھی نہیں جاتیں بلکہ اجر وثواب کا ذخیرہ بن جاتی ہیں۔

جو شخص روح کی گدازگی اور قلبی رجوع کے ساتھ اور اس کے ظاہری وباطنی آداب کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے دعا کرتا ہے وہ ممکن نہیں کہ حقیقی طور پر نامراد رہ سکے۔دعا کے بعد اگر اسے دنیاوی راحت وخواہش میسر نہیں آتی تو روحانی دولت تو لازمی طور پر حاصل ہو جاتی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔ اس سے زیادہ اگر مسئلہ دعا کے متعلق معلومات حاصل کرنی ہی مطلوب ہو تو حمید پریس دہلی سے "قرآن و حدیث کی مقبول و مؤثر دعائیں" منگوا کر مطالعہ کرنا چاہیے۔

اس ضروری تمہید کے بعد ہم چند خاص وظائف درج کرتے ہیں۔

صبح و شام کے وظیفے

حدیث کی کتابوں میں آیا ہے کہ جو شخص صبح و شام اس دعا کو تین مرتبہ پڑھے تو اس دن اور رات میں اس کو کوئی بلائے ناگہانی نہیں پہنچتی اور اس کو کوئی چیز بھی ضرر نہیں پہنچاتی۔

وہ دعا یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

"یعنی صبح و شام کی ہم نے اس خدا کے نام پر کہ جس کے نام کے ذکر کرنے سے کوئی چیز خواہ کھانے کی قسم ہو یا دشمن وغیرہ ضرر نہیں کرتی، زمین میں نہ آسمان میں اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے"۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس اعوذ اور سورۂ حشر کی ان آخری تین آیتوں کو صبح کے وقت پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ستر ہزار فرشتے مقرر کرتا ہے جو شام تک اس کے لئے بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔ اگر وہ اس دن میں مر جائے تو شہید مرے گا اور جو کوئی اس کو شام کے وقت پڑھتا ہے تو بھی یہی ثواب اور درجہ پاتا ہے وہ اعوذ اور تین آیتیں یہ ہیں:

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم (تین مرتبہ) هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۴﴾ (سورۃ الحشر)

نیز ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صبح و شام

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے وقت تین تین بار سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس کا پڑھنا ہر چیز سے کفایت کرتا ہے۔ یعنی ہر برائی اور بلا کو دفع کرتا ہے۔

دن کا وظیفہ

بخاری و مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص دن میں کسی وقت سو بار یہ کلمات مبارک پڑھنے کا ورد کرے گا، اس کو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، سو گناہ اس کے نامہ اعمال سے محو کر دیے جاتے ہیں، وہ تمام دن شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے اور قیامت کے روز کوئی شخص اس سے بہتر عمل نہ لائے گا۔ وہ کلمات مبارکہ یہ ہیں:

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"

ایک اور حدیث میں آیا ہے۔ دن میں دس بار اللہ کی پناہ مانگے شیطان سے یعنی "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس شخص کے لئے ایک فرشتہ مقرر فرماتا ہے جو اس سے شیطان کو رد کرتا ہے۔ یعنی اس کے وسوسوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

رات کا وظیفہ

صحاح ستہ میں ہے کہ جس نے آخر سورۂ بقر کی آیتیں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ (بقرہ:285) سے رات کے وقت پڑھیں، وہ اس کو کفایت کریں گی۔ یعنی تہجد سے کافی ہوں گی۔ گویا ان آیتوں کا پڑھنا ثواب میں تہجد کی نماز کے برابر ہے۔ اس میں وقت کی کوئی قید نہیں۔ رات کے جس حصہ میں چاہے پڑھے۔

بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے کہ رات کو سورۂ اخلاص کا ورد رکھنا چاہیے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جس نے رات کو سو آیتیں قرآن کی پڑھیں، وہ غافلوں میں نہ لکھا جائے گا۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سلام کے بعد کا وظیفہ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ

اس کا بہت بڑا ثواب ہے۔

حصول غنا کی دعا

جو کوئی جمعہ کی نماز کے سلام پھیرنے کے بعد نماز کی ہیئت میں بیٹھا ہوا سورۂ فاتحہ یا سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس سات سات بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کو ہر مومن کے شمار کے موافق ثواب عنایت فرماتا ہے۔

ان سورتوں کے بعد سات بار یہ دعا پڑھنا بھی مذکور ہے،

اَللّٰهُمَّ یَاغَنِیُّ یَا حَمِیْدُ یَامُبْدِئُ یَا مُعِیْدُ یَاوَدُوْدُ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَبِطَاعَتِکَ عَنْ مَعْصِیَتِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ

جو شخص اس پر مواظبت کرے اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دے گا اور ایسی جگہ سے روزی دے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہو۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

توبہ واستغفار کا بیان

گناہ کا علاج

گناہ کو قرآن حکیم میں لفظ "جرم" "اثم" اور "فسق" سے تعبیر کیا گیا ہے، ان چاروں الفاظ کی تعریف یہ ہے کہ گناہ ایک فعل کو اس وقت کہا جاتا ہے جب کہ ایک انسان اس فعل کے ذریعہ خدا کے حکم کو توڑ کر سزا کے لائق ٹھہرے۔ یعنی گناہ وہ فعل ہے جس کے ذریعہ انسان خدا کے حکم کو توڑ کر سزا کے لائق ٹھہرے اور عندالارتکاب مرتکب کا ارادہ بھی پایا جانا ضروری ہے۔ اگر گناہ کا ارادہ نہ ہوگا تو وہ گناہ شمار نہ ہوگا۔ مختصراً یہ کہ گناہ عمداً ترک فرائض اور ارادۃً ارتکاب نواہی کو کہتے ہیں۔

انسان میں گناہ کرنے کی طاقت کہاں سے آئی؟ سو جاننا چاہیے کہ انسان کے اندر نیکی اور بدی کرنے کی قوت خدا ہی نے رکھی ہے۔ جس کی وجہ سے اسے خالق خیر وشر کہا جاتا ہے۔ خدا نے انسان میں گناہ کرنے کا مادہ کیوں رکھا؟ اس لئے کہ نیکی و بدی کے خیالات کی کش مکش میں پڑ کر انسان عذاب وثواب کا مستحق ٹھہرے۔ بدی کے مقابلہ سے نیکی جوہر کھلیں اور خدائے حکیم وبصیر میں گناہ بخشنے کا جو خلق ووصف ہے اس کے ظاہر کرنے کے لئے ایک موقع نکالا جائے۔

گناہ بے شک پرہیزگارانہ زندگی کے لئے ایک زہر ہے مگر توبہ واستغفار کی آگ اسے تریاق بنادیتی ہے۔ پس یہی گناہ توبہ و پشیمانی کے بعد روحانی ترقیات کو موجب ہوتا ہے۔ عجب، تکبر اور خودنمائی کی بری عادتوں کا استیصال کرتا ہے، گناہ کی طاقت انسان کو ہر وقت بیدار کرتی رہتی ہے، خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتی اور اس کی محبت کا ذریعہ بنتی ہے اگر انسان میں گناہ کی طاقت نہ رکھی جاتی تو خدا تعالیٰ کے ساتھ حقیقی محبت بھی قائم نہیں ہوسکتی تھی۔ یہ گناہ کی طاقت ہی تو ہے جس نے انسان کو خدا سے وابستہ کیا۔

باری تعالیٰ عزاسمہ کا کس قدر لطف واحسان اور بندہ پروری ہے کہ اس نے جہاں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انسان میں گناہ کرنے کی طاقت رکھی، وہاں ساتھ ہی اس کا علاج اور اس کی سزا سے بچاؤ کی صورت بھی بتلادی۔

چنانچہ قرآن حکیم نے گناہ سے پرہیز کرنے اور اس کی سزا سے بچنے کے متعدد طریقے بتلائے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقہ توبہ واستغفار بھی ہے۔

استغفار کے معنی

استغفار کے معنی باری تعالیٰ جلت عظمتہ سے مدد طلب کرنے اور گناہوں سے حفاظت مانگنے کے ہیں۔ اور گناہوں سے حفاظت مانگنا دو طرح پر ہوتا ہے: ایک تو سرزد شدہ گناہوں کے بدنتائج سے حفاظت طلب کرنا۔ دوسرے خود گناہوں کے وقوع سے حفاظت طلب کرنا۔

پس استغفار صرف سرزد شدہ گناہوں کے لئے ایک دعا نہیں ہے بلکہ ہم بغیر کسی گناہ کے وقوع کے بھی استغفار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کو حکم دیتا ہے کہ ہر روز صبح کے وقت استغفار کیا کرو۔ خوب سمجھ لو کہ استغفار صرف گنہ گاروں کا کام نہیں بلکہ مقبولوں کا بھی شیوۂ اطاعت ہے۔ لہٰذا استغفار گنہ گار اور بے گناہ سب کو کرنا چاہیے اور سب کو بارگاہ کبریائی میں جھکنا چاہیے اب توبہ کے معنی سنیئے:

عربی زبان میں توبہ رجوع کرنے کو کہتے ہیں توبہ حصول تقویٰ کے لئے خدا سے مدد طلب کرنے کی درخواست کا نام ہے۔ جب انسان گناہوں سے دست بردار ہو کر صدق دل سے آئندہ اس کے نزدیک نہ جانے کا پختہ عزم کرتا اور اس امر پر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس سے بڑھ کر اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ سعید انسان وہی ہے جو معصیت وسیاہ کاری کے تیز وتند سیلاب سے اپنے آپ کو باہر نکال کر سچی توبہ کر کے گناہ سے کنارہ کش ہو جائے اور اپنی فطرت کو پاک وصاف کرلے۔

توبہ درحقیقت ناپاک جذبات کو فنا کرنے اور اپنے خلاف شرع ارادوں کی سچی قربانی کرنے کا نام ہے اگر توبہ کرتے وقت دل میں یہ روشنی اور آئندہ محتاط رہنے کا ارادہ نہ ہو تو وہ توبہ نہیں بلکہ ایک دل بہلاوا اور فریب نفس ہے۔

قرآن مجید کی اصطلاح میں ایک انسان کو تائب اسی وقت کہا جائے گا جب کہ وہ پکی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نفس امارہ کی پیروی سے دست بردار ہو کر صدق دل سے حصول تقویٰ کا ارادہ کرے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾ (فرقان)

جو شخص اپنے گناہوں کا اقرار کرلے اور ان کی معافی طلب کرے اور پھر اس کے بعد نیک اعمال میں مشغول رہے تو حقیقت میں وہی شخص اس قابل ہے کہ اسے تائب الی اللہ کہا جائے۔ دوسری جگہ فرمایا:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾ (بقرہ)

یعنی ان لوگوں کی توبہ قبول کیا کرتا ہوں اور ان پر رحمت کے ساتھ رجوع کرتا ہوں جو اپنے پہلے گناہوں کی معافی چاہیں، ان کو دور کریں۔ پھر وہ نیکی اختیار کریں اور ہدایت کو کمال طریق پر لوگوں تک پہنچائیں۔ یہ لوگ ہیں جو تائب کہلا سکتے ہیں جن پر میں اپنا فضل کیا کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو توبہ کی توفیق دے۔ آمین۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسم اعظم کا بیان

جس طرح شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں پوشیدہ ہے اسی طرح اسم اعظم بھی اسمائے الٰہی میں پوشیدہ ہے جس طرح قطعی اور یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ شب قدر کون سی رات ہے، اسی طرح اسم اعظم کی نسبت بھی قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کون سا اسم الٰہی ہے۔ لیکن جمہور شب قدر کی طرح کہتے ہیں کہ اسم اعظم لفظ ''اللہ'' ہے۔

چنانچہ قطب ربانی محبوب سبحانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ یہ اسم ذات اس شرط کے ساتھ اسم اعظم ہے کہ تو ''اللہ'' کہے اور تیرے دل میں اس کے سوا اور کوئی نہ ہو۔

عبداللہ بن ابی بردہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ نے ایک شخص کو یوں دعا مانگتے ہوئے دیکھا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ (1)

جب وہ شخص یہ کہہ چکا تو حضور ﷺ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے شخص! تو نے خدا کے اس اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگی ہے کہ جب اس کے وسیلہ سے سوال کیا جاتا ہے تو جناب الٰہی سے عطا کا دروازہ کھل جاتا ہے اور جب اس کے ذریعے سے دعا مانگی جاتی ہے تو فوراً مقبول ہوتی ہے۔

قرطبی کے اسماء الحسنیٰ کی شرح میں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے اس اسم اعظم کی تعلیم دیجیے کہ جب اس کے ساتھ دعا مانگی جائے تو درجہ قبولیت کو پہنچے۔

1۔ ترمذی شریف جلد 5 صفحہ 481

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضور ﷺ نے فرمایا: اٹھ وضو کر۔ مسجد میں جا کر دو رکعت نماز نفل پڑھ اور پھر اتنی زور سے دعا مانگ کہ میں اسے سن سکوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس پر عمل کر کے یوں دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ بِجَمِیْعِ اَسْمَائِکَ الْحُسْنٰی کُلِّھَا مَا عَلِمْنَا مِنْھَا وَمَالَمْ نَعْلَمْ وَاَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الْعَظِیْمِ الْاَعْظَمِ الْکَبِیْرِ الْاَکْبَرِ الَّذِیْ مَنْ دَعَاکَ بِہٖ اَجَبْتَہٗ وَمَنْ سَئَلَکَ بِہٖ اَعْطَیْتَہٗ(1)

حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ کلمات سن کر فرمایا: اے عائشہ! تو اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی اور تو اس دعا کو پہنچ گئی یعنی اسم اعظم پالیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسم اعظم اس دعا کے اسماء میں سے کوئی اسم ہے۔

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ اسم اعظم آیۃ کریمہ میں سے ہے۔ اسی طرح اور بہت سی روایتیں ہیں۔ اس بناء پر بعض محققین نے تمام مختلف اقوال کو دیکھ کر ایک جامع دعا تجویز کی ہے جس میں وہ تمام اسماء آجاتے ہیں جن کو اگلے بزرگوں نے اسم اعظم بتلایا ہے وہ یہ دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا خَیْرَ الْوَارِثِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا سَمِیْعَ الدُّعَاءِ یَااَللّٰہُ یَااَللّٰہُ یَااَللّٰہُ یَا عَالِمُ یَا سَمِیْعُ یَا عَلِیْمُ یَا حَلِیْمُ یَا مَالِکُ یَا سَلَامُ یَا حَقُّ یَا قَدِیْمُ یَا قَائِمُ یَا غَنِیُّ یا مُحِیْطُ یَا حَکِیْمُ یَا عَلِیُّ یَا قَاھِرُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا سَرِیْعُ یَا کَرِیْمُ یَا مُخْفِیُ یَا مُعْطِیُ یَا مَانِعُ یَا مُحْیِیُ یَا مُقْسِطُ یَا حَیُّ یَاقَیُّوْمُ یَا اَحَدُ یَا حَمَدُ یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَارَبِّ یَا وَھَّابُ یَا غَفَّارُ یَا

1۔ در منثور جلد 3 صفحہ 271

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قَرِيْبُ يَا لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ
اَنْتَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ"

اس دعا میں وہ تمام اسمائے حسنیٰ آ گئے ہیں جن کے متعلق اسم اعظم ہونے کی روایتیں آئی ہیں۔ اگر اس دعا کے وسیلہ سے دعا کی جائے گی تو انشاء اللہ ضرور مقبول ہوگی واللہ اعلم بالصواب۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آخری کلمات

قرآن وحدیث سے نماز کی دینی خوبیوں، محاسن اور بزرگیوں پر کتنی تیز روشنی پڑتی ہے اور اس فریضۂ اسلام کا کیا درجہ ہے؟ اس کے متعلق ہم تفصیلاً بیان کر چکے ہیں نماز کی برکات وحسنات پر دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں تاہم ہم نے ان کا بحر بے پایاں میں سے جتنے قطرے بھی لئے ہیں ان سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ نماز اصل ایمان اور مذہب، ذریعہ خوشنودئ رب قدیر، باعث قبولیت وغیرہ، وجہ نیکی ونیکوکاری اور وسیلۂ فلاح دارین ہے۔ اس کے جسمانی وروحانی فائدے حد شمار سے باہر ہیں اس میں اخروی فوائد کے ساتھ ساتھ صد ہزار دنیوی فوائد بھی مرکوز ہیں۔ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ نماز تمام دینی ودنیوی کامرانیوں اور فائز المرامیوں کی کفیل، جملہ اوامر واحکام الٰہی کا مخزن، دین ودنیا کا سب سے اہم سب سے ضروری، سب سے دل ربا اور پیارا فریضہ اسلام ہے۔

اگر انسان کو بداعمالیوں اور جرائم سے روکنے والی کوئی زبردست چیز مذہب کے پاس ہے تو وہ یہی نماز ہے۔ بشرطیکہ اس کا پڑھنے والا اس کی روح وحقیقت سے بھی آگاہ ہو۔ اور خداترسی کا مادہ رکھتا ہو۔ آج مسلمان اپنی نمازوں کی بے اثری کے شاکی ہیں، کیوں؟ صرف اس لیے کہ جسے نماز کہتے ہیں وہ کوئی بھی نہیں پڑھتا۔ دل سے سب چاہتے ہیں کہ ان کی نمازوں میں خشوع وخضوع کی کیفیت پیدا ہو۔ لیکن اس کیفیت کو حاصل کرنا نہیں جانتے۔

یہ کتاب اسی غرض سے لکھی گئی ہے کہ مسلمان نماز کی روح وحقیقت سے آگاہ ہو جائیں اور ان کی نظریں نماز کے صرف ظاہری آداب ومحاسن تک محدود نہ رہیں بلکہ وہ باطنی آداب ومحاسن کے حصول کی بھی کوشش کریں۔ وہ صدیوں سے نماز کے ظاہری آداب ومحاسن کی پابندی کر رہے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ باطنی آداب مجلس کے حصول وپابندی کی بھی کوشش کریں۔ اس کے بغیر ان کی نماز حقیقی

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نمازیں نہیں بن سکتیں۔

مسلمان اگر واقعی موجودہ ذلت و پستی سے نکلنا اور عروج و ارتقاء حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں سب سے پہلے فریضہ نماز کی پابندی کا فکر و اہتمام کرنا چاہیے صرف اکیلی نماز ان کو صحیح معنوں میں مسلمان اور باخدا انسان بنا دے گی۔ کیونکہ ترقی و کامیابی اور حکم رانی و فرماں روائی کے لئے کسی قوم میں جتنی خوبیاں محاسن، اوصاف اور اصول ہونے چاہئیں وہ سب محض ایک نماز کے اندر موجود ہیں اور صرف ایک نماز مسلمان کو ان تمام خوبیوں کا مالک بنا دیتی ہے۔

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

التماس

میں اس قابل تو نہ تھا کہ نماز جیسے اہم عنوان پر قلم اٹھاتا۔ تاہم جب اسلامی جذبہ نے مجھے مجبور کیا کہ میں باوجود اپنی بے بضاعتی، کم مائگی، بے علمی اور کوتاہ فہمی کے اس عظیم الشان دینی خدمت کا بار اپنے ذمہ لوں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے کہاں تک اس خدمت کو صحیح طور پر انجام دیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میں نے اپنی بساط کے مطابق نماز کے مالہ وماعلیہ پر بڑی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈال دی ہے کہ اس سلسلہ کا ایک کافی مواد جمع کر دیا ہے۔ اگر کوئی صاحب اس میں کوئی قابل اصلاح غلطی پائیں یا میں نے کوئی بات مسلک حنفیہ کے خلاف لکھی ہو، تو مجھے بلا تکلف اس سے آگاہ کر دیں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی ہو سکے، میں نہایت ہی ممنون ہوں گا۔

آخر میں دعا ہے کہ خداوند! اور اے رب بے نیاز! تمام دنیا کے مسلمانوں کو اپنے دین کی صحیح فہم وعمل کی توفیق عطا فرما۔ بار الٰہ! مسلمانوں کے دل آنکھیں کھول دے کہ اپنا مرکز حیات اور زندگی حقیقی دستور العمل دیکھ لیں، ان کو عقل وسمجھ دے کہ وہ اپنے کھوئے ہوئے عزواقبال کی تلاش بجائے انجمنوں اور ہالوں کے مسجدوں میں کریں۔ تیرے گھروں کو آباد کریں اور نمازوں کو قائم کر کے دین ودنیا کے مالک بنیں۔ آمین

یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ

ننگ سعادت

نذیر الحق

مورخہ 20 اپریل 1937

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لاہور اور مشہور شہروں میں فرق

نام شہر	فرق	نام شہر	فرق
گوجرانوالہ	2منٹ بعد	کیمبل پور	10منٹ بعد
گجرات	3منٹ بعد	ملتان	11منٹ بعد
سیالکوٹ	3 = =	پشاور، بنوں	12 = =
کوٹلی (آزاد کشمیر)	3 = =	بہاول پور	14 = =
مری	4 = =	ڈیرہ غازیخان	15 = =
راولپنڈی	6 = =	حیدر آباد	23= =
سرگودھا	6 = =	لاڑکانہ	24 = =
ساہیوال	6 = =	کراچی	27= =
لائل پور	5 = =	کوئٹہ	28 = =
میانوالی	10 = =		

احتیاط:

سحری۔ صبح صادق سے ۵ منٹ قبل بند کر دیں۔

افطاری۔ غروب آفتاب سے ۵ منٹ بعد کریں

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جنوری

تاریخ	صبح صادق ابتدائے فجر و ختم سحری	طلوع آفتاب انتہائے فجر	ضحوہ کبریٰ اس وقت کوئی نماز نہیں	نصف النہار ابتدائے ظہر	وقت عصر	غروب آفتاب	وقت عشاء
1	5 : 36	7 : 06	11 : 23	12 : 07	3 : 32	5 : 10	6 : 37
2	5 : 36	7 : 06	11 : 23	12 : 07	3 : 32	5 : 10	6 : 37
3	5 : 36	7 : 05	11 : 23	12 : 07	3 : 33	5 : 11	6 : 38
4	5 : 36	7 : 05	11 : 24	12 : 08	3 : 33	5 : 11	6 : 39
5	5 : 36	7 : 04	11 : 24	12 : 08	3 : 34	5 : 12	6 : 40
6	5 : 37	7 : 04	11 : 25	12 : 09	3 : 35	5 : 13	6 : 41
7	5 : 37	7 : 04	11 : 25	12 : 09	3 : 36	5 : 14	6 : 42
8	5 : 37	7 : 04	11 : 26	12 : 10	3 : 37	5 : 15	6 : 42
9	5 : 37	7 : 04	11 : 27	12 : 10	3 : 38	5 : 16	6 : 43
10	5 : 37	7 : 04	11 : 27	12 : 11	3 : 39	5 : 17	6 : 44
11	5 : 37	7 : 03	11 : 27	12 : 11	3 : 39	5 : 17	6 : 44
12	5 : 37	7 : 03	11 : 28	12 : 11	3 : 40	5 : 18	6 : 45
13	5 : 37	7 : 03	11 : 28	12 : 12	3 : 41	5 : 19	6 : 46
14	5 : 37	7 : 03	11 : 28	12 : 12	3 : 42	5 : 20	6 : 47
15	5 : 37	7 : 03	11 : 29	12 : 12	3 : 43	5 : 21	6 : 48
16	5 : 37	7 : 02	11 : 29	12 : 13	3 : 44	5 : 22	6 : 48
17	5 : 36	7 : 02	11 : 29	12 : 13	3 : 45	5 : 23	6 : 49
18	5 : 36	7 : 02	11 : 30	12 : 13	3 : 46	5 : 24	6 : 50
19	5 : 36	7 : 02	11 : 30	12 : 14	3 : 47	5 : 24	6 : 50
20	5 : 36	7 : 02	11 : 30	12 : 14	3 : 48	5 : 25	6 : 51
21	5 : 36	7 : 02	11 : 31	12 : 14	3 : 49	5 : 27	6 : 52
22	5 : 36	7 : 01	11 : 32	12 : 15	3 : 50	5 : 28	6 : 53
23	5 : 36	7 : 01	11 : 32	12 : 15	3 : 51	5 : 29	6 : 54
24	5 : 35	7 : 01	11 : 32	12 : 15	3 : 52	5 : 30	6 : 55
25	5 : 35	7 : 00	11 : 32	12 : 15	3 : 53	5 : 31	6 : 56
26	5 : 35	7 : 00	11 : 33	12 : 16	3 : 54	5 : 32	6 : 57
27	5 : 34	6 : 59	11 : 33	12 : 16	3 : 55	5 : 33	6 : 58
28	5 : 34	6 : 59	11 : 33	12 : 16	3 : 55	5 : 34	6 : 59
29	5 : 33	6 : 58	11 : 33	12 : 16	3 : 56	5 : 35	6 : 59
30	5 : 33	6 : 58	11 : 33	12 : 16	3 : 57	5 : 35	6 : 59
31	5 : 32	6 : 57	11 : 34	12 : 16	3 : 58	5 : 36	7 : 00

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فروری

تاریخ	صبح صادق ابتدائے فجر و ختم سحری	طلوع آفتاب انتہائے فجر	ضحوہ کبریٰ اس وقت کوئی نماز نہیں	نصف النہار ابتدائے ظہر	وقت عصر	غروب آفتاب	وقت عشاء
1	5 : 32	6 : 56	11 : 34	12 : 16	3 : 59	5 : 37	7 : 00
2	5 : 31	6 : 56	11 : 34	12 : 17	4 : 00	5 : 38	7 : 01
3	5 : 31	6 : 55	11 : 35	12 : 17	4 : 01	5 : 39	7 : 01
4	5 : 30	6 : 54	11 : 35	12 : 17	4 : 01	5 : 39	7 : 02
5	5 : 30	6 : 54	11 : 35	12 : 17	4 : 02	5 : 40	7 : 03
6	5 : 29	6 : 53	11 : 35	12 : 17	4 : 02	5 : 41	7 : 04
7	5 : 29	6 : 52	11 : 35	12 : 17	4 : 03	5 : 42	7 : 05
8	5 : 28	6 : 52	11 : 35	12 : 17	4 : 04	5 : 43	7 : 05
9	5 : 28	6 : 51	11 : 36	12 : 17	4 : 04	5 : 44	7 : 06
10	5 : 27	6 : 50	11 : 36	12 : 17	4 : 05	5 : 44	7 : 07
11	5 : 27	6 : 49	11 : 36	12 : 17	4 : 06	5 : 45	7 : 07
12	5 : 26	6 : 48	11 : 36	12 : 17	4 : 07	5 : 46	7 : 08
13	5 : 26	6 : 47	11 : 36	12 : 17	4 : 08	5 : 47	7 : 09
14	5 : 25	6 : 46	11 : 36	12 : 17	4 : 08	5 : 48	7 : 09
15	5 : 24	6 : 45	11 : 36	12 : 17	4 : 10	5 : 49	7 : 10
16	5 : 23	6 : 44	11 : 36	12 : 17	4 : 11	5 : 50	7 : 11
17	5 : 22	6 : 43	11 : 36	12 : 17	4 : 11	5 : 50	7 : 12
18	5 : 21	6 : 42	11 : 36	12 : 17	4 : 12	5 : 51	7 : 13
19	5 : 21	6 : 41	11 : 36	12 : 17	4 : 13	5 : 52	7 : 13
20	5 : 20	6 : 40	11 : 36	12 : 17	4 : 14	5 : 53	7 : 14
21	5 : 19	6 : 39	11 : 36	12 : 17	4 : 15	5 : 54	7 : 15
22	5 : 18	6 : 38	11 : 36	12 : 17	4 : 16	5 : 55	7 : 15
23	5 : 17	6 : 37	11 : 36	12 : 16	4 : 16	5 : 55	7 : 16
24	5 : 16	6 : 36	11 : 36	12 : 16	4 : 17	5 : 56	7 : 17
25	5 : 15	6 : 35	11 : 36	12 : 16	4 : 18	5 : 57	7 : 17
26	5 : 14	6 : 34	11 : 36	12 : 16	4 : 19	5 : 58	7 : 18
27	5 : 12	6 : 33	11 : 35	12 : 16	4 : 19	5 : 58	7 : 19
28	5 : 11	6 : 32	11 : 35	12 : 16	4 : 20	5 : 59	7 : 20

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مارچ

وقت عشاء	غروب آفتاب	وقت عصر	نصف النہار ابتدائے ظہر	ضحوۂ کبریٰ اس وقت کوئی نماز نہیں	طلوع آفتاب انتہائے فجر	صبح صادق ابتدائے فجر و ختم سحری	تاریخ
7 : 21	6 : 00	4 : 20	12 : 16	11 : 35	6 : 31	5 : 10	1
7 : 22	6 : 00	4 : 21	12 : 15	11 : 35	6 : 29	5 : 09	2
7 : 22	6 : 01	4 : 21	12 : 15	11 : 34	6 : 28	5 : 08	3
7 : 23	6 : 02	4 : 22	12 : 15	11 : 34	6 : 27	5 : 07	4
7 : 24	6 : 02	4 : 23	12 : 15	11 : 34	6 : 26	5 : 06	5
7 : 24	6 : 03	4 : 23	12 : 14	11 : 34	6 : 25	5 : 05	6
7 : 25	6 : 04	4 : 24	12 : 14	11 : 34	6 : 24	5 : 04	7
7 : 26	6 : 05	4 : 25	12 : 14	11 : 34	6 : 23	5 : 03	8
7 : 26	6 : 06	4 : 25	12 : 14	11 : 34	6 : 22	5 : 02	9
7 : 27	6 : 07	4 : 26	12 : 14	11 : 33	6 : 21	5 : 00	10
7 : 28	6 : 07	4 : 26	12 : 13	11 : 33	6 : 19	4 : 59	11
7 : 28	6 : 08	4 : 27	12 : 13	11 : 33	6 : 18	4 : 58	12
7 : 29	6 : 09	4 : 28	12 : 13	11 : 33	6 : 17	4 : 57	13
7 : 30	6 : 10	4 : 28	12 : 13	11 : 33	6 : 16	4 : 56	14
7 : 30	6 : 10	4 : 29	12 : 12	11 : 32	6 : 14	4 : 54	15
7 : 31	6 : 11	4 : 29	12 : 12	11 : 32	6 : 13	4 : 53	16
7 : 31	6 : 12	4 : 29	12 : 12	11 : 32	6 : 12	4 : 52	17
7 : 32	6 : 12	4 : 30	12 : 11	11 : 31	6 : 10	4 : 51	18
7 : 32	6 : 13	4 : 30	12 : 11	11 : 31	6 : 09	4 : 50	19
7 : 33	6 : 14	4 : 30	12 : 11	11 : 31	6 : 08	4 : 48	20
7 : 34	6 : 14	4 : 31	12 : 10	11 : 30	6 : 06	4 : 47	21
7 : 34	6 : 15	4 : 31	12 : 10	11 : 30	6 : 05	4 : 46	22
7 : 35	6 : 16	4 : 31	12 : 10	11 : 30	6 : 03	4 : 44	23
7 : 36	6 : 16	4 : 32	12 : 09	11 : 29	6 : 02	4 : 43	24
7 : 37	6 : 17	4 : 32	12 : 09	11 : 29	6 : 01	4 : 41	25
7 : 37	6 : 18	4 : 33	12 : 09	11 : 29	5 : 00	4 : 40	26
7 : 38	6 : 18	4 : 33	12 : 09	11 : 28	5 : 58	4 : 39	27
7 : 39	6 : 19	4 : 33	12 : 08	11 : 28	5 : 57	4 : 38	28
7 : 40	6 : 20	4 : 33	12 : 08	11 : 28	5 : 56	4 : 36	29
7 : 41	6 : 20	4 : 34	12 : 08	11 : 27	5 : 55	4 : 35	30
7 : 42	6 : 21	4 : 34	12 : 07	11 : 27	5 : 54	4 : 33	31

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اپریل

تاریخ	صبح صادق ابتدائے فجر وختم سحری	طلوع آفتاب انتہائے فجر	ضحوہ کبریٰ اس وقت کوئی نماز نہیں	نصف النہار ابتدائے ظہر	وقت عصر	غروب آفتاب	وقت عشاء
1	4 : 32	5 : 52	11 : 26	12 : 07	4 : 34	6 : 21	7 : 43
2	4 : 30	5 : 51	11 : 26	12 : 07	4 : 35	6 : 22	7 : 44
3	4 : 29	5 : 49	11 : 25	12 : 06	4 : 35	6 : 22	7 : 45
4	4 : 27	5 : 48	11 : 25	12 : 06	4 : 35	6 : 23	7 : 46
5	4 : 26	5 : 47	11 : 25	12 : 06	4 : 36	6 : 24	7 : 46
6	4 : 24	5 : 46	11 : 24	12 : 06	4 : 36	6 : 25	7 : 47
7	4 : 23	5 : 45	11 : 24	12 : 05	4 : 36	6 : 26	7 : 48
8	4 : 21	5 : 43	11 : 23	12 : 05	4 : 37	6 : 26	7 : 49
9	4 : 19	5 : 42	11 : 23	12 : 05	4 : 37	6 : 27	7 : 49
10	4 : 18	5 : 41	11 : 23	12 : 05	4 : 38	6 : 28	7 : 50
11	4 : 16	5 : 39	11 : 22	12 : 04	4 : 38	6 : 28	7 : 51
12	4 : 15	5 : 38	11 : 22	12 : 04	4 : 38	6 : 29	7 : 52
13	4 : 13	5 : 37	11 : 21	12 : 04	4 : 39	6 : 29	7 : 53
14	4 : 12	5 : 36	11 : 21	12 : 04	4 : 39	6 : 30	7 : 54
15	4 : 09	5 : 35	11 : 21	12 : 03	4 : 40	6 : 30	7 : 55
16	4 : 08	5 : 34	11 : 20	12 : 03	4 : 40	6 : 31	7 : 55
17	4 : 06	5 : 33	11 : 20	12 : 03	4 : 41	6 : 32	7 : 56
18	4 : 05	5 : 32	11 : 19	12 : 02	4 : 41	6 : 32	7 : 57
19	4 : 04	5 : 31	11 : 19	12 : 02	4 : 42	6 : 33	7 : 58
20	4 : 03	5 : 30	11 : 19	12 : 02	4 : 42	6 : 34	7 : 58
21	4 : 02	5 : 29	11 : 18	12 : 02	4 : 43	6 : 34	7 : 59
22	4 : 01	5 : 28	11 : 18	12 : 02	4 : 44	6 : 35	8 : 00
23	3 : 59	5 : 26	11 : 17	12 : 01	4 : 44	6 : 36	8 : 01
24	3 : 58	5 : 25	11 : 17	12 : 01	4 : 45	6 : 36	8 : 02
25	3 : 57	5 : 24	11 : 17	12 : 01	4 : 46	6 : 37	8 : 03
26	3 : 55	5 : 23	11 : 16	12 : 01	4 : 47	6 : 38	8 : 04
27	3 : 54	5 : 22	11 : 16	12 : 01	4 : 47	6 : 39	8 : 05
28	3 : 53	5 : 21	11 : 16	12 : 00	4 : 48	6 : 39	8 : 06
29	3 : 52	5 : 20	11 : 16	12 : 00	4 : 49	6 : 40	8 : 07
30	3 : 51	5 : 19	11 : 15	12 : 00	4 : 49	6 : 41	8 : 08

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مئی

وقت عشاء	غروب آفتاب	وقت عصر	نصف النہار ابتدائے ظہر	ضحوہ کبریٰ اس وقت کوئی نماز نہیں	طلوع آفتاب انتہائے فجر	صبح صادق ابتدائے فجر و ختم سحری	تاریخ
8 : 09	6 : 41	4 : 50	12 : 00	11 : 15	5 : 18	3 : 50	1
8 : 10	6 : 42	4 : 50	12 : 00	11 : 15	5 : 17	3 : 49	2
8 : 11	6 : 43	4 : 51	12 : 00	11 : 15	5 : 16	3 : 48	3
8 : 12	6 : 43	4 : 51	12 : 00	11 : 15	5 : 15	3 : 47	4
8 : 13	6 : 44	4 : 52	12 : 00	11 : 15	5 : 15	3 : 46	5
8 : 14	6 : 45	4 : 52	12 : 00	11 : 14	5 : 14	3 : 45	6
8 : 15	6 : 45	4 : 52	12 : 00	11 : 14	5 : 13	3 : 43	7
8 : 16	6 : 46	4 : 53	12 : 59	11 : 14	5 : 12	3 : 42	8
8 : 16	6 : 47	4 : 53	11 : 59	11 : 14	5 : 11	3 : 41	9
8 : 17	6 : 48	4 : 53	11 : 59	11 : 13	5 : 10	3 : 40	10
8 : 18	6 : 48	4 : 53	11 : 59	11 : 13	5 : 09	3 : 38	11
8 : 20	6 : 49	4 : 53	11 : 59	11 : 13	5 : 09	3 : 37	12
8 : 21	6 : 50	4 : 54	11 : 59	11 : 13	5 : 08	3 : 36	13
8 : 22	6 : 59	4 : 54	11 : 59	11 : 13	5 : 07	3 : 35	14
8 : 23	6 : 51	4 : 54	11 : 59	11 : 12	5 : 07	3 : 34	15
8 : 24	6 : 52	4 : 54	11 : 59	11 : 12	5 : 06	3 : 33	16
8 : 24	6 : 52	4 : 54	11 : 59	11 : 12	5 : 05	3 : 33	17
8 : 25	6 : 53	4 : 54	11 : 59	11 : 12	5 : 05	3 : 32	18
8 : 26	6 : 54	4 : 55	11 : 59	11 : 12	5 : 04	3 : 31	19
8 : 27	6 : 54	4 : 55	11 : 59	11 : 12	5 : 03	3 : 30	20
8 : 28	6 : 55	4 : 55	11 : 59	11 : 12	5 : 03	3 : 29	21
8 : 29	6 : 56	4 : 55	11 : 59	11 : 12	5 : 03	3 : 28	22
8 : 30	6 : 57	4 : 55	12 : 00	11 : 12	5 : 02	3 : 27	23
8 : 31	6 : 57	4 : 55	12 : 00	11 : 12	5 : 02	3 : 27	24
8 : 32	6 : 58	4 : 55	12 : 00	11 : 12	5 : 01	3 : 26	25
8 : 33	6 : 59	4 : 56	12 : 00	11 : 12	5 : 01	3 : 25	26
8 : 34	6 : 59	4 : 56	12 : 00	11 : 12	5 : 01	3 : 25	27
8 : 35	7 : 00	4 : 56	12 : 00	11 : 12	5 : 00	3 : 24	28
8 : 36	7 : 00	4 : 56	12 : 00	11 : 12	5 : 00	3 : 23	29
8 : 37	7 : 01	4 : 56	12 : 00	11 : 12	4 : 59	3 : 22	30
8 : 38	7 : 01	4 : 56	12 : 00	11 : 12	4 : 59	3 : 22	31

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جون

تاریخ	صبح صادق ابتدائے فجر و ختم سحری	طلوع آفتاب انتہائے فجر	ضحوہ کبریٰ اس وقت کوئی نماز نہیں	نصف النہار ابتدائے ظہر	وقت عصر	غروب آفتاب	وقت عشاء
1	3 : 21	4 : 59	11 : 12	12 : 01	4 : 57	7 : 02	8 : 39
2	3 : 21	4 : 59	11 : 12	12 : 01	4 : 57	7 : 03	8 : 39
3	3 : 20	4 : 58	11 : 12	12 : 01	4 : 57	7 : 03	8 : 40
4	3 : 20	4 : 58	11 : 12	12 : 01	4 : 57	7 : 03	8 : 41
5	3 : 20	4 : 58	11 : 12	12 : 01	4 : 57	7 : 04	8 : 41
6	3 : 20	4 : 57	11 : 12	12 : 01	4 : 58	7 : 04	8 : 42
7	3 : 20	4 : 57	11 : 12	12 : 02	4 : 58	7 : 05	8 : 43
8	3 : 20	4 : 57	11 : 13	12 : 02	4 : 58	7 : 05	8 : 43
9	3 : 20	4 : 57	11 : 13	12 : 02	4 : 58	7 : 06	8 : 44
10	3 : 19	4 : 57	11 : 13	12 : 02	4 : 58	7 : 06	8 : 44
11	3 : 19	4 : 57	11 : 13	12 : 02	4 : 59	7 : 06	8 : 45
12	3 : 19	4 : 57	11 : 13	12 : 03	4 : 59	7 : 07	8 : 45
13	3 : 19	4 : 57	11 : 13	12 : 03	4 : 59	7 : 07	8 : 46
14	3 : 19	4 : 57	11 : 13	12 : 03	4 : 59	7 : 07	8 : 46
15	3 : 19	4 : 57	11 : 13	12 : 03	4 : 59	7 : 08	8 : 46
16	3 : 19	4 : 57	11 : 13	12 : 03	5 : 00	7 : 08	8 : 47
17	3 : 19	4 : 58	11 : 14	12 : 04	5 : 00	7 : 08	8 : 47
18	3 : 19	4 : 58	11 : 14	12 : 04	5 : 00	7 : 09	8 : 47
19	3 : 19	4 : 58	11 : 14	12 : 04	5 : 00	7 : 09	8 : 47
20	3 : 19	4 : 58	11 : 14	12 : 04	5 : 00	7 : 09	8 : 48
21	3 : 19	4 : 58	11 : 14	12 : 04	5 : 01	7 : 09	8 : 48
22	3 : 19	4 : 59	11 : 14	12 : 05	5 : 01	7 : 10	8 : 48
23	3 : 19	4 : 59	11 : 14	12 : 05	5 : 01	7 : 10	8 : 48
24	3 : 19	4 : 59	11 : 14	12 : 05	5 : 01	7 : 10	8 : 48
25	3 : 20	4 : 59	11 : 15	12 : 05	5 : 01	7 : 10	8 : 49
26	3 : 20	4 : 59	11 : 15	12 : 05	5 : 01	7 : 11	8 : 49
27	3 : 20	5 : 00	11 : 15	12 : 06	5 : 01	7 : 11	8 : 49
28	3 : 20	5 : 00	11 : 15	12 : 06	5 : 02	7 : 11	8 : 49
29	3 : 21	5 : 00	11 : 16	12 : 06	5 : 02	7 : 11	8 : 49
30	3 : 21	5 : 00	11 : 16	12 : 06	5 : 02	7 : 11	8 : 50

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جولائی

تاریخ	صبح صادق ابتدائے فجر و ختم سحری	طلوع آفتاب انتہائے فجر	ضحوۂ کبریٰ اس وقت کوئی نماز نہیں	نصف النہار ابتدائے ظہر	وقت عصر	غروب آفتاب	وقت عشاء
1	3 : 22	5 : 01	11 : 16	12 : 06	5 : 02	7 : 11	8 : 50
2	3 : 23	5 : 01	11 : 17	12 : 07	5 : 02	7 : 11	8 : 50
3	3 : 23	5 : 02	11 : 17	12 : 07	5 : 02	7 : 11	8 : 50
4	3 : 24	5 : 02	11 : 17	12 : 07	5 : 02	7 : 11	8 : 49
5	3 : 24	5 : 03	11 : 18	12 : 07	5 : 02	7 : 11	8 : 49
6	3 : 25	5 : 03	11 : 18	12 : 07	5 : 02	7 : 11	8 : 49
7	3 : 26	5 : 04	11 : 18	12 : 08	5 : 02	7 : 11	8 : 48
8	3 : 27	5 : 04	11 : 18	12 : 08	5 : 02	7 : 11	8 : 48
9	3 : 27	5 : 05	11 : 19	12 : 08	5 : 01	7 : 11	8 : 48
10	3 : 28	5 : 05	11 : 19	12 : 08	5 : 01	7 : 10	8 : 47
11	3 : 28	5 : 05	11 : 19	12 : 08	5 : 01	7 : 10	8 : 47
12	3 : 29	5 : 06	11 : 19	12 : 08	5 : 01	7 : 10	8 : 47
13	3 : 30	5 : 06	11 : 19	12 : 08	5 : 01	7 : 10	8 : 46
14	3 : 31	5 : 07	11 : 20	12 : 08	5 : 01	7 : 09	8 : 46
15	3 : 32	5 : 08	11 : 20	12 : 09	5 : 01	7 : 09	8 : 45
16	3 : 32	5 : 09	11 : 20	12 : 09	5 : 00	7 : 09	8 : 45
17	3 : 33	5 : 09	11 : 20	12 : 09	5 : 00	7 : 09	8 : 44
18	3 : 34	5 : 10	11 : 21	12 : 09	5 : 00	7 : 08	8 : 44
19	3 : 35	5 : 10	11 : 21	12 : 09	5 : 00	7 : 08	8 : 43
20	3 : 35	5 : 11	11 : 21	12 : 09	5 : 00	7 : 08	8 : 43
21	3 : 36	5 : 11	11 : 21	12 : 09	5 : 00	7 : 07	8 : 42
22	3 : 37	5 : 11	11 : 21	12 : 09	4 : 59	7 : 06	8 : 41
23	3 : 37	5 : 12	11 : 21	12 : 09	4 : 59	7 : 06	8 : 40
24	3 : 38	5 : 12	11 : 21	12 : 09	4 : 59	7 : 05	8 : 39
25	3 : 39	5 : 12	11 : 22	12 : 09	4 : 59	7 : 05	8 : 38
26	3 : 40	5 : 14	11 : 22	12 : 09	4 : 56	7 : 04	8 : 37
27	3 : 41	5 : 15	11 : 22	12 : 09	4 : 59	7 : 03	8 : 36
28	3 : 42	5 : 16	11 : 22	12 : 09	4 : 58	7 : 02	8 : 35
29	3 : 43	5 : 17	11 : 22	12 : 09	4 : 58	7 : 02	8 : 35
30	3 : 44	5 : 17	11 : 22	12 : 09	4 : 58	7 : 01	8 : 34
31	3 : 45	5 : 18	11 : 22	12 : 09	4 : 58	7 : 00	8 : 33

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اگست

تاریخ	صبح صادق ابتدائے فجر و ختم سحری	طلوع آفتاب انتہائے فجر	ضحوہ کبریٰ اس وقت کوئی نماز نہیں	نصف النہار ابتدائے ظہر	وقت عصر	غروب آفتاب	وقت عشاء
1	3 : 46	5 : 19	11 : 23	12 : 09	4 : 58	7 : 00	8 : 32
2	3 : 47	5 : 19	11 : 23	12 : 09	4 : 57	6 : 59	8 : 31
3	3 : 47	5 : 20	11 : 23	12 : 09	4 : 57	6 : 58	8 : 29
4	3 : 48	5 : 21	11 : 23	12 : 09	4 : 56	6 : 56	8 : 28
5	3 : 49	5 : 22	11 : 23	12 : 09	4 : 56	6 : 56	8 : 27
6	3 : 50	5 : 23	11 : 23	12 : 09	4 : 55	6 : 55	8 : 26
7	3 : 51	5 : 23	11 : 23	12 : 09	4 : 54	6 : 54	8 : 25
8	3 : 52	5 : 24	11 : 23	12 : 09	4 : 54	6 : 53	8 : 24
9	3 : 53	5 : 24	11 : 23	12 : 08	4 : 53	6 : 52	8 : 23
10	3 : 54	5 : 25	11 : 23	12 : 08	4 : 52	6 : 51	8 : 22
11	3 : 55	5 : 26	11 : 23	12 : 08	4 : 52	6 : 50	8 : 21
12	3 : 56	5 : 26	11 : 23	12 : 08	4 : 51	6 : 49	8 : 20
13	3 : 57	5 : 27	11 : 23	12 : 08	4 : 50	6 : 48	8 : 18
14	3 : 58	5 : 28	11 : 23	12 : 08	4 : 50	6 : 47	8 : 17
15	3 : 58	5 : 28	11 : 23	12 : 07	4 : 49	6 : 47	8 : 16
16	3 : 59	5 : 29	11 : 23	12 : 07	4 : 49	6 : 46	8 : 14
17	4 : 00	5 : 29	11 : 23	12 : 07	4 : 48	6 : 45	8 : 13
18	4 : 01	5 : 30	11 : 23	12 : 07	4 : 48	6 : 44	8 : 12
19	4 : 02	5 : 30	11 : 23	12 : 07	4 : 47	6 : 43	8 : 10
20	4 : 03	5 : 31	11 : 23	12 : 06	4 : 46	6 : 42	8 : 09
21	4 : 04	5 : 31	11 : 23	12 : 06	4 : 46	6 : 40	8 : 07
22	4 : 05	5 : 32	11 : 22	12 : 06	4 : 45	6 : 39	8 : 06
23	4 : 06	5 : 33	11 : 22	12 : 06	4 : 44	6 : 38	8 : 04
24	4 : 07	5 : 33	11 : 22	12 : 05	4 : 44	6 : 37	8 : 03
25	4 : 08	5 : 34	11 : 22	12 : 05	4 : 43	6 : 36	8 : 01
26	4 : 09	5 : 34	11 : 22	12 : 05	4 : 42	6 : 35	8 : 00
27	4 : 10	5 : 35	11 : 22	12 : 05	4 : 41	6 : 34	7 : 58
28	4 : 10	5 : 35	11 : 21	12 : 04	4 : 41	6 : 32	7 : 57
29	4 : 11	5 : 36	11 : 21	12 : 04	4 : 40	6 : 31	7 : 56
30	4 : 12	5 : 37	11 : 21	12 : 04	4 : 40	6 : 30	7 : 55
31	4 : 13	5 : 37	11 : 21	12 : 03	4 : 39	6 : 29	7 : 53

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ستمبر

تاریخ	صبح صادق ابتدائے فجر و ختم سحری	طلوع آفتاب انتہائے فجر	ضحوۂ کبریٰ اس وقت کوئی نماز نہیں	نصف النہار ابتدائے ظہر	وقت عصر	غروب آفتاب	وقت عشاء
1	4 : 14	5 : 37	11 : 21	12 : 03	4 : 38	6 : 28	7 : 52
2	4 : 15	5 : 38	11 : 21	12 : 03	4 : 37	6 : 27	7 : 51
3	4 : 15	5 : 39	11 : 21	12 : 02	4 : 36	6 : 26	7 : 49
4	4 : 16	5 : 39	11 : 20	12 : 02	4 : 35	6 : 24	7 : 48
5	4 : 17	5 : 40	11 : 20	12 : 02	4 : 34	6 : 23	7 : 47
6	4 : 18	5 : 41	11 : 20	12 : 01	4 : 33	6 : 22	7 : 45
7	4 : 18	5 : 42	11 : 19	12 : 01	4 : 32	6 : 20	7 : 44
8	4 : 19	5 : 43	11 : 19	12 : 01	4 : 31	6 : 19	7 : 42
9	4 : 20	5 : 43	11 : 19	12 : 00	4 : 30	6 : 18	7 : 40
10	4 : 21	5 : 44	11 : 18	12 : 00	4 : 29	6 : 16	7 : 39
11	4 : 22	5 : 44	11 : 18	12 : 00	4 : 28	6 : 15	7 : 38
12	4 : 23	5 : 45	11 : 18	11 : 59	4 : 27	6 : 14	7 : 36
13	4 : 23	5 : 45	11 : 18	11 : 59	4 : 26	6 : 13	7 : 35
14	4 : 24	5 : 46	11 : 17	11 : 59	4 : 25	6 : 11	7 : 34
15	4 : 24	5 : 46	11 : 17	11 : 58	4 : 24	6 : 10	7 : 32
16	4 : 25	5 : 47	11 : 17	11 : 58	4 : 23	6 : 08	7 : 31
17	4 : 26	5 : 48	11 : 17	11 : 58	4 : 22	6 : 07	7 : 29
18	4 : 26	5 : 49	11 : 16	11 : 57	4 : 21	6 : 06	7 : 28
19	4 : 27	5 : 50	11 : 16	11 : 57	4 : 20	6 : 05	7 : 26
20	4 : 28	5 : 51	11 : 16	11 : 56	4 : 19	6 : 04	7 : 25
21	4 : 29	5 : 52	11 : 15	11 : 56	4 : 18	6 : 02	7 : 24
22	4 : 30	5 : 52	11 : 15	11 : 56	4 : 17	6 : 01	7 : 23
23	4 : 30	5 : 53	11 : 15	11 : 55	4 : 16	5 : 59	7 : 21
24	4 : 31	5 : 53	11 : 14	11 : 55	4 : 15	5 : 57	7 : 20
25	4 : 32	5 : 53	11 : 14	11 : 55	4 : 14	5 : 55	7 : 19
26	4 : 32	5 : 53	11 : 14	11 : 54	4 : 13	5 : 55	7 : 17
27	4 : 33	5 : 54	11 : 13	11 : 54	4 : 12	5 : 54	7 : 16
28	4 : 33	5 : 55	11 : 13	11 : 54	4 : 11	5 : 53	7 : 14
29	4 : 34	5 : 55	11 : 13	11 : 53	4 : 10	5 : 51	7 : 13
30	4 : 34	5 : 56	11 : 12	11 : 53	4 : 09	5 : 50	7 : 11

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اکتوبر

تاریخ	صبح صادق ابتدائے فجر و ختم سحری	طلوع آفتاب انتہائے فجر	ضحوہ کبریٰ اس وقت کوئی نماز نہیں	نصف النہار ابتدائے ظہر	وقت عصر	غروب آفتاب	وقت عشاء
1	4 : 35	5 : 57	11 : 12	11 : 53	4 : 08	5 : 49	6 : 10
2	4 : 36	5 : 57	11 : 12	11 : 53	4 : 07	5 : 48	6 : 08
3	4 : 36	5 : 58	11 : 12	11 : 52	4 : 06	5 : 47	6 : 07
4	4 : 37	5 : 58	11 : 11	11 : 52	4 : 05	5 : 45	6 : 06
5	4 : 38	5 : 59	11 : 11	11 : 52	4 : 05	5 : 44	6 : 04
6	4 : 38	6 : 00	11 : 11	11 : 51	4 : 03	5 : 43	6 : 03
7	4 : 39	6 : 00	11 : 10	11 : 51	4 : 02	5 : 41	6 : 02
8	4 : 40	6 : 01	11 : 10	11 : 50	4 : 01	5 : 40	6 : 00
9	4 : 40	6 : 02	11 : 10	11 : 50	4 : 00	5 : 39	6 : 59
10	4 : 41	6 : 03	11 : 09	11 : 50	3 : 59	5 : 37	6 : 58
11	4 : 42	6 : 03	11 : 09	11 : 50	3 : 58	5 : 36	6 : 57
12	4 : 42	6 : 04	11 : 09	11 : 49	3 : 57	5 : 35	6 : 56
13	4 : 43	6 : 05	11 : 08	11 : 49	3 : 56	5 : 34	6 : 55
14	4 : 44	6 : 05	11 : 08	11 : 49	3 : 55	5 : 33	6 : 54
15	4 : 45	6 : 06	11 : 08	11 : 49	3 : 54	5 : 32	6 : 53
16	4 : 45	6 : 07	11 : 08	11 : 49	3 : 53	5 : 31	6 : 51
17	4 : 45	6 : 08	11 : 07	11 : 48	3 : 52	5 : 29	6 : 50
18	4 : 46	6 : 09	11 : 07	11 : 48	3 : 51	5 : 28	6 : 49
19	4 : 46	6 : 10	11 : 07	11 : 48	3 : 50	5 : 27	6 : 48
20	4 : 47	6 : 11	11 : 07	11 : 48	3 : 49	5 : 26	6 : 47
21	4 : 48	6 : 11	11 : 07	11 : 48	3 : 48	5 : 25	6 : 46
22	4 : 48	6 : 12	11 : 06	11 : 47	3 : 47	5 : 24	6 : 45
23	4 : 49	6 : 13	11 : 06	11 : 47	3 : 46	5 : 23	6 : 44
24	4 : 50	6 : 14	11 : 06	11 : 47	3 : 45	5 : 22	6 : 43
25	4 : 50	6 : 15	11 : 06	11 : 47	3 : 44	5 : 21	6 : 42
26	4 : 51	6 : 15	11 : 05	11 : 47	3 : 43	5 : 20	6 : 42
27	4 : 52	6 : 16	11 : 05	11 : 47	3 : 42	5 : 19	6 : 41
28	4 : 52	6 : 16	11 : 05	11 : 47	3 : 41	5 : 18	6 : 40
29	4 : 53	6 : 17	11 : 05	11 : 47	3 : 40	5 : 17	6 : 40
30	4 : 54	6 : 18	11 : 05	11 : 47	3 : 39	5 : 16	6 : 39
31	4 : 55	6 : 18	11 : 05	11 : 47	3 : 38	5 : 15	6 : 38

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نومبر

تاریخ	صبح صادق ابتدائے فجر و ختم سحری	طلوع آفتاب انتہائے فجر	ضحوہ کبریٰ اس وقت کوئی نماز نہیں	نصف النہار ابتدائے ظہر	وقت عصر	غروب آفتاب	وقت عشاء
1	4 : 56	6 : 19	11 : 05	11 : 47	3 : 37	5 : 14	7 : 37
2	4 : 57	6 : 20	11 : 05	11 : 47	3 : 36	5 : 14	7 : 36
3	4 : 57	6 : 21	11 : 05	11 : 47	3 : 36	5 : 13	7 : 35
4	4 : 58	6 : 22	11 : 05	11 : 47	3 : 35	5 : 12	7 : 34
5	4 : 59	6 : 23	11 : 05	11 : 47	3 : 34	5 : 11	7 : 33
6	4 : 59	6 : 23	11 : 05	11 : 47	3 : 34	5 : 10	7 : 33
7	5 : 00	6 : 24	11 : 05	11 : 47	3 : 33	5 : 10	7 : 32
8	5 : 01	6 : 25	11 : 05	11 : 47	3 : 33	5 : 09	6 : 32
9	5 : 01	6 : 25	11 : 05	11 : 47	3 : 32	5 : 09	6 : 31
10	5 : 01	6 : 26	11 : 05	11 : 47	3 : 32	5 : 08	6 : 31
11	5 : 03	6 : 27	11 : 05	11 : 47	3 : 31	5 : 07	6 : 30
12	5 : 03	6 : 28	11 : 05	11 : 47	3 : 30	5 : 06	6 : 29
13	5 : 04	6 : 29	11 : 05	11 : 47	3 : 39	5 : 05	6 : 29
14	5 : 05	6 : 29	11 : 05	11 : 47	3 : 29	5 : 05	6 : 29
15	5 : 05	6 : 30	11 : 05	11 : 48	3 : 28	5 : 04	6 : 29
16	5 : 06	6 : 31	11 : 05	11 : 48	3 : 28	5 : 04	6 : 28
17	5 : 07	6 : 32	11 : 05	11 : 48	3 : 27	5 : 03	6 : 28
18	5 : 08	6 : 33	11 : 05	11 : 48	3 : 27	5 : 03	6 : 28
19	5 : 09	6 : 34	11 : 05	11 : 48	3 : 26	5 : 02	6 : 27
20	5 : 10	6 : 35	11 : 06	11 : 49	3 : 26	5 : 02	6 : 27
21	5 : 10	6 : 36	11 : 06	11 : 49	3 : 26	5 : 02	6 : 27
22	5 : 11	6 : 36	11 : 06	11 : 49	3 : 25	5 : 01	6 : 27
23	5 : 12	6 : 37	11 : 06	11 : 49	3 : 25	5 : 01	6 : 26
24	5 : 13	6 : 38	11 : 06	11 : 50	3 : 25	5 : 00	6 : 26
25	5 : 13	6 : 39	11 : 06	11 : 50	3 : 24	5 : 00	6 : 26
26	5 : 14	6 : 40	11 : 07	11 : 50	3 : 24	5 : 00	6 : 26
27	5 : 15	6 : 40	11 : 07	11 : 51	3 : 24	4 : 59	6 : 26
28	5 : 15	6 : 41	11 : 07	11 : 51	3 : 23	4 : 59	6 : 26
29	5 : 16	6 : 42	11 : 07	11 : 51	3 : 23	4 : 59	6 : 25
30	5 : 17	6 : 43	11 : 08	11 : 51	3 : 23	4 : 59	6 : 25

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دسمبر

وقت عشاء	غروب آفتاب	وقت عصر	نصف النہار ابتدائے ظہر	ضحوہ کبریٰ اس وقت کوئی نماز نہیں	طلوع آفتاب انتہائے فجر	صبح صادق ابتدائے فجر و ختم سحری	تاریخ
6 : 25	4 : 59	3 : 22	11 : 52	11 : 08	6 : 44	5 : 18	1
6 : 25	4 : 59	3 : 22	11 : 52	11 : 09	6 : 45	5 : 19	2
6 : 25	4 : 59	3 : 22	11 : 53	11 : 09	6 : 46	5 : 20	3
6 : 25	4 : 59	3 : 22	11 : 53	11 : 09	6 : 47	5 : 20	4
6 : 25	4 : 59	3 : 22	11 : 54	11 : 10	6 : 48	5 : 21	5
6 : 26	4 : 59	3 : 22	11 : 54	11 : 10	6 : 49	5 : 22	6
6 : 26	4 : 59	3 : 23	11 : 54	11 : 10	6 : 50	5 : 22	7
6 : 26	4 : 59	3 : 23	11 : 55	11 : 11	6 : 50	5 : 23	8
6 : 26	4 : 59	3 : 23	11 : 55	11 : 11	6 : 51	5 : 24	9
6 : 27	4 : 59	3 : 23	11 : 56	11 : 11	6 : 51	5 : 24	10
6 : 27	4 : 59	3 : 24	11 : 56	11 : 12	6 : 51	5 : 25	11
6 : 27	4 : 59	3 : 24	11 : 57	11 : 12	6 : 52	5 : 26	12
6 : 28	5 : 00	3 : 24	11 : 57	11 : 13	6 : 52	5 : 26	13
6 : 28	5 : 00	3 : 25	11 : 58	11 : 13	6 : 53	5 : 27	14
6 : 29	5 : 02	3 : 25	11 : 58	11 : 14	6 : 54	5 : 27	15
6 : 29	5 : 01	3 : 25	11 : 59	11 : 15	6 : 55	5 : 28	16
6 : 29	5 : 02	3 : 26	11 : 59	11 : 15	6 : 56	5 : 29	17
6 : 30	5 : 02	3 : 26	12 : 00	11 : 16	6 : 56	5 : 30	18
6 : 30	5 : 03	3 : 26	12 : 00	11 : 16	6 : 57	5 : 30	19
6 : 31	5 : 04	3 : 27	12 : 01	11 : 17	6 : 58	5 : 31	20
6 : 31	5 : 04	3 : 27	12 : 01	11 : 17	6 : 58	5 : 31	21
6 : 31	5 : 05	3 : 27	12 : 02	11 : 18	6 : 59	5 : 32	22
6 : 32	5 : 05	3 : 28	12 : 02	11 : 18	6 : 59	5 : 33	23
6 : 32	5 : 06	3 : 28	12 : 03	11 : 19	7 : 00	5 : 33	24
6 : 32	5 : 06	3 : 28	12 : 03	11 : 20	7 : 00	5 : 34	25
6 : 33	5 : 0[illegible]	3 : 29	12 : 04	11 : 20	7 : 01	5 : 34	26
6 : 34	5 : 07	3 : 29	12 : 04	11 : 20	7 : 01	5 : 34	27
6 : 35	5 : 08	3 : 30	12 : 05	11 : 21	7 : 02	5 : 35	28
6 : 35	5 : 08	3 : 30	12 : 05	11 : 21	7 : 02	5 : 35	29
6 : 36	5 : 09	3 : 31	12 : 06	11 : 22	7 : 03	5 : 35	30
6 : 36	5 : 09	3 : 31	12 : 06	11 : 22	7 : 03	5 : 35	31

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کتابِ رشد و ہدایت کی ہمہ گیر آفاقی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے

نور و سرور اور جذبہ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مبنی آیات احکام کی مفصل وضاحت

اردو زبان میں پہلی مرتبہ

تفسیر احکام القرآن

مفسر قرآن، علامہ مفتی محمد جلال الدین قادری

آیات احکام کا مفصل لغوی و تفسیری حل امہات کتب تفسیر کی روشنی میں

مفسرین کی تصریحات کے مطابق پیش کیا گیا۔

اس لئے یہ کتاب طلباء، علماء، وکلاء، ججز

اور عوام و خواص کے لئے قیمتی سرمایہ

آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی۔ پاکستان

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اهل علم کیلئے
عظیم علمی پیشکش

آیات احکام کی تفسیر و تشریح پر مشتمل عصر حاضر کے یگانہ روزگار اور معتبر عالم دین

حضرت علامہ سیّد سعادت علی قادری کے

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

۲ جلدیں

خصوصیات

- زندگی کے تمام شعبوں اور عصر حاضر کے جملہ مسائل کا حل
- متلاشیان علم کے لئے ایک بہترین علمی ذخیرہ
- مقررین و واعظین کیلئے بیش قیمت خزانہ
- ہر گھر کی ضرورت اور ہر فرد کیلئے یکساں مفید

آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

Click
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari